بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست عنوانات

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر

بقیة کتاب العلم

باب مایتعلق بالحدیث النبوی

(حدیث سے متعلق مباحث کا بیان)

www.ahlehaq.org

www.ahlehaq.org

فصل فی متفرقات الحدیث

باب الکتب المعتمدة وغیرها

(معتبر اور غیر معتبر کتب کا بیان)

www.ahlehaq.org

باب فی تذکرۃ الرجال

(رجال کا بیان)

www.ahlehaq.org

باب الفلکیات

(فلکیات کا بیان)

باب التبليغ

(تبلیغ کا بیان)

www.ahlehaq.org

مایتعلق بالمواعظ والنصح

(وعظ ونصیحت کا بیان)

کتاب السلوک والاحسان

مایتعلق بصفات الشیخ واهمیة التزکیة

(شیخ کے اوصاف اور تصوف کی اہمیت)

مایتعلق بسلاسل الصوفیة واصطلاحاتهم

(صوفیاء کے سلاسل اور اصطلاحات)

مایتعلق بالاستخلاف

(خلیفہ بنانے کا بیان)

www.ahlehaq.org

مایتعلق بمجالس الصوفیة وأذکارهم

(صوفیاء کی مجالس اوران کے وظائف کا بیان)

منكرات المتصوفة

(جاہل صوفیاء کے منکرات)

كتاب السير والتاريخ

باب في شمائل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم

(شمائل نبوی کا بیان)

www.ahlehaq.org

باب التاریخ

(تذکرہ انبیاء، تاریخ کی روشنی میں)

(عہد صحابہ تاریخ کی روشنی میں)

(عہد تابعین تاریخ کی روشنی میں)

(تاریخ ہند)

کتاب السیاسة والهجرة

(انتخابات کی شرعی حیثیت)

(دارالاسلام، دارالحرب اور دارالہجرۃ کا بیان)

متفرقات

کتاب تعبیر الرؤیا

(خوابوں کی تعبیر کا بیان)

☆—☆—☆

www.ahlehaq.org

باب ما یتعلق بالحدیث النبوی

(حدیث سے متعلق مباحث کا بیان)

احادیث جمع کرنے کی ممانعت

از جناب سعید احمد مدرس اردو اسکول داروہ متعلقہ ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر

محترمی مکرمی مفتی محمود صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال[۱۰۳۰]: احقر کو اپنے ایک عزیز سے (جو کہ دارالعلوم دیوبند میں زیر تعلیم ہیں) معلوم ہوا کہ آپ معاملاتِ دین سے متعلق سوالات کے جوابات دیتے ہیں، میں ایک عرصے سے اس سوچ میں تھا کہ کوئی ایسی قابل ہستی کا مجھے علم ہو جائے تا کہ اپنے خطرناک خیالات پر نظر ثانی کر سکوں، خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ جیسی قابل ہستی سے روشناس ہو رہا ہوں جو خدمتِ قوم کو اپنا وطیرہ بنائے ہوئے ہے۔

میں نے عرصہ ہوا مالیگاؤں کی ایک لائبریری میں ایک کتاب "دو اسلام" پڑھی تھی، اس کتاب کے پڑھنے پر مجھ پر جو تأثرات ہوئے ان کا مکمل اظہار ناممکن ہے، البتہ مجملاً اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میرے خیالات اس کتاب کے مصنف ڈاکٹر غلام جیلانی برق کو بھی پیچھے چھوڑ گئے تھے اور آج بھی تقریباً یہی حال ہے، یہ کتاب مجھے اس قدر پسند آئی کہ میں نے اسے کتنی مرتبہ پڑھا خود یاد نہیں، اس کتاب کے خاص حصے میں نے بطور یادداشت اپنے پاس لکھ کر رکھے ہیں۔

اب حال ہی میں حکومتِ ہند نے اس پر پابندی عائد کر دی ہے، کہنے کا مقصد یہ کہ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد ذہن میں لاتعداد سوالات ابھرے جو دماغ کے پردوں پر ایک بھاری بوجھ کی صورت میں آج بھی قائم ہیں، ان سوالات نے میرا تمام تر ذہنی سکون چھین لیا ہے، ایک عجیب سی جھنجھلاہٹ ذہن پر طاری ہو گئی ہے، مجھے ڈر ہے کہ کہیں ذہنی حالت اور بدتر نہ ہو جائے، اس لئے آپ سے اپنے خیالات کا اظہار کر کے اپنی ذہنی کشمکش دور کرنا چاہتا ہوں تا کہ اپنی اس دیرینہ خواہش کی تکمیل کے لئے کچھ کوشش کر سکوں جو عرصہ دراز سے

تصورات کے پردوں پر نقش ہے یعنی میں چاہتا ہوں کہ پھر سے مسلمان ہو جاؤں، وہ مسلمان جس کی شمشیر خارا شگاف سے ایک دنیا دہلتی تھی، وہ مسلمان جس کا نام سن کر اس کا دشمن ایک مہینہ کی مسافت پر لرز جاتا تھا، وہ مسلمان جس نے دنیا کو اخلاق و دیانت، سچائی وانصاف اور قابل رشک زندگی کا سبق سکھلایا تھا، مگر کیا کروں اس وقت جو کم علمی اور تغیر خیالات نے ذہنی کشمکش برپا کردی ہے اس سے کچھ بھائی نہیں دیتا۔ اس لئے آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ براہ کرم میرے سوالات کے تسلی بخش جوابات دیکر ایک اور دینی خدمت اور مجھ پر ایک بہت بڑا احسان کریں۔

میں جانتا ہوں کہ آپ کا وقت بے حد قیمتی ہے اس لئے مختصر طور پر سردست صرف دو سوال پوچھ رہا ہوں، انشاء اللہ آئندہ بھی آپ سے دینی رہنمائی کا طالب رہوں گا۔ ایک بات اور وہ یہ کہ جوابات کی زبان ممکنہ حد تک آسان ہو تو بہتر ہے یہ اس لئے کہ آپ کا حلقہ جو تبلیغ تحریر کی زبان استعمال کرتا ہے جو ہم جیسے ذاتی منفردوں کی سمجھ سے بالاتر ہوتی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہ جذبات گول مول زبان میں نہ ہوں تو اور کرم ہوگا۔ امید ہے کہ آپ مطلوبہ جوابات سے نواز کر صحیح رہنمائی فرمائیں گے۔ وہ سوالات درج ذیل ہیں:

س: ۱..... بخاری میں مذکور ہے کہ رحلت سے پہلے جب حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "قلم اور دوات اور کاغذ لاؤ تمہیں میں ایک ایسی چیز لکھ کر دے جاؤں کہ میرے بعد تمہاری گمراہی کا کوئی امکان باقی نہ رہے" تو حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھٹ بول اٹھے: ہمیں خدا تعالیٰ کی کتاب کافی ہے(۱)۔ اسی طرح صحیح مسلم کی ایک حدیث ہے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "قرآن کے بغیر میرا اور کوئی قول قلمبند نہ کرو اور اگر کوئی شخص ایسا لکھ چکا ہو تو اسے مٹا دے"(۲)۔

---

(۱) (صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب قول المریض قوموا عنی: ۲/۸۴۶، قدیمی)

(وانظر أيضاً عنوان: "حديث قرطاس من هذا الباب)

(۲) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لاتكتبوا عني شيئاً إلا القرآن، فمن كتب عني شيئاً غير القرآن فليمحه". (مسند أحمد: ۳/۳۹، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وجامع بيان العلم وفضله، باب ذكر كراهية كتابة العلم: ۱/۲۶۸، دار ابن الجوزي)

حدیث سے صحیح ہونے کے کئی دلائل ملتے ہیں مثلاً علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں کہ: "حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانچ سو احادیث کا ایک مجموعہ تیار کیا ہوا تھا لیکن ایک صبح اٹھ کر اسے جلا دیا، اسی طرح آپ نے اپنے دورِ خلافت میں ایک دن ایک مجمع عام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: تم لوگ آج احادیث میں اختلاف رکھتے ہو (یعنی احادیث میں اس زمانے میں تحریف ہوگئی تھی) آئندہ یہ اختلاف بڑھتا جائے گا اس لئے تم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی حدیث نقل نہ کرو اور اگر کوئی پوچھے تو کہو کہ ہمارے پاس قرآن ہے جو اس میں جائز قرار دیا ہے اسے جائز اور جسے ناجائز قرار دیا ہے اسے ناجائز سمجھو"۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۳)(۱)۔

اپنے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: "گھر جاؤ اور احادیث کا تمام ذخیرہ لاؤ، جب یہ ذخیرہ جمع ہوگیا تو آپ نے تمام صحابہ کے سامنے اسے جلا دیا"۔ (طبقات ابن سعد ص:۲۲)(۲)۔

حضرت عبداللہ بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام صحابہ کو جمع کر کے حکم دیا: "یہاں سے جانے کے بعد ہر شخص پہلا کام یہ کرے کہ اپنے مجموعہ حدیث کو جلا ڈالے"۔ (مختصر جامع بیان العلم ص:۲۳)(۳)۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فقرہ نقل کیا ہے کہ: "میں نے ایسی احادیث بیان کی ہیں کہ اگر ان کو عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں نقل کرتا تو وہ دُرّے سے پیٹ

---

(۱) "فلما أصبح قال: أي بنية هلمي الأحاديث التي عندك، فجئته بها، فدعا بنار فحرقها، فقلت: لم أحرقتها؟ قال: خشيت أن أموت وهي عندي، فيكون فيها أحاديث عن رجل قد ائتمنته ووثقت ولم يكن كما حدثني، فأكون قد نقلت ذلك، فهذا لا يصح". (تذكرة الحفاظ، أبو بكر صديق: ١/٥، دار إحياء التراث العربي)

(۲) (جامع بيان العلم وفضله، باب ذكر كراهية كتابة العلم: ١/٢٧٤، ٢٧٥، دار ابن الجوزي)

(۳) (جامع بيان العلم، باب ذكر كراهية كتابة العلم: ١/٢٨٢، وفيه أيضاً: "وعن عبد الله بن يسار قال: سمعت علياً يخطب يقول: أعزم على كل من عنده كتاب إلا رجع فمحاه، فإنما هلك الناس حيث تتبعوا أحاديث علمائهم وتركوا كتاب ربهم". (أيضاً: ١/٢٧٤)

ڈالے" (تذکرۃ الحفاظ ص:۸)(۱)۔ کیوں پھینک ڈالے، رسول خدا کا اُسوہ بیان کرنے پر کیا کوئی مسلمان ایسا کر سکتا ہے؟ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کو روایتِ حدیث کی بناء پر پیٹنے پر تل گئے تھے اور اسی جرم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے عظیم المرتبت اصحاب کو قید کر دیا تھا۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احادیث کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر کیوں فنا کیا تھا؟ صحابہ کو قید و بند کی سزا کیوں دی تھیں؟ کیا یہ صریحاً اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ کتاب اللہ کو مکمل و اتم ضابطۂ حیات سمجھتے تھے اور یہ کہ وہ ارشادِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ: "میرے بعد کوئی حدیث مت لکھو" (صحیح مسلم) پر سختی سے عمل پیرا تھے؟

تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہم قرآن حکیم کو مکمل اور اتم ضابطۂ حیات سمجھتے ہیں تو احادیث جمع کیوں کی گئیں؟ اور ان پر ایمان لانا خصوصاً ایسے حالات میں جبکہ احادیث گھڑ گھڑ کر کیا ہو گئی تھیں۔ خدا نے قرآن پاک میں بیسیوں جگہ پہ لاکھوں انبیاء، سینکڑوں صحائف اور کروڑوں ملائکہ پر ایمان لانے کے احکامات نازل کئے ہیں مگر کیا سارے قرآن میں حدیث کا کہیں ضمناً بھی ذکر ہے؟ کیا خدا ان احادیث پر ایمان لانے کا حکم نہیں دے سکتا تھا؟ تو جب خدا اور رسول اور ان کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حدیث کو قابلِ ایمان نہیں سمجھا تو پھر آپ کیوں ہم پر صحیح بخاری، مسلم وغیرہ کو مسلط کرتے ہیں؟ صاف گوئی کی معافی چاہتا ہوں کیونکہ اپنی صاف گوئی کی عادت سے مجبور ہوں۔

میں آپ سے صرف اتنا پوچھنا چاہتا ہوں آپ زیادہ صحیح مسلمان ہیں یا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ رسول کے منشاء سے وہ زیادہ باخبر تھے یا آپ؟ اور وہ ذخیرۂ احادیث کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ختم کر دیتے تھے تو آپ کون ہوتے ہیں احادیث کو ہمارے سر تھوپنے والے؟ ویسے یہ صحافی کی ہتک ہے اس سے نرم الفاظ میں میرا مفہوم اچھی طرح ادا نہیں ہو سکتا تھا اس لئے یہ سخت الفاظ لکھنے پڑے، امید ہے کہ آپ معاف فرمائیں گے۔

س۲:... کیا بیشتر علماء کی طرح آپ کا بھی یہی خیال ہے کہ حدیث وحی خفی ہے؟ اگر ہاں تو یہ بتائیے

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قلت له: أكنت تحدث في زمان عمر هكذا؟ فقال: لو كنت أحدث في زمان عمر مثل ما أحدثكم لضربني بمخفقته". (تذكرة الحفاظ، عمر بن الخطاب: ۱/۸، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

کہ حدیث کو قرآن کے متن میں شامل کیوں نہیں کیا گیا؟ حدیث بھی اللہ کا پیغام ہے اور قرآن بھی تو پھر احادیث قرآن کے متن سے کیوں جدا کر دی گئیں؟ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احادیث لکھنے سے کیوں منع کر دیا تھا اور انہوں نے ذخیرۂ احادیث کو ہر ممکن طریقہ سے کیوں فنا کیا تھا؟ کیا اللہ کے پیغام کی ان کی نظروں میں یہی وقعت تھی کہ خدا نے قرآن عظیم کے متعلق فرمایا ہے: ''یہ ذکر اور ہدایت ہم نے نازل کیا اور ہم اس کی حفاظت کریں گے''۔ قرآن کی صحت پر تمام عالم شاہد ہے مگر حدیث اس کا تو وہ ستیاناس ہوا کہ تمام عالم میں اس سے زیادہ محرف، بریدہ اور تراشیدہ لٹریچر موجود نہیں تو آپ پھر کس بنیاد پر حدیث کو وحی خفی سمجھتے ہیں؟

سر دست یہ دو ہی سوال لکھ رہا ہوں آپ کا بڑا کرم ہوگا، اگر آپ مفصل و مکمل و مدلل جواب سے نوازیں تا کہ میں تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھ سکوں، مجھے یقین تو نہیں کہ آپ میرے مطلوبہ جوابات دیں گے لیکن پھر بھی جہاں تک مجھ سے ہوگا میں ان سوالات (اگر خدانخواستہ آپ نے بھی جواب نہیں دیا تو) کا جواب پانے کی کوشش کروں گا اور اگر پھر بھی ناکام رہا تو شاید ''دو اسلام'' سے بھی زیادہ سخت ایک کتاب شائع ہو جائے گی جو ''حدیثی اسلام'' کی زنجیروں کو پگھلا دے گی اس سے زیادہ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ ایک بار آپ سے پھر تلخ گوئی کی معافی چاہتے ہوئے جواب کے لئے استدعا ہے۔ امید ہے کہ آپ میری بے چینی کو مد نظر رکھیں گے۔

(نوٹ) جواب کے لئے لفافہ ارسال خدمت ہے۔ والسلام۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرم محترم زید احترامہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے خطوط سے آپ کے جذبات کی قدر ہوئی، جس کے دل میں مسلمانوں کی اصلاح کی تڑپ ہوگی اور اسباب اصلاح سے وہ خود خالی ہوگا اور سب کو غلط رو سمجھ کر سب سے مایوس و بے اعتماد ہوگا واقعی اس کی بے چینی کا اندازہ لگانا مشکل ہے، اس کا ذہنی توازن قائم رہنا دشوار ہے پھر جذبات کے رو میں جو کچھ کہہ ڈالے یا لکھ دے تو اس سے کچھ بعید نہیں، ایسے شخص کو مطمئن کرنا آسان کام نہیں، غالباً اسی وجہ سے آپ کو کہیں سے تسلی بخش جواب نہیں ملا ہوگا۔

آپ کے ہر قسم کے علمی، تحقیقی، عوامی، جذباتی، گرم خون، "دو اسلام" سے زیادہ سخت تصنیف کی دھمکی سے متاثر ہوئے بغیر میں نے سوچا کہ اللہ کے نام پر میں بھی کوشش کر کے دیکھ لوں، اثر دینے والا اللہ پاک ہے اور آپ سے آپ کی استعداد کے متعلق دریافت کیا، تاکہ جو کچھ لکھوں آپ کے فہم کے مطابق ہو، مگر آپ کا جواب ملا کہ:

"میں نے کسی مدرسہ یا مکتب سے حدیث یا علوم حدیث کی تعلیم حاصل نہیں کی اور یہ بھی کہ خدائے کریم کی بہت بڑی مہربانی تھی جو اس نے مجھے اس دلدل میں پھنسنے سے بچا لیا، میں آپ کی اصطلاح میں جاہل مطلق ہوں، اب دیکھنا ہے کہ آپ ایک جاہل کو مطمئن کر سکتے ہیں یا نہیں"۔

آپ کے اس جواب کو پڑھ کر مجھے کلی مایوسی ہوگئی، میں ہرگز نہیں سمجھا سکوں گا، ایک شخص ضعیف البصر ہے اس کو سفر کرنا ہے دور سے نشان راہ دیکھنے کے قابل نہیں، دوسرے راہ رو پر اعتماد نہیں کہ اس کے ساتھ چلا جائے، بینائی کا علاج کرائے (دوا، آپریشن، چشمہ) کا تذکرہ آئے تو اس کو دلدل سمجھ کر اس سے بچے رہنے پر رشک افخر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کی اصطلاح میں، میں بے بصر مطلق ہوں (گو حقیقی طور پر بے بصر نہیں ہوں) اب دیکھنا ہے کہ آپ دور سے ایک بے بصر کو نشان راہ دکھلا سکتے ہیں یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ اس کو اس طرح نشان راہ دکھانا دشوار ہے، اس سے نہ یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ نشان راہ موجود نہیں، نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی نشان راہ نہیں دیکھ رہے ہیں اور سب غلط چل رہے ہیں اور نہ یہ صحیح ہے کہ نشان راہ دکھلانا اتنا مشکل ہے کہ کسی کو دکھلایا نہیں جا سکتا۔

البتہ یہ ضرور صحیح ہے کہ جو صفات بالا کے ساتھ متصف ہو اس کو دکھلانے سے سب ہی قاصر ہیں الا یہ کہ خدائے پاک خرقِ عادت کے طور پر اس کی بینائی کو قوی فرما دے یا کوئی مردِ خدا توجہ روحانی سے اس کو اٹھا کر نشان راہ کے پاس لے جا کر کھڑا کر دے۔ بار بار خط لکھنے اور انتظار جواب میں آپ کو واقعۃً زحمت ہوئی اس کی صدق دل سے معافی کا خواستگار ہوں۔

آپ کے خط سے مجھے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ میں نے آپ کے لکھے ہوئے حوالہ جات کو اصل کتابوں میں دیکھا ان کی حیثیت (صحیح وغیرہ، راجح و مرجوح، ناسخ و منسوخ، صریح و مبہم) سب کو از سرِ نو مستحضر کر لیا، بہرحال

دلائل سے احادیث مقدسہ کا کلمۂ ثبوت دامن پر ہے، ان کو جمع کیا اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین نے جس جس طرح ان کی تعلیم واشاعت کا انتظام فرمایا اور شہ پاک نے ان کی مساعی جمیلہ پر جس طرح دین اسلام کو فروغ دیا اور اس پر بہتر اثرات مرتب ہوئے، ان کا بڑا ذخیرہ جمع کیا اور حدیث پاک سے جس تعلق ہو کر قرآن پاک کو سمجھنے کی کوشش کرنے میں جو جو بے اثرات پیدا ہوتے ہیں اور گمراہی پھیلتی ہے، اس کے بہت سے نظائر اور دلائل کو جمع کیا اور حدیث شریف کے وحی خفی ہونے کا پورا ثبوت فراہم کیا، مگر افسوس صد افسوس کہ آپ کے موجودہ مجموعی خیالات ونظریات کے پیش نظر آپ کے لئے یہ مجموعہ کچھ بھی مفید اور تسلی بخش نہیں، اس لئے آپ کے پاس بھیجنا بیکار اور عبث ہے، ایک دوست وہ سب مجموعہ پاکستان لے گئے۔

آخر میں پھر معافی چاہتا ہوں، اب میرے پاس آپ کے لئے صرف دعا ہے، حق تعالیٰ جل شانہ آپ کو الجھنوں سے بأحسن وجوہ نجات دے، صحیح راہ قلب پر منکشف فرمادے، اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کی توفیق دے، ہمیشہ ہمیش اپنا قرب نصیب فرمادے اور ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

آپ کے بھیجے ہوئے دو لفافے رکھے ہیں دو رسالے ہیں، نیز ایک روپیہ کے ٹکٹ صرف ڈاک کی حیثیت سے رسالہ ہیں قبول فرمائیں۔ فقط والسلام۔

احقر محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۳/۸۸ھ۔

حدیث موضوع کی علامت

سوال [۱۴۴۱]: ایک راوی ہے جس پر "کان یکذب، وکان یضع الحدیث" جیسی سخت جرحیں کی گئی ہیں، وہ ایک حدیث روایت کرتا ہے اور کوئی دوسرا راوی اس کی تائید اور متابعت بھی نہیں کرتا، ثقہ، نہ ضعیف۔ تو ایسے راوی کی اس حدیث کو موضوع، یا قریب بہ موضوع، شدید الضعف قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ کسی حدیث کے موضوع ہونے کیلئے بنیادی طور پر کن چیزوں کا ہونا ضروری ہے؟

سائل: عبدالرحمن الامین، پورہ معروف مالک جنبی، اعظم گڑھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی روایت کا حال شیخ الاسلام نے اس طرح بیان کیا ہے: "وذكر شيخ الإسلام له ثلاثة شروط، أحدها: أن يكون الضعيف غير شديد، فيخرج من انفرد من الكذابين والمتهمين بالكذب، ومن فحش غلطه، نقل العلائي الاتفاق عليه. الثاني: أن يندرج تحت أصل معمول به. الثالث: أن

لا یعتقد عند العمل به ثبوته، بل یعتقد الاحتیاط". (تدریب الراوی، ص: ۱۹۶)(۱)۔

کتب اصول حدیث میں کسی روایت کے موضوع ہونے کے متعدد قرائن بیان کئے گئے ہیں، بہت مختصر اور جامع ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

وقال ابن الجوزی: " ما أحسن قول القائل: إذا رأيت الحديث يباين المعقول أو يخالف المنقول أو يناقض الأصول، فاعلم أنه موضوع، قال: ومعنى مناقضة الأصول أن يكون خارجاً عن دواوين الإسلام من المسانيد والكتب المشهورة". (تدریب، ص: ۱۸۰)(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

فضائل میں ضعیف روایت پر عمل

سوال[۱۲۳۲]: ہمارے یہاں گزشتہ سال پندرہویں شعبان کا روزہ نہیں رکھا گیا اور کہا گیا کہ یہ روزہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ علاوہ ازیں اس روزہ کو بدعت قرار دیتے ہیں، کیا فضائل میں ضعیف حدیثوں کا اعتبار ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "إذا كانت ليلة النصف من شعبان، فقوموا ليلها، وصوموا يومها، فإن الله تعالى ينزل فيها لغروب الشمس إلى السماء الدنيا، فيقول الله: ألا من مستغفر فأغفر له، ألا من مسترزق فأرزقه، ألا من مبتلى فأعافيه، ألا كذا ألا كذا، حتى يطلع الفجر". رواه ابن ماجه". (مشکوٰۃ شریف، ص: ۱۱۵)(۳)۔ ابن ماجہ میں یہ روایت صفحہ ۱۰۰ پر ہے(۴)۔

سند کے اعتبار سے یہ روایت ضعیف ہے، فضائل اعمال میں ضعیف حدیث سے استدلال درست ہے:

---

(۱)(تدریب الراوی: ۱/۲۵۰، ۲۵۱، قدیمی)

(۲)(تدریب الراوی: ۱/۲۳۳، قدیمی)

(۳) (مشکوٰۃ المصابیح، باب قیام شہر رمضان، الفصل الثالث، ص: ۱۱۵، قدیمی)

(۴) (ابن ماجہ، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی صلاۃ التسبیح، ص: ۱۰۰، میر محمد کتب خانہ)

"ویجوز عند أهل الحدیث وغیرهم التساهل في الأسانید وروایة ما سوی من الضعیف والعمل به من غیر بیان ضعفه في غیر صفات الله تعالی والأحکام کالحلال والحرام وغیرهما، وذلك کالقصص وفضائل الأعمال والمواعظ وغیرهما مما لا تعلق له بالعقائد والأحکام اهـ".

(تدریب الراوی، ص: ۱۹۲)(۱)۔

پس اس روزہ کو بدعت کہنا درست نہیں جبکہ اس کے متعلق حدیث شریف موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۹۲ھ۔

حدیث ضعیف سے استدلال کی شرائط

سوال[۱۰۴۳۳]: کسی حدیث میں اگر راوی کے انقطاع ہو تو کیا اس کو معرض استدلال میں پیش کیا جاسکتا ہے اور اس سے کسی عمل کے استحباب وندب کو ثابت کیا جاسکتا ہے؟ حالانکہ اس حدیث کے لئے ضعیف سے ضعیف کوئی شاہد ہے نہ تابع۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

منداً ایسی روایت ضعیف ہے، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تقریب میں لکھا ہے: "ویجوز عند أهل الحدیث وغیرهم التساهل في الأسانید وروایة ما سوی الموضوع من الضعیف والعمل به من غیر بیان ضعفه في غیر صفات الله تعالی والأحکام کالحلال والحرام وغیرهما، وذلك کالقصص وفضائل الأعمال والمواعظ وغیرهما مما لا تعلق له بالعقائد والأحکام اهـ".

اس کی شرح کرتے ہوئے سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن حنبل، ابن مہدی، ابن المبارک رحمہم اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے: "قالوا: إذا روینا في الحلال والحرام شددنا، وإذا روینا في الفضائل ونحوها تساهلنا اهـ". اس کے بعد شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے: "وذکر شیخ الإسلام له ثلاثة شروط: أحدها: أن یکون الضعیف غیر شدید فیخرج من انفرد من الکذابین والمتهمین بالکذب، ومن فحش غلطه، ونقل العلائي الاتفاق علیه. الثاني: أن یندرج تحت أصل معمول به. الثالث: أن لا یعتقد عند العمل

(۱) (تدریب الراوی، ص: ۲۵۲، قدیمی)

به ثبوته، بل يعتقد الإخبار". (تدريب الراوي، ص: ۱۹۶)(۱)۔

تقریب والی عبارت تذکرۃ الموضوعات (۲) اور مقدمہ ابن الصلاح (۳) اور معرفۃ علم الحدیث وغیرہ میں بھی ہے۔ علمائے اسلام کے دیگر اقوال بھی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کیا ہر کتاب کی ہر حدیث پر عمل کیا جائے؟

سوال[۱۲۲۴]: بہت سی کتابوں میں حدیث کی باتیں لکھی ہیں، مثلاً: بمبئی سے ایک کتاب نکلی ہے جس کا نام "شریعت یا جہالت" ہے اور بہت سی کتابیں جو بمبئی کلکتہ سے نکلی ہیں جن کے مصنف نہ تو عالم ہیں اور نہ مولوی ہیں مگر حوالہ حدیث کا دیتے ہیں، ہم ان کتابوں پر عمل کریں یا نہ کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو حدیث عمل کے لئے ہو اس کو لکھ کر دریافت کرلیں، اس کی تحقیق کر کے بتادیا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۹/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۹/۹۰ھ۔

بے پڑھے حدیث کا حوالہ دینا

سوال[۱۲۲۵]: جو شخص حدیث نہیں پڑھا ہے اور صرف کسی آدمی سے سنا ہے اور جاہل ہے وہ فوراً گفتگو کے اندر حدیث کا حوالہ دیتا ہے، کیسا ہے؟

---

(۱) (تدريب الراوي: ۱/۲۵۱، ۲۵۲، قديمي)

(۲) "قال العلماء من المحدثين والفقهاء وغيرهم: يجوز ويستحب العمل في الفضائل والترغيب والترهيب بالحديث الضعيف ما لم يكن موضوعاً". (القول البديع في الصلاة على الحبيب الشفيع: ۱/۲۵۸، مؤسسة الريان)

(وكذا في تذكرة الموضوعات، ص: ۵، مقدمه، المطبعة الشرق بمصر)

(۳) (مقدمة ابن الصلاح، ص: ۴۹، النوع الثاني والعشرون معرفة المقلوب، المطبعة العربية لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کسی کو معلوم ہو کہ یہ حدیث فلاں کتاب میں ہے اور وہ حوالہ دیدے تو اس میں مضائقہ نہیں، لیکن حدیث شریف کا بتانا اور اس کی تشریح کرنا بغیر استاذ سے پڑھے بسا اوقات غلطی اور فتنہ کا سبب بن جاتا ہے، اس لئے اس سے احتیاط کرنا چاہیے۔ اہلِ علم حضرات بھی اس میں احتیاط کرتے ہیں، بے علم آدمی تو بہت غلطی کریگا اور دوسروں کو غلطی میں مبتلا کرے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۵/۹۰ھ۔

حدیث کی روایتیں "عن" سے ہیں یا "من" سے کیوں نہیں؟

سوال: [۱۲۳۶]: حدیث کی جتنی روایت ہے سب کو "عن" سے ذکر کیا ہے "من" سے کیوں نہیں کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محدثین کی اصطلاح ہے کہ وہ "عــــن" سے روایت کرتے ہیں "مــــن" سے نہیں، ہر فن والوں کی اصطلاحات ہوتی ہیں، دوسروں کو دخل دینا بے سود ہے، دونوں "عن ومن" میں فرق شرح نخبہ میں مذکور ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أفتي بغير علم، كان إثمه على من أفتاه". (أبو داود: ۲/۱۵۹، مكتبه امداديه ملتان)

وروى الطبراني عن معاوية رضي الله تعالىٰ عنه مرفوعاً قال: "يا أيها الناس تعلموا، إنما العلم بالتعلم والفقه بالتفقه الخ". (فتح الباري: ۱/۱۶۱، كتاب العلم، دار الفكر بيروت)

(وكذا في مجموعة رسائل ابن عابدين ۱/۳۲، سهيل اكيڈمي)

(۲) "كلمة "من" للاتصال، و كلمة "عن" للانقطاع، فإذا قيل: سمعت منه، يكون استماعه بلا واسطة، وإذا قيل: عنه، يكون بواسطة، و يحتمل أن يكون بلا واسطة، و لذا قيده بقوله: عنه بواسطة". (شرح نخبة الفكر في مصطلحات أهل الأثر لابن حجر العسقلاني، الشارح ملا علي القاري، ص: ۲۱۸، مطلب: كلمة من للاتصال و كلمة عن للانقطاع، حبيب أحمد البار مكة المكرمة)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ روایت قدرے تغیر کے ساتھ شفاء قاضی عیاض میں ہے(١)۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی شرح بیان کی ہے(٢)۔ صحیح میں اس تفصیل کے ساتھ دیکھنا محفوظ نہیں، البتہ معجزات وفضائل کی کتابوں میں ہے، خصائص کبریٰ للسیوطی، دلائل بیہقی، آداب اشجار وغیرہ میں یہ حدیث نہیں ملی(٣)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ٢٧/١٠/١٣٩٠ھ۔

غروب کے بعد سورج کا لوٹ آنے کی روایت

سوال[١٢٢٠]: ایک قصہ جو کرامت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہے، وہ اس طرح ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ایک سائل آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں جاؤ، تمہارا سوال پورا کردے گی"۔ اس نے وہاں جا کر سوال کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں لڑکے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو کسی یہودی کے یہاں درہموں کے بدلے اس شرط پر گروی رکھ دیا کہ اگر شام تک آپ نے درہم واپس کردیئے تو میں آپ کے لڑکے واپس کردوں گا اور شام کے بعد واپس نہیں

---

(١) "سأل أعرابي النبي صلى الله تعالى عليه وسلم آية، فقال له: "قل لتلك الشجرة: رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يدعوك". قال: فمالت الشجرة عن يمينها وشمالها وبين يديها وخلفها، فتقطعت عروقها، ثم جاءت تخد الأرض تجر عروقها مغبرة، حتى وقفت بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: السلام عليك يا رسول الله، قال الأعرابي: مرها فلترجع إلى منبتها، فرجعت فدلت عروقها في ذلك الخ". (الشفاء للقاضي عياض: ٢٠٦/١، الباب الرابع فيما أظهره الله تعالى على يديه من المعجزات، دار الكتب العلمية، بيروت)

(٢) "(سأل أعرابي النبي صلى الله عليه وسلم آية)، أي علامة تكون معجزة دالة على صدق الرسالة (فقال له: "قل لتلك الشجرة ... فمالت الشجرة عن يمينها وشمالها وبين يديها وخلفها)، أي من جهات كلها واضطربت في مكانها، و (ارتفعت في شأنها من جهة تستجمع دواعيها إلى داعيها)، (فتقطعت عروقها مغبرة حتى وقفت بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: السلام عليك يا رسول الله" اهـ. (شرح الشفاء للقاري: ۴١٩/١، الباب الرابع، فصل في كلام الشجرة وشهادتها له اهـ، دار الكتب بيروت)

(٣) (دلائل النبوة للبيهقي، قبيل فصل في قبول الأعمال: [illegible]، دار الكتب بيروت)

کردیں گا، اور اس سائل کا سوال پورا کردیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ قصہ بیان کیا، انہوں نے فوراً سجدہ میں جا کر گریہ وزاری کی تو آنکھوں سے جو آنسو گرے وہ قیمتی موتی بن گئے، فوراً حضرت علی رضی اللہ عنہ ان موتیوں کو لے کر یہودی کے پاس گئے تو دن چھپ چکا تھا۔

یہودی نے کہا اب تو لا کے واپس نہیں کروں گا، اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ابھی دن نہیں چھپا ہے، حالانکہ واقعی دن چھپ چکا تھا، تو پھر اللہ کے حکم سے سورج واپس آیا اور دھوپ نکل آئی، اس کرامت کو دیکھ کر بہت سے یہودی مسلمان ہو گئے۔ یہ واقعہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ قصہ بالکل غلط ہے، لیکن ایک دفعہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا سے کچھ دیر کے لئے سورج لوٹ آیا تھا، کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عصر کی نماز پڑھ لیں، ان کو خدمتِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں مشغولی کی وجہ سے نماز عصر میں دیر ہو گئی تھی، یہ واقعہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سند کے ساتھ شرح مشکل الآثار میں نقل کیا ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

---

(۱) "عن أسماء بنت عميس رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى الظهر بالصهباء، ثم أرسل علياً في حاجته، فرجع وقد صلى النبي صلى الله عليه وسلم العصر، فوضع النبي صلى الله عليه وسلم رأسه في حجر علي رضي الله عنه فنام، فلم يحركه حتى غابت الشمس. فقال النبي صلى الله عليه وسلم: "اللهم إن عبدك علياً احتبس بنفسه على نبيه، فرد عليه الشمس". قالت: فطلعت عليه الشمس حتى رفعت على الجبال، وعلى الأرض فقام عليٌ فتوضأ وصلى العصر، ثم غابت وذلك بالصهباء". (المعجم الكبير للطبراني: ۲۴/۱۵۲)

قال محمود الآلوسي: "وهذا الخبر في صحته خلاف، فقد ذكره ابن جوزي رحمه الله تعالى في الموضوعات وقال: إنه موضوع بلاشك، وقال الإمام أحمد: لا أصل له، وأفرد ابن تيمية تصنيفاً في الرد على الروافض، وذكر الحديث بطرقه ورجاله وأنه موضوع، وصححه الطحاوي والقاضي عياض والطبراني رحمهم الله تعالى". (روح المعاني ۲۳/۱۹۳، مطلب في تفسير قوله تعالى: (فطفق مسحاً)، دار إحياء التراث، بيروت)

حدیث معراج اور قلب ماہیت

سوال[۱۱۲۲]: عام کتابوں میں تحریر ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معراج تشریف لے گئے اور واپس آئے تو آپ کا بستر مبارک گرم تھا، نیز حجرہ شریف کی کنڈی ہل رہی تھی اور وضو کا پانی بہہ رہا تھا، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو بتایا تو صحابہ نے کہا سچ ہے(۱)۔ اس وقت وہاں ایک یہودی بھی کھڑا یہ قصہ سن رہا تھا وہ دل میں یہ سوچتا ہوا کہ یہ قصہ غلط ہے، ایسا نہیں ہوسکتا گھر واپس آرہا تھا کہ اس نے ایک زندہ مچھلی بازار سے خرید کر گھر آکر بیوی سے کہا اس مچھلی کو پکاؤ، میں ذرا نہا آؤں، اس کی بیوی نے کہا میرے ہاتھ میں چولہا ہے اس کو کاٹ کر پھر پکاؤں گی۔ وہ یہودی دریا پر گیا، کپڑے نکال کر غوطہ لگایا تو کسی دوسرے گھاٹ پر جا پہنچا تو دیکھتا ہے کہ اس کی شکل عورت کی بن گئی، وہیں ایک گھوڑے والا آیا اور اسے بٹھا کر گھر لے گیا اور اس سے دو چار بچے بھی پیدا ہوئے اور وہ وہاں بارہ سال رہا، ایک دن وہ پھر گھاٹ پر نہانے گیا، پھر غوطہ لگایا تو اپنے پہلے گھاٹ پر پہنچ کر دیکھتا ہے تو اس کی پھر وہی مرد کی صورت بن گئی ہے اور اس گھاٹ پر اس کے کپڑے دھرے ہوئے ہیں، اپنے گھر واپس آیا تو اس کی بیوی کے ہاتھ میں وہی چولہا ہے، مچھلی بھی زندہ ہے۔ اس واقعہ کو دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس گیا تو دیکھا وہاں معراج کا قصہ ہو رہا ہے تو فوراً مسلمان ہو گیا۔ کیا یہ قصہ صحیح حدیث یا معتبر کتب تاریخ میں موجود ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میں نے یہ قصہ کسی حدیث یا معتبر تاریخی کتاب میں نہیں دیکھا، البتہ تصوف کی کتابوں میں بعض حضرات کے حالات میں اس قسم کے واقعات ہیں، لیکن مرد کے عورت بن جانے پھر عورت کے مرد بن جانے کا واقعہ ان میں بھی نہیں دیکھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) قال العلامۃ الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ: "وفي بعض الآثار أنه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لما رجع، وجد فراشه لم يبرد من أثر النوم، وقيل: إن غصن شجرة أصابته بعمامته في ذهابه فلما رجع وجده بعد يتحرك" (روح المعاني، ۱۵/ ۱۲، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

شق صدر کے متعلق روایت کی تحقیق

سوال [۱۴۴۲]: سیرت کی کتابوں میں واقعہ لکھا ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حلیمہ کے قبیلہ میں تھے تب شق صدر ہوا اور معراج کی شب میں حطیم میں تھے اس وقت بھی شق صدر ہوا، یہ روایت کہاں تک صحیح ہے؟

مولوی رحمت اللہ صاحب نقشبندی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تفسیر مظہری: ۱۰/۲۹۰(۱) میں پہلا واقعہ صحیح مسلم سے نقل کیا ہے (۲) اور دوسرا واقعہ بخاری شریف اور مسلم شریف (۳) سے نقل کیا ہے۔ زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو تفسیر ابن کثیر دیکھیں (۴) اردو میں "نشر الطیب" میں واقعہ مذکور ہے (۵)۔

معراج سے متعلق اس میں جو بیان ہے اس کو علیحدہ بھی کتابی شکل میں شائع کردیا گیا ہے، اس کا نام ہے "تنویر السراج فی لیلۃ المعراج"۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (التفسیر المظھری: ۱۰/۲۹۰، سورۃ الانشراح، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(۲) "عن أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ ﷺ: "أتاہ جبریل وھو یلعب...... فصرعہ فشق عن قلبہ. إلی آخر الحدیث". (الصحیح لمسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء برسول اللہ: ۱/۹۲، قدیمی)

(۳) "عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ...... "وأنا بمکۃ، فنزل جبرئیل علیہ السلام، ففرج صدری ثم غسلہ بماء زمزم". (صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب: کیف فرضت الصلوۃ: ۱/۵۰، قدیمی)

(والصحیح لمسلم رحمہ اللہ تعالیٰ، کتاب الإیمان، باب الإسراء برسول اللہ ﷺ إلی السموات: ۱/۹۱، قدیمی)

(۴) (تفسیر ابن کثیر: ۳/۳۰-۳۵، ۳۶، دار السلام)

(وکذا فی المسند للإمام أحمد: ۵/۱۳۹، دار إحیاء التراث العربی)

(ومجمع الزوائد للھیثمی: ۸/۲۲۲، القدیمی)

(۵) (تسھیل نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ، فصل بارھویں، ص: ۳۴، سعید کراچی)

ایک واقعہ سن کر اس میں شک پھر معلوم ہوا کہ یہ حدیث ہے اب کیا کرے؟

سوال[۱۲۲۷]: کسی مقرر سے زید نے کوئی حدیث کا واقعہ سنا اور پھر سے یاد نہیں رہا کہ یہ حدیث ہے یا نہیں، مگر زید نے مولوی سے یہ واقعہ بیان کر کے کہا کہ میں نے یہ واقعہ فلاں مقرر سے سنا، مولوی نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے اس میں شک ہے، ایسا واقعہ نہیں ہے۔ اور پھر معلوم ہوا کہ یہ تو حدیث میں ہے، پھر انکار کرنے والے سے کہا کہ بھائی! یہ تو میں نے حدیث کی بات سنائی تھی، تب بات کو ٹال مٹول کر کے ختم کر دیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا تحقیق نہ کسی بات کو حدیث شریف کی طرف منسوب کیا جائے (۱)، نہ کسی ثابت شدہ حدیث کا انکار کیا جائے (۲)۔ اگر کوئی بات کسی مقرر سے سنی اور دل نے اس کو قبول نہ کیا اس وجہ سے اس کو انکار کر دیا، پھر معلوم ہوا کہ یہ بات حدیث پاک میں ہے تو پھر انکار سے رجوع کر لیا جائے، اس بات کو تسلیم کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ایک صیغہ چالیس دفعہ پڑھنے سے چہل حدیث کا ثواب

سوال[۱۲۲۸]: زید کو جو صیغہ درود یا استغفار یاد ہو تو کیا اس کے چالیس مرتبہ پڑھنے کے بعد ثواب کامل چہل حدیث کا ہو جائے گا یا علیحدہ علیحدہ چالیس صیغے پڑھنا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چہل حدیث کی فضیلت تو چالیس حدیثوں کے ذریعہ حاصل ہوگی، صیغہ درود شریف یا استغفار سے

---

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من كذب علي متعمداً، فليتبوأ مقعده من النار". (مسند الإمام أحمد: ۱/۳۲۳، دار إحياء التراث العربي)

(۲) انکار حدیث سے متعلق فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے بہت سخت حکم لگایا ہے، یہاں تک کہ بعض حضرات نے مطلق انکار پر کفر تک کا حکم لگایا ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وفي الخلاصة: من رد حديثاً قال بعض مشايخنا: يكفر، وقال المتأخرون: إن كان متواتراً كفر، أقول: هذا هو الصحيح". (شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۶۹، قديمي)

چالیس دفعہ پڑھنے سے حاصل نہیں ہوگی، ہاں! اس کے پڑھنے کا ثواب مستقل ملے گا وہ بھی بہت قابلِ قدر ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۶/۱/۸۸ھ۔

درخت کے جڑوں سمیت آنے والے معجزہ سے متعلق روایت کی تحقیق

سوال[۱۴۳۹]: ایک اعرابی نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تحقیق میں مسلمان ہوا ہوں، ایک معجزہ ایسا دکھا دیجئے کہ جس سے میرا ایمان ویقین زیادہ مضبوط ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا چاہتا ہے''؟ اس نے کہا کہ فلاں درخت کو اپنے نزدیک بلا دیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو ہی جاکر بلا''۔ اس نے جاکر کہا اے درخت! تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا ہے، تب اس درخت نے اپنے کو ایک طرف جھکایا تو ادھر کی جڑیں ٹوٹ گئیں، پھر دوسری طرف جھکایا تو ادھر کی جڑیں بھی ٹوٹ گئیں، اسی طرح چاروں طرف کی جڑیں توڑ کر اپنی جڑیں اور شاخوں کو کھینچتا ہوا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سلام کر کے کھڑا رہا، تب اعرابی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اب خوب یقین ہوگیا، بس درخت کو رخصت فرمادیجئے، وہ اپنی جگہ پر جاکر جڑوں وغیرہ کے قائم ہوگیا، اعرابی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے حکم دیجئے کہ آپ کے پاؤں اور سر کو بوسہ دوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی، پھر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اور حکم دیجئے کہ میں آپ کو سجدہ کروں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''اگر خدا کے سوا کسی اور کو سجدہ جائز ہوتا تو میں حکم دیتا کہ ہر عورت اپنے شوہر کو سجدہ کرے کیونکہ مرد کا حق عورت پر بڑا ہے''۔ (حدیث شریف) کیا یہ حدیث شریف صحیح ہے؟

---

(۱) "من حفظ على أمتي أربعين حديثاً من السنة، كنت له شفيعاً وشهيداً يوم القيمة". (فيض القدير: ١٠/٤٤٤٢، رقم: ٨٩٢٦، نزار مصطفى الباز)

قال الله تعالى: ﴿فمن يعمل مثقال ذرة خيراً يره﴾. (سورة الزلزال: ٧)

وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أبشر يا أبا سعيد فإن الحسنة بعشرة أمثالها" يعني إلى سبعمائة ضعف، ويضاعف الله لمن يشاء". (تفسير ابن كثير: ٣/٢٠٠، دار السلام، رياض)

(وكذا في الدر المنثور للسيوطي رحمه الله تعالى: ٢/١٨٢، دار الفكر بيروت)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سات سال کی عمر میں اور رخصتی نو سال کی عمر میں

سوال[۱۲۴۳]: حدیث تزویج پیغمبر خدا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا در سن ہفت سالگی وزفاف در ۹ سالگی، حدیث فوق صحت دارد یا خیر؟ (از موزہ وصیا جناب خوان ایران خراسان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایں حدیث بحوالۂ صحیح مسلم در مشکوٰۃ المصابیح ص: ۲۷۰، مذکور است (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۲/۹۵ھ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ملک الموت کے چپت مارنا

سوال[۱۲۴۴]: حدیث زدن موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ملک الموت را تا الموت صحیح است یا نہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایں حدیث بحوالہ صحیح بخاری ومسلم در مشکوٰۃ المصابیح ص: ۵۰۷، مذکور است (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۲/۹۵ھ۔

---

(۱) "وعن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم تزوجها وهي بنت سبع سنين، وزفت إليه وهي بنت تسع سنين ولعبها معها، ومات عنها وهي بنت ثماني عشرة". رواه مسلم". (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب الولي في النكاح، الفصل الأول: ۲۷۰، قديمي)

"تزوج رسول الله صلى الله عليه وسلم عائشة بنت أبي بكر الصديق بمكة وهي بنت سبع سنين وبنى بها بالمدينة، وهي بنت تسع سنين الخ". (السيرة النبوية لابن هشام، ذكر أزواجه صلى الله عليه وسلم أمهات المؤمنين: ۶/۲۹۳، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "جاء ملك الموت إلى موسى بن عمران، فقال له: أجب ربك، قال: فلطم موسى عين ملك الموت ففقأها، قال: فرجع الملك إلى الله الخ". (مشكاة المصابيح، باب بدء الخلق وذكر الأنبياء عليهم الصلاة والسلام، الفصل الأول، ص: ۵۰۷، ۵۰۸، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب الأنبياء، باب وفاة موسى عليه السلام وذكره بعد: ۱/۴۸۶، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل موسى عليه السلام: ۲/۲۶۷، قديمي)

www.ahlehaq.org

چند احادیث : "علماء أمتی"، "اختلاف أمتی"، "النکاح من سنتی"، "فمن رغب الخ" اور "نهی رسول اللہ ﷺ عن رکعتی البتیراء" کی تحقیق

سوال [۱۲۳۵] : ایک اہل حدیث سے واسطہ پڑا اس نے مندرجہ ذیل احادیث کی شناخت کے بارے میں کہا کہ ہم صحاح ستہ میں ہونی چاہئے اور سندی وصحیح الدلالت ہونی چاہئے۔ ۱... "علماء أمتی کأنبیاء بنی إسرائیل"۔ ۲... "اختلاف أمتی رحمة"۔ ۳... "النکاح من سنتی، فمن رغب عن سنتی فلیس منی"۔ ۴... "نهی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رکعة البتیرة"۔

مذکورہ بالا احادیث کی نشاندہی فرماتے ہوئے اگر بحوالہ کے مسلک پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کے اعتراضات پر کہ ہم اقتداء کس امام کی کریں؟ آج یہ ایک بحث ہے کل کو دوسری تیار ہو جاتی ہے لہٰذا ہم تو ورے کہ حضور نے جو کچھ فرمایا ہم اسی کو مانتے ہیں، ان تمام چیزوں پر روشنی ڈال دی جائے تو بہتر ہوگا، نیز ہم اقتداء کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟ اور بغیر اقتداء وتقلید کے چارہ کار کیوں نہیں ہے؟ تسلی اور معقول طور پر جوابات عنایت فرمائیں۔

"رکعة البتیراء" والی حدیث کو حضرت مہتمم صاحب نے بیان کیا تھا ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر ہم کو فرصت کا نام ملتا تو ہم ضرور معلوم کرتے مگر عدم فرصت کی بناء پر معلوم نہ کر سکے، نیز حدیثوں کے ظاہر کے اعتبار سے جو اعتراضات واقع ہو رہے ہیں ان کی تائید میں حدیث صحیح ہونی چاہئے۔ ابوالقاسم متعلم دارالعلوم دیوبند

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... ان الفاظ کے ساتھ یہ کتب صحاح میں موجود نہیں (۱)، البتہ "العلماء ورثة الأنبیاء" کو ابو داؤد (۲)، ترمذی (۳)، احمد وغیرہ (۴) ائمہ کرام نے روایت کیا ہے، ابونعیم نے مرفوعاً "أقرب الناس من

(۱) قال العلامة علی القاری: "حدیث: "علماء أمتی کأنبیاء بنی إسرائیل" قال الدمیری والعسقلانی: لا أصل له وکذا قال الزرکشی، وسکت عنه السیوطی". (الموضوعات الکبری، ص: ۱۵۹، رقم الحدیث: ۶۰۳، قدیمی)

(۲) (سنن أبی داود: ۲/۱۵۵، کتاب العلم، باب فی فضل العلم، سعید)

(۳) (جامع الترمذی: ۲/۹۷، باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة، سعید)

(۴) (سنن الدارمی: ۱/۹۸، بیروت) (وابن ماجه، ص: ۲۳، قدیمی الحنفی)

درجة نسوة أهل العلم والجهود" کو روایت کیا ہے۔

۲۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بحوالہ قرطبی وشیخ نقل کیا ہے(۱) علامہ قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بجائے "امتی" کے "اصحابی" نقل کیا ہے اور جملہ مذکورہ ایک ٹکڑا ہے حدیث کا، پوری روایت اس طرح ہے: "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مهما أوتيتم من كتاب الله فالعمل به لا عذر لأحد في تركه، فإن لم يكن في كتاب الله فسنة مني ماضية، فإن لم تكن سنة مني فما قال أصحابي، إن أصحابي بمنزلة النجوم في السماء، فأيما أخذتم به اهتديتم، واختلاف أصحابي لكم رحمة اه"(۲)۔

۳۔ یہ دو جملے الگ الگ بخاری شریف میں مذکور ہیں(۳)۔

۴۔ "البتیراء" تو کسی کتاب میں نہیں ملی، لیکن امام زیلعی نے سند کے ساتھ حدیث نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: "ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن البتيراء"(۴)۔

اہلِ حدیث حضرات ائمہ فقہاء کے اختلاف سے اتنے پریشان کیوں ہیں، ائمہ حدیث میں بھی تو اختلاف ہے بلکہ زیادہ ہے، پھر وہاں کیسے راستہ نکال لیتے ہیں بلکہ خود احادیث میں بھی اختلاف ہے جس کی وجہ سے ائمہ حدیث میں اختلاف ہے، جس طرح دیگر محدثین کے مقابلہ میں امام المحدثین حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کو ترجیح دے لیتے ہیں اسی طرح ائمہ اختلاف کے وقت ائمہ مجتہدین میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ

---

(۱) حديث: "اختلاف أمتي رحمة" زعم كثير من الأئمة أنه لا أصل له، لكن ذكره الخطابي في "غريب الحديث" مستطرداً، وأشعر بأن له أصلاً عنده، وقال السيوطي: أخرجه نصر المقدسي في "الحجة" والبيهقي في "الرسالة الأشعرية" بغير سند.

وقال الزركشي: أخرجه المقدسي في كتاب "الحجة" مرفوعاً والبيهقي في "المدخل" عن القاسم بن محمد إلخ". (الموضوعات الكبرى لملا علي القاري، ص: ۲۱، قديمي)

(وكذا في إتحاف السادة المتقين للزبيدي: ۱/۲۰۴ و ۲۰۵، بيروت)

(۲) (المقاصد الحسنة للسخاوي، ص: ۳۶، رقم الحديث: ۳۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) (صحيح البخاري: ۲/۷۵۸، باب الترغيب في النكاح، قديمي)

(۴) (نصب الراية: ۲/۱۲۰، باب الوتر، المكتبة المكية جدة)

www.ahlehaq.org

کے قول کو راجح تصور کر لیا جائے تو کیا اشکال ہے۔

مسئلۂ تقلید پر مستقل رسالے موجود ہیں ان کا مطالعہ کیا جائے: "عقد الجید، خیر التقلید، الاقتصاد، سبیل الرشاد، انتصار الحق" وغیرہ۔ جس مسئلہ میں خلجان ہو اس کو دریافت کر لیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۲/۳/۹۵ھ۔

حدیث قضاء عمری

سوال[۱۲۴۶]: قضائے عمری اس خیال سے پڑھی کہ تمام سال کی نماز جو کہ فوت شدہ ہیں اس کے پڑھنے سے معاف ہو جاتی ہیں درست ہے یا نہیں؟

قضائے عمری اس صورت سے پڑھی جاتی ہے دو رکعت نفل با جماعت: کیا یہ نماز شریعت اسلامی میں ثابت ہے؟ فقہ کی کون سی کتاب میں لکھی ہوئی ہے اور حدیث کی کسی کتاب میں ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نماز شرعاً ثابت نہیں، نفل کو جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے، دو رکعت اس طور سے پڑھ کر یہ اعتقاد رکھنا کہ اس سے عمر بھر کی فوت شدہ نمازیں معاف ہو جاتی ہیں بالکل اصول شرع کے خلاف ہے، جو فرض نماز فوت ہوئی ہے اس کی قضاء فرض ہے، جو واجب نماز فوت ہوئی ہو اس کی قضاء واجب ہے، جو سنت نماز فوت ہوئی ہو اس کی قضاء سنت ہے:

"قضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة لازم مرتب و جميع أوقات العمر وقت للقضاء اهـ". (در مختار (۱))۔

---

(۱) (الدر المختار، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۶، سعید)

في الفتاوى العالمكيرية: "كل صلاة فاتت عن الوقت بعد وجوبها فيه، يلزمه قضاؤها، ترك عمداً أو سهواً أو بسبب نوم، وسواء كانت الفوائت كثيرةً أو قليلةً .... والقضاء فرض في الفرض، وواجب في الواجب، ومستقل السنة، ثم ليس للقضاء وقت معين بل جميع أوقات العمر له، إلا ثلاثة الخ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۱، رشيدية)

جو حدیث قضاء عمری کے لئے انیس الواعظین میں لکھی ہے وہ موضوع ہے، موضوعات کبیر (۱) فوائد مجموعہ (۲)، مجالس الابرار (۳) وغیرہ میں اس کو موضوع لکھا ہے، مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قضائے عمری کے بطلان میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تعمیر کعبہ کے وقت برہنہ ہوجانے کی روایت

سوال [۱۲۲۴]: جن الفاظ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ

---

(۱) "من قضى صلاة من الفرائض في آخر جمعة من شهر رمضان، كان ذلك جابراً لكل صلاة فائتة في عمره إلى سبعين سنةً" باطل قطعاً؛ لأنه مناقض للإجماع الخ" (الموضوعات الكبرى لملا علي القاري، رقم الحديث: ۹۵۳، ص: ۲۴۲، قديمي)

(۲) "وقال القاضي الشوكاني في "الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة" حديث: "من صلى في آخر جمعة رمضان الخ" هذا موضوع بلا شك فيه". (مجموعة رسائل اللكنوي "رسالة "ردع الإخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان: ۲/۳۶۹، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية)

(۳) "وقال الشيخ عبد العزيز الدهلوي في رسالته "العجالة النافعة" عند ذكر ضوابط ما وضع به: الخامس أن يكون مخالفاً لمقتضى العقل، وتكذبه القواعد الشرعية، كالقضاء العمري و نحو ذلك الخ" (مجموعة رسائل اللكنوي "رسالة "ردع الإخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان: ۲/۳۶۹، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية)

"وكذا في أنيس الواعظين . . . "من فاتته صلوات ولا يدري عددها، فليصل يوم الجمعة أربع ركعات بصلاة واحدة، يقرأ في كل ركعة بعد الفاتحة آية الكرسي سبع مرات و إنا أعطيناك الكوثر خمس عشرة مرةً". (مجموعة رسائل اللكنوي "رسالة "ردع الإخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان: ۲/۳۷۰، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية)

(۴) "اعلم أنهم قد أحدثوا في آخر جمعة شهر رمضان أموراً لا أصل لها . . . فمنها القضاء العمري" الخ. (مجموعة رسائل اللكنوي "رسالة "ردع الإخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان: ۲/۳۶۹، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية)

www.ahlehaq.org

کعبہ کو توڑنے اور حرم میں کافر کے داخل ہونے سے متعلق حدیثوں میں تعارض

سوال [۱۲۴۹]: مفتی صاحب! مجھے ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ ”مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں کافر و مشرک قیامت تک داخل نہ ہوں گے، نہ دجال داخل ہو سکتا ہے کیونکہ فرشتے دروازوں پر متعین ہوں گے“۔ اور دوسری حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”جب تک حبشی والے تم سے نہ لڑیں تم ان سے نہ لڑو، کیونکہ خانہ کعبہ کا خزانہ دو چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی نکالے گا“ مشکوۃ شریف۔

دوسری روایت میں یہ ہے کہ دو چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی ویران کرے گا، تیسری بات یہ ہے کہ مسلمان چاہے کتنا ہی بدبخت ہو وہ کعبہ کو منہدم نہیں کر سکتا، بخاری و مسلم۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی کافر ہی ڈھائے گا تو دونوں حدیثوں میں ٹکراؤ لازم آتا ہے، مجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پہلی حدیث کا بھی حوالہ دیجئے جس میں کافر و مشرک کے حرمین شریفین میں داخل نہ ہو سکنے کا ذکر ہے، اگر اس کے الفاظ نقل کر دیں تو زیادہ اچھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۱/۹۰ھ۔

غزوۂ خندق کے وقت حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ

سوال [۱۲۵۰]: ایک بدعتی مولوی منبر پر ایک تقریر کرتا ہے جس میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دعوت کا تذکرہ کرتا ہے، اس میں وہ کہتا ہے کہ دعوت کے لئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بکری کا بچہ ذبح کیا، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو چھوٹے چھوٹے صاحبزادے تھے، وہ بکری کے بچے کو ذبح ہوتے دیکھتے رہے۔ بعد میں ایک نے دوسرے سے کہا کہ آؤ ہم بھی ذبح کرتے ہیں، ایک لیٹ گیا دوسرے نے چھری چلائی، بچہ شہید ہو گیا۔ دوسرے نے جب یہ منظر دیکھا تو گھبراہٹ سے مکان کی چھت سے بھاگتا ہوا گرا، وہ بھی جاں بحق ہو گیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے دونوں بچوں کو لپیٹ کر چٹائی میں ایک کونے میں کھڑا کر دیا تا کہ دعوت

کے انتظام میں فرق نہ آئے، تمام صحابہ حاضرین نے کھانا کھایا مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کھایا، کھانے سے پہلے فرمایا کہ جابر دونوں بچوں کو لاؤ ساتھ میں کھانا کھائیں گے، اور اصرار کیا، آخر معاملہ کی نوعیت پیش کر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جاؤ اور ان کو نکال لاؤ''، جب حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چارپائی کے پاس پہنچے تو دونوں کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے ساتھ میں آئے۔ کیا اس قسم کی کوئی ضعیف روایت بھی ہے؟ اور پھر وہ اس پر صحابۂ کرام کی حق پر کیچڑ اچھالتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ روایت اتنی ثابت ہے: ''غزوۂ خندق کے وقت حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر نقاہت اور کمزوری کا اثر دیکھ کر چپ چاپ گھر آ کر بکری کا بچہ ذبح کیا، بیوی کو کھانا پکانے کے لئے کہا اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ: ''کیا کھانا ہے'' اطلاع دی کہ بکری کا بچہ ہے، تھوڑے سے جو ہیں ان کی روٹی ہے، ارشاد فرمایا: ''یہ تو بہت ہے'' اور ایک بڑے مجمع کو ساتھ لے کر تشریف لے گئے، برکت کے لئے گوشت کی ہانڈی میں اور روٹی کے آٹے میں لعاب دہن ڈالا، کچھ پڑھ کر دم کیا اور ان آدمیوں کا حلقہ بنا کر روٹی اور گوشت کھلایا، یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے، گوشت بھی ہانڈی میں باقی رہا اور روٹی بھی تنور میں پکتی رہی''۔ یہ واقعہ صحیح بخاری میں موجود ہے(۱)۔

لیکن حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا حال یہ ہے کہ ان کے والد غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تھے، جس وقت مرے تھے ان کے نو بچیاں تھیں، بعض کی شادی ہو گئی تھی اور اکثر کی نہیں ہوئی تھی، انھوں نے ایک عمر رسیدہ پرانی بیوہ سے نکاح کر لیا تھا کہ وہ ان کی سب بہنوں کی تربیت کرے اور گھر کا انتظام کرے، اس وقت ان کے کوئی بچہ نہیں تھا(۲)۔ ان کی طرف دو بچوں کی نسبت کرنا اور اس قصہ کو اس طرح رنگ دے کر بیان کرنا غلط ہے،

---

(۱) (صحيح البخاري: ۲/۵۸۸، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب، كتاب المغازي، قديمي)

(وفتح الباري: ۷/۴۹۶، دار الفكر بيروت)

(والإحسان بترتيب صحيح ابن حبان: ۸/۲۰۴، باب ذكر الأمر بتحميد الله جل وعلا عند الفراغ من الطعام، مؤسسة الرسالة)

(۲) (صحيح البخاري: ۱/۳۹۰، كتاب الوصايا، باب قضاء الوصي، قديمي)

بے بنیاد ہے، جو شخص ایسی بات بیان کرتا ہے اس سے دریافت کیا جائے کہ یہ حدیث شریف کی کونسی کتاب میں ہے۔ اردو کے بعض غلط سلط رسالوں میں اس قسم کی بے بنیاد باتیں ہیں جو بے سند ہیں، ہرگز ہرگز قابلِ اعتماد نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۹۹ھ۔

فضائل رجب کی احادیث

سوال [۱۰۹۵۱]: شبِ معراج کی بیداری کے بارے میں فضائل احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں یا نہیں؟ اور اس رات اہتمام سے شب بیداری کرنا کیسا ہے؟ اس کے بارے میں جو احادیث نقل کی جاتی ہیں وہ صحیح ہیں یا نہیں؟:

"جو کوئی پاوے مہینہ رجب کا اور اس کی پندرھویں وہ آخری تاریخ میں غسل کرے تو گویا کہ اس نے گناہوں سے پاکیزگی حاصل کی جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اس مہینہ کی پانچ راتیں افضل ہیں واسطے عبادت کے: ایک تو وہ اور ایک اول اور ستائیسویں کی۔"

اس مہینہ کی ستائیسویں تاریخ کو معراج ہوئی تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "جو کوئی اس رات میں بیس رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں بعد الحمد کے (قل یا ایہا الکافرون) ایک بار اور قل ہو اللہ تین بار پڑھے تو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ اور اس کے لئے ہزاروں شہیدوں کے برابر ثواب لکھا جائے گا، اور تمام مہینہ روزہ رکھنے والوں اور سال بھر نماز پڑھنے والوں کے برابر ثواب دیا جائے گا"۔

اور یہ بھی فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: "حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھ کو خبر دی ہے کہ نہیں نماز پڑھتا اس نماز کو مگر مومن، اور نہیں چھوڑتا اس نماز کو مگر منافق یا مشرک"۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خبر دیجئے مجھ کو اس نماز کی، کس طرح پڑھیں اس نماز کو؟ تو فرمایا: "... سے جاننا چاہیے"، پھر اس کے بعد نماز کی کیفیت مذکور ہے، طوالت کے خوف سے ذکر نہیں کی گئی۔ اس کیفیت کے بعد یہ حدیث مذکور ہے۔ اس ماہ میں روزے بھی رکھے جاتے ہیں، ان کے فضائل بھی بے شمار ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: "رجب کے مہینہ میں ایک دن ہے اور ایک رات، جو کوئی روزہ رکھے اس دن، عبادت کرے اس شب میں تو ہووے ثواب واسطے اس کے مانند سو برس روزہ رکھنے کے اور سو برس تک رات میں عبادت کرنے کے

اور دن حسبِ سوال ہے"۔ یہ پوری عبارت کس کتاب کی ہے، کیا احادیث صحیح ہیں یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آخر شب میں بیدار ہو کر تہجد پڑھنے اور دعا کرنے کی فضیلت احادیث کثیرہ سے ثابت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا(۱) اور صالحین کا شیوہ وطریقہ بھی ہے(۲)، شب معراج میں خصوصیت سے بیدار رہنے کے متعلق احادیث صحاح میں کوئی روایت میرے علم میں نہیں۔

ماہ رجب کی مخصوص تاریخوں میں غسل کی جو فضیلت سوال میں درج ہے یہ اصول کے اعتبار سے موضوع ہے، باطل ہے، اس پر عمل یا اعتقاد نہ رکھا جائے۔ ستائیسویں تاریخ کا روزہ سو برس کے روزوں کے برابر ہونے کی بھی حدیث صحیح نہیں۔ "ما ثبت بالسنۃ" میں تفصیل مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، [illegible]ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، [illegible]ھ۔

---

(۱) قال العلامة اللكنوي رحمه الله تعالى: "أخرجه البخاري عن عائشة رضي الله تعالى عنها: كان النبي صلى الله عليه وسلم يقوم ليصلي حتى تورم قدماه، فيقال له، فيقول: "أفلا أكون عبداً شكوراً؟".

وأخرج الترمذي وقال: حسن صحيح عن المغيرة رضي الله تعالى عنه قال: صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى انتفخت قدماه فقيل له: أتتكلف هذا وقد غفر لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر؟ قال: "أفلا أكون عبداً شكوراً؟" (إقامة الحجة في ضمن مجموعة رسائل اللكنوي: ۲/۱۸۷، إدارة القرآن)

(۲) "عن ... زوجته قالت: كان عثمان رضي الله تعالى عنه يصوم الدهر ويقوم الليل إلا هجعة من أوله ... عن عثمان بن عبد الرحمن التيمي قال: قال لي أبي: لأغلبن الليلة على المقام، قال: فلما صليت العتمة تخلصت إلى المقام حتى قمت فيه. فبينا أنا قائم إذا رجل وضع يده بين كتفي، فإذا هو عثمان بن عفان، فبدأ بأم القرآن حتى ختم القرآن فركع وسجد ... سيدنا عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه ... كان يصلي بالناس العشاء، ثم يدخل بيته فلا يزال يصلي إلى الفجر ... عن نافع أن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما كان يحيي الليل صلاة، ثم يقول: يا نافع أسحرنا؟ فيقول: لا، فيعاود الصلاة، ثم يقول: يا نافع! أسحرنا؟ فيقول: نعم، فيقعد ويستغفر الله ويدعو إلى الصبح الخ".

(رسائل اللكنوي: ۲/۱۷، ۱۷۳، إقامة الحجة، الأصل الثاني، إدارة القرآن)

ہفت ہیکل کی فضیلت کی روایت

سوال [۱۲۵۲]: احقر نے ہفت ہیکل کی فضیلت میں ایک کتاب میں دیکھا ہے، اس کتاب پر نہ مصنف کا نام ہے اور نہ کسی کا حوالہ دیا گیا ہے، احقر اس بات کو بعینہ نقل کرتا ہے، حضرت والا سے گذارش ہے کہ احقر کو تفصیل سے سمجھا دیں کہ صحیح ہے یا غلط ہے؟

"مروی ہے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا کہ "ہفت ہیکل" اے حبیب اللہ! نازل کرتا ہوں، جو کوئی ہفت ہیکل پڑھے گا یا اپنے پاس رکھے گا تو اس کو اور اس کے والدین کو عذاب دوزخ سے آزاد کرے گا، یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جس گھر میں یہ ہفت ہیکل ہوگا اس گھر میں بلا نہیں داخل ہوگا، یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جو کوئی اس کو لکھ کر پاس رکھے گا وہ مرتبہ والا ہوگا اور بلیات سے محفوظ رہے گا اور جو کوئی لکھ کر اپنے پاس رکھے گا وہ دوزخ سے بچے گا اور عزت اور جانکنی کے وقت سکرات موت اس پر آسان ہوگی، یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جو کوئی اس ہفت ہیکل کو ہر روز پڑھے گا اگر پڑھنا نہ جانتا ہو تو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا تو اس کو ستر ہزار کلام پاک کا ثواب اور ستر ہزار شہیدوں کا اور ستر ہزار صدیقوں کا اور ستر ہزار کعبہ تعمیر کرنے کا اور ستر ہزار غلام آزاد کرنے کا اور ستر ہزار آدمیوں کو روزہ افطار کرانے کا اور ستر ہزار حافظوں کا اور ستر ہزار غازیوں کا اور ستر ہزار حاجیوں کا اور ستر ہزار نمازیوں کا اور ستر ہزار عابدوں کا اور ستر ہزار فرشتوں کا اور ستر ہزار دانشمندوں کا اور ستر ہزار پیغمبروں کا اور ہر ملک مقرب کا ثواب ہوگا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جو کوئی اپنے پاس رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں ستر ہزار نیکی کا ثواب لکھے گا اور ستر ہزار بھوکوں کو کھانا کھلانے کا ثواب دے گا، جو کوئی اپنے پاس رکھے گا اللہ تعالیٰ اس بندے کو مغفور کرے گا اور غیبت کرنے والوں سے اور تمام آفات سے محفوظ رکھے گا، اگر وہ قرض دار ہوگا تو اس کو قرض سے نجات دے گا اور اس کے دشمن کو مغلوب کرے گا"۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کتب حدیث میں اس کا وجود نہیں، اصول محدثین کے اعتبار سے یہ بالکل موضوع اور بے اصل ہے۔

کھڑے ہوکر پانی پینے اور چلتے ہوئے کھانے کے متعلق احادیث میں رفع تعارض

سوال[۱۲۵۳]: مندرجہ ذیل احادیث کے تضاد کو رفع فرماکر ممنون فرمائیں۔

"نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم: أن يشرب الرجل قائماً" رواه مسلم.

(مشکوۃ شریف، ص:۳۷۰) (۱)۔

"لا يشربن أحد منكم قائماً، فمن شرب منكم فليستقئ" (۲)۔

"عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: كنا نأكل على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن نمشي، ونشرب ونحن قيام". رواه الترمذي وابن ماجه والدارمي وقال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح غريب" (۳)۔

"عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله تعالى عنه قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يشرب قائماً وقاعداً" رواه الترمذي، ص: ۳۷۱ (۴)۔

مذکورہ احادیث میں کھڑے ہوکر پینے کی دو حدیث سامنے ہیں۔ زید کہتا ہے کہ چونکہ آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر کھانے پینے کو منع کیا ہے اس لئے کھڑے ہوکر نہیں کھانا چاہئے، چنانچہ زید نے ایک مرتبہ عمرو کو کھڑے ہوکر پانی پینے کی حالت میں دیکھا تو منع کیا اور کہا ایسا کرنے والا گنہگار ہے۔ زید کا یہ بھی کہنا ہے کہ بے شک کھڑے ہوکر پانی پینے کی احادیث موجود ہیں لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تو امت کو کھڑے ہوکر پینے کا حق نہیں۔ عمرو کا کہنا ہے کہ جب کھڑے ہوکر پانی پینے کے بارے میں احادیث موجود ہیں تو پینا درست ہے۔ براہ کرم اس تضاد کو رفع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں قسم کی احادیث کے تعارض کو رفع کرنے کے لئے شراح حدیث نے متعدد طرق اختیار کئے ہیں۔

---

(۱) (مشکوۃ المصابیح، ص: ۳۷۰، باب الأشربة، الفصل الأول، قدیمی)

(۲) (مشکوۃ المصابیح، المصدر السابق)

(۳) (مشکوۃ المصابیح، ص: ۳۷۱، باب الأشربة، الفصل الأول، قدیمی)

(۴) (مشکوۃ المصابیح، المصدر السابق)

ایک یہ کہ نہی تحریم کے لئے نہیں بلکہ اس سے مقصد ادب ہے۔ دوم یہ کہ اس میں نسخ ہے، پھر بعض نے نہی کو ناسخ مانا ہے، بعض نے اس کا عکس مانا ہے۔ سوم یہ کہ محرم اور مبیح میں تعارض ہو تو ترجیح محرِّم کو ہوتی ہے۔ چہارم یہ کہ حدیث قولی اور فعلی میں تعارض ہو تو ترجیح قولی کو ہوتی ہے۔ پنجم یہ کہ ماءِ زمزم اور فضلِ وضو دونوں مستثنیٰ ہیں۔

اگر مختصر لفظوں میں اس طرح تعبیر کر دی جائے کہ اصل اباحت ہے اور نہی تحدیدی نہیں بلکہ طبی ہے، زمزم (میں) شفاء ہے اس میں مضرت نہیں ہے، فضلِ وضو قلیل ہے اس پر مضرت مرتب نہیں ہوگی، جس کو عادت ہو شرب قائماً کی اس کو مضر نہیں تو میرے خیال میں قصر مسافت کے ساتھ منزل طے ہو جائے گی۔

"(فصل) وكان من هديه الشرب قاعداً، هذا كان هديه المعتاد، وصح عنه أنه نهى عن الشرب قائماً، وصح عنه أنه أمر الذي شرب قائماً أن يستقيء، وصح عنه أنه شرب قائماً، فقالت طائفة: هذا ناسخ للنهي، وقالت طائفة: بل مبين أن النهي ليس للتحريم بل للإرشاد وترك الأولى، وقالت طائفة: لا تعارض بينهما أصلاً، فإنه إنما شرب قائماً للحاجة، فإنه جاء إلى زمزم وهم يستقون منها فاستقى، فناولوه الدلو فشرب وهو قائم، وهذا كان موضع حاجة. وللشرب قائماً آفات عديدة: منها أنه لا يحصل به الري التام، ولا يستقر في المعدة حتى يقسمه الكبد على الأعضاء، وينزل بسرعة وحدة إلى المعدة فيخشى منه أن يبرد حرارتها ويشوشها، ويسرع النفوذ إلى أسافل البدن بغير تدريج، وكل هذا يضر بالشارب، وأما إذا فعله نادراً أو لحاجة لم يضره، ولا يعترض بالعوائد على هذا، فإن العوائد طبائع ثوان، ولها أحكام أخرى، وهو بمنزلة الخارج عن القياس عند الفقهاء: ۱۸۹/۴(۱)"۔

تو یہ شرب کے متعلق گفتگو تھی۔ اکل ماشیاً کے ثبوت کا اثر تو جناب نے نقل کیا مگر نہی کی نقل نہیں کی تاکہ تعارض کو رفع کیا جائے، تاہم اگر نہی موجود ہو تو اکل ماشیاً کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پلیٹ میں پلاؤ لے کر بازار میں کھاتے ہوئے چلیں یا ایک ہاتھ میں پیالہ اور دوسرے ہاتھ میں روٹی لے کر کھاتے ہوئے جائیں، بلکہ مقصد یہ ہے کہ منہ میں کھجور رکھی اور اس کو کھاتے رہے اور میدانِ جہاد میں تلوار چلاتے رہے جیسے آج کل آپ

---

(۱) (زاد المعاد في هدي خير العباد لابن قيم الجوزية رحمه الله تعالىٰ، فصل في الشرب قاعداً وقائماً، ص: ۸۲۷، دار الفكر)

حضرات پان کھاتے ہوئے چلتے رہتے ہیں یا چنے کے دانے منہ میں ڈال لیتے ہیں اور کھاتے چلے گئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

ابن ماجہ کی ایک روایت کا مطلب اور ترجمۃ الباب سے مطابقت

سوال[۱۲۵۵]: ابن ماجہ میں ص:۱۳"باب فضل علی بن ابی طالب" کے ذیل میں یہ روایت درج ہے: "عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ یسمر مع علی، فکان یلبس ثیاب الصیف وثیاب الشتاء، فقلت: لو سئلته، فقال: ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونا الخ"۔(۱) "یسمر" اور "فکان" کے اوپر نشان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کی ضمیر کا مرجع ایک ہے یعنی ابی لیلیٰ، جو قطعاً غلط ہے، اس لئے کہ ترجمۃ الباب سے مناسبت نہیں ہوتی، دوسرے یہ کہ معنی بھی مختل ہوجاتا ہے۔ میں نے یہ سمجھا ہے کہ دونوں کا مرجع ایک نہیں ہے، "یسمر" کا مرجع ابی لیلیٰ ہے اور "فکان" کا مرجع علی رضی اللہ عنہ ہیں، اور "لو سئلتہ" کی جزا "سئلت فقال" محذوف ہے، یہ تشریح اس وقت صحیح ہے جبکہ عبدالرحمن اور علی کا زمانہ ایک نہ ہو، لیکن اگر دونوں کا زمانہ ایک ہے تو اس کا مطلب یہ بھی ممکن نہیں معلوم ہوتا ہے کہ عبدالرحمن اصل راوی ہیں جو واقعہ سے واقف تھے مگر بغرض تائید بیٹے نے باپ ابی لیلیٰ کو بھی شریک کیا ہے، اور میں نے جو سمجھا تو ہے وہ مفہوم صحیح ہے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فضل علی ابن ابی طالب والی حدیث میں "یسمر" اور "فکان" پر نشان ضمیر کا مرجع بتانے کے لئے نہیں بلکہ نسخہ کا نشان ہے، چنانچہ "یسمر" میں دوسرا نسخہ "یسیر" ہے اور "فکان" میں دوسرا نسخہ "وکان" ہے، حاشیہ میں نسخہ موجود ہے، اس قسم کا نشان کتب حدیث بخاری شریف وغیرہ میں بکثرت ہوتا ہے، اس کا یہی مطلب ہوتا ہے۔

عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں ہم نے اپنے والد ابو لیلیٰ سے کہا کہ آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کر لیتے (واقعہ خیبر کا) تو انہوں نے وہ واقعہ سنادیا جس سے گرمی سردی سے عدم تاثیر کی وجہ بھی معلوم ہوگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (سنن ابن ماجۃ، ص:۱۲، مطبوعہ قدیمی)

میں محتاجی اور مسکینی رہتی ہے" اور یہاں قصہ درج ہے کہ جہاں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت نے من وسلویٰ کے عوض لہسن اور پیاز اور ککڑی وغیرہ کو ترجیح دی ہے۔ کیا حدیث مندرجہ بالا کی روشنی میں کھیتی کرنا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محتاجی ومسکینی لازم ہے؟ حدیث پاک کا حوالہ اس وقت ذہن میں نہیں ہے، ہاں البتہ ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

پیشوں کے کچھ خواص بعض احادیث میں موجود ہیں، جو ناپسندیدہ ہوں ان سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے، بعض طبعی خواص ہوتے ہیں ان سے بچنا دشوار ہوتا ہے مگر وہ پیشے بھی ضروری ہوتے ہیں (۱) کھیتی کرنے والے سال کا اکثر حصہ اس قدر مشغول رہتے ہیں کہ ان کو کسی چیز کی فرصت نہیں رہتی اور چھوٹی چھوٹی چیزیں ان کی شب وروز کی ایسی ہوتی ہیں کہ ایک چیز مفقود ہو جائے تو وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے رہ جاتے ہیں اور کام نہیں کر پاتے۔ غرض احتیاج کا ظہور ان میں بے حد ہوتا ہے اور عامۃً ذہن میں ان کے منتظر رہتا ہے سکون نصیب نہیں ہوتا، اس کے باوجود یہ پیشہ ناجائز نہیں ہے اور اس کے برکات بھی ظاہر ہیں کہ تمام روئے زمین میں بسنے والے اسی پیشہ کی بدولت روزی کھاتے ہیں۔ اکثر علماء نے فرمایا ہے کہ زراعت افضل ہے تجارت سے۔

"وأفضل أسباب الكسب الجهاد، ثم التجارة، ثم الزراعة، ثم الصناعة، كذا في الاختيار" شرح مختار۔

والتجارة أفضل من الزراعة عند البعض، والأكثر على أن الزراعة أفضل، كذا في الوجيز للكردري". (عالمگیری) (۲)۔

احتیاج کا یہ مطلب نہیں کہ کھیتی کرنے والا ہمیشہ تنگ رہتا ہے جس سے بچایا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۲/۹۰ھ۔

---

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "رأس الكفر نحو المشرق، والفخر والخيلاء في أهل الخيل والإبل، والفدادين أهل الوبر، والسكينة في أهل الغنم". (مرقاة المفاتيح، كتاب المناقب والفضائل: ۱۰/۲۳۶، رشيديه)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۴۹، الباب الخامس عشر في الكسب، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصيد: ۶/۲۹۲، سعيد)

کالے کپڑے والوں سے متعلق حدیث

سوال [۱۲۵۸]: کیا کوئی ایسی حدیث ہے جس میں شیعوں کے لئے پیشین گوئی ہو کہ کالے کپڑے والے نکلیں گے لہٰذا جب یہ لوگ آئیں تو ان کو سلام نہ کرو اور ان کے سلام کا جواب نہ دینا، ان سے مقاطعہ کرنا، کیا اس مضمون کی کوئی حدیث ہے؟ براہ کرم مع حوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی کوئی حدیث میرے علم میں نہیں جس میں یہ ہو کہ کالے کپڑے والے نکلیں گے، لہٰذا جب یہ لوگ آئیں تو ان کو سلام نہ کرنا اور ان کے سلام کا جواب نہ دینا، ان سے مقاطعہ کرنا۔ شیعوں کے فرقے اپنے عقائد کے اعتبار سے مختلف ہیں، ان کا حکم بھی مختلف ہے، "الصواعق المحرقہ" میں تفصیل مذکور ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۹۶ھ۔

ثوابِ تلاوت سے متعلق ایک حدیث کی تحقیق

سوال [۱۲۵۹]: مندرجہ ذیل روایت کے بارے میں بتایا جائے کہ صحیح ہے یا نہیں؟

"حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن شریف کی تلاوت نماز کے اندر کھڑے ہو کر کرے اس کو ہر حرف کے بدلے میں سو نیکیوں کا ثواب ہوگا اور جو بیٹھ کر پڑھے ہر حرف پر پچاس نیکیوں کا ثواب ہوگا، اور جو شخص نماز میں نہ ہو اور باوضو تلاوت کرے اس کو پچیس نیکیوں کا ثواب ہوگا، افضل یہ ہے کہ رات کو تلاوت کرے کہ اس وقت جمعیت دل کو زیادہ ہوتی ہے"۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو روایت سوال میں درج ہے اس تفصیل کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول میں نے کہیں نہیں دیکھی، البتہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بحوالہ دیلمی کنز العمال: ۱/۵۳۵ میں اس کے کچھ اجزاء موجود ہیں، جس کے الفاظ یہ ہیں: "من قرأ القرآن في صلوة قائماً، كان له بكل حرف مائة حسنة، ومن قرأه

(۱) "الصواعق المحرقة، ص: ۵، الفرق الإسلامية والاختلاف بين الأمة المحمدية، مكتبة القاهرة بمصر"

قاعداً كان له بكل حرف خمسون حسنة، ومن قرأه في غير صلوة كان له بكل حرف عشر حسنات، ومن استمع إلى كتاب الله كان له بكل حرف حسنة". (للديلمي عن أنس رضي الله تعالى عنه) (۱) ممکن ہے کہ روایت مستوا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۹۵ھ۔

چاروں قل پڑھنے کی روایت

سوال[۱۲۱۰]: صبح وشام یا رات میں سوتے وقت چاروں قل پڑھ کر دم کرنے کی روایت نہیں مل رہی ہے، کیا یہ مشائخ سے منقول ہے یا کوئی روایت ہے؟ البتہ قل ثلاثہ کی روایت تو مل گئی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

"عن عمرو بن نوفل عن أبيه رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "ما جاء بك"؟ قال: جئت يا رسول الله تعلمني شيئاً أقوله عند منامي، قال: "إذا أخذت مضجعك فاقرأ: ﴿قل يا أيها الكافرون﴾ ثم نم على خاتمتها، فإنها براءة من الشرك".

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا أوى إلى فراشه كل ليلة جمع كفيه فيهما ﴿قل هو الله أحد﴾ و﴿قل أعوذ برب الفلق﴾ و﴿قل أعوذ برب الناس﴾ يمسح من جسده بهما على رأسه ووجهه وما أقبل من جسده، يفعل ذلك ثلاث مرات بهما ما استطاع". عمل اليوم والليلة، ص: ۶۸۷ (۲) فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (مسند الديلمي: ۱/ ۳۰۵، ۵۳۲۵، مكتبة التراث الاسلامي، حلب)

(وكذا في إتحاف السادة المتقين للزبيدي: ۴/ ۴۶۳، بيروت)

(۲) (ترجمہ: عمرو بن نوفل اپنے باپ (حضرت نوفل رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضری کی وجہ دریافت فرمائی، انہوں نے عرض کیا (اس لئے حاضر ہوا ہوں) تاکہ آپ مجھ کو کوئی ایسی چیز تعلیم فرمادیں جس کو میں سوتے وقت پڑھ لیا کروں، ارشاد فرمایا: "جب بستر پر لیٹو تو "قل یا ایہا الکافرون" پڑھ کر سو جاؤ اس لئے کہ یہ سورۃ شرک سے براءت ہے"۔ =

جنت کے پھل میں سے حور کا نکلنا، کیا حدیث ہے؟

سوال [١٢١١]: بعض مقررین فرماتے ہیں کہ اہلِ جنت بعض پھلوں کو توڑیں گے تو ان میں سے حور نکلے گی، مزید یہ کہ وہ چھٹا حور کا پاس ہوگا، کیا یہ صحیح ہے؟ کس حدیث میں اس کا تذکرہ ہے؟ براہِ مہربانی حوالہ حدیث و صفحہ کے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجھے اس مضمون کی حدیث دیکھنا محفوظ نہیں، جن صاحب نے اس کو بیان کیا ہے ان سے حوالہ دریافت کیا جائے۔ قرآن کریم میں یہ آیت موجود ہے کہ ﴿فيها ما تشتهيه الأنفس وتلذ الأعين﴾ (١)۔ جو کچھ بھی جنت میں خواہش کریں گے وہ ان کے لئے وہاں حاصل ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

= حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جب رات بستر پر تشریف لاتے تو "قل هو الله أحد" اور "قل أعوذ برب الفلق" اور "قل أعوذ برب الناس" پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر دم فرماتے، پھر اپنے سر اور چہرہ اور جسم مبارک پر جہاں تک ہاتھ پہنچتا تھا پھیرتے، تین مرتبہ ایسا ہی فرماتے"۔ (عمل الیوم واللیلۃ، ص: ١٨٧)

(والسنن الكبرى، كتاب عمل اليوم والليلة: ٦/ ٢٤٨، إدارة تاليفات اشرفية)

(وكذا في الدر المنثور للسيوطي: ٨/ ٦٨٦، دار الفكر)

(ومصنف ابن أبي شيبة: ٢/ ٢٤٩، دار الفكر)

(١) (سورة الزخرف: ٧١)

وقال الحافظ ابن كثير رحمه الله تعالى: "إن عكرمة مولى ابن عباس رضي الله عنهما أخبره أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "إن أدنى أهل الجنة منزلة وأسفلهم درجة لرجل لا يدخل الجنة بعده أحد، يفسح له في بصره مسيرة مائة عام في قصور من ذهب وخيام من لؤلؤ، ليس فيها موضع شبر إلا معمور، يغدى عليه ويراح بسبعين ألف صحفة من ذهب ليس فيها صحفة إلا فيها لون ليس في الأخرى مثله" الخ". (تفسير ابن كثير: ٤/ ١٦٢، دار السلام، رياض)

(وكذا في المسند للإمام أحمد: ٢/ ٥٣٧، دار إحياء التراث العربي)

جنت کی قیمت ادا کرکے سونے کی روایت

سوال[۱۲۶۱]: اکثر مسجدوں میں یہ چھپا دیکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت فرمائی کہ ”چار ہزار دینار صدقہ کرکے سویا کرو، ایک حج کرکے سویا کرو، جنت کی قیمت ادا کرکے سویا کرو، ایک قرآن شریف پڑھ کر سویا کرو، دو لڑنے والوں میں صلح کرکے سویا کرو“۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو بہت مشکل ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”چار مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھو تو چار ہزار دینار صدقہ کرنے کا ثواب ہوگا، تین مرتبہ درود شریف پڑھو تو جنت کی قیمت ادا ہو جائے گی وغیرہ“ یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس نے یہ چھاپا ہے اس سے سند اور حدیث دریافت کی جائے، میں نے کسی حدیث کی کتاب میں یہ چیز نہیں دیکھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۶/۲۸ھ۔

سوتے وقت کے اعمال کے سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

سوال[۱۲۶۲]: حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ ”ہر رات کو پانچ کام کرکے سویا کرو۔“

۱- چار ہزار دینار صدقہ کرکے سویا کرو۔ ۲- ایک قرآن شریف پڑھ کر سویا کرو۔ ۳- جنت کی قیمت دیکر سویا کرو۔ ۴- دو لڑنے والوں میں صلح کرکے سویا کرو۔ ۵- ایک حج کرکے سویا کرو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ امر تو محال ہے، مجھ سے نہ ہو سکے گا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ۱- ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر سویا کرو، اس کا ثواب چار ہزار دینار صدقہ کرنے کے برابر ہے۔ ۲- تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر سویا کرو، اس کا ثواب ایک قرآن مجید کے برابر ہے۔ ۳- تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر سویا کرو، اس سے جنت کی قیمت ادا ہوگی۔ ۴- دس مرتبہ استغفار کرکے سویا کرو، اس کا ثواب دو لڑنے والوں میں صلح کروانے کے برابر ہے۔ ۵- چار مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھ کر سویا کرو، اس کا

ثواب ایک حج کرنے کے برابر ہے، یہ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں ہر روز کروں گا۔ یہ حدیث اگر صحیح ہے تو اس میں جو غلطیاں ہوں ان کی تصحیح فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صدقہ (۱)، تلاوتِ قرآن کریم (۲)، روٹھے ہوؤں میں صلح (۳)، حج (۴)، درود شریف (۵)،

---

(۱) "عن جابر رضي الله عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الصدقة تطفئ الخطيئة كما يطفئ الماء النار"". (مسند الإمام أحمد: ۳/۳۹۹، رقم الحديث: ۱۴۸۹۰، دار إحياء التراث العربي)

(۲) عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من قرأ حرفاً من كتاب الله فله به حسنة، والحسنة بعشر أمثالها، لا أقول "الم" حرف، ولكن "ألف" حرف، و"لام" حرف، و"ميم" حرف". (جامع الترمذي، باب ما جاء من قرأ حرفاً من القرآن ما له من الأجر: ۲/۱۱۹، سعيد)

(۳) قال الله تعالى: ﴿لا خير في كثير من نجواهم إلا من أمر بصدقة أو معروف أو إصلاح بين الناس، ومن يفعل ذلك ابتغاء مرضات الله فسوف نؤتيه أجراً عظيماً﴾ (النساء: ۱۱۴)

"وأيد بما أخرجه البيهقي عن أبي أيوب رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال له: "يا أبا أيوب! ألا أدلك على صدقة يرضى الله تعالى ورسوله موضعها؟" قال: بلى، قال: "تصلح بين الناس إذا تفاسدوا، وتقرب بينهم إذا تباعدوا".

وعن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أفضل الصدقة إصلاح ذات البين". وهذا الخبر ظاهر في أن الإصلاح أفضل من الصدقة بالمال، ومثله ما أخرجه أحمد وأبو داود والترمذي وصححه عن أبي الدرداء رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا أخبركم بأفضل من درجة الصيام والصلاة والصدقة؟" قالوا: بلى، قال: "إصلاح ذات البين". (روح المعاني: ۵/۱۴۳، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۴) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من حج لله فلم يرفث ولم يفسق، رجع كيوم ولدته أمه". متفق عليه". (مشكوة المصابيح: ۱/۲۲۱، كتاب المناسك، الفصل الأول، قديمي)

(۵) "عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من صلى علي صلاة واحدة، صلى الله عليه عشر صلوات، وحط عنه عشر خطيئات، ورفعت له عشر درجات". رواه النسائي". (مشكوة المصابيح: ۱/۸۶، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي وفضلها، الفصل الثاني، قديمي)

www.ahlehaq.org

استغفار (۱) کلمہ طیبہ (۲) سورۂ فاتحہ (۳) سورۂ اخلاص (۴) کی فضیلت احادیث میں بہت آئی ہے، لیکن یہ پوری روایت اسی ترتیب کے ساتھ میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۳/۹۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۳/۹۵ھ۔

جس کا روپیہ برباد کرنا ہو اس کے دل میں تعمیر کا شوق، ایک حدیث کی تحقیق

سوال [۲۴۴]: میں نے ایک کتاب میں یہ حدیث پڑھی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں اس کا پیسہ بنیاد میں لگاتے ہیں، تو وہ کون سی بنیاد ہے؟ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کا پیسہ تباہ کرنا ہو اس کے دل میں تعمیر کا شوق پیدا ہو جاتا ہے، بلا ضرورت کے بھی محض اپنی شان دکھانے کے لئے وہ مٹی گارہ میں روپیہ خرچ کرتا رہتا ہے کہ ایک منزل پر دوسری منزل تعمیر کرتا ہے، ایک مکان

---

(۱) "وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من لزم الاستغفار جعل الله له من كل ضيق مخرجاً، ومن كل هم فرجاً، ورزقه من حيث لا يحتسب". (رواه أحمد وأبوداود وابن ماجة" (مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثاني، ص: ۲۰۴، قديمي)

(۲) "عن أبي بكر بن أبي موسى عن أبيه رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "أبشروا الناس من قال: لا إله إلا الله صادقاً بها دخل الجنة" الحديث. (مسند الإمام أحمد: ۴/۱۱۰، حديث أبي موسى الأشعري، رقم الحديث: ۱۹۱۹۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "وعن عبد الملك بن عمير مرسلاً قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "في فاتحة الكتاب شفاء من كل داء". رواه الدارمي والبيهقي في شعب الإيمان". (مشكوة المصابيح، كتاب فضائل القرآن، الفصل الثالث، ص: ۱۸۹، قديمي)

(۴) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم سمع رجلاً يقرأ {قل هو الله أحد} فقال: "وجبت". قلت: وما وجبت؟ قال: "الجنة". رواه مالك والترمذي والنسائي". (مشكوة المصابيح، كتاب فضائل القرآن، الفصل الثاني، ص: ۱۸۸، قديمي)

بالحق ظاهرين، لا يضرهم من خالفهم حتى يأتي أمر الله". رواه أبوداؤد(۱) والترمذي(۲)

(مشكوة، ص: ۴۶۵، كتاب الفتن)(۳)۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب میری امت میں تلوار کھینچی جائے گی تو وہ میری امت سے قیامت تک نہیں اٹھائی جائے گی۔ اور قیامت نہیں آئے گی یہاں تک کہ میری امت کے چند قبائل مشرکین سے جاملیں۔ اور یہاں تک کہ میری امت کے چند قبائل بت پرستی کرنے لگیں، عنقریب میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے، جن میں ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور میری امت میں سے ایک جماعت حق پر ہوگی جو غالب رہے گی اور مخالفین کی مخالفت ان کو کچھ مضر نہ ہوگی"۔

۱..."عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إذا رأيتم الذين يسبون أصحابي، فقولوا: لعنة الله على شركم". رواه الترمذي"(۴)

(مشكوة، ص: ۵۵۴)(۵)۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو برا کہتے ہیں تو تم کہو کہ خدا کی لعنت ہو تمہارے فعل بد پر"۔

۲..."عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "يكون في آخر الزمان دجالون كذابون يأتونكم بالأحاديث بما لم تسمعوا أنتم ولا

---

(۱) (سنن أبي داؤد، كتاب الفتن والملاحم، قبيل باب النهي عن السعي في الفتنة، رقم: ۴۲۵۲، دارالسلام)

(۲) (سنن الترمذي، رقم: ۲۲۰۲، مصطفى الحلبي)

(۳) (مشكوة المصابيح، مطبوعه قديمي)

(۴) (سنن الترمذي، كتاب الفتن ماجاء في الهرج الخ، أبواب المناقب، باب في من سب أصحاب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ۲۲۵/۲، سعيد)

(۵) (مشكوة المصابيح، قديمي)

(وكذا في التاريخ لبغداد: ۱۹۵/۱۳۰، بيروت)

(وتهذيب تاريخ دمشق لعساكر ۲۳۱/۲، بيروت)

آباؤکم، فایاکم وایاهم لایضلونکم ولا یفتنونکم"۔ رواہ مسلم"(۱) (مشکوٰۃ ص: ۲۸، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)(۲)۔

۴... حاشیہ، ص: ۲۸(۳)۔ "ما لم تسمعوا أنتم ولا آباؤکم: أی یحدثون بالأحادیث الکاذبۃ ویبدعون أحکاماً باطلۃ واعتقادات فاسدۃ" (مرقاۃ)(۴)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "آخری زمانہ میں فریب دینے والے جھوٹے ہوں گے، جو کہ تمہارے پاس ایسی ایسی حدیثیں لائیں گے جو کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے نہیں سنی، پس تم ان سے بچاؤ اور اپنے آپ کو بچاؤ، تم کو وہ نہ گمراہ کریں اور نہ فتنے میں ڈالیں"۔ یعنی جھوٹی حدیثیں بیان کریں گے اور احکام باطلہ اور اعتقاد فاسدہ بتائیں گے"۔

۵... "عن أبی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "لا ألفین أحدکم متکئاً علی أریکتہ، یأتیہ الأمر من أمری مما أمرت بہ أو نهیت عنہ، فیقول: لا أدری، ما وجدنا فی کتاب اللہ اتبعناہ"۔ رواہ أحمد(۵) وأبوداؤد(۶) والترمذی(۷) وابن ماجہ(۸) والبیهقی فی دلائل النبوۃ"(۹)

---

(۱) (الصحیح لمسلم، المقدمۃ، باب النهی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ، ص: ۰، رقم الحدیث: ۱۹، قدیمی)

(۲) (مشکوٰۃ المصابیح، مطبوعہ قدیمی)

(۳) (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۸، قدیمی)

(۴) دیکھئے (مرقاۃ المفاتیح: ۱/۴۰۳، کتاب الإیمان، رشیدیہ)

(۵) (مسند الإمام أحمد: ۱۶/۷، حدیث أبی رافع، رقم الحدیث: ۲۳۳۲۴)۔ البتہ الفاظ میں قدرے اختلاف ہے

(۶) (سنن أبی داؤد، رقم الحدیث: ۴۶۰۵، دار السلام)

(۷) (جامع الترمذی، رقم الحدیث: ۲۶۶۳، مصطفی الحلبی)

(۸) (ابن ماجہ، المقدمۃ، باب اتباع سنۃ رسول اللہ ﷺ، ص: ۳، میر محمد)

(۹) (البیهقی فی دلائل النبوۃ، باب ماجاء فی إخبارہ بشبعان علی أریکتہ الخ: ۶/۵۴۹، دار الکتب العلمیۃ)

(مشکوٰۃ شریف، ص: ۲۹)(۱)۔

ترجمہ: حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "میں تم کو ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ تم میں سے کوئی اپنے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوا اور اس کے پاس میرا کوئی حکم آوے جس کا میں نے حکم کیا ہو یا اسے منع کیا ہو اور وہ یوں کہہ دے کہ میں نہیں جانتا، جو ہم قرآن میں پاتے ہیں اس کا اتباع کرتے ہیں"۔

۷-۔۔۔۔ "عن ثوبان رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: اللهم بارك لنا في شامنا، اللهم بارك لنا في يمننا"، قالوا: يا رسول الله! وفي نجدنا، فأظنه قال في الثالثة: "هناك الزلازل والفتن، وبها يطلع قرن الشيطان"، رواه البخاري"(۲)

(مشکوٰۃ شریف، ص: ۵۱۲) (۳)۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "اے خداوند تعالیٰ! ہم کو ہمارے شام میں برکت دے، اے اللہ! ہم کو ہمارے یمن میں برکت دے"۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یوں بھی فرمایئے کہ ہمارے نجد میں بھی برکت دے، پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "اے اللہ! ہم کو ہمارے شام میں برکت دے، اے اللہ ہم کو ہمارے یمن میں برکت دے"۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اے اللہ! کے رسول ہمارے نجد میں بھی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ فرمایا کہ: "اس جگہ یعنی نجد میں زلزلے اور فتنے ہیں"۔

نوٹ: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ احادیث حضرت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علماء دیوبند کی مذمت

---

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ: ۱/۲۹، قدیمی)

(۲) (صحیح البخاری: ۲/۱۰۴۱، قدیمی)

(والسنن للترمذی، رقم الحدیث: ۳۹۵۳)

(والمسند للإمام أحمد: ۲/۱۱۸،۹۰)

(۳) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب ذکر الیمن والشام: ۳/۳۵۹، رقم الحدیث: ۶۲۷۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

www.ahlehaq.org

کے لئے ارشاد فرمائی ہیں تو وہ شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہتان باندھ کر اپنے لئے جہنم کا سامان کر رہا ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے:

"من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار"(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دار العلوم دیوبند۔

زلزلہ کے اسباب حدیث اور قول فلاسفہ میں تعارض

سوال[۱۲۲۶]: ۱...... زلزلہ کے شرعی نقطۂ نظر سے کیا کیا اسباب وعلل ہیں؟ اگر کثرتِ معاصی اس کے اسباب قرار دیئے جائیں تو کوئی صحیح حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اس کے متعلق منقول ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو مع حوالہ تحریر فرمائیں تو پھر حدیث کے مقابلہ میں فلاسفہ اور سائنسدانوں کے نظریہ کا کیا جواب ہوگا جو اس بات کے مدعی ہیں کہ زمین کے سوراخوں میں ہوا داخل ہو جاتی ہے اور وہ وقتاً نکل جاتی ہے تو نکل نہیں سکتی، پھر اس کی تیزی کی وجہ سے زمین میں زلزلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ نیز سائنسدانوں نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ زمین کے نیچے اجزائے ناریہ ہیں جب وہ متحرک ہوتے ہیں تو زمین میں زلزلہ پیدا ہو جاتا ہے، یہ لوگ آلات کے ذریعہ ان اجزائے ناریہ کو دیکھ کر چند دن پہلے ہی بتا دیتے ہیں کہ فلاں وقت میں زلزلہ ہوگا ٹھیک اسی وقت پر زلزلہ بھی ہو جاتا ہے۔

نیز شاستر والے بھی جنتریوں میں ایسا ہی لکھ دیتے ہیں اور ہم نے اس سال تجربہ بھی کیا، جو دن یا وقت جنتری میں لکھا تھا ٹھیک اسی وقت پر زلزلہ ہوا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ مفصل بیان فرمائیں۔

چونکہ ہمیں ان لوگوں سے ہمیشہ واسطہ پڑتا رہتا ہے، اس لئے براہِ کرم عقلی ونقلی جواب سے تفصیلی طور پر مطلع فرمائیں، شرعی اسباب وعلل اور ان لوگوں کے نظریہ میں تطبیق بھی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر کثرتِ معاصی زلزلہ کی علت ہے تو پھر ان لوگوں کو کیسے معلوم ہو جاتا ہے؟

کیا زمین بیل کے سینگ پر ہے؟

سوال[۱۲۲۷]: ۲...... ایک کتاب جس کا نام "ہزار مسئلہ" ہے اس میں ایک حدیث بیان کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "زمین ایک بیل کے سینگ پر ہے، ایک مرتبہ بیل کو شیطان نے بہکایا

(۱) (صحیح البخاری، باب: ۱/ ۳۸، دار الفکر) (والسنن للدارمی: ۱/ ۷۶، بیروت)

(والسنن الکبریٰ للبیہقی باب: ۱۰/ ۳۳۶، دار احیاء التراث العربی)

تو بیل نے زمین کو نیچے پھینکنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک مچھر کو حکم دیا کہ بیل کی ناک میں گھس جا، چنانچہ وہ گھس گیا اور اس قدر کاٹا کہ بیل تڑپ اٹھا، پھر بیل نے وعدہ کیا کہ اب ایسا نہیں کروں گا، چنانچہ وہ مچھر اب بھی بیل کے سامنے اڑتا رہتا ہے تو بیل کو جب وہ وقت یاد آتا ہے تو کانپ جاتا ہے اسی وجہ سے زمین میں زلزلہ پیدا ہوجاتا ہے"۔

اب فرمائیں کہ اس حدیث کی کچھ اصل ہے یا نہیں؟ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ شرعی حیثیت سے زمین سورج وچاند کی طرح معلق ہے یا کسی چیز پر ٹھہری ہوئی ہے؟ المستفتی: غلام حسین کشمیری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱- احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ قیامت کے قریب بکثرت زلزلے آئیں گے(۱)، زلزلۂ قیامت کا تذکرہ قرآن کریم میں بھی ہے ﴿إذا زلزلت الأرض زلزالها﴾ (۲) ﴿إن زلزلة الساعة شيء عظيم﴾ (۳)۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے بھی زلزلہ آیا جس پر ارشاد فرمایا کہ: "ابھی وقت نہیں آیا"۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بعض اوقات اس کا سبب کثرتِ ذنوب کو فرمایا ہے۔ فتاویٰ عزیزی وغیرہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے(۴) اس کی صورت خواہ یہ ہو کہ زمین کی بعض مناسب تبدیلیاں ہیں، خواہ یہ ہو کہ زمین میں ہوا بھرنے سے یا نکلنے میں یا کوئی اور صورت ہو۔

یہ سب اس عالمِ اسباب میں ظاہری صورتیں ہیں جیسے حدیث پاک میں آتا ہے کہ: "جہنم کا ایک سانس ٹھنڈا ہے جس سے سردی پھیلتی ہے، ایک سانس گرم ہے جس سے گرمی پھیلتی ہے"(۵) حالانکہ بظاہر

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا تقوم الساعة حتى يقبض العلم وتكثر الزلازل الخ". (الصحيح للبخاري، أبواب الاستسقاء، باب ما قيل في الزلازل والآيات: ۱/۱۴۱، قديمي)

(۲) (الزلزال: ۱)

(۳) (الحج: ۱)

(۴) (الفتاویٰ عزیزی (اردو) کتاب التفسیر والتشریح، زلزلہ کی حقیقت، ص: ۶۹، سعید)

(۵) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه: "إن جهنم استأذنت ربها، فنفسها في كل عام مرتين، فشدة —

اسباب موسم کے تغیر اور سورج کی شعاعوں سے اس کا ظہور ہوتا ہے جس کو سب جانتے ہیں اور جنتریوں میں چھپا ہوا ہے۔

سائنسدانوں کا قول وحی نہیں ہے جس کے تسلیم کرنے یا وحی کے ساتھ متعارض ہونے کی صورت میں تعارض رفع کرنے کی ذمہ داری عائد ہو، ہم ہوسکتا ہے کہ جہنم کے سانس کا اثر ابتداءً سورج پر پڑتا ہو جو لوگوں سے مخفی ہو اور سورج کے واسطے سے زمین پر پھیلتا ہو جس کو اور لوگ بھی دیکھتے ہوں، اس طرح ممکن ہے کہ کثرت معاصی کی بناء پر زمین کے سوراخوں میں ہوا کا دخل یا خروج ہوتا سائنس داں معلوم کرکے بتادیتے ہوں کہ زلزلہ آنے کو ہے، ایک چھوٹا سا رسالہ "اخبار الزلزلہ" ہے جو اس موضوع پر ہے، اس کو ملاحظہ کیا جائے۔

۲... یہ سند صحیح سے مروی نہیں، محدثین نے اس کو موضوع لکھا ہے، جیسا کہ موضوعات کبیر میں ہے(۱)۔

چاند سورج کے معلق یا غیر معلق ہونے کے متعلق بحث کرنا موضوعِ فقہ وعقائد سے خارج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۹۳ھ۔

عصر کے بعد مطالعہ کے متعلق حدیث کی تحقیق

سوال[۱۰۹۸]: کیا کوئی ایسی حدیث جس میں عصر کے بعد مطالعہ کی ممانعت کی گئی ہو موجود ہے؟ تسلی بخش جواب مطلع فرمائیں۔ فقط۔ حسام الدین رامپوری کمرہ نمبر ۳۹، دار جدید دارالعلوم دیوبند۔

= الشمس من حر جهنم، و شدة البرد من زمهريرها". (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة رضي الله تعالى عنه: ۳/۳۹۳، المكتبة الإسلامي بيروت)

(۱) قال الملا علي القاري: "فصل: ومنها: أن يكون الحديث مما تقوم الشواهد الصحيحة على بطلانه... قال بعد ذكر أحاديث: "ولا ريب أن هذا وأمثاله من وضع الزنادقة أهل الكتاب الذين قصدوا السخرية والاستهزاء بالرسل وأتباعهم..... وذكر بعد صفحة الحديث فقال: "ومن هذا: أي الأحاديث الباطلة حديث: "إن الأرض على صخرة، والصخرة على قرن ثور، فإذا حرك الثور قرنه تحركت الصخرة فتحركت الأرض، وهي الزلزلة". (الموضوعات الكبرى للملا علي القاري، ص: ۴۲۰، قديمي)

جو روایت بیان کی گئی ہے وہ مراقی الفلاح میں موجود ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱/۳/۸۹ھ۔

توبہ سے متعلق ایک روایت کی تحقیق

سوال[۱۲۷۱]: ایک کتاب میں ایک حدیث نظر سے گذری گو اسلوب ولہجہ اور طرزِ عبارت حدیث سے جداگانہ محسوس ہوتا ہے، دو تین کتابوں میں دیکھا مگر کہیں سند نہ ملی، اگر موقع ہو تو تحریر فرمائیں اس کا ماخذ کیا ہے:

"شاب التائب التارك شهوته لأجل بمنزلة ملائكة"۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"شباب التائب" الخ یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ مجھے نہیں ملی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

استغفار سے متعلق روایت

سوال[۱۲۷۲]: کیا صیغۂ استغفار "استغفر اللہ ربی وأتوب إلیہ" حدیث مرفوع میں ہے اور اس کا اپنے معمول کے مطابق پڑھنا صحیح ہے اور کیا استغفار کے تمام صیغوں کا خلاصہ یہی ہے یا طلب مغفرت میں یہ سب برابر ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جی ہاں حدیث مرفوع میں موجود ہے، صیغے مختلف آئے ہیں، ہر ایک اپنی ایک شان رکھتا ہے(۲)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۳/۱/۸۵ھ۔

- جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة، والتوبة من أهمات الإسلام وقواعده المتأكدة". (شرح النووي على مسلم: ۳۵۴/۲، قديمي)

(۱) "لقوله عليه الصلاة والسلام: "من حمل جنازة أربعين خطوة، ... كفرت عنه أربعين كبيرة"" (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۵۷۹، قديمي)

(۲) "استغفر الله وأتوب إليه" (مسند الإمام أحمد: ۲۹۳/۵، رقم الحديث، دار إحياء التراث العربي)

(وسنن النسائي، باب ... ۲۷۴/۳، ۹۳، دار الكتب)

"من استغفر للمؤمنین والمؤمنات الخ" حدیث کی تشریح

سوال [۱۲۷۳]: کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ "من استغفر للمؤمنين والمؤمنات كل يوم سبعاً وعشرين مرة أو خمساً وعشرين مرة -أحد العددين- كان من الذين يستجاب لهم، ويرزق بهم أهل الأرض"۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"من استغفر للمؤمنين والمؤمنات كل يوم سبعاً وعشرين مرةً، كان من الذين يستجاب لهم، ويرزق بهم أهل الأرض". (طب عن أبي الدرداء رضي الله تعالى عنه) (كنز العمال، ص: ۱۲۰، الكتاب الثاني من حرف الهمزة في الأذكار من قسم الأقوال)(۱)۔ البتہ یہ حدیث صحاح میں نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۵/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۵/۹۳ھ۔

تحقیق "احدث"

سوال [۱۲۷۴]: حدیث شریف میں "احدث" کی تحقیق مطلوب ہے، میں سمجھتا ہوں کہ "من احدث" کے معنی "نئی چیز کے نکالنا" یہ سمجھ صحیح ہے یا غلط؟ کس قاعدے سے یہ معلوم ہو کہ یہ نئی چیز "ما لیس منہ" میں ہے یا نہیں؟ امثال دے کر سمجھا دیجئے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قال في مبارق الأزهار: "من أحدث" أي أتى بأمر جديد في أمرنا الذي نشتغل به "ما ليس منه". أي شيئاً لم يكن له سند ظاهر أو خفي من الكتاب والسنة، "فهو رد": أي

---

(۱) (كنز العمال: ۱/۴۷۴، مكتبة التراث الإسلامي)

(وكذا في مجمع الزوائد للهيثمي: ۵: ۸۱، ۸۲، القدسي)

(والتاريخ الكبير: ۲: ۱۶۳، بيروت)

الذي أحدثه مردود ھ" مبارق الأزھار ۱/۲۷(۱)۔

"البدعة معنی لغوي عام هو المحدث مطلقاً عادة أو عبادة، ومعنی شرعي خاص هو الزيادة في الدين أو النقصان منه الحادثات بعد الصحابة بغير إذن من الشارع لا قولاً ولا فعلاً، ولا صريحاً ولا إشارة، فلا تتناول العادات أصلاً، بل تقتصر علی بعض الاعتقادات وبعض صور العبادات، فهذه هي مراده عليه الصلاة والسلام بقوله عليه السلام: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". والبدعة في الاعتقاد هي المنجرة من ضلالة البدعة والمبتدع والهوی وأهل الهواء، فبعضها كفر وبعضها ليست به، ولكنها أكبر من كل كبيرة في العمل حتی القتل والزنا، وليس فوقها إلا الكفر، والبدعة في العبادة وإن كانت دونها لكنها أيضاً منكر وضلال، لا سيما إذا صادمت سنة مؤكدة". الطريقة المحمدية(۲)۔

مثلاً: قبر پر چراغ جلانا، غلاف چڑھانا، قبور پر نذر چڑھانا، بزرگان دین کی ارواح سے مرادیں مانگنا اور ان کو متصرف فی التکوین اعتقاد کرنا وغیرہ وغیرہ۔

براہین قاطعہ، اصلاح الرسوم، بہشتی زیور وغیرہ میں بہت جزئیات وامثلہ موجود ہیں، نیز کتاب المدخل اس باب میں بے نظیر ہے، چار جلدوں میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

"من أحدث في أمرنا هذا" الحدیث کا مطلب

سوال [۱۷۶۵]: حدیث "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد" کیا یہ صحیح حدیث ہے؟ "امر" معنی حکم کے ہیں، احداث اس کو کہتے ہیں جو جدید ہو پہلے نہ ہو، "ما ليس منه" کی ضمیر کس کی طرف راجع ہو رہی ہے جو موجود نہیں ہے؟

فقط الشیخ غلام مرتضیٰ متعلم جامع الہ آباد۔

---

(۱) (مبارق الأزهار: ۱/۲۷، الباب الأول، دار الطباعة العامرة)

(۲) (الطريقة المحمدية، ص: ۸، الفصل الثاني في البدع، مطبع دستگیر لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

"من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد" صحیح ہے، متفق علیہ ہے، بخاری ومسلم میں موجود ہے(۱)۔ "امر" سے مراد امرِ دین ہے، جو چیز امرِ دین سے نہ ہو اس کو ایجاد کرنا اور دین میں داخل کرنا سخت گناہ ہے اسی کو فرمایا گیا ہے کہ یہ "رد" یعنی مردود ہے۔

"منہ" کی ضمیر "امرنا" کی طرف راجع ہے اس حدیث سے جملہ بدعات کا مردود ہونا صاف معلوم ہوتا ہے۔ فتح الباری شرح بخاری: ۲۲۲/۵ میں لکھا ہے:

"هذا الحديث يصلح أن يسمى نصف أدلة الشرع، وهذا الحديث معدود من أصول الإسلام وقاعدة من قواعده، فإن معناه: من اخترع في الدين ما لا يشهد له أصل من أصوله فلا يلتفت إليه، قال النووي رحمه الله تعالى: هذا الحديث مما ينبغي أن يعتني بحفظه واستعماله في إبطال المنكرات وإشاعة الاستدلال به كذلك(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ جمادی الاولیٰ/ ۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد، ۲۰/ جمادی الاولیٰ/ ۶۸ھ۔

"اول ما خلق اللہ نوری"

سوال [۱۴۰۴]: "اول ما خلق اللہ نوری"۔ آیا یہ حدیث ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجمع البحار کے حاشیہ میں اس کو حدیث کہا ہے(۳) "الیواقیت والجواہر میں: ۲۰" میں بھی اس کو حدیث

---

(۱) (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۳۷۱/۱، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الأقضية، كراهة قضاء القاضي وهو غضبان: ۷۷/۲، عيسى الحلبي)

(۲) (فتح الباري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور: ۳۰۱/۵، ۲۵۳، دار الفكر)

(وكذا في السنن الكبرى للبيهقي: ۱۱۹/۱۰، بيروت)

(ومسند الإمام أحمد: ۲۷۰/۶، دار إحياء التراث العربي)

(۳) "وكذلك تأويل قوله صلى الله عليه وسلم: "أول ما خلق الله نوري": أي أول ما خلق الله من الأنوار كان نوري، مختصراً" (مجمع بحار الأنوار، مادة "أول": ۱۰۸/۱، دائرة المعارف العثمانية، الهند)

کہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور میں سے میرا نور پیدا کیا اور پھر میرے نور سے تمام کائنات کو پیدا فرمایا"۔ کیا یہ حدیث درست ہے؟ اگر درست ہے تو "سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون" کے خلاف نہیں؟ یا خدا بھی منقسم ہے؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے جزء بن گئے؟ نعوذ باللہ من ذلک۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱ ۔ یہ دونوں درجۂ صحت کو نہیں پہونچی ہیں کما صرح بہ (۱)۔

۲ ۔ کتب صحاح میں یہ حدیث موجود نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

حدیث "لولاک لما خلقت الأفلاک" اور "أنا من نور الله" کی تحقیق

سوال[۱۴۷]: مکرمی جناب مفتی صاحب! سلام مسنون

گذارش یہ ہے کہ براہ کرم ذیل میں لکھی ہوئی حدیثوں کی صحت کے بارے میں تفصیل جواب مرحمت فرمایئے۔ حدیث: "لولاک لما خلقت الأفلاک"۔ دوسری حدیث: "أنا من نور الله، والخلق كلهم من نوري"۔

راقم محمد اکرام انصاری مولی محل

الجواب حامداً ومصلیاً:

پہلی روایت لفظاً موضوع ہے، معناً صحیح ہے(۲) دوسری روایت مصنف عبدالرزاق میں ہے(۳)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (راجع، ص: ۸۱، رقم الحاشیة: ۲)

(۲) "قال العلامة الملا علي القاري: "لولاك لما خلقت الأفلاك"، قال الصغاني: إنه موضوع، كذا في الخلاصة، لكن معناه صحيح، فقد روى الديلمي رحمه الله تعالى عن ابن عباس رضي الله عنهما مرفوعاً –

"لولاك لما خلقت الأفلاك" "لولاك لما أظهرت الربوبية"، "علماء من أمتي كأنبياء بني اسرائيل"، "أنا أحمد بلا ميم، وأنا عرب بلا عين" کی تحقیق

سوال[۲۸۰۰]: ۱... حدیث: "لولاك لما خلقت الأفلاك"، "لولاك لما أظهرت الربوبية"، "علماء من أمتي كأنبياء بني اسرائيل"، "أنا أحمد بلا ميم، وأنا عرب بلا عين" ۔ کیا یہ حدیثیں درست ہیں، ضعیف ہیں یا موضوع؟ جیسا حکم ہو تحریر فرمادیں۔

۲... قضائے عمری جو جمعۃ الوداع کے دن پڑھتے ہیں اس کا پڑھنا کیسا ہے؟ کیا تمام عمر کی نمازیں جو قضاء ہوئی ہیں معاف ہوجائیں گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... حدیث: "لولاك لما خلقت الأفلاك" قال الصغاني: "إنه موضوع" كذا في خلاصة، لكن معناه صحيح، فقد روى الديلمي عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما مرفوعاً: "أتاني جبرئيل عليه الصلاة والسلام فقال: "يا محمد! لولاك لما خلقت الجنة، ولولاك ماخلقت النار". وفي رواية ابن عساكر: "لولاك ماخلقت الدنيا" الخ اهـ موضوعات كبير(۱)۔

حديث: "علماء أمتي كأنبياء بني إسرائيل" قال الدميري والعسقلاني: لاأصل له، وكذا قال الزركشي، وسكت عنه السيوطي، وأما حديث: "العلماء ورثة الأنبياء" فرواه الأربعة عن أبي

= "أتاني جبريل فقال: يا محمد! لولاك ما خلقت الجنة، ولولاك ماخلقت النار". وفي رواية ابن عساكر: "لولاك ما خلقت الدنيا". (الموضوعات الكبرى، ص: ۱۹۳، قديمي)

"روي في حديث طويل عن سلمان رضي الله عنه. "ولقد خلقت الدنيا وأهلها لأعرفهم كرامتك ومنزلتك عندي، ولولاك ما خلقت الدنيا." (المواهب اللدنية: ۱/ ۸۳)

(وكذا في تذكرة الموضوعات للفتني، ص: ۸۶، بيروت)

(۳) یہ روایت مصنف عبدالرزاق میں ہے، کذا فی ایضاً تذکرۃ الموضوعات للفتنی، ص: ۸۶، بیروت میں موجود ہے۔

(۱) (الموضوعات الكبرى للقاري، ص: ۱۹۳، قديمي)

(وكذا في كشف الخفاء: ۲/ ۲۳۲، مكتبة دار التراث)

للبرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ الخ"۔ موضوعات کبیر(۱)۔

"انا احمد بلا میم، وانا عرب بلا عین" کسی حدیث کی کتاب میں نظر سے نہیں گزری۔ بظاہر یہ دونوں روایت موضوع معلوم ہوتی ہے، واللہ اعلم۔

اور حدیث: "لولاك لما خلقت" الخ "وعصاه لمنی" الخ معنی صحیح ہیں۔

۲... اس طرح قضائے عمری پڑھنے سے عمر بھر کی قضاء نمازیں معاف نہیں ہوتیں اور یہ قضاء عمری شرعاً بے اصل وبدعت ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۳/۵۵ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

حدیث "لولاك لما خلقت الأفلاك"

سوال[۱۶۸۱]: "لولاك لما خلقت الأفلاك"۔ "لولاك لما خلقت الدنیا"۔ ان دونوں میں سے کس کے الفاظ صحیح ہیں، حدیث پاک کی کس کتاب میں مذکور ہیں اور باب وصفحہ تحریر فرمایئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"لولاك لما خلقت الأفلاك" کو مولانا تھانوی نے امداد الفتاوی ج۴ص:۹۰ (۳) میں اور مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی نے فتاوی عزیزی، ج۱/ص۱۲۵ میں (۴) موضوع لکھا ہے، علامہ شوکانی نے الفوائد المجموعة فی الأحادیث الموضوعة، ص: ۱۰۸ میں موضوع بتایا ہے(۵)، لیکن ملا علی قاری رحمہ اللہ

(۱) (الموضوعات الکبری، ص: ۱۵۹، المجتبائی)

(۲) (الدر المختار، باب القضاء الفوائت: ۲/۷۶، سعید)

اور علامہ عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید پر مستقل رسالہ تالیف فرمایا ہے، دیکھئے: (رسالہ ردع الإخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان" من مجموعہ رسائل اللکنوی: ۴/۳۴۹، إدارة القرآن کراچی)

(۳) (امداد الفتاوی: ۴/۹۷، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(۴) (فتاوی عزیزی: ۱/۱۲۲، رحیمیہ دیوبند)

(۵) (الفوائد المجموعة فی الأحادیث الموضوعة، ص: ۳۲۶، باب فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، المطبعة السنة المحمدیة)

www.ahlehaq.org

تعالیٰ نے موضوعات کبیر، ص: ۱۰۱، میں تحریر فرمایا ہے: "لولاك لما خلقت الأفلاك" قال الصغاني: موضوع، كذا في الخلاصة، لكن معناه صحيح، فقد روى الديلمي عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما مرفوعاً: "أتاني جبرئيل فقال: يا محمد صلى الله عليه وسلم! لولاك لما خلقت الجنة، ولولاك لما خلقت النار" وفي رواية ابن عساكر: "لولاك لما خلقت الدنيا" (۱)۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کے الفاظ موضوع ہیں مگر معنی صحیح ہیں، اسی عبارت سے حدیث "لولاك لما خلقت الدنيا" کا حال بھی معلوم ہوگیا کہ اس کو ابن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

"أنا أحمد الخ" کیا حدیث ہے؟

سوال [۱۴۸۲]: مندرجہ ذیل حدیث کے بارے میں زید اور بکر کا اختلاف ہے، زید کہتا ہے کہ حدیث قدسی ہے، بکر کہتا ہے کہ حدیث قدسی نہیں ہے، حدیث یہ ہے: "أنا أحمد، لأنهم أنا فوق العرش أحمد، وفي السماء أحمد، وفي الأرض محمد، وبشرى محمود"۔ براہ کرم جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

کتبِ حدیث میں یہ روایت نہیں ملی، محدثین نے ایک ایک حدیث کو سند کے ساتھ اپنی کتب میں جمع فرمادیا ہے، جو شخص اس کو حدیث قدسی وغیرہ کہتا ہے اس سے پورا حوالہ دریافت کیا جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۰/۹۲ھ۔

حدیث "کنت کنزاً مخفیاً" کی تحقیق

سوال [۱۴۸۳]: یہ روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ خود کو ظاہر کروں، پس میں نے عالم کو پیدا کیا"۔ اس کے عربی الفاظ کیا

---

(۱) (الموضوعات الكبرى، ص: ۱۹۴، قديمي)

(وكذا في كشف الخفاء: ۲/۲۳۲، دار التراث)

(وكذا في المصنوع في معرفة الحديث الموضوع، ص: ۱۴۲، إدارة نشر الثقافة النعمانية كراچي)

www.ahlehaq.org

کیا؟ یہ حدیث کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"حدیث: "کنت کنزاً مخفیاً لا أعرف، فأحببت أن أعرف، فخلقت خلقاً عرفتهم بي فعرفوني". قال ابن تيمية: ليس من كلام النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ولا يعرف له سند صحيح ولا ضعيف، وتبعه الزركشي والعسقلاني، ولكن معناه صحيح مستفاد من قوله ﴿وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون﴾: أي يعرفون كما فسره ابن عباس رضي الله تعالى عنهما" اهـ. (موضوعات کبیر، ص: ٦٤)(۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت بے سند ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام نہیں، البتہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کے معنی کی ایک درجہ میں تائید ہوتی ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

"کنت کنزاً مخفیاً" الحدیث

سوال[۱۴۸۴]: ایک مولوی صاحب نے ایک حدیث بیان کی تھی کہ "کنت کنزاً مخفیاً فأحببت أن أعرف فخلقت الخلق الخ" اور اس حدیث کا مطلب یہ بیان کیا تھا کہ تمام اشیاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ لگے ہوتے ہیں، کیا ایسا مطلب لینا صحیح ہے؟ براہ مہربانی اطلاع فرمائیں۔

نوٹ: حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ترجمہ قرآن میں سورہ طلاق کی آخری آیت ﴿إن الله قد أحاط بكل شيء علماً﴾ کے بارے میں حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ: "کنت کنزاً" گویا یہ حدیث محدثین کے نزدیک صحیح نہیں ہے، غالباً یہ حدیث اس آیت سے مستفاد ہے، أو كما قال، لیکن میری سمجھ میں نہیں

---

(۱) (موضوعات الكبرى، ص: ١٤٠، مجتبائي)

(وكذا في كشف الخفاء، ٢/ ١٩١، المكتبة الغزالي)

(وأيضاً في المصنوع في معرفة الحديث الموضوع، ص: ١٤١، دار نشر الثقافة النعمانية كراچی)

(۲) (كشف الخفاء للعجلوني، ٢/ ١٣٢، المكتبة الغزالي)

(وكذا سيأتي تخريجه تحت عنوان: "كنت كنزاً مخفياً" الحديث)

www.ahlehaq.org

ہے کہ حدیث اس آیت سے کیسے مستفاد ہے۔ برائے کرم اس حدیث کے ساتھ اس آیت کے تعلق کو سمجھا کر ثواب دارین حاصل کریں۔

سائل محمد سیف اللہ بردوان مغربی بنگال۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ان مولوی صاحب کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی معرفت دنیا کی ہر چیز سے ہو سکتی ہے اور ہر شی سے وجود خداوندی اور قدرت خداوندی پر استدلال کیا جاسکتا ہے تو یہ حق بات درست ہے(۱) یعنی نتیجہ صحیح نکالا ہے۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ: "کنت کنزاً مخفیاً" وغیرہ میں جو چیزیں مذکور ہیں یہ یا اور ذوق میں پائی جاتی ہیں ان کا ثبوت اس آیت سے نہیں ہوسکتا ہے یا محض علم بعموم قدرت پر نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۲/۸۸ھ۔

---

(۱) "كنت كنزاً لا أعرف الخ" وفي لفظ "فعرفتهم بي فعرفوني" قال ابن تيمية: ليس من كلام النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ولا يعرف له سند صحيح ولا ضعيف، وتبعه الزركشي والحافظ ابن حجر في اللآلي والسيوطي وغيرهم. وقال القاري: لكن معناه صحيح مستفاد من قوله تعالى: ﴿وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون﴾ أي ليعرفوني، كما فسره ابن عباس رضي الله تعالى عنهما. والمشهور على الألسنة: "كنت كنزاً مخفياً فأحببت أن أعرف، فخلقت خلقاً فبي عرفوني" وهو واقع كثيراً في كلام الصوفية، واعتمدوه، وبنوا عليه أصولاً لهم". (كشف الخفاء للعجلوني: ۲/۱۳۲، دار إحياء التراث العربي)

(وكذا في المصنوع في معرفة الحديث الموضوع، ص: ۱۴۱، دار مطبع الثقافة الإسلامية كراچی)

وقال الإمام المفسر الآلوسي في روح المعاني عند تفسير قوله تعالى: ﴿وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون﴾: "وقد جاء "كنت كنزاً مخفياً، فأحببت أن أعرف، فخلقت الخلق لأعرف". ذكره الحافظ سعد الدين سعيد الفرغاني في "منتهى المدارك" وذكر غيره كالشيخ الأكبر في الباب المائة والتسعة والستين من "الفتوحات" بلفظ آخر". (كشف الخفاء: ۲/۱۳۲)

"ليس مني ولست منه" کا مطلب

سوال[۱۲۸۶]: حدیث "لیس منی ولیس منہ" سے متعلق کہنے والے کہ "یہ صرف ڈرانا ہے، معناً کچھ نہیں" کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"لیس منی ولیس منہ" کا استعمال مطلقاً ترہیب کے لئے قرار دینا صحیح نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۳۰/۱۰/۹۲ھ۔

"لو كان موسى وعيسى حيين" کی تحقیق

سوال[۱۲۸۷]: یہاں ایک قادیانی مولوی صاحب کی اور پادری صاحب کی بحث چل کر "لو کان موسی وعیسی حیا" پر ٹھہر گئی۔ قادیانی مولوی حدیث کی کتب سے یہ الفاظ بتلادے تو پادری کے جامع مسجد کو پچاس روپیہ دینے پر بات ٹھہری ہے، قادیانی مولوی نے لاہور کی لائبریری سے کتب منگا کر بتلانا قبول کیا ہے اور لائبریری کو لکھا ہے مندرجہ ذیل کتب ارسال کرنے کو لکھا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث ان کتب میں ہے۔ آپ تحریر فرمائیں کہ یہ کتب حدیث کی کتب ہیں یا نہیں؟ ۱- زرقانی علی مواہب اللدنیہ۔ ۲- الیواقیت والجواہر۔ ۳- شرح فقہ اکبر۔ ۴- مدارج السالکین۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... زرقانی مواہب لدنیہ کی شرح ہے، حدیث شریف میں ہے (۲)۔

---

(۱) "قوله: "فليس مني" إن كانت الرغبة بضرب من التأويل يعذر صاحبه فيه، فمعنى أنه ليس مني، أي ليس على طريقتي، ولا يلزم أن يخرج، وإن كانت الرغبة إعراضاً فمعنى "ليس مني" ليس على ملتي؛ لأن اعتقاد ذلك نوع من الكفر الخ". (حاشية صحيح البخاري: ۲/۷۵۸، رقمها ۱۰، كتاب النكاح، قديمي)

(۲) "المواهب اللدنية بالمنح المحمدية" في السيرة النبوية في مجلد، للشيخ أحمد القسطلاني المصري، وشرح المواهب للعلامة خاتمة المحدثين محمد الزرقاني المصري، المتوفى ۱۱۲۲ھ، وأتى شرحاً حافلاً في أربع مجلدات جمع فيه أكثر الأحاديث المروية في شمائل المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم". (كشف الظنون: ۲/۱۸۹۲، ۱۸۹۵، بتغيير يسير، مكتبة المثنى، بيروت)

۲. . . الیواقیت والجواہر میں شیخ اکبر کی فتوحات مکیہ کے متعلق مقامات کو نقل کیا گیا ہے۔ روایات حدیث جمع کرنے کا اس میں اہتمام نہیں، بلکہ علم الاسرار وعلم التصوف کے مضامین کو بیان کیا ہے(۱)۔

۳. . شرح فقہ اکبر علم کلام میں ہے، علم حدیث میں نہیں(۲)۔

۴. . مدارج السالکین ہمارے پاس موجود نہیں، اس کے نام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی تصوف میں ہے(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۸/۵۵ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، یکم/ رمضان/ ۱۳۵۵ھ۔

یہ الفاظ روایات صحیحہ کے خلاف ہیں، صحیح روایت میں صرف: "لو کان موسی" ہے، عیسی نہیں ہے۔ اگر تفصیل اس بحث کی دیکھنی ہو تو "عقیدۃ الاسلام فی حیوۃ عیسی علیہ السلام" دیکھو(۴)۔ فقط سعید احمد غفرلہ۔

---

(۱) "الیواقیت والجواهر فی بیان عقائد الأکابر" للشیخ عبد الوهاب الشعراني، ألفه في العقائد، حاول فیه المطابقة بین عقائد أهل الکشف وعقائد أهل الفکر لم یسبقه إلیه أحد" (کشف الظنون: ۲/ ۲۰۵۳، مکتبة المثنی بیروت)

(۲) "الفقه الأکبر" في الکلام للإمام الأعظم أبي حنیفة نعمان بن ثابت الکوفي، وشرحه لمولانا علي القاري في مجلد وسماه منح الأزهر". (کشف الظنون ۲/ ۱۲۸۷، مکتبة المثنی بیروت)

(۳) "مدارج السالکین إلی رسوم طریق العارفین" للشیخ عبد الوهاب الشعراني، رتب علی خمسة أبواب، الأول من ذکر سنده الثاني في آداب المرید الثالث في أدب المرید مع شیخه، الرابع في أدابه مع إخوانه، الخامس في مقالات الشیوخ". (کشف الظنون ۲/ ۱۶۴۰، مکتبة المثنی بیروت)

(۴) جاء في حق موسی علیه السلام: "لو أن موسی کان حیاً ما وسعه إلا اتباعي" . . . وحیثما وقع ذکر عیسی أیضاً کما في نسخة تفسیر ابن کثیر . . . فمن سهو الناسخین قطعاً ویقیناً، ولا أصل له في کتاب من کتب الحدیث، وقد وقع في بعض المواضع من غیر کتب الحدیث بذکره، وهو کما قلنا من قلم الناسخین الخ" (مجموعة رسائل الکشمیري، لا وجود لحدیث: "لو کان موسی وعیسی حیین لما وسعهما إلا اتباعي" في کتاب من کتب الحدیث ۲/ ۹۰، ۹۱، إدارة القرآن کراچی)

"جزى الله عنا محمداً ما هو أهله" کی فضیلت

سوال[۱۲۸۸]: فضائلِ درود شریف مصنفہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ میں: "جزى الله عنا محمداً ما هو أهله" کی بڑی فضیلت لکھی ہے، کیا صحیح ہے، اور کب کب کیسے کیسے پڑھا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جی ہاں صحیح ہے(۱) جب جب جیسے جیسے دل چاہے پڑھا جائے، نہ وقت کی تعیین ہے، نہ کسی خاص ہیئت کی تعیین ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔

"إن للقرآن ظهراً وبطناً"

سوال[۱۲۸۹]: "إن للقرآن ظهراً وبطناً إلى سبعين البطن" وفي رواية: "إلى سبعين بطناً"۔ اس کا ترجمہ کیا ہے اور یہ حدیث ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجھے اس طرح یہ کسی حدیث کی کتاب میں دیکھنا یاد نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (کنز العمال للمتقی الهندی: ۱۰۰۹۳، دار التراث الإسلامی)

(۲) البتہ مشکوۃ میں ایک حدیث درج ذیل الفاظ میں مذکور ہے:

"وعن ابن مسعود رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أنزل القرآن على سبعة أحرف، لكل آية منها ظهر وبطن، ولكل حد مطلع". رواه في شرح السنة". (مشكوة المصابيح: ص۳۵، كتاب العلم، الفصل الثاني، قديمي)

(وكذا في اتحاف السادة المتقين: ۲/۵۲۰، بيروت)

(والمغني للعراقي: ۱/۹۹، عيسى الحلبي)

(ومرقاة المفاتيح: ۱/۴۹۵-۴۹۹، رقم الحديث: ۲۳۸، رشيدية)

www.ahlehaq.org

"طلب العلم فریضة علی کل مسلم" کی تشریح

سوال [۱۰۹۰]: حدیث شریف میں آیا ہے: "طلب العلم فریضة علی کل مسلم" اس سے علم دین کی کتنی مقدار مراد ہے؟ مفصل جواب تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

جتنی مقدار کے ذریعہ سے عقائد حقہ و فاسدہ، فرائض، واجبات اور محرمات کو سمجھا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

"من صلی خلف عالم تقی" کس کتاب میں ہے؟

سوال [۱۰۹۱]: "جس نے ایک نماز کسی پرہیزگار امام کے پیچھے پڑھی اس نے گویا بنی اسرائیل کے ایک نبی کے پیچھے نماز پڑھی اور جس نے کسی عالم باعمل متقی کے پیچھے نماز پڑھی اس نے گویا میرے پیچھے نماز پڑھی" یہ حدیث کس کتاب حدیث میں آیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہدایہ میں یہ روایت ہے: "من صلی خلف عالم تقی فکأنما صلی خلف نبی" (۲) نصب الرایہ: ۲۶/۲ (۳) میں اس کو غریب لکھا ہے، دوسری تخریج نہیں کی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔

---

(۱) قال الحافظ ابن حجر: "والمراد بالعلم العلم الشرعي الذي يفيد معرفة ما يجب على المكلف من أمر دينه في عباداته ومعاملاته، والعلم بالله وصفاته، وما يجب له من القيام بأمره وتنزيهه عن النقائص الخ". (فتح الباري: ۱/۱۴۱، دار الفكر بيروت)

(وكذا في رد المحتار، مطلب فرض العين الخ: ۱/۴۲، سعيد)

(ومرقاة المفاتيح، كتاب العلم، الفصل الأول: ۱/۴۴۳، رشيديه)

(۲) (الهداية، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۱۲۸)

(۳) "الحديث الحادي والعشرون: قال عليه السلام: "من صلى خلف عالم تقي فكأنما صلى خلف نبي". قلت: غريب". (نصب الراية، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۲/۲۶، مكتبه حقانيه) =

www.ahlehaq.org

"لا طاعة فی المعصیة" کی ترکیب نحوی

سوال[۱۲۴۲]: گزارش ہے کہ حدیث کی عبارت: "لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق" میں بحث ہے، امیر اللہ ظفیر کا کہنا ہے کہ اس میں "لا طاعة" فعل نفی مشتق ہے، جو ب تعلق سے اور "لمخلوق" مفعول ہے، "لا طاعة" کی اور دلیل یہ ہے کہ "لا" اسم پر داخل نہیں ہوتا۔ لیکن زین العابدین کا کہنا ہے کہ اس میں "لا" مشابہ بلیس ہے اور اسم مصدر ہے۔ لہٰذا آپ فیصلہ فرمائیں کہ کس فریق کی بات صحیح ہے؟

عبداللہ خان چمپارن

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث کے الفاظ تو یہ ہیں: "لا طاعة لمخلوق فی معصیة" اس میں لائے نفی جنس ہے، "لا" مشابہ بلیس نہیں ورنہ اس کا اسم مرفوع ہوتا ہے، جیسے۔

وكن لي شفيعاً يوم لا ذو شفاعة — بمغن فتيلا عن سواد بن قارب

اور "لا طاعة" کو باب تفاعل سے ماضی منفی کہنا تو بالکل صریح البطلان ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۹۳ھ۔

حدیث "من تزیا بغیر زیه الخ" کی تحقیق

سوال[۱۲۴۳]: "من تزيا بغير زيه فقتل فدمه هدر" جس کو حضرت شاہ صاحب مرحوم مغفور نے ایک جن صحابی کی طرف سے روایت کیا ہے اور اکابر دیوبند بھی اس روایت کو حضرت شاہ صاحب سے مسلسل نقل کرتے ہیں، اس روایت کا محدثین کرام کے نزدیک کیا مقام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے متعلق علامہ سخاوی نے "المقاصد الحسنة" ص:۴۹۲ میں لکھا ہے: "من تزيا بغير زيه فقتل فدمه هدر" ليس له أصل يعتمد، ويحكى في حكايات منقطعة أن بعض الجن حدث به، إما عن

(وكذا في تذكرة الموضوعات، ص: ۲۰۴، بيروت)

(وفي كشف الخفاء للعجلوني: ۲/۲۴۰، ۳۵۵، مكتبة دار التراث)

علی رضی اللہ عنہ مرفوعاً واما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلا واسطۃ مالم یثبت فیہ شیء" (۱) یعنی اس کی کوئی اصلی اعتبار اصل نہیں، بعض جنات کی حکایات نقل کی جاتی ہیں جو کہ سند کے اعتبار سے منقطع ہیں اور کوئی چیز بھی ثابت نہیں، یہی مضمون ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی الموضوعات الکبیر (۱) اور اس فن کی دیگر کتب میں ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۴/۱۳۹۹ھ۔

"من قال: لا إله إلا الله دخل الجنة" کا مطلب

سوال [۱۲۹۴]: حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ: "من قال: لا إله إلا الله، فقد دخل الجنة"۔ مدعی نے دعویٰ کیا ہے کہ اگر کسی کافر نے اس حدیث کو پڑھ لیا تو کافرانہ اعمال کی سزا دینے کے بعد ایک نہ ایک دن اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ان کا دعویٰ ہے کہ حدیث میں لفظ "من" عام ہے، اس میں کافر و مسلم سب برابر ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ لفظ "من" کے تحت میں ایمان شرط ہے یا نہیں؟ اگر ایمان شرط ہے تو کافر کو کیسے جنت میں داخل کیا جائے گا؟ اگر ایمان شرط نہ ہو تو اس کی کیا دلیل ہے؟ حدیث و قرآن کی روشنی میں مدلل جواب تحریر فرمائیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس قول میں جنت کی بشارت ہے جب کہ تصدیق قلبی کے ساتھ ہو، اسی کا نام ایمان ہے، اس کے بعد آدمی کافر نہیں رہے گا۔ کافر جنت میں نہیں جائیگا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۷/۹۱ھ۔

---

(۱) (المقاصد الحسنة، ص: ۴۰۳، رقم الحديث: ۱۰۹۹، حرف الميم، مكتبة الخانجي، بمصر)

(۲) (الموضوعات الكبير، ص: ۲۲۶، قديمي)

(۳) (المصنوع في معرفة الحديث الموضوع، ص: ۱۸۰، سعيد)

(وتذكرة الموضوعات ص: ۱۵۸، بيروت)

(وكشف الخفاء، ۲/ ۳۳۳، مكتبة دار إحياء التراث)

(۳) قال علي القاري: "دخل الجنة (أي من قال: لا إله إلا الله) دخولاً أولياً إن لم يصدر عنه ذنب بعد الإيمان أو ذنب وتاب أو عفا الله عنه أو دخولاً أخروياً، فإن الله لا يضيع أجر من أحسن عملاً، أو معناه =

"من قال لا إله إلا الله الخ"

سوال[۱۲۹۵]: حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ پیغمبر علیہ السلام اعلان بشارت پہ تنبیہ فرمودہ: "من قال: لا إله إلا الله دخل الجنة" بعد اعلان ایں گوید: "فضرب عمر فخررت لاستی" أو کما قال۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایں حدیث مفصلاً بحوالہ صحیح مسلم ومشکوٰۃ المصابیح ص: ۱۵ مذکور است (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۳/۹۹ھ۔

"صاحب الورد وتارك الورد" الحديث

سوال[۱۲۹۶]: "من أراد العبادة وبر الى فقد أشرك بالله ومن قال "لا إله إلا الله محمد رسول الله بعد المربعة فقد كفر بالله، صاحب الورد مأمون وتارك الورد ملعون"۔

ایک کتاب ہے جناب حافظ محمد زبیر الزمان صاحب کی تالیف شدہ کتاب مذکور چند جزئیات کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کے ص: ۱۷ مرغوب القلوب [illegible] تحریر ہے جس میں یہ حدیث شریف قدسی کے عنوان سے مکتوب ہے، ظاہری الفاظ سے حدیث صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ بندہ کا ناقص فہم اسی کا قائل ہے، اگر بالفرض مذکور حدیث مکتوب صحیح العبارۃ ہو تو اس کے کیا معنی ہیں اور احادیث کی کون سی کتاب میں ہے؟ مدلل جواب مطلوب ہے۔

= مستحق دخول الجنة." (مرقاة المفاتيح: ۱/۲۰۲، كتاب الإيمان، حقانيه پشاور)

(وكذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم: ۱/۳۱، قديمي)

وفي كشف الخفاء للعجلوني: "من قال لا إله إلا الله مخلصاً دخل الجنة" (۲/۳۴۲، مكتبه دار التراث)

(وكذا في مجمع الزوائد للهيثمي: ۱/۱۹۰، القدسي)

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، الفصل الثالث، ص: ۱۵، قديمي)

(والصحيح لمسلم، باب الدليل على أن من مات على التوحيد: ۱/۴۲، قديمي)

(وكذا في كشف الخفاء للعجلوني: ۲/۳۴۲، مكتبه دار التراث)

الجواب حامداً ومصلیاً:

میں نے کسی حدیث کی کتاب میں یہ عبارت بعنوان حدیث نہیں دیکھی، ظاہری علوم کے لحاظ سے اس کو حدیث کہنا بھی صحیح نہیں، بعض لفظ بالکل حدیثِ صحیح کے خلاف ہیں:

"عن المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقول فی دبر کل صلوۃ مکتوبۃ: "لا إلہ إلا اللہ وحدہ لا شریک لہ" الحدیث مشکوۃ شریف، ص: ۸۸ (۱)۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱/۹۵ھ۔

"نم کنومۃ العروس" پر اشکال

سوال[۱۲۴۷]: "نم کنومۃ العروس" جس کا خلاصہ یہ ہے کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہوگا قبر کے اندر "پہلی رات کی دلہن کی طرح سوجا، بغیر کسی طرح کے کھٹکے" (۲)۔ اب الجھن یہ ہے کہ آج کل کے ماحول کے اندر دلہن کو تقریباً پہلی ہی رات کے اندر خوب بے اطمینانی اور خدشہ رہتا ہے کیونکہ اجنبی دولہا کی ملاقات

www.ahlehaq.org

---

(۱) (مشکوۃ المصابیح، قدیمی)

(وکذا فی صحیح البخاری: ۱/۱۲۱، دارالفکر)

(وفتح الباری: ۲/۳۲۵، دارالفکر بیروت)

(وکشف الخفاء للعجلونی: ۲/۳۹۸، مکتبۃ دارالتراث)

(۲) "وأخرج جویبر فی تفسیرہ عن الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: شھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازۃ رجل من الأنصار ... (إلی أن قال) "فیقولان: ما دینک؟ فیقول: دینی الإسلام، فیقولان: من نبیک؟ قال: محمد، فیقولان: وما یدریک؟ قال: قرأت کتاب اللہ وآمنت بہ وصدقت، وینتھرانہ عندھا، وھی أشد فتنۃ تعرض علی المؤمن، فینادی مناد من السماء: قد صدق عبدی، فافرشوہ من فرش الجنۃ، وأکسوہ من کسوتھا، وطیبوہ من طیبھا، وافسحوا لہ فی قبرہ مد البصر، والنحو الہ بابا من أبواب الجنۃ عند رأسہ، وبابا عند رجلیہ، ثم یقولان لہ: نم نومۃ العروس فی حجلتھا، ولم تذق عذاب القبر ... الخ". (شرح الصدور فی أحوال الموتی والقبور، باب فتنۃ القبر وسؤال الملکین: ۱۲۷، ۱۲۹، دارالمعرفۃ بیروت)

ہے، جہاں گھبراہٹ ہونا فطری ہے۔ اس وجہ سے مذکورہ بالا حدیث کے مفہوم کو سمجھنے میں دشواری ہورہی ہے اس کا حل اور تطابق فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر پہلے سے محبت ہو اور پوری تمنا کے بعد شادی ہو تو پھر بھی گھبراہٹ کا سوال پیدا ہوتا ہے، "لا يوقظه إلا أحب أهله إليه" سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے (۱) نیز تشبیہ کے لئے ہر جزء سے انطباق ( ) ضروری نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/ ۹۷ھ۔

"طعام المیت یمیت القلب" حدیث نہیں

سوال [۲۹۸]: میت کے ایصالِ ثواب کے لئے جو شیرنی بنائی جاتی ہے وہ یہاں کے رواج کے مطابق یہاں کے غرباء اور امراء سب ہی کھاتے ہیں، پھر "طعام المیت یمیت القلب" کا کیا مطلب ہے؟ اور وہ کون سا طعام ہے اور کیا یہ حدیث ہے اور مذکورہ شیرنی کیا سب ہی لوگوں کو کھانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میت کے لئے ایصالِ ثواب کرنا ہو تو کھانا وغیرہ غریبوں کو دیا جائے، مالدار اس کے مستحق نہیں۔ "طعام المیت یمیت القلب" حدیث نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایصالِ ثواب کا کھانا غیر مستحق کھائے تو اس کا دل مردہ ہوجاتا ہے اس کو خیر وشر کی تمیز نہیں رہتی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۵/ ۹۰ھ۔

---

(۱) "وأخرجه الترمذي وحسنه، وابن أبي الدنيا، والآجري في "الشريعة" وابن أبي عاصم في "السنة" والبيهقي في "عذاب القبر" عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا قبر الميت أتاه ملكان أسودان أزرقان، يقال لأحدهما: منكر، وللآخر: نكير، فيقولان له: ما كنت تقول في هذا الرجل؟ ... فيقولان له: نم كنومة العروس الذي لا يوقظه إلا أحب أهله إليه، حتى يبعثه الله من مضجعه ذلك ... الخ". (شرح الصدور في أحوال الموتى والقبور، باب فتنة القبر وسؤال الملكين ۱۳۴، ۱۳۵، دار المعرفة، بیروت)

(۲) كذا في فتاوى عزيزي، شاه عبد العزيز محدث دهلوي رحمه الله تعالى، ص: ۱۸۰، سعيد)

حدیث "من أحیی سنتی الخ" کا حوالہ

سوال[۱۲۰۰]: "من أحیی سنتی فقد أحیانی" او کما قال علیہ السلام۔ اگر یہ حدیث ہے تو اس کتاب کا نام اور کس باب میں ہے؟ مطلع فرمائیں بعض مخالف حضرات کو اس کے ثبوت میں تردد ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"عن علي رضي الله عنه رفعه: "من أحیی سنة من سنتي أمیتت بعدي، فقد أحیاني، ومن أحیاني کان معي". رزین (جمع الفوائد: ۶۷/۱) (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۷/۱۰/۹۵ھ۔

حدیث "من تمسك بسنتي الخ" کا حوالہ

سوال[۱۲۰۱]: "ومن تمسك بسنتي عند فساد أمتي، فله أجر مائة شهید" او کما قال علیہ السلام۔ اس کا حوالہ درکار ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"عن أبي هریرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "من تمسك بسنتي عند فساد أمتي، فله أجر مائة شهید". رواه. مشکوٰة، ص: ۳۰ (۲) (البیهقي في کتاب الزهد من حدیث ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنه) (۳) مرقاة، ص: ۲۵۰ (٤)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۷/۱۰/۹۵ھ۔

---

(۱) (جمع الفوائد، للشیخ محمد المغربي، کتاب الاعتصام: ۱/۴۹، رقم الحدیث: ۱۲۹، المکتبة الإسلامیة، سمندری، پاکستان)

(وکذا في جامع الأصول: ۹/۲۳۹، دار الفکر)

(۲) (مشکوة المصابیح، ص: ۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثاني، قدیمي)

(۳) (کتاب الزهد الکبیر للبیهقي، ص: ۱۱۸، رقم الحدیث: ۲۰۷، مؤسسة الکتاب الثقافیة)

(٤) (مرقاة المفاتیح: ۱/۲۴۲، کتاب الإیمان، باب الاعتصام، الفصل الثاني، رشیدیه)

www.ahlehaq.org

"ولا علي رضي الله عنه" کہہ کر مذکور ہے، پھر مضمون حدیث غالباً اس طرح ہے کہ جتنے لمبے ہوں سب ایسے "ولا عمر"، جتنے قصیر ہوں سب ایسے "الا علي رضي الله عنه".

الجواب حامداً ومصلياً:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قد دراز تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے، کما في صبح الأعشى (۱) وتاريخ الخلفاء (۲)۔ جن "لا، لا" کو آپ نے سوال کیا ہے ان کا نام ونشان مجھ کو حدیث میں نہیں ملا۔ لوگوں کی زبان پر جو چیز آجائے بلا سند اس کو حدیث کہہ دینا درست نہیں (۳)۔ طویل اور قصیر کے بارے میں احمق اور فتنہ ہونا کسی حدیث میں نہیں دیکھا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۸۹ھ۔

حدیث میں دعائے برکت کے الفاظ

سوال [۱۳۰۵]: مشکوٰۃ شریف میں باب المعجزات میں ایک حدیث ہے، یہ طویل حدیث ہے، کہ حدیث کے الفاظ کے درمیان میں یہ ہے: "فيعمل به وبارك ثم عمده اخره". الى اخره (۴)۔

---

(۱) "عمر كان في غاية الطول كان عمر بن الخطاب رضي الله عنه كأنه راكب والناس يمشون لطوله". (صبح الأعشى: ۱/۴۳۰، المقالة الأولى، الباب الأول، الفصل الثاني، النوع السادس عشر، أوصاف جماعة من المشاهير)

(۲) "عن زر قال: خرجت مع أهل المدينة في يوم عيد، فرأيت عمر يمشي حافياً ... طوالاً مشرفاً على الناس كأنه على دابة. ... عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما - أنه وصف عمر فقال: رجل أبيض، تعلوه حمرة، طوال ... عن عبيد بن عمير قال: كان عمر يفوق الناس طولاً ... عن أبي رجاء العطاردي قال: كان عمر رجلاً طويلاً الخ". (تاريخ الخلفاء للسيوطي، ص: ۱۰۳، عمر بن الخطاب رضي الله عنه، فصل في صفته رضي الله عنه)

"وقال سعيد بن المسيب ... كان علي شيخاً سميناً ... ربعة إلى القصر". (تاريخ الخلفاء، المصدر السابق، ص: ۱۳۲، قديمي)

(۳) "عن حفص بن عاصم قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "كفى بالمرء كذباً أن يحدث بكل ما سمع". (الصحيح لمسلم: ۱/۹، المقدمة، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع، قديمي)

(۴) (مشكوة المصابيح، باب في المعجزات، الفصل الأول، ص: ۵۳۲، قديمي)

www.ahlehaq.org

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس حصہ میں "وبارک" کا لفظ ہے، یعنی آپ نے برکت کی دعا فرمائی، وہ برکت کی کیا دعا تھی؟ دعا کے الفاظ کیا ہوں گے؟ یہ مجھے ملے نہیں، براہِ کرم آپ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ دعا یہ تھی کہ "یا اللہ اس تھوڑے کھانے میں برکت دے جو سب کو کافی ہو جائے اور ہم تیری برکت کے محتاج ہیں"۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۸/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۸/۹۲ھ۔

حرمت سے پہلے شراب پینے کی روایت

سوال[۱۲۰۶]: "صحیفہ" نامی ایک پرچہ خانقاہ رحمانی مونگیر سے نکلتا ہے۔ جنوری ۱۹۷۳ء کے پرچہ میں ایک مضمون چھپا ہے، رائٹر فیض الاسلام رحمانی ہیں، انہوں نے اپنے مضمون میں حرمتِ شراب کے تحت یہ واقعہ درج کیا ہے کہ "ایک صحابی نے ایک روز حضرت علی اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما کو دعوت دی اور کھانے کے بعد شراب سے ضیافت فرمائی۔ شراب کے نشہ میں قرآن کی آیات نامناسب انداز میں پڑھ گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہیں بہت صدمہ ہوا اور بارگاہِ خداوندی میں دعا فرمائی کہ اے اللہ! کوئی واضح حکم شراب کے لئے نازل فرما تاکہ اس قسم کی لغویات سے صاحبِ ایمان محفوظ رہیں۔ اس کے بعد ﴿لا تقربوا الصلوٰة وأنتم سكارىٰ﴾ الآیة (۱) نازل ہوئی۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا واقعی تاریخی طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حرمتِ شراب سے پہلے شراب پی تھی؟ یہاں یہ مشہور ہے کہ دو شخص ایسے ہیں جنہوں نے ایمان سے پہلے عالمِ کفر میں بھی شراب نہیں پی۔ ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ ایک صاحب نے اپنے ثبوت میں "احیاء العلوم" امام غزالی رحمہ اللہ کا حوالہ دیا ہے اور بتلایا کہ حضرت علی و حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کبھی شراب نہیں پی۔ پھر ایمان کے عالم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شراب پینا تو اور بھی مذموم فعل ہے۔

اس علاقہ میں اس مضمون کی وجہ سے ایک ہیجانی کیفیت طاری ہے اور یہ واقعہ موضوعِ بحث بن رہا ہے

(۱) (سورۃ النساء: ۴۳)

نزاع کا سبب بن گیا ہے، اس لئے اس کی پوری تحقیق کتب معتبرہ کے حوالہ کے ساتھ ارقام فرما کر مشکور فرمائیں۔

المستفتی: عبدالودود، احسن منزل، صاحب گنج، بہار۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حرمتِ خمر سے پہلے شراب پی کر نماز پڑھانا اور سورہ "قل یا ایھا الکافرون" کو نامناسب طریقہ پر اس میں پڑھنا حدیث وتفسیر کی کتب میں بسند صحیح موجود ہے(۱)۔ جب کہ ایک چیز حرام نہیں تھی تو اس کے استعمال کرنے کا نام ہے، بلکہ کسی صحابی کرام کی طرف سے بدظنی یا تذبذب ہونا غلط ہے، جن کے متعلق شبہات پیدا ہوئے تو آیتِ شریفہ نازل ہوئی: "عن أنس رضي الله عنه قال: كنت ساقي القوم في منزل أبي طلحة، فنزل تحريم الخمر، فأمر منادياً فنادى، فقال أبو طلحة: اخرج فانظر ما هذا الصوت، قال: فخرجت فقلت: هذا منادٍ ينادي: ألا إن الخمر قد حرمت، فقال لي: اذهب فأهرقها، قال: فجرت في سكك المدينة، قال: وكانت خمرهم يومئذ الفضيخ، فقال بعض القوم: قتل قوم وهي في بطونهم، قال: فأنزل الله: ﴿ليس على الذين آمنوا وعملوا الصالحات جناح فيما طعموا﴾" بخاری، ص: ۶۶۴(۲)۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ تحریم سے پہلے پینے والے گنہگار نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۷/۹۳ھ۔

شہید اور جس کا پہلے انتقال ہوا ان میں افضل کون ہے؟ حدیث کی تحقیق

سوال[۱۳۰۷]: ایک شخص شہید ہوتا ہے، دوسرا شخص (نمازی) کا ایک سال کے بعد انتقال ہوتا ہے،

---

(۱) "حدثنا مسدد قال: نا يحيى عن سفيان قال: نا عطاء بن السائب عن أبي عبد الرحمن السلمي عن علي بن أبي طالب أن رجلاً من الأنصار دعاه وعبد الرحمن بن عوف فسقاهما قبل أن تحرم الخمر، فأمهم علي في المغرب، وقرأ ﴿قل يا أيها الكافرون﴾ فخلط فيها، فنزلت: ﴿لا تقربوا الصلوة وأنتم سكارى حتى تعلموا ما تقولون﴾". (سنن أبي داؤد، كتاب الأشربة، باب تحريم الخمر: ۲/۱۶۰، سعيد)
(وكذا في التفسير ابن كثير: ۱/۵۰۰، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۲) (صحيح البخاري، باب قوله: ﴿ليس على الذين آمنوا وعملوا الصلحت﴾ ... إلى قوله: ﴿والله يحب المحسنين﴾: ۲/۶۶۴، قديمي)

یہ دوسرا شخص شہید سے پہلے جنت میں جائے گا۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جتنے اعمال صالحہ شہید نے کئے اور اس کے شہید ہونے پر اس کا سلسلۂ اعمال بند اور ختم ہوگیا: اگرچہ شہادت پر ختم ہوا جو کہ بہت ہی اعلیٰ چیز ہے، لیکن جس شخص نے سال بھر تک اس کے بعد اعمالِ صالحہ کئے (نماز وغیرہ) ظاہر ہے کہ یہ سال بھر کا ذخیرہ معمولی نہیں ہے کہ اس کو نظر انداز کیا جاسکے۔ اس میں فرقِ مراتب کو حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۷/۱۴۰۲ھ۔

لیلۃ القدر کی تعیین کی فراموشی کی روایت

سوال[۱۴۰۸]: مشہور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ القدر متعین کرکے بتلادی گئی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو اس کو مطلع کرنے کے لئے حجرہ مبارکہ سے باہر تشریف لائے، دو شخصوں میں تنازع ہو رہا تھا، آپ ان کے چھڑانے میں مشغول ہوگئے، اس جھگڑے میں اس قدر دیر ہوگئی کہ قلبِ مبارک سے ذہول ہوگیا۔ یہ واقعہ احادیث سے ثابت ہے یا محض زبان زد ہے؟ اگر حدیث شریف سے ثابت ہے تو کس کتاب میں ہے؟ اور اس کے راوی قابلِ اعتبار ہیں یا نہیں؟ اور یہ واقعہ کس سن میں پیش آیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ حدیث جمع الفوائد میں ص: ۳۰۳ پر بخاری، مسلم، ابوداؤد شریف، نسائی، ابن ماجہ کے حوالہ سے

---

(۱) "عن أبي هريرة قال: "كان رجلان من بلي حي من قضاعة أسلما مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، فاستشهد أحدهما، وأخر الآخر سنة، قال طلحة بن عبيد الله: فرأيت المؤخر منهما أدخل الجنة قبل الشهيد، فعجبت لذلك، فذكرت ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم... فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أليس قد صام بعده رمضان، وصلى ستة آلاف ركعة، وكذا وكذا ركعة صلاة سنة؟"

(الترغيب والترهيب: ۱/۲۴۲، ۲۴۳، كتاب الصلوة، رقم الحديث: ۲۸، الترغيب في الصلوات الخمس والمحافظة عليها والإيمان بوجوبها، إحياء التراث العربي بيروت)

(مسند الإمام أحمد: ۲/۳۳۳، رقم الحديث: ۸۴۰۸، إحياء التراث العربي، بيروت)

(بمعناه في سنن أبي داؤد: ۱/۳۴۹، كتاب الجهاد، باب في النور يرى عند قبر الشهيد، امداديه، ملتان)

مذکور ہے(۱)، ہمیں معلوم نہیں، حدیث مستند معتبر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۹۰ھ۔

قلیل وقت میں کثیر عبادات، ایک روایت پر اشکال کا جواب

سوال[۱۲۰۹]: ''فضائل نماز'' ص:۸۱(۲) پر ایک روایت ''نزہۃ البساتین'' کے حوالہ سے حضرت امام زین العابدین رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق درج ہے، جس میں منقول ہے کہ موصوف روزانہ ایک ہزار رکعات نفل نماز پڑھا کرتے تھے، اس روایت پر ایک ریاضی داں صاحب کا اعتراض ہے، جبکہ وہ اپنے آپ کو اہلِ علم حضرات کی صف میں شامل سمجھتے ہیں۔

اعتراض ان کا یہ ہے کہ حضرت شیخ مدظلہ نے یہ روایت بلاسوچے سمجھے نقل کردی کیونکہ اگر دو رکعت نماز کیلئے دس منٹ صرف ہوں تو ۲۴/ گھنٹہ میں صرف ایک ہزار رکعت پوری ہو سکے گی، اور اگر اس سے نصف وقت بھی مان لو تو ۲۴ گھنٹہ میں سے تقریباً آٹھ گھنٹہ اوقاتِ ممنوعہ اور کچھ وقت ضروریات کا لگا کر پھر بھی اس تعداد کو پورا کرنا قیاس سے باہر ہے، اور ان کا یہ بھی یقین ہے کہ اگر شیخ کو اس طرف توجہ دلائی جائے تو انہیں خود احساس ہو کر وہ اس کو کتاب سے خارج کرادیں۔ اس مسئلہ کی توجیہ حضور والا پر ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کے وقت میں برکت عطا فرماتے ہیں جو ریاضی کے حساب سے بالاتر ہے(۳)۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ ''بعض حضرات کا معمول رہا ہے کہ وہ ۲۴/ گھنٹہ میں آٹھ مرتبہ

(۱) "عن عبادة بن الصامت قال: خرج النبي صلى الله عليه وسلم ليخبرنا بليلة القدر، فتلاحى رجلان من المسلمين، فقال: "خرجت لأخبركم بليلة القدر، فتلاحى فلان وفلان، وعسى أن يكون خيراً لكم، فالتمسوها في التاسعة والسابعة والخامسة". (صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب رفع معرفة ليلة القدر الخ: ۱/۲۷۱، قديمي)

(۲) (فضائل اعمال، فضائل نماز، ص: ۱۰۹، کتب خانہ فیضی لاہور)

(۳) "فإن قلت: بعض المجاهدات مما لا يعقل وقوعها، كختمات ختمت في يوم وليلة، وكأداء ألف ركعة في ليلة ونحو ذلك. قلت: وقوع مثل هذا وإن استبعد من العوام لكن لا يستبعد ذلك من أهل الله تعالى، فإنهم أعطوا من ربهم قوة ملكية وصلوا بها إلى هذه الصفات، لا ينكره إلا من ينكر صدور الكرامات وخوارق العادات". (مجموعة رسائل اللكنوي، إقامة الحجة: ۲/۱۸۳، إدارة القرآن كراچي)

پورا قرآن کریم ختم کرتے تھے(۱)۔ عصر کی نماز کے بعد جمنا کے کنارے دہلی میں کھڑے ہو کر شروع سے آخیر تک پڑھ کر مغرب سے پہلے ختم کرنا حضرت مولانا اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات میں بھی درج ہے۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتوحاتِ مکیہ کی دس جلدوں کو روزانہ دو مرتبہ یعنی ۲۰ جلدوں کا مطالعہ کرنا "الیواقیت والجواہر" میں مذکور ہے(۲) اور بے شمار اکابر کے کارنامے تصنیف اور مسافت طے کرنے سے متعلق مشہور و معروف ہیں۔ ریاضی والے صاحب کو اگر اس طرف توجہ ہو جائے تو وہ اپنا اعتراض واپس لے لیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

☆......☆......☆......☆......☆

www.ahlehaq.org

---

(۱) "وقد كانت للسلف رضي الله عنهم عادات مختلفة في القدر الذي يختمون فيه القرآن ... ختم بعضهم في اليوم والليلة ثماني ختمات: أربعاً في الليل، وأربعاً في النهار، وممن ختم أربعاً في الليل وأربعاً في النهار السيد الجليل ابن الكاتب الصوفي رضي الله عنه". (كتاب الأذكار للنووي، كتاب تلاوة القرآن، ص: ۱۳۸، مكتبة دار البيان دمشق)

(۲) "وحكى عبد الوهاب الشعراني في "اليواقيت والجواهر" عن نفسه أنه طالع "الفتوحات" — وهي عشر مجلدات ضخمة — كل يوم مرتين". (مجموعه رسائل لكهنوي، إقامة الحجة، ۲/۸۹)

فصل فی متفرقات الحدیث

محدِّث کی تعریف

سوال [۱۲۰۰]: محدِّث اور محدث میں کیا فرق ہے؟ کیا ہندوستان میں اس وقت بھی کوئی محدث حیات ہیں یا نہیں؟ یا حضرت مولانا محمود حسن اسیر مالٹا شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ ہندوستان خاتم المحدثین تھے۔ بعض عالم اب بھی اپنے نام کے ساتھ محدث لکھتے ہیں یہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مُحْدِث، بے وضو کو کہتے ہیں اور جو شخص حدیث دانی کا مدعی ہو اور وہ فقہ وحدیث کا ماہر نہ ہو تو استہزاء کے طور پر اس کو بھی کہتے ہیں، یہ "محدِّث" یعنی علم حدیث کا ماہر نہیں بلکہ "مُحْدِث" (بے وضو) ہے۔

"محدِّث" اس شخص کو کہتے ہیں جس نے علم حدیث کے متون واسانید وعلل وتواریخ کو اصولاً وفروعاً شاہ پڑھا لکھا ہو اور اس کے لئے شہروں اور گاؤں کا سفر بھی کیا ہو۔

بعض حضرات علم حدیث کا مشغلہ رکھنے والے اب بھی موجود ہیں جن کا اور کوئی مشغلہ ہی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حدیث شریف کا ادب

سوال [۱۲۰۱]: زید حدیث کی کتاب سے مسائل خلاف وغیرہ پڑھ رہے تھے سر پر ٹوپی نہیں تھی اور پیر پر پیر ڈالے پڑھ رہے تھے، بکر نے علیحدگی میں ان کو منع کیا کہ اس حالت میں سر پر ٹوپی وغیرہ ہونا چاہئے تو انہوں نے دلیل مانگی۔ براہ کرم اس طرف اشارہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث پاک کا احترام لازم ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ عمدہ لباس پہن کر خوشبو لگا کر قبلہ رو بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے، عمامہ سر پر ہوتا تھا، اثنائے درس میں کسی اور طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے، حتیٰ کہ ایک

ننگے سر حدیث شریف پڑھنا

سوال [۱۲۱۳]: زید حدیث کی کتاب سے مسائلِ طلاق وغیرہ پڑھ رہے تھے، سر پر کوئی ٹوپی نہیں ہے اور پیر پر پیر رکھے ہوئے پڑھ رہے تھے، بکر نے علیحدگی میں ان کو منع کیا کہ اس حالت میں سر پر ٹوپی وغیرہ ہونا چاہیے تو انھوں نے دلیل مانگی ہے، براہِ کرم اس طرف اشارہ فرمادیں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث شریف کا احترام لازم ہے، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ عمدہ لباس وغیرہ پہن کر، خوشبو لگا کر مقابلہ درو بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے، عمدہ سر پر ہوتا تھا، اثنائے درس میں کسی اور طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے حتیٰ کہ ایک دفعہ بچھو کرتے میں کسی طرح پہونچ گیا اور وہ کاٹتا رہا مگر آپ برابر درس دیتے رہے، فارغ ہونے کے بعد دیکھا تو بچھو نے کئی جگہ کاٹ رکھا تھا۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ غسل کرتے، وضو اور مسواک کرتے، دو رکعت نماز پڑھتے تب ایک حدیث شریف لکھا کرتے تھے، اس طرح سولہ سال میں بخاری شریف پوری لکھی۔ مجمع البحار (۱)۔ مقدمۃ الاوجز (۲) وغیرہ میں بڑے آداب لکھے ہیں، جو شخص جس قدر بے پروائی کرتا ہے اسی قدر علم حدیث کی خیر و برکت سے کم بہرہ یاب ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۴/۷۸ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= (وکذا فی الحلبی الکبیر: ۹۵، سہیل اکیڈمی)
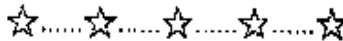
(والطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الطہارۃ، باب الحیض والنفاس، ص: ۱۴۴، قدیمی)

(۱) (تذکرہ ائمہ اربعہ ومشہور محدثین، ص: ۲۸، امام مالک، دار الاشاعت)

(۲) (مقدمہ اوجز المسالک: ۱/ ۲۰-۲۳، تالیفات اشرفیہ)

(وکذا فی "تذکرہ ائمہ اربعہ ومشہور محدثین، ص: ۱۳، امام بخاری، دار الاشاعت)

www.ahlehaq.org

باب الکتب المعتمدۃ وغیرہا

(معتبر اور غیر معتبر کتب کا بیان)

چند کتب معتبرہ وغیر معتبرہ

سوال [۱۲۱۴]: ۱- کتب فردوس آسیہ۔ ۲- قصص الانبیاء۔ ۳- تذکرۃ الاولیا ہند۔ ۴- سر الشہادتین۔ ۵- قیامت نامہ۔ ۶- صبح کا ستارہ۔ ۷- رکن دین۔ ۸- کنز الدقائق۔ ۹- تنبیہ الغافلین۔ ۱۰- تقویت الایمان۔ ۱۱- مالابد منہ۔ ۱۲- تفسیر سورہ یوسف۔ ۱۳- گلزار ابراہیم۔ ۱۴- فتاویٰ رشیدیہ۔ ۱۵- نور نامہ کلاں۔ ۱۶- مجالس الابرار۔ آیا یہ کتابیں مستند معتبر ہیں یا نہیں اور ان میں سے کون سی کتاب پڑھنی چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۴- حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی تصنیف ہے، بعض روایتیں اس کی ضعیف ہیں۔

۵- حضرت شاہ رفیع الدین صاحب کی تصنیف ہے، اس کا اصل نام "علامات قیامت" ہے، یہ معتبر ہے۔

۷- کے بعض مسائل غیر معتبر ہیں۔ ۹- ابو اللیث سمرقندی کی تصنیف ہے، اس کی بعض روایات کمزور ہیں۔

۸، ۱۰، ۱۱- معتبر ہیں۔ ۱۴، ۱۶- بھی معتبر ہیں، بقیہ کتب میں نے نہیں دیکھیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

چند مفید وغیر مفید کتابوں کے نام

سوال [۱۲۱۵]: حسب ذیل کتابوں میں جو آپ کی دیکھی ہوئی ہوں کون سی معتبر ہیں؟ ۱- قصص الانبیاء۔ ۲- مجالس الابرار۔ ۳- حکایات صحابہ۔ ۴- مالابد منہ۔ ۵- رکن دین۔ ۶- کنز الدقائق۔ ۷- شمائل

---

(۱) "فردوس آسیہ، قصص الانبیاء، صبح کا ستارہ، تفسیر سورہ یوسف، گلزار ابراہیم" نامی کتب کا حال آئندہ سوال "چند مفید وغیر مفید کتب کے نام" کے جواب میں ملاحظہ کیجئے۔

(کتابوں کے تعارف اور مطالعے سے متعلق بہشتی زیور حصہ دہم ص: ۹۵، (طبع جدید) کا مطالعہ انتہائی مفید ہے)

اسلام مصنفہ حفیظ جالندھری۔۸۔فتح الباری۔۹۔گلزار ابراہیم۔۱۰۔تفسیر سورہ یوسف۔۱۱۔نور نامہ کلاں۔۱۲۔تاریخ حبیب الٰہ۔۱۳۔معجزہ آل نبی۔۱۴۔قصہ ابو سمرہ۔۱۵۔قصہ ہرنی۔۱۶۔قصہ آل چودہ۔۱۷۔احسن المواعظ۔۱۸۔فروراں آیہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱،۲،۳،۴،۵،۶،۸: میری دیکھی ہوئی ہیں، معتبر ہیں، مگر نمبر۹ بخاری شریف کی شرح ہے جس کے مصنف شافعی المذہب ہیں اس لئے اس کے مسائل فقہیہ اسی وقت تک قابل عمل ہیں جب تک وہ حنفی مذہب کے موافق ہوں۔

۱۶،۹،۱۷۔کو مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مفید فرمایا ہے۔

۱۰،۱۳۔غیر مفید بلکہ مضر فرمایا ہے۔ بہشتی زیور حصہ دہم، ص:۵۴۳(۱)۔

۵۔کی اصلاح کسی عالم صاحب نے فرمادی ہے وہ اگر ساتھ ہو تو اس کے مسائل پر عمل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۱۴۔میں اگر آپ جابر کے مرنے کے بعد زندہ ہونے کا قصہ مذکور ہے تو وہ غلط ہے۔

۱۱،۱۲،۱۵۔بچپن میں دیکھی تھیں اب یاد نہیں ان میں کیا ہے، باقی کا حال کچھ معلوم نہیں(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/صفر/۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/صفر/۶۸ھ۔

کتاب "دو اسلام" کا مطالعہ

سوال [۱۴۱۹]: کتاب "دو اسلام" غلام جیلانی برق مصنف ہے، یہ کتاب پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ جو حدیثوں کے متعلق لکھا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں؟ کتاب دو اسلام کے جواب میں مولانا حبیب صاحب نے لکھی

---

(۱) (بہشتی زیور، ص: ...، حصہ دہم، دار الاشاعت کراچی جدید)

(۲) جن کتب کے نام نہیں آئے ہیں ان کو کسی محقق عالم کو دکھائے بغیر مطالعہ نہیں کرنا چاہیے۔ (بہشتی زیور، ص: ...، جدید) اس کو حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی طرح لکھا ہے)

ہے، اگر لکھی ہے تو آگاہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی کتاب "دو اسلام" میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ وسراپا ہدایت حدیث کو ناقابلِ اعتبار قرار دے کر مذاق اڑایا گیا ہے جو انتہائی درجہ کی گمراہی اور بددینی ہے، مسلمانوں کو ہرگز اس کا مطالعہ نہیں کرنا چاہیے، ورنہ اگر اس پر اعتماد کیا تو دین تباہ ہو جائے گا، اس کی ایک اور کتاب "دو قرآن" وہ بھی بددینی پیدا کرنے والی کتاب ہے۔ مولانا طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اس کی تردید میں ایک کتاب لکھی ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۸۸ھ۔

بلاغ المبین

سوال[۱۲۱۷]: جناب مولانا مولوی ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف کردہ کتاب "بلاغ المبین" کو بتلاتے ہیں، اس کے نزدیک دیکھنا پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کتاب کی کونسی بات کو غلط کہتے ہیں اور کس دلیل کی بناء پر کہتے ہیں، تفصیل سے لکھئے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۹/۹۰ھ۔

مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کی کتابیں

سوال[۱۲۱۸]: مولانا اسماعیل صاحب دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف کا پڑھنا مناسب ہے یا نہیں؟ ان کی مشہور کتاب "تقویۃ الایمان" اور "صراط مستقیم" پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں لہٰذا صحیح حکم سے مطلع کیجیے۔

---

(۱) حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف کہیں نظر سے نہیں گزری، البتہ ترجمان اہل سنت شیخ الحدیث سرفراز خان صفدر صاحب نے اس کے جواب میں ایک کتاب لکھی ہے۔ "صرف ایک اسلام بجواب دو اسلام" اس کا نام ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مولانا محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے متبع سنت صاحب نسبت عالم اور حضرت شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب محدث دہلوی کے بھتیجے اور شاگرد تھے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے تھے، ان کا عقیدہ بالکل قرآن وحدیث کے موافق تھا، اتباع سنت پر دل سے فریفتہ تھے، بدعت کے سخت مخالف تھے، رات دن سنت کو پھیلانے اور بدعت کو مٹانے میں مشغول رہتے تھے، خدا کے راستہ میں خدا کے دشمنوں سے جہاد کیا اور اسی میں شہید ہوئے۔ ان کی کتابیں معتبر ہیں، ان کو پڑھنے اور ان پر عمل کرنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے، اخلاق پاکیزہ ہوتے ہیں، حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت دلوں میں آجاتی ہے، مگر ان کی کتابیں کسی ایسے ماہر عالم سے پڑھنے کی ضرورت ہے جو کہ ان کے مزاج سے واقف ہو اور ان کی اصطلاحات کو خوب جانتا ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

"تقویۃ الایمان" اور "تذکیر الاخوان" کی شان

سوال: زید کہتا ہے کہ "تقویۃ الایمان وتذکیر الاخوان" کے مسائل مطابق اہل حق کے ہیں لہٰذا ہر دو کتاب کا رکھنا پڑھنا اور اس پر عمل کرنا عین اسلام ہے اور اس کے مسائل سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہیں، ہر دو کتاب رد بدعت میں نہایت مدلل ہیں ان کا انکار کرنے والا اہل باطل وبدعتی ہے۔ اور عمرو کا کہنا ہے کہ "تقویۃ الایمان وتذکیر الاخوان" کا رکھنا پڑھنا اور اس پر عمل کرنا مطابق مذہب اہل باطل ہے اور ہر دو کتاب خلاف سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید وعمرو میں کون حق پر ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا قول صحیح ہے، عمرو کا قول غلط ہے(۱)، لیکن ان میں بعض الفاظ ہیں جو کہ اس زمانہ کی جہالت

---

(۱) اس لئے کہ دونوں کتابوں کے مضامین اور مسائل آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ کے بالکل مطابق ہیں، ملاحظہ ہو: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، دار الاشاعت کراچی)

www.ahlehaq.org

"حفظ الایمان، تقویۃ الایمان، صراط مستقیم" کس کی تصنیف ہیں؟

سوال [۱۳۲۱]: ایک شخص اکابر دیوبند کی کتابوں کو غلط قرار دے رہا ہے، نمبروار جواب دیں۔

۱…تقویۃ الایمان حضرت اسماعیل صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ دہلوی کی نہیں ہے اور صراط مستقیم بھی ان کی نہیں ہے۔

۲…حفظ الایمان مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کی نہیں ہے، یہ بھی غلط ہے؟ ہم تبلیغی جماعت کے آدمی ہیں، ہم ان کو پڑھتے ہیں اور وہ شخص جو اعتراض کر رہا ہے تعلیم یافتہ ہے۔ یہ کتابیں اپنی جماعت کی ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تبلیغی جماعت والوں کو اس بحث میں کیوں پڑنا چاہیے، جو لوگ تعلیم یافتہ نہیں وہ اپنے چھ نمبروں پر قناعت کریں اور تبلیغی نصاب کی کتابوں کو پڑھیں اور سنیں، "حفظ الایمان" حضرت مولانا تھانوی کی ہے اس پر مخالفین نے اعتراض کیا اور ہنگامہ برپا کیا، جس کے جواب میں "توضیح البیان" وغیرہ متعدد کتابیں لکھی گئیں ہیں اور اب تک اعتراضات کئے جارہے ہیں، اس لئے آپ لوگ بالکل ان جھگڑوں سے علیحدہ رہیں۔ "تقویۃ الایمان" اور "صراط مستقیم" دونوں کتابیں مولانا محمد اسماعیل رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہیں ان پر بھی مخالفین نے اعتراض کئے ہیں، ان کے جوابات دیئے گئے ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۹۱ھ۔

"توضیح البیان فی عبارۃ حفظ الایمان"

سوال [۱۳۲۲]: سیرت کمیٹی ہذا میں ایک درخواست آئی ہے جس کی عبارت ذیل میں درج ہے، کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ درخواست کے مضمون کو اپنی شکل میں نقل کرکے دیوبند، بریلی اور جماعت اسلامی کے مراکز سے رجوع کیا جائے تاکہ آپ سے اس بات کی تصدیق کرائی جائے کہ آیا درخواست میں مرقوم عبارت کی صحت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ نیز قرآن وحدیث کی روشنی میں آپ بتائیں کہ حضرت مولانا

---

(۱) ملاحظہ کیجیے: "عبارات اکابر" مصنفہ حضرت مولانا شیخ الحدیث سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہ

اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیا اعتقاد رکھا جائے؟ نقل درخواست حسب ذیل ہے۔

بخدمت شریف صدر کمیٹی صاحب

سلام مسنون عرض ہے کہ ایک پیر صاحب پیر غلام محی الدین کے پاس (نام نامعلوم) ایک کتاب میری نظر سے گزری جس میں سرتاج علمائے دین ہندو مکہ مکرمہ خصوصاً حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کو کافر لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص ان حضرات کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اور نیز تحریر ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "حفظ الایمان" میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے نعوذ باللہ سور اور کتے کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور ساتھ ہی بہشتی زیور کے حصوں میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ" اور اسی طرح درود شریف بھی "اللھم صل علی سیدنا اشرف علی و علی آلہ واصحابہ" لکھا ہوا ہے۔

اس بنا پر میں نے میرٹ لائبریری سے مذکورہ کتابیں پیش کرنے کی دعوت دی ہے، اگر واقعی بہشتی زیور وغیرہ کتابوں سے ایسا صریح طوفان نوح ثابت ہو جائے تو ایسی کتابیں فوراً تحقیق طلب ہیں۔ اور پیر صاحب کی کتاب کی نشاندہی غلط ثابت ہوئی تو امت محمدی کی نظر میں ان جلیل القدر علمائے دین کی تکفیر کیا درجہ رکھتی ہے۔ میرٹ کمیٹی نے پیر صاحب کی کتاب کو دیکھا، کتاب "ظفر الاسلام" مصنفہ محمد جمیل الرحمن قادری برکاتی رضوی بریلوی جس میں مولوی اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو کافر لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ تھانوی نے کہا ہے کہ میرا کلمہ اور درود پڑھو۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

"حفظ الایمان" کو چھپے ہوئے زمانہ دراز گزر چکا، بارہا مختلف مقامات میں چھپی ہے اور چھپتی رہتی ہے نایاب نہیں، اس کو منگا کر دیکھ لیا جائے اس میں کتے اور سور کا نام تک نہیں، اس کی شرح خود مصنف نے لکھی ہے جس کا نام "بسط البنان" ہے، ایک اور شرح ہے جس کا نام ہے "توضیح البیان" وہ سب شرحیں موجود ہیں ان میں

www.ahlehaq.org

تفصیل مذکور ہے۔ خود مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ سے جو دریافت کیا گیا اور جو کچھ انہوں نے جواب دیا وہ درج ذیل ہے

سوال: بخدمت اقدس حضرت مولانا مولوی الحاج الشاہ اشرف علی صاحب دامت فیوضہم العالیہ!

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب (بریلوی) یہ بیان کرتے ہیں اور "حسام الحرمین" میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ آپ نے "حفظ الایمان" میں اس کی تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر بچہ اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چوپائے کو حاصل ہے۔ اس لئے امور ذیل دریافت طلب ہیں:

۱۔ آیا آپ نے "حفظ الایمان" یا کسی اور کتاب میں ایسی تصریح کی ہے؟

۲۔ اگر تصریح نہیں تو بطریق لزوم بھی یہ مضمون آپ کی کسی عبارت سے نکل سکتا ہے یا نہیں؟

۳۔ آیا ایسے مضمون سے آپ کی مراد ہے؟

۴۔ اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی نہ اشارۃً مفہوم عبارت ہے، نہ آپ کی مراد ہے تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے اسے آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر؟

بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ

الجواب از حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ

مخدومی مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے خط کے جواب میں عرض کرتا ہوں

۱۔ میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں اس مضمون کا خطرہ بھی نہیں گزرا۔

۲۔ میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا چنانچہ اخیر میں عرض

کروں گا۔

۳ ... جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی اس کا خطرہ نہیں گزرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے؟

۴ ... جو ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی۔

اس کے بعد حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "حفظ الایمان" کی عبارت کا مطلب وضاحت سے بیان فرمایا جس میں کسی قسم کا شبہ بھی باقی نہ رہے۔

"بہشتی زیور" بے شمار مقامات پر چھپ چکا ہے اس میں کہیں بھی "لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ" اور درود شریف "اللّٰہم صل علی سیدنا اشرف علی وعلی آلہ واصحابہ" نہیں ہے، جو لوگ اس قدر صریح غلط الزام لگاتے ہیں اور کفر کا حکم لگاتے ہیں ان کو خدا سے ڈرنا چاہئے کہ اس سے ایمان تباہ ہوتا ہے(۱) اور جن لوگوں کا عقیدہ بگڑ گیا ہے ان کا دل بھی مریض ہے، خدائے پاک ہدایت دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند۔

"بہشتی زیور" اور "تقویۃ الایمان" کیسی کتابیں ہیں؟

سوال [۱۳۲۳]: کتاب "تقویۃ الایمان"، "بہشتی زیور"، "اصلاح رسوم" کیسی کتابیں ہیں؟ ان کو پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ جو شخص ان کتب کو برا کہے وہ کیسا ہے؟

www.ahlehaq.org

---

(۱) "عن أبي ذر أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول: "لا يرمي رجل رجلاً بالفسوق ولا يرميه بالكفر إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب واللعن: ۲/۸۹۳، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ کتابیں صحیح اور معتبر ہیں، جو شخص علمائے محققین سے ان کو سبقاً پڑھے گا اس کو ان میں کوئی اشکال نہیں ہوگا، جو ان کتابوں کو برا کہے وہ یا تو ناواقف ہے یا معاند ہے، بہرحال غلطی پر ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۲/۸۷ھ۔

بہشتی زیور

سوال [۱۲۲۴]: جو مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کی "بہشتی زیور" چھپی ہوئی ہے، اس کا پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟ بعض کہتے ہیں کہ مولانا اہل سنت نہیں ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ قابل اعتماد مستند حنفی اہل السنت والجماعت کے عالم اور بزرگ ہیں، جیسا کہ ان کے حالات، تصانیف، مواعظ سے ظاہر ہے، جو شخص یہ کہتا ہے کہ مولانا اہل سنت نہیں، وہ غلط کہتا ہے، یا اس کو مولانا کے حالات سے واقفیت نہیں یا غلطی اور جہالت سے کسی مخالف سے سن کر یہ کہتا ہے، اس کے مسائل مجموعی حیثیت سے قابل اعتماد ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۱۱/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۲۵/ذیقعدہ/۵۶ھ۔

"رکن دین" اور "بہشتی زیور" میں کون سی کتاب معتبر ہے؟

سوال [۱۲۲۵]: "رکن الدین" مؤلفہ محمد رکن الدین نقشبندیہ مجددیہ اور "بہشتی زیور" مصنفہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ میں کونسی کتاب بلحاظ قرآن کریم وحدیث رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ وتابعین وتبع تابعین زیادہ مستند اور انسب وارجح وارفع ہے؟

درمیان مسائل اختلافی مابین ہر دو کتب مثلاً لیلۃ الرغائب، شب معراج، ہزاری روزہ، سوئم، دسویں، بیسویں اور چہلم وبرسی ودیگر رسوم وبدعات مشتبہ ان کو کتاب "رکن الدین" حق اور مستحب ومستوجب ثواب قرار دیتی ہے لیکن بہشتی زیور ہزاری روزہ، آخری چہار شنبہ، ظلم احتیاطی، چہلم، سوئم اور دیگر رسومات کو

مذموم رسومات قرار دیتی ہے، کسی کی پابندی دن اور تعیین وقت کو ضروری قرار نہیں دیتی ہے اور ہزاری روزہ کو بدعت قرار دیتی ہے، حدیث نبوی ﷺ اور اسوہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس کا جواز نہیں ملتا، دونوں میں درمیان اختلافی مسائل کس کتاب پر عمل کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کتاب "رکن الدین" میں بہت سے مسائل ایسے بھی ہیں جو قرآن کریم، حدیث شریف، آثار صحابہ سے ثابت نہیں، آئمہ مجتہدین خصوصاً امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول نہیں بلکہ وہ بدعت محض ہیں، اس لئے اس کے مطالعہ سے عوام کو اجتناب چاہیے۔

"بہشتی زیور" کے مسائل صحیح ہیں وہ معتبر کتاب ہے اس کے مسائل کا ماخذ عربی میں حاشیہ پر درج کر دیے گئے ہیں، اختری بہشتی زیور سہارنپور مدرسہ مظاہر العلوم کتب خانہ یحیوی سے مکمل مدلل بہشتی زیور شائع ہوا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۷/۱۸ھ۔

"رکن الدین" کی اصلاح

سوال [۱۳۲۶]: میں نے ایک مشکل کتاب دیکھی ہے جس کا نام "رکن الدین" ہے، بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ یہ غیر معتبر ہے، یہ کتاب میرے پاس ہے، میرا دل یہ چاہتا ہے کہ آپ اپنے قلم سے اس کی تصحیح کر دیں، گرچہ مؤلف دوسرے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"رکن الدین" کی ایک اصلاح بھی طبع ہوئی ہے، اس کے مصنف بھی ایک عالم تھے، اس کا نام "اصلاح رکن الدین" ہے۔ جو اصلاحات آپ چاہتے ہیں خدا جانے اس میں آگئی ہیں یا نہیں، اگر آپ بھیجیں گے اور وقت ملے گا تو میں بھی مطالعہ کرلوں گا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۱۲/۴ھ۔

''انوار الاتقیاء'' کا حال

سوال [۱۲۱۷]: ...... ''انوار الاتقیاء'' حضرت فرید الدین عطار رحمہ اللہ تعالیٰ جس کا ترجمہ ''تذکرۃ الاولیاء'' حافظ برکت اللہ صاحب فرنگی محلی نے کیا ہے۔ کیا یہ معتبر ہے؟

۲...... کیا اس کتاب کے مصنف ولی تھے؟ کیا ان کا شمار صف اول کے اولیاء میں ہوتا ہے؟

۳...... کیا ان کے اقوال معتبر وثقہ ہیں کہ ان پر اعتماد اور بھروسہ کیا جائے؟

۴...... اگر کوئی اس کتاب کو فضول و غیر معتبر کہے تو وہ کیسا ہے؟

۵...... کیا حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی کتاب میں اس کو معتبر فرمایا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱...... مجھے اس کتاب کی زیارت نہیں ہوئی، اس لئے کچھ نہیں کہہ سکتا(۱)۔

۲...... حضرت فرید الدین عطار مشہور اولیاء میں سے شمار ہوتے ہیں۔

۳...... اصلاحِ باطن اور معارف میں ان کا قول خاص وزن رکھتا ہے اور ان کی ہدایت سے روشنی ملتی ہے، چنانچہ ان کا ''پند نامہ عطار'' شائع اور داخلِ درس ہے، اکابر اس کے مطالعہ کی تاکید فرماتے ہیں(۲)۔

۴...... ساری کتاب کو لغو کہتا ہے یا کسی عبارت پر اعتراض کرتا ہے؟

۵...... میرے علم میں نہیں(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/۳/۹۰ھ۔

---

(۱) ''انوار الاتقیاء'' ترجمہ اردو ''تذکرۃ الاولیاء'' کے شروع میں مترجم لکھتے ہیں: ''میں نے کتاب مذکور کا بامحاورہ سلیس اردو زبان میں ترجمہ کیا اور اپنے ترجمہ کا نام ''انوار الاتقیاء'' رکھا''۔ کتاب میں چونکہ بزرگان اولیاء امت کے حالات ہیں، معمولی درجہ کے احکام ہیں اور مصنف خود ولی کامل تھے، اس لئے دیکھنے اور مطالعہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ شاید ایمانی حالت میں مدد و معاون ہو۔

(۲) ''پند نامہ'' فارسي منظوم ...... للشيخ فريد الدين محمد بن إبراهيم العطار الهمداني المتوفى سنة سبع و عشرين وستمائة، و هو نظم مفيد مشهور، فيه نصائح بليغة لطيفة، و لهذا يقرؤه الصبيان، و شرحه مولانا شمعي بالتركية و سماه سعادت نامه'' (كشف الظنون عن أسامي الكتب و الفنون: ۲۵۵/۱، مكتبة المثنى بيروت)

(۳) حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مشہور تالیف ''بہشتی زیور'' میں جن کتابوں پر تبصرہ کیا ہے ان میں یہ کتاب نہیں۔ دیکھئے: (بہشتی زیور ص: ۳۰۲، طبع جدید دار الاشاعت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

فقہ اوزاعی پر کوئی مستقل کتاب میں نے نہیں دیکھی، ویسے بھی کتب فروع میں ان کا مذہب کہیں کہیں ملتا ہے، مبسوط میں نسبتاً زیادہ ہے۔ "میزان الکبریٰ" (۱) میں شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مبسوط سے زائد بیان کیا ہے (۲)۔

امام ابویوسف نے مستقل کتاب لکھی ہے "الرد علی سیر الاوزاعی" (۳) جو کہ مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن نے ۱۳۵۷ھ میں شائع کی ہے۔ امام ابوحنیفہ کی کتاب "السیر" پر اعتراضات کئے تھے یہ اس کا جواب ہے، اس میں مستقلاً امام اوزاعی کا مذہب ہے، مگر یہ صرف مسائل سیر کے متعلق ہے، دیگر ابواب فقہیہ اس میں موجود نہیں۔

شراح حدیث فتح الباری (۴)، عمدۃ القاری (۵)، بذل المجہود (۶)، اوجز المسالک (۷) وغیرہ میں مختلف ابواب میں اقوال ائمہ کو بیان کرتے ہوئے ان کا قول بھی بہت سے مسائل میں نقل کیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۹۰ھ۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا مطالعہ

سوال [۱۳۲۹]: "مجھے سعادت "ابجد حقائق" اور "احیاء العلوم" مولفہ حضرت امام غزالی رحمہ

---

(۱) (المیزان الکبریٰ للشعرانی، ص: ۱۰۵، مصر)

(۲) "فأما إبراهيم النخعي والأوزاعي رحمهما الله تعالى، فقد روي عنهما توريث ثلاث جدات". (المبسوط للسرخسي رحمه الله تعالى، كتاب الفرائض، باب الجدات: ۲۹/۱۸۲، غفاريه كوئٹه)

(۳) (الرد على سير الأوزاعي مع التعليق لأبي الوفاء الأفغاني، مصر)

(۴) "وعن طائفة كل فريق من الكفار ملة، فلا يرث مجوسي من وثني، ولا يهودي من نصراني، وهو قول الأوزاعي". (فتح الباري، كتاب الفرائض، باب لا يرث المسلم الكافر: ۱۲/۵۸، قديمي)

(۵) دیکھئے: (عمدة القاري: ۲۳/۲۵۹، كتاب الفرائض، باب مولى القوم من أنفسهم)

(۶) (بذل المجهود، كتاب الفرائض، باب هل يرث المسلم الكافر: ۵/۱۱۰، امداديه)

(۷) (أوجز المسالك، كتاب الفرائض، ميراث الجدة: ۵/۲۱۳، المكتبة اليحيويه سهارنفور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ذکر شہادت سے کیا مراد ہے؟ اگر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا حال دیکھنا ہے تو شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا رسالہ "سر الشہادتین"(۱) اس مضمون میں معتبر ہے، روضۃ الصفا(۲)، تاریخ الخلفاء وغیرہ میں بھی یہ قصہ تفصیل سے مذکور ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

جنگ نامہ محمد حنیف وغیرہ

سوال[۱۲۳۳]: "جنگ نامہ محمد حنیف، جنگ نامہ بانی، جنگ نامہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ" وغیرہ یہ کتابیں پڑھنے میں کوئی گناہ تو نہیں اور جو ان میں قصے لکھے ہوئے ہیں اور جو یہ نام لکھا ہے آیا یہ صحیح ہے یا غلط اور یہ کتابیں کون سے زمانے میں لکھی گئی تھیں؟ کیونکہ تاریخ کی کسی کتاب میں ان قصوں کو نہیں دیکھا، آپ ان کی صحیح طرح وضاحت فرما کر زید کو اطمینان دلا دیجئے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ کتابیں غیر معتبر ہیں، ان کے واقعات جھوٹے ہیں، ان کو ہرگز نہیں پڑھنا چاہیے، بلکہ یہ روافض کی تصنیف کی ہوئی ہیں(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

"مناجاتِ مقبول" اور "حزب الاعظم" میں فرق

سوال[۱۲۳۴]: حزب الاعظم بہتر ہے یا مناجاتِ مقبول؟

---

(۱) فی رسالۃ: "اعلم رحمک اللہ تعالیٰ ان الکمالات الخ" (سر الشہادتین لمولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ، مجتبائی دہلی)

(۲) (روضۃ الصفا)

(۳) تفصیل کے لئے دیکھئے: (بہشتی زیور، [illegible])

اور مسلم پر محدثین متفق ہیں کہ ان میں تمام متصل مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں اور یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں اور جو ان کی عظمت نہ کرے وہ مبتدع ہے، جو مسلمان کی راہ کے خلاف چلتا ہے"(۱)۔

آپ نے شاہ صاحب کے خلاف جرأت کرکے حدیث کا مرتبہ گھٹا دیا، پھر اپنے امام مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بھی خلاف کیا ہے کہاں تک اپنے بزرگوں کو گناؤں، سب ہی نے صحاح ستہ کو قابلِ عمل ٹھہرایا ہے(۲)۔ خان محمد: بہادر گڑھ، میرٹھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کیا ترمذی شریف میں ضعیف، منسوخ، متعارض حدیث موجود نہیں، حالانکہ امام ترمذی خود جگہ جگہ فرماتے ہیں "ھذا حدیث ضعیف" اس کا انکار تو وہی شخص کرسکتا ہے جس نے ترمذی شریف کا بس نام ہی سنا ہے، پڑھا نہیں، جب ہی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو اپنے استدلال میں پیش کرتا ہے، اگر عقد الجید (۳) اسعاف (۴) ازالۃ الخفاء (۵) کا مطالعہ بھی کرلیا ہوتا تو خلجان نہ ہوتا۔ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سبیل الرشاد (۶)، الکوکب الدری (۷)،

---

(۱) "أما الطبقة الأولى: منحصرة بالاستقراء في ثلاثة كتب: الموطأ، وصحيح البخاري، وصحيح مسلم ... وأما الصحيحان فقد اتفق المحدثون على أن جميع ما فيهما من المتصل المرفوع صحيح بالقطع، وأنهما متواتران إلى مصنفيهما، وأنه كل من يهون أمرهما، فهو مبتدع متبع غير سبيل المؤمنين". (حجة الله البالغة، باب كيفية فهم المراد من الكلام: ۱/۳۸۲، قديمي)

(۲) دیکھئے: (التعليق الممجد على موطأ الإمام محمد للكنوي رحمه الله تعالىٰ، ص: ۱۶، مير محمد كتب خانه)

(۳) "فيجب أن يعلم من علم الكتاب الناسخ والمنسوخ ... ويعرف منها الصحيح والضعيف والمسند والمرسل الخ". (عقد الجيد في أدلة الاجتهاد والتقليد، ص: ۲۰،۲۱، سعيد)

(۴) (لم أطلع على هذا الكتاب)

(۵) دیکھئے: (إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء: ۱/۱۴۳)

(۶) (سبيل الرشاد مشمولہ تالیفات رشیدیہ، ص: ۵۰۲، ادارہ اسلامیات)

(۷) "أطلق لفظ الحسن أو الصحيح على الروايات الغريبة بل الضعيفة الخ". (الكوكب الدري: ۱/۳۱، اقرأ القرآن)

۔ لامع الدراری (۱) بھی غالباً سائل کی نظر سے نہیں گزری، ورنہ ان کے کلام کو ہمارے فتویٰ کے خلاف نہ قرار دیتا۔ اسی طرح مولانا عبدالحئی رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب کی سعایہ (۲) ہی دیکھ لیتا تو یہ شبہ نہ ہوتا۔ ہم نے صحاح ستہ کو ہرگز ہرگز ناقابلِ اعتماد نہیں کہا، اگر سائل ہمارے فتویٰ کا یہ مطلب سمجھا تو غلط سمجھا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

موطا، کتبِ حدیث اور قدوری وغیرہ کتبِ فقہ میں صحیح قابلِ عمل کون ہے؟

سوال [۱۳۳۶]: صحاح ستہ موطا امام مالک، بخاری شریف، مسلم شریف، سنن ابوداؤد شریف، سنن ترمذی، سنن نسائی، قابلِ عمل ہیں یا قدوری، ہدایہ، منیۃ المصلی، کنز الدقائق، شرح وقایہ، درمختار، فتاویٰ عالمگیری، مالابد منہ، بہشتی زیور قابلِ عمل ہیں؟

ان کتابوں میں کون کون سی کتابیں صحت کے اعتبار سے صحیح ہیں، جن میں صحیح صحیح حدیثیں درج ہیں؟ آپ کے دفتر سے فتاویٰ عالمگیری پر کس کس مسئلہ پر فتویٰ ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث کی کتابیں موطا امام مالک، بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی وغیرہ معتبر ہیں (۳) مگر ان میں ایسی حدیثیں بھی ہیں جو منسوخ ہو چکی ہیں، راجح بھی ہیں، مرجوح بھی، متعارض بھی ہیں، اس واسطے جو شخص ان حدیثوں پر عمل کرے گا تو ہو سکتا ہے کہ وہ مرجوح پر عمل کرے یا منسوخ پر عمل کرے۔ اور کتبِ فقہ قدوری وغیرہ میں ایسے مسائل ہیں جو معتبر حدیثوں سے ثابت ہیں، ان پر عمل کرنے سے کسی منسوخ حدیث پر عمل نہیں ہوگا اور کوئی معتبر حدیث ترک نہیں ہوگی، اور حدیث میں بصیرت رکھنے والا سمجھتا جائے گا کہ فلاں مسئلہ فلاں حدیث سے ثابت ہے اور فلاں مسئلہ فلاں حدیث سے ثابت ہے (۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۹۲ھ۔

---

(۱) "قوله: (فالفرع يتبعهم إلخ) والفرعة منسوخة عندنا إلخ" (لامع الدراري: ۳/۱۰۳، كتاب الأذان، مكة المكرمة)

(۲) (السعاية في حل شرح الوقاية، أحكام التيمم: ۱/۴۰۲، سهيل اكيدمي)

(۳) (سيأتي تخريجه تحت عنوان: "کتبِ صحاح")

(۴) (دیکھئے: شرح العلل لابن رجب رحمه الله تعالى)

کتب صحاح

سوال[۱۴۴۶]: کتب حدیث میں اول درجہ پر کون کون کتابیں ہیں اور صحاح ستہ کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صحت کے اعتبار سے بخاری شریف کا درجہ سب سے اول ہے(۱)۔ صحاح ستہ یہ ہیں: بخاری شریف، مسلم شریف، نسائی شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، ابن ماجہ شریف(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

صحاح ستہ اور معتبر وغیر معتبر کتب

سوال[۱۴۴۷]: صحاح ستہ کی حدیث کا کیا مطلب ہے اور حدیث کی کل کتنی کتابیں ہیں اور معتبرہ مستند حدیث کی کونسی کتاب ہے؟ موضوع حدیث کی کتاب کا کیا نام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صحاح ستہ بخاری، مسلم، سنن ابوداؤد شریف، سنن ترمذی، ابن ماجہ، سنن نسائی کا نام ہے(۳) حدیث کی کل کتابیں بے شمار ہیں(۴)، یہ صحاح ستہ معتبر اور مستند ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سی

---

(۱) "صحيح البخاري ولعمري! إنه نال من الشهرة والقبول درجة لاترام فوقها". (حجة الله البالغة: ۱/۲۳۳، باب الفرق بين أهل الحديث وأصحاب الرأي بيان أعلم المطلبي وأشهرهم)

ثم اتفقت العلماء على تلقي الصحيحين بالقبول وأنهما أصح الكتب المؤلفة، ثم الجمهور على أن صحيح البخاري أرجحهما وأصحهما قيل ولم يوجد عن أحد التصريح بنقيضه". (مرقاة المفاتيح: ۱/۵۸، شرح مقدمة المشكاة: ترجمة الإمام البخاري ومناقبه - بيروت)

(وكذا في هدي الساري مقدمة فتح الباري: ۱/۱۰، قديمي)

(۲) "المشهور أن أول مراتب الصحاح منزلة صحيح البخاري ثم صحيح مسلم ثم سنن أبي داؤد ثم سنن النسائي ... ثم جامع الترمذي ثم ابن ماجه للقزويني". (معارف السنن: ۱/۱۷، بيان مساع البخاري من الترمذي حديثين ومنزلة جامع الترمذي من بين الصحاح)

(وكذا في مقدمة المشكاة، ص: ۱۰، قديمي)

(وكذا في مقدمة بذل المجهود: ۱/۲، مكتبه امداديه ملتان)

(۳) (سيأتي تخريجه تحت عنوان: "کتب صحاح")

(۴) تفصیل کے لئے دیکھئے: (نفحات التنقيح شرح مشكوة المصابيح: ۱/۳۶، ۳۷، مکتبہ فاروقیہ کراچی)

معتبر ہیں(۱)۔ موضوعات کی کتابیں تذکرۃ الموضوعات، موضوعات کبیر، اللآلی المصنوعہ (۲)، الفوائد الموضوعہ وغیرہ ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۸/شعبان/۶۱ھ۔

صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب حدیث

سوال[۲۲۸]: کتب صحاح کے بغیر دوسری کتب احادیث مثلاً: بیہقی، دارمی، طبرانی، طحاوی وغیرہ یہ کس قدر اور معتبر کتابیں ہیں کہ نہیں؟ نیز کتب صحاح کی حدیث کو اعلیٰ حدیث سمجھنا اور ان کے علاوہ دوسری کتب حدیث کو احادیث نہ سمجھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب حدیث بیہقی (۳)، طحاوی (۴)، دارمی (۵)، دارقطنی (۶)، مؤطا (۷)

---

(۱) "فقد ظن أناس أنهما (الشيخان) قد التزما أن يخرجا كل ما صح من الحديث في كتبهما ... فقد روي عن البخاري أنه قال: ما أدخلت في كتابي الجامع إلا ما صح، وتركت جملةً من الصحاح خشية أن يطول الكتاب. وروي عن مسلم أنه ... قال: إنما أخرجت هذا الكتاب وقلت: هو صحاح ولم أقل: إن ما لم أخرجه من الحديث في هذا الكتاب فهو ضعيف ... وبما ذكرنا من عدم التزامهما استيعاب الأحاديث الصحيحة أجمع يظهر لك أن لا وجه لإلزام من ألزمهما إخراج أحاديث لم يخرجاها مع كونها صحيحة ... الأصول الخمسة: هي صحيح البخاري ... السادس الموطأ، وتبعه على ذلك المحدث ابن الأثير في كتاب جامع الأصول وكذا غيره الخ". (مقدمة فتح الملهم، ۱/۵۹، بيان أن الشيخان لم يستوعبا الصحيح: كتب خانه محموديه سهارنپور)

(۲) (اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة لجلال الدين السيوطي رحمه الله تعالى، وهو تلخيص موضوعات ابن الجوزي)

(كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون: ۲/۱۵۳۳، مكتبه المثنى بغداد)

(۳) (السنن الكبرى للبيهقي لإمام المحدثين الحافظ الجليل أبي بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي المتوفى سنة: ۴۵۸ھ، مطبوعه تاليفات اشرفيه ملتان)

* المعجم الكبير والصغير والأوسط في الحديث للإمام أبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني =

وغیرہ بھی قابل قدر کتابیں ہیں، ان کی احادیث کو احادیث نہ سمجھنا جہالت اور ضلالت ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

صحاح ستہ پر اعتماد نہ کرنا

سوال[۱۰۳۲۹]: ایک شخص یہ کہتا ہے کہ مرادآباد میں جامعہ قاسمیہ کی صحاح ستہ کی کتابیں سراسر غلط ہیں، انہوں نے کچھ حدیثیں اپنی طرف سے بنا کر لکھوادی ہیں۔ اور ان کتابوں میں توحید بھی ہے تو توحید کو بھی غلط قرار دیتا ہے، کیونکہ لفظ "سراسر" میں سب ہی آگیا ہے۔ لیکن وہ شخص کلمہ گو ہے، مگر بدعتی خیال کا ہے، اس کا

= الحافظ المتوفى سنة: ۳۶۰، ستين وثلثمائة. رتب في الكبير الصحابة على الحروف مشتملاً على نحو خمسة وعشرين ألف حديث، ورتب في الأوسط والصغير شيوخه على الحروف أيضاً". (كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون: ۲/۱۴۳۷، مكتبة المثنى بغداد بيروت)

(۴) "معاني الآثار للطحاوي، وهو أبو جعفر أحمد بن محمد الطحاوي، ولد سنة: ۲۲۸، وتوفي سنة: ۳۲۱ ... في الأحكام التي يتوهم أهل الإلحاد والضعفة أن بعضها ينقض بعضاً لقلة علمهم بناسخها ومنسوخها". (كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون: ۲/۱۷۲۸، مكتبة المثنى بيروت، بغداد)

(۵) "السنن للدارمي وهو الإمام الحافظ عبد الله بن عبد الرحمن الدارمي المتوفى سنة: ۲۵۵، خمس وخمسين ومائتين". (كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون: ۲/۱۰۰۸، مكتبة المثنى بيروت، بغداد)

(۶) "السنن للدارقطني، وهو الإمام الحجة أبو الحسن علي بن عمر الشهير الحافظ البغدادي المتوفى سنة: ۳۸۵". (كشف الظنون، المصدر السابق)

(۷) "موطأ في الحديث للإمام مالك بن أنس الحميري الأصبحي المدني إمام دار الهجرة، المتوفى سنة: ۱۷۹، وهو قديم مبارك، قصد فيه جمع الصحيح، لكن إنما جمع الصحيح عنده لا على اصطلاح أهل الحديث؛ لأنه يرى المراسيل والبلاغات صحيحة، كذا في النكت الوفية". (كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون: ۲/۱۹۰۷، مكتبة المثنى بيروت، بغداد)

www.ahlehaq.org

اختیار حدیث کی کتابوں پر نہیں ہے تو وہ شخص کافر ہوا یا مشرک یا مرتد؟ جواب باصواب دے کر جزائے دارین حاصل کریں۔ بینوا وتوجروا۔ محمد لطیف گنگی عن مراد آباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس شخص سے دریافت کیا جاوے کہ وہ کچھ حدیثیں جو کہ اپنی طرف سے بنا کر لکھوا دی ہیں وہ کیا ہیں اور کس نے بنا کر لکھوائی ہیں؟ جامع صاحب کی صحاح ستہ کہاں ہیں، کیا وہ صرف جامع صاحب میں ہیں یا دوسری جگہ بھی موجود ہیں؟ شخص مذکور کا مقولہ مذکورہ بدعت وجہالت کا نتیجہ ہے(۱)، جس طرح لفظ "سر سر" سے سائل کے ذہن میں اس کے کفر وشرک اور ارتداد کا شبہ پیدا ہوتا ہے تو سائل کو لفظ صحاح اور لفظ "کچھ" پر بھی توجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ ان کو صحاح تسلیم کرتا ہے اور کچھ کو اپنی طرف سے بتاتا ہے، ساتھ ہی ساتھ سائل اس کا بھی قائل ہے کہ وہ کلمہ گو ہے لہٰذا اس کی تکفیر سے اجتناب اور اس کی اصلاح کی سعی حتی الوسع لازم ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد، عبد اللطیف غفرلہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/ ۱۰/ ۶۲ھ۔

"فرمانِ مصطفوی" نام کا پرچہ اور طبع شدہ پرچوں کی نقل

سوال [۱۲۰۰]: آج کل ایک مضمون پوسٹ کارڈوں کے ذریعے تقسیم ہو رہا ہے جس کی ایک کاپی اس عریضہ کے ہمراہ ارسال خدمت کر رہا ہوں۔ اب سے قبل حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک اشتہار

---

(۱) شخص یا حدیث کے انکار کو فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے کفر قرار دیا ہے: "في شرح الفقه الأكبر للقاري رحمه الله تعالى: "من رد حديثاً، قال بعض مشايخنا: يكفر، وقال المتأخرون: إن كان متواتراً، كفر. أقول: هذا هو الصحيح، إلا إذا كان رد حديث الآحاد من الأخبار على وجه الاستخفاف والاستحقار والإنكار". (فصل في القراءة والصلوة، ص: ۱۶۶، قديمي)

(وكذا في شرح العقيدة الطحاوية، مطلب في حكم من أنكر شيئاً مما جاء به رسول الله صلى الله عليه وسلم، ص: ۴۹۵)

(۲) "إذا كان في المسئلة وجوه توجب التكفير، ووجه واحد يمنع التكفير، فعلى المفتي أن يميل إلى الوجه الذي يمنع التكفير تحسيناً للظن بالمسلم". (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/ ۲۰۱، رشيديه)

اس کا اہتمام چاہیے(۱)۔ لیکن نو کے یوں لکھنا کوئی شرعی عمل نہیں جس کے ترک پر کوئی وعید یا نحوست ہو، بلکہ تیمور یا نپولین کا کوئی قول و فعل، اعتقاد و شرعی حجت نہیں جس سے کوئی مسلم استدلال کرے، بلکہ ان کے تئیں ایسی خرافات کو استدلال کے لئے پیش کرنا نادانی اور بے غیرتی کی بات ہے، اس کے لئے تو قرآن کریم اور حدیث شریف اور اقوالِ سلف صالحین کا بیش بہا ذخیرہ اور سرمایۂ سعادت ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/رجب/۶۷ھ۔

اس خط میں جو نمبر لکھے ہیں سب بے اصل اور خود ساختہ ہیں، مصیبت اور پریشانی کا یہ علاج نہیں ہے بلکہ اس کا مسنون علاج حق تعالیٰ شانہ کی اطاعت اور روزہ نماز کا اہتمام اور کثرت سے استغفار کرنا ہے۔ اس خط کے مضمون پر ہرگز عمل نہ کیا جائے، جو لوگ اس سلسلہ پر عمل کرتے ہیں وہ فضول خرچی کے علاوہ دوسرے مسلمانوں کو تشویش میں بھی مبتلا کرتے ہیں۔

سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/رجب/۶۷ھ۔

شیخ احمد کے خواب سے متعلق طبع شدہ پرچہ کی تحقیق پرچہ کی نقل

سوال[۱۳۴۱]: گزارش ہے کہ ایک طبع شدہ پرچہ جو بعض لوگ ایسے پرچے بہت چھپوا کر لکھے

---

(۱) "عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: أتى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم رجل فقال: يا رسول الله أي الدعاء أفضل؟ قال: "سل ربك العفو والعافية في الدنيا والآخرة". ثم أتاه اليوم الثاني فقال: يا رسول الله أي الدعاء أفضل؟ قال: "سل ربك العفو والعافية في الدنيا والآخرة". ثم أتاه في اليوم الثالث فقال: يا نبي الله أي الدعاء أفضل؟ قال: "سل ربك العفو والعافية في الدنيا والآخرة، فإذا أعطيت العفو والعافية في الدنيا والآخرة فقد أفلحت". (سنن ابن ماجة، أبواب الدعاء، باب الدعاء بالعفو والعافية، ص: ۲۷۵، قديمي)

(وكذا في سنن الترمذي، أبواب الدعوات، رقم الباب: ۸۰، قديمي)

(وكذا في مسند أحمد بن حنبل: ۳۳۲/۳، دار إحياء التراث العربي)

(۲) "عن عبد الله رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "خير الناس قرني، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم، ثم يأتي بعد ذلك قوم تسبق شهاداتهم أيمانهم وأيمانهم شهاداتهم". (مسند أحمد بن حنبل، مسند عبد الله بن مسعود: ۴۲۵/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

ہوئے تقسیم ہو رہے ہیں جیسا کہ پرچے کے آخر میں بانٹنے والے کے لئے مالی منفعت اور جھوٹ کہنے والے کے لئے تباہی کا اندیشہ ظاہر کیا گیا ہے ٹھیک ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ کار خیر ہے تو روپے کے عوض میں اس کو کرنا جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم نظام کے باب انا مستفسرہ کے ذریعہ عوام کی رہنمائی فرمایئے مہربانی ہوگی۔ والسلام۔

مشکور علی صدیقی شیخ آباد۔ ضلع لکھنؤ۔

طبع شدہ پرچہ کی نقل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خادم کو مدینہ منورہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ قیامت آنے والی ہے اور توبہ کا دروازہ بند ہونے والا ہے، غافل مت ہو گناہوں سے توبہ کرو، جمعہ کے دن سے چار روزے رکھو نماز پڑھو زکوٰۃ دو۔

جو شخص ایسے تیرہ پرچے بانٹ دے گا اس کو چودہ دن میں خوشی ہوگی، بمبئی میں ایک شخص نے تیرہ پرچے بانٹ دئے تھے اس کو حاجی قرار کا فائدہ ہوا اور ایک شخص نے اس پرچہ کو جھوٹ بولا اس کو اپنے بیٹے سے ہاتھ دھونا پڑا، جو شخص تقسیم نہیں کرے گا غم ضرور دیکھے گا۔

بندۂ خدا ایک یا دو پرچے لکھ کر ضرور تقسیم کرے گا، جو زیادہ چھپوا کر بانٹے گا زیادہ فائدہ ہوگا۔

بھائیو! یہ بات یقین جانو اور سچی تو۔ خدا ہم سب کو نیک ہدایت اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نوٹ: یہ پرچہ پاس رکھنا گناہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

توبہ کا دروازہ بند ہونا اور قیامت کا قریب آنا احادیث میں کثرت سے مذکور ہوا ہے اور جو وقت بھی گذرتا ہے یہ دونوں چیزیں قریب سے قریب تر آرہی ہیں، ان کے لئے کسی کے خواب کی

حاجت نہیں (۱)۔ گناہوں سے توبہ کرنے کا حکم قرآن پاک میں مذکور ہے اور ہر وقت ہر آدمی کو توبہ کرتے رہنا چاہئے (۲)۔ دنیا میں جس قدر مصائب اور فتنے ہیں اور آخرت میں جو عذاب ہیں وہ سب گناہوں کی وجہ سے ہیں (۳)۔ اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرمائے اور گناہ سے بچائے۔ نفلی روزہ رکھنے کی بھی فضیلت ثابت ہے (۴)، پیر اور جمعرات کا روزہ بھی روایت میں ثابت آیا ہے (۵)۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ

---

(۱) "عن أبي سعيد رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "لا يأتي مائة سنة وعلى الأرض نفس منفوسة اليوم". (مشكوة المصابيح، باب قرب الساعة، ص: ۴۸۰، قديمي)

"وعن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رجال من الأعراب يأتون النبي صلى الله عليه وسلم يسألونه عن الساعة، فكان ينظر إلى أصغرهم فيقول: إن يعش هذا لا يدركه الهرم حتى تقوم عليكم ساعتكم". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، المصدر السابق)

"لا تنقطع الهجرة حتى تنقطع التوبة، ولا تنقطع التوبة حتى تطلع الشمس من مغربها". (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۵/۱۲۴، حديث معاوية بن أبي سفيان، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"إن بالمغرب باباً مفتوحاً للتوبة مسيرة سبعين سنة، لا يغلق حتى تطلع الشمس من نحوه". (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۵/۳۸۸، حديث صفوان بن عسال المرادي، دار إحياء التراث العربي)

(وأبو داود، كتاب الجهاد، باب الهجرة هل انقطعت: ۱/۳۳۵، دار الحديث ملتان)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحا﴾ (سورة التحريم: ۸)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (شرح النووي على صحيح مسلم: ۲/۳۵۴، كتاب التوبة، قديمي)

(۳) قال الله تعالى: ﴿ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت أيدي الناس﴾ (سورة الروم: ۴۱)

(۴) "قال عثمان رضي الله تعالى عنه: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "الصيام جنة من النار كجنة أحدكم من القتال". (ابن ماجة، أبواب الصيام، باب ما جاء في فضل الصيام، ص: ۱۱۸، قديمي)

(۵) عن عائشة رضي الله عنها قالت: "كان النبي صلى الله عليه وسلم يتحرى صوم الاثنين والخميس". (جامع الترمذي، أبواب الصوم، باب في صوم يوم الاثنين والخميس: ۱/۱۵۷، سعيد)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "تعرض الأعمال يوم الاثنين والخميس، فأحب أن يعرض عملي وأنا صائم". (حواله بالا)، (وأيضاً في ابن ماجة، أبواب الصيام، باب صيام يوم الاثنين الخ، ص: ۱۲۴، قديمي)

www.ahlehaq.org

"ہما، ہدیٰ" وغیرہ پرچوں کا دیکھنا

سوال [۱۳۴۲]: ہدیٰ یا ہما یا اس جیسے پرچوں کا پڑھنا مطالعہ کرنا، مستورات کو رکھنا ازروئے شرع کیسا ہے؟

نوٹ: دو رسالے سوال کے ساتھ ہمراہ پیش ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس میں کچھ مضامین تو علم و حکمت و عبرت کے ہیں، مقامات مقدسہ کے نقشے اور کچھ نقشے بھی حسن وغیرہ پر مشتمل ہیں، مگر کچھ مضامین اخلاق و عقائد کو تباہ کرنے والے بھی ہیں۔ جو کہ انسانوں اور جانوروں کے فوٹو بھی ہیں۔ جب کسی کتاب وغیرہ (کسی شی میں بھی) منفعت و مضرت دونوں پہلو ہوں تو مضرت سے بچنے کے لئے اس کا ترک کرنا اہم ہوتا ہے (۱)۔ ایسی چیز جس سے عقائد و اخلاق پر غلط اثر پڑے جیسے محرم کے تعزیوں سے متعلق اس میں درج ہے (۲) اور فوٹو بھی دے رکھے ہیں اس سے پورا اجتناب لازم ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳/۱/۸۹ھ۔

---

(۱) "القاعدة: درء المفاسد أولى من جلب المصالح". قال الشارح: "فإذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالباً، لأن اعتناء الشرع بالمنهيات أشد من اعتنائه بالمأمورات". (قواعد الفقه، رقم القاعدة: ۲۸۰، ص: ۸۰، الصدف پبلشرز کراچی)

(وكذا في شرح المجلة للباز، المادة: ۳۰، ص: ۳۲، مكتبه حنفيه كوئته)

(وكذا في الأشباه والنظائر مع الشرح (طبع جديد) الفن الأول في القواعد الكلية، قبيل القاعدة السادسة: ۱/ ۲۶۴، إدارة القرآن)

(۲) "تعزیه داری در عشرہ محرم وغیرہ، ساختن ضرائح و صورت قبور و علم بیار کردن ذلك وغیر ذلك، این همه امور بدعت است الخ". (مجموعة الفتاوی علی هامش خلاصة الفتاوی: ۴/ ۳۴۴، رشیدیه)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (کفایت المفتی: ۲/ ۲۳۰، دار الاشاعت طبع جدید)

(اور تخریج دیکھئے: وتالیفات رشیدیه، کتاب الایمان والکفر، ص: ۱۵۵، اداره اسلامیات)

(۳) "عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: =

مسئلہ تقدیر پر کونسی کتاب ہے؟

سوال [۱۴۴۳]: مسئلہ تقدیر کے لئے کس کتاب کا مطالعہ کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ تقدیر پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "اکسیر کبیر" ہے، اب "تقدیر کیا ہے" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۲/۹۱ھ۔

ردِ شیعہ اور ردِ اہلِ ہنود میں کون سی کتاب معتبر ہے؟

سوال [۱۴۴۴]: ردِ شیعہ اور ردِ اہلِ ہنود میں کونسی کتاب کا مطالعہ کیا جائے، نام تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ردِ شیعہ میں تحفۂ اثنا عشریہ (۱)، ہدیۃ الشیعہ (۲)، ہدایۃ الرشید (۳) کا مطالعہ مفید ہوگا، یہ کتابیں اچھی علمی مضامین پر مشتمل ہیں، اور ردِ اہلِ ہنود میں "تبلیغ، انتصار الاسلام (۴)، ردِ تناسخ، گفتگو" وغیرہ وغیرہ مفید ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۰/۹۰ھ۔

= "أشد الناس عذاباً عند الله المصورون". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، ص: ۳۸۵، قديمي)

"التصوير جعل الشيء ذا صورة، والمراد به هنا تصوير مشبها بخلق الله من ذوات الروح مما يكون على حائط أو ستر". (مرقاة المفاتيح: ۸/۲۹۵، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۲۱، سعيد)

(۱) (تحفۂ اثنا عشریہ مصنفہ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ، سہیل اکیڈمی)

(۲) (ہدیۃ الشیعہ تصنیف لطیف حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ، کتب خانہ [illegible])

(۳) (ہدایۃ الشیعہ مصنفہ امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ ملحقہ تالیفات رشیدیہ ص: ۳۳۳، ادارہ اسلامیات)

(۴) (انتصار الاسلام تالیف حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ، ادارہ اسلامیات)

(بقیہ کتب کے مصنفین کا تذکرہ ہمیں نظر سے نہیں گزرا)

سے اجتناب کی کوشش کرتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

صلہ رحمی اور اسکے حدود پر کتاب کی ضرورت

سوال[۱۴۰۲]: میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ صلہ رحمی اور قطع کا معیار، حساب اور حدود کیا ہیں؟ صلہ رحمی کے حدود کہاں سے ختم ہوتے ہیں اور قطع رحمی کے کہاں سے شروع ہوتے ہیں؟ جن کو قرآن وحدیث کی روشنی میں جاننا چاہتا ہوں۔

معاشرتی زندگی میں ہر وقت معاملہ داری کرنے میں اس کی ضرورت پڑتی ہے اور بندہ ثواب وعذاب کا مستحق ہوتا ہے، اس اہم موضوع پر اگر آپ مناسب سمجھیں تو ایک کتاب کی شکل میں اشاعت فرمائیں جو بہت بڑی خدمت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صلہ رحمی اور قطع رحمی کے متعلق قرآن کریم (۱) اور حدیث شریف (۲) میں بہت ترغیب وترہیب وارد ہوئی ہے اور مفسرین وشراح نے اس کی تفصیل بھی بیان کی ہے (۳)۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿واتقوا الله الذي تساءلون به والأرحام﴾ (النساء، آيت: ۱)

وقال الله تعالى: ﴿وآت ذا القربى حقه﴾ (سورة الإسراء، آيت: ۲۶)

(۲) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الرحم معلقة بالعرش تقول: من وصلني وصله الله، ومن قطعني قطعه الله". (متفق عليه، مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، ص: ۴۱۹، قديمي)

"وعن جبير بن مطعم رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "لا يدخل الجنة قاطع"

(مشكوة المصابيح، المصدر السابق)

"وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ليس الواصل بالمكافي، ولكن الواصل الذي إذا قطعت رحمه وصلها". (مشكوة المصابيح، المصدر السابق)

(۳) قال الآلوسي رحمه الله تعالى: "المراد بالرحم الأقارب، ويقع على كل من يجمع بينك وبينه نسب وإن بعد". (روح المعاني: ۴/۱۸۵، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

قال القاري: "من وصلني وصله الله" أي بحسن رعايته وبجميل حمايته "ومن قطعني قطعه الله" أي عن غاية عنايته، ومن كمال رحمته ورأفته، فالوصل كناية عن الإقبال إليه والقبول منه" (مرقاة المفاتيح: ۸/۶۵۵، باب البر والصلة، رشيديه)

www.ahlehaq.org

ترجمہ تفسیر مظہری (۱)، بیان القرآن (۲)، تفسیر حقانی (۳)، مظاہر حق (۴)، معارف الحدیث (۵)، فضل اللہ الصمد (۶)، بہشتی زیور (۷)، حقوق الاسلام (۸) میں تفصیل مذکور ہے۔

مستقل بیان تصنیف کرنے کی ضرورت نہیں، آپ کو جو صورت پیش آئی ہو اس کو ان سب میں دیکھ لیں، اگر پوری طرح سمجھ میں نہ آئے اس کو لکھ کر دریافت کرلیں، ہر ایک کی خواہش پر مستقل کتاب لکھنا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے، جس چیز کی ضرورت ہوا اس پر کتاب لکھی بھی گئی ہے اور آئندہ بھی لکھی جا سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۲/۱۴۰۱ھ۔

دینی معلومات حاصل کرنے کے لئے کون سی کتاب معتبر ہے؟

سوال [۱۴۴۷]: وہ کونسی کتاب ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ ہر مسلمان پر اس قدر علم دین سیکھنا فرض ہے، آپ مجھے مشورہ دیجئے، میرے پاس وقت بہت کم ہے لیکن دین کی معلومات حاصل کرنے کا بہت شوق ہے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کے جذبات سے دل بہت خوش ہوا کہ آپ اپنی مصروفیت کے باوجود علم دین سیکھنے کا طریقہ معلوم کرنا چاہتے ہیں اور آپ کے پاس اتنا وقت نہیں کہ علماء کی خدمت میں جا کر پڑھیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ تعلیم

---

(۱) "والأرحام بالنصب عطفاً على "الله" يعني واتقوا الأرحام أن تقطعوها الخ" (التفسير المظهري، سورة النساء: ۲/۳، حافظ کتب خانہ)

(۲) (بیان القرآن: ۱/۸۰، میر محمد کتب خانہ)

(۳) (تفسیر حقانی: ۲/۱۲۳، میر محمد کتب خانہ)

(۴) (مظاہر حق کتاب الآداب: ۴/۱۲۳، خواجہ محمد اسلام)

(۵) (معارف الحدیث، کتاب الآداب والمعاشرۃ عنوان: صلہ رحمی: ۶/۵۰، دار الاشاعت کراچی)

(۶) (لم أجده)

(۷) (بہشتی زیور حصہ ہفتم، باب: ۸۳، طبع جدید دار الاشاعت کراچی)

(۸) (لم أجده)

اسلام کے سب حصے کسی عالم سے پڑھ لیں، رات دن میں تھوڑا تھوڑا وقت نکال کر اگر کچھ سمجھ کر پڑھ لیں گے تو آپ کو عقائد وعبادات کا ضروری علم حاصل ہو جائے گا، اس کے ساتھ بہشتی زیور کے سب حصے پڑھ لیں تو زیادہ فائدہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۲/۹۰ھ۔

غیر عالم کا مسائل بتانا اور چند معتبر کتابیں

سوال [۱۳۴۸]: ہمارے گاؤں میں بہت سے بدعت کے کام ہوتے ہیں، مثلاً: ایصالِ ثواب میں پیسے دے کر قرآن شریف پڑھاتے ہیں اور اس کا ثواب مردوں کو بخشتے ہیں، اس کے علاوہ اور بہت سے کام شریعت کے خلاف ہوتے ہیں، اس کے اندر ہم شریک نہیں ہوتے ہیں، لوگ ہم سے پوچھتے ہیں تو ہم ان کے ثبوت میں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس بہشتی زیور مکمل و مدلل مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے، اسی طرح فتاویٰ دارالعلوم دیوبند چار حصے، فتاویٰ رشیدیہ اور خطبات و مواعظ مکمل جناب مولانا الحاج مفتی ابوالنصر الشہیر بہ ذاکر حسن اور مظاہر حق اردو مطبوعہ دیوبند ہمارے پاس ہے۔ نیز حکایات صحابہ اور دیگر فقہی کتابیں موجود ہیں۔

ان کتابوں سے ہم ان کو سمجھاتے ہیں اور کچھ لوگ مانتے بھی ہیں اور ہم ہر دم ان کتابوں پر عمل ہے، ہاں اگر کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تو ہم فوراً کسی عالم سے دریافت کر کے پوری تحقیق کرتے ہیں پھر بتلاتے ہیں۔ زید ہم کو کہتا ہے کہ تم کو ایک یا دو کتابیں پڑھ کر آپ کو مسئلہ بتانے کا کیا حق ہے؟ فلاں کتابیں پڑھنے سے مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا۔ زید عالم ہے اور مقامی نہیں ہے بلکہ دوسری جگہ کا ہے، اس لئے معلوم نہیں کہ علمائے حق میں سے ہے یا نہیں۔ یہاں پر بہت اچھے اچھے عالم آتے ہیں وہ ہم کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور دعائیں دیتے ہیں، اس لئے بندہ دریافت کرنا چاہتا ہے کہ زید کا کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن کتابوں کا آپ نے نام لکھا ہے وہ مجموعی حیثیت سے معتبر ہیں، ان میں لکھے ہوئے مسائل صحیح ہیں، ان پر عمل کرنا اور دوسروں کو عمل کے لئے آمادہ کرنا درست بلکہ عین راہِ ہدایت ہے اور ذریعۂ نجات ہے، البتہ ہر مسئلہ کی باریکی کو سمجھنا آسان نہیں۔ جو عالم ان کتابوں کے مسائل کو غلط بتائیں ان سے غلط ہونے کی دلیل لکھوا کر بھیجیں تو انکی دلیل پر غور کیا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۰/۹۰ھ۔

"عین الہدایہ"

سوال [۱۳۴۹]: "عین الہدایہ" کس کی تصنیف ہے اور زمانۂ تصنیف کیا ہے؟ اور فقہ میں کس پایہ کی تصنیف مانی گئی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عین الہدایہ کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا، یہ ہدایہ کا ترجمہ ہے، اس کے مصنف گذشتہ صدی میں گذرے ہیں وہ مترجم تھے کہیں، کچھ تشریح بھی کرتے تھے، مجتہد نہیں تھے(۱)، مجموعی حیثیت سے یہ ترجمہ معتبر ہے، تاہم اگر کوئی چیز خلافِ مذہب اس میں ہو وہ معتبر نہیں، دو کسی ایک روایت کی وجہ سے پوری کتاب کو غیر معتبر بھی نہیں کہا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ناسخ ومنسوخ سے متعلق کتابیں

سوال [۱۳۵۰]: آپ کا جواب ۵۸۷(ب) مورخہ ۱۷/۹/۸۸ھ ملا، شکریہ۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ "اس مسئلہ پر مستقل کتابیں تصنیف کی گئی ہیں، جن میں نسخ کی تعریف، منسوخ کے احکام، ناسخ کے اقسام، درج ہیں"۔ براہِ کرم ان کتب کے نام مع ترجمہ ہوں تحریر فرمادیں۔

---

(۱) "السید الفاضل العلامة أمیر علي بن معظم علي الحسیني الملیح آبادي ثم اللکهنوي أحد العلماء المشهورین في الهند، ولد في سنة أربع وسبعین ومائتین وألف، وقرأ الرسائل الفارسیة والفنون الریاضیة ... ولما بلغ الخامس عشر من سنه ترک الاشتغال بذلک وأقبل إلی العلوم العربیة، وکان مفرط الذکاء، جید القریحة، قوي الحفظ، سریع الإدراک، متین الدیانة، شریف النفس ... غیر متعصب في المذهب الحنفي، یتبع الدلیل، ویترک التقلید إذا وجد في مسألة نصاً صریحاً مخالفاً للمذهب غیر منسوخ ... وله مصنفات عدیدة، منها مواهب الرحمن في تفسیر القرآن بالأردو في ثلاثین مجلداً، ومنها عین الهدایة شرح هدایة الفقه بالأردو، ومنها ترجمة الفتاوی العالمگیریة، ومنها شرح صحیح البخاري بالأردو في مجلدات کبار ... مات في شهر رجب سنة سبع وثلاثین وثلاثمائة وألف بلکهنؤ". (نزهة الخواطر ۸/۸۵، طیب اکادمي ملتان)

www.ahlehaq.org

الجواب حامداً ومصلیاً:

کتاب الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار ملا علی قاری کی تصنیف عربی میں ہے، حیدرآباد میں طبع ہوئی۔ افادۃ الشیوخ بمقدار الناسخ والمنسوخ نواب صدیق حسن صاحب کی فارسی میں ہے، الفوز الکبیر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ہے، اصل فارسی میں ہے، اس کا ترجمہ عربی میں بھی ہوا ہے اور اردو میں بھی ہوا ہے، اس میں بھی یہ بحث موجود ہے، اگرچہ یہ کتاب مستقلاً نسخ کے بیان کے لئے نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۱/۸۸ھ۔

اہلِ فرنگ کی رد کے لئے کتابیں اور توریت وانجیل کی زبان

سوال [۱۵۰۱]: گذارش ہے کہ یہاں اہلِ فرنگ سے بحث ومباحثہ کی نوبت آتی ہے، ان کے عقائد کو رد کرنے کے لئے کسی مستند کتب کی رہنمائی کی جائے تو بے حد دلی خوشی اور کامیابی کی توقع ہے، اور اگر زحمت خاطر نہ ہو تو اس سے بھی آگاہی بخشیں کہ انجیل کس زبان میں اور توریت کس زبان میں اور زبور کس زبان میں نازل ہوئی تھی اور صحف ابراہیم کس زبان میں تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تقریر دلپذیر(۱)، تفسیر حقانی(۲)، اظہار الحق(۳) وغیرہ کافی ہیں، جامع دلائل موجود ہیں، جس زبان میں توراۃ، انجیل، زبور، صحف ابراہیم ہیں اس کو عبری وعبرانی زبان کہتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱/۹۲ھ۔

---

(۱) (تقریر دلپذیر، مولفہ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ، مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

(۲) (انجیل کے لئے دیکھئے: تفسیر حقانی، سورۂ نساء آیت: ۱۵۷، ۲۲۲/۲، مؤلفہ فخر المفسرین عمدۃ المتکلمین ابو محمد عبد الحق حقانی دہلوی، میر محمد کتب خانہ)

(۳) (اظہار الحق، تصنیف امام العلامہ محقق شیخ رحمۃ اللہ ابن خلیل الرحمن العثمانی الکیرانوی رحمہ اللہ تعالیٰ) یہ کتاب عربی میں چار ابواب مباحث پر مشتمل ہے، مطبوعہ۔

اردو میں اس کی تشریح وتحقیق مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے کی ہے، کتاب کا نام "بائبل سے قرآن تک" ہے۔

''تاریخ ابن خلدون'' کا حال

سوال [۱۳۵۲]: تاریخ ابن خلدون معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجموعی حیثیت سے معتبر ہے اگرچہ بعض اشیاء اس میں غیر معتبر بھی ہیں جیسا کہ اکثر تواریخ کا حال ہوتا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

کیا ''تاریخ الخلفاء'' مستند کتاب ہے؟

سوال [۱۳۵۳]: تاریخ الخلفاء جو علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تالیف ہے، یہ کتاب مستند ہے یا غیر مستند؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تاریخ الخلفاء مستند نہیں ہے بلکہ یہ تاریخ کی کتاب ہے جس میں ہر قسم کی باتیں نقل ہوئی ہیں، حدیث کی جو روایات اس میں موقع موقع سے بیان کی ہیں وہ بھی قوی ضعیف ہر طرح کی ہیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۲/۹۰ھ۔

---

(۱) "تاریخ ابن خلدون، القاضي عبد الرحمان بن محمد الحضرمي ... وهو كبير عظيم النفع وفوائدها رتب على المقدمات ...... ولعل ذلك الكتاب هو العبر و ديوان المبتدأ والخبر في أيام العرب والعجم والبربر ...... وهو على مقدمة وثلاثة كتب، المقدمة في فضل علم التاريخ ..... وصف الكتاب الأول ذهب باسم المقدمة حتى صار علما عليها". (كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون: ۱/۲۷۸، ۲/۱۱۲۴، مكتبة المثنى بغداد بيروت)

(۲) "تاريخ الخلفاء لجلال الدين عبد الرحمن أبي بكر السيوطي المتوفى سنة إحدى عشرة وتسعمائة، وهو أحسن ما صنف فيه". (كشف الظنون، حرف التاء: ۱/۲۹۳، مكتبة المثنى، بغداد)

کتاب "آدرجندی" کی حقیقت

سوال [۱۳۵۴]: استفتاء ما قولکم فی ھذہ المسئلۃ رحمکم اللہ تعالیٰ ایھا العلماء۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے فتویٰ "آدرجندی" میں روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے تیسرے دن حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دودھ اور چھوارے لاکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے اس پر آج مروجہ طریقہ کے مطابق ہاتھ اٹھا کر چاروں قل اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر ثواب روح اپنے صاحبزادے کو بخشا، انتہی ملخصاً۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ کتاب ملا علی قاری کی تصنیف نہیں اور یہ روایت بھی صحیح نہیں، کتب حدیث میں اس روایت کا کوئی نشان نہیں (۱) مولانا عبدالحئی صاحب نے اس کو موضوع لکھا ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص ۱۰۴، ۱۰۵ و ۱۰۶ پر اس روایت کے متعلق تفصیلی رد موجود ہے (۲) اور دہلی، لکھنؤ، مرادآباد، جونپور وغیرہ کے بہت سے علماء کے دستخط

---

(۱) روایت فتاویٰ رشیدیہ میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کی گئی ہے، قال: کان الیوم الثالث عن وفات إبراهيم بن محمد صلى الله تعالى عليه وسلم، جاء أبو ذر رضي الله تعالى عنه عند النبي صلى الله تعالى عليه وسلم معه تمرة يابسة ولبن الناقة وخبز الشعير، فوضعها عند النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقرأ النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الفاتحة مرةً وسورة الإخلاص ثلاث مرات، وقرأ "اللهم صل على محمد أنت بها أهل" فرفع يديه ومسح وجهه، فأمر أبا ذر أن يقسمهم، وقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "ثواب هذه الأطعمة لإبراهيم" (باب البدعات، ص ۱۳۶، سعید)

(۲) "نسخہ کتاب آدرجندی از تصانیف ملا علی قاری است، ونہ روایت مذکورہ صحیح ومعتبر است، بلکہ موضوع است وباطل، مرتبۂ اعتماد نشاید، در کتب حدیث نشانے از مضمون روایت یافتہ نمی شود" حررہ ابوالحسنات، مہر (ابوالحسنات محمد عبدالحئی)

یہ حدیث ذاتی ہے اور بنانے والا اس کا کاذب اور مفتری ہے اور آدرجندی کوئی کتاب ملا علی قاری کی تصنیف سے نہیں ہے۔ انتہی بلفظہ۔ محمد عبدالحئی، محمد صدیق، محمد روشن۔

(الفتاویٰ الرشیدیہ، باب البدعات، ص ۱۴۳، سعید)

www.ahlehaq.org

اس پر مستند ہیں(۱) اس روایت سے فاتحہ مروجہ پر استدلال کس طرح ہوا کیا فاتحہ پڑھی ہے یا کچھ پڑھ کر پانی پر دم کیا ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذیقعدہ ۵۶ھ

ضروری مستند مسائل کی اشاعت

سوال[۱۲۵۵]: سائل نے کچھ ضروری مسائل کتب فقہ سے لے کر مستند علماء سے تصدیق کرا کر شائع کیے ہیں، دو دو ورق والا فتویٰ روانہ کیے ہیں کہ میرا یہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟ مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کا یہ طریقہ کہ مستند ومعتبر کتب فقہ سے ضروری مسائل لے کر اور ان پر قابل اعتماد علماء کی تصدیق حاصل کر کے شائع فرماتے ہیں جس سے عامۃ المسلمین کو واقفیت حاصل ہوتی ہے، بہت بہتر اور ان شاء اللہ تعالیٰ موجب اجر وثواب ہے۔ حق تعالیٰ قبول فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/۷/۹۱ھ

بوسیدہ کتب کا حکم

سوال[۱۲۵۶]: درمختار میں ہے کہ اگر کتب پرانی ہو جائیں اور قابل استفادہ نہ رہیں تو اللہ جل شانہ اور انبیاء، ملائکہ کے اسماء محو کر کے بقیہ کو جلا دیا جائے(۳) اور شامی میں جو قرآن مجید قابل تلاوت نہ رہا اس کے متعلق لکھا ہے: "لا یحرق وبہ ناخذ"(۴)۔ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اگر قرآن کو جلانے کی

---

(۱) جن حضرات کے دستخط اور مہر موجود ہیں ان کو: (فتاویٰ رشیدیہ باب البدعات ص ۱۳۹، سعید) میں ملاحظہ کیجئے۔

(۲) اور قاعدہ مسلمہ ہے کہ کسی دلیل میں کئی احتمالات ہوں تو اس سے استدلال درست نہیں ہوتا ہے۔

(۳) "الکتب التی لا ینتفع بها یمحی عنها اسم اللہ وملائکتہ ورسلہ ویحرق الباقی" (الدر المختار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع: ۶/۴۲۲، سعید)

(۴) قال العلامۃ الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ: "والمصحف إذا صار خلقاً وتعذر القراءۃ منہ، لا یحرق بالنار، إلیہ أشار محمد، وبہ نأخذ". (رد المحتار، فصل فی البیع: ۶/۴۲۲، سعید)

www.ahlehaq.org

روایت صحیح ہے تو اس کا کیا جواب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرح سیر کبیر: ۲/۱۷۷، میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اس امر کے متعلق لکھا ہے: "لا يكاد يصح" اور "لا أصل لذلك الحديث"(۱) لیکن یہ قصہ بخاری شریف میں مذکور ہے اس لئے سند کے اعتبار سے اس کو بے اصل کہنا دشوار ہے: "وأمر بما سواه من القرآن في كل صحيفة أو مصحف أن يحرق" (۲) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "في رواية الأكثر أن يخرق بالخاء المعجمة، وللمروزي بالمهملة، ورواه الأصيلي بالوجهين، والمعجمة أثبت (إلى قوله) وفي رواية سويد بن غفلة عن علي رضي الله عنه قال: لا تقولوا لعثمان في إحراق المصاحف إلا خيراً (إلى قوله) وقد جزم عياض بأنهم غسلوها بالماء ثم أحرقوها مبالغة في إذهابها. قال ابن بطال: في هذا الحديث جواز تحريق الكتب التي فيها اسم الله بالنار، وأن ذلك إكرام لها وصون عن وطئها بالأقدام (إلى قوله) وكرهه إبراهيم، وقال ابن عطية: الرواية بالحاء المهملة أصح، وهذا الحكم هو الذي وقع في ذلك الوقت، وأما الآن فالغسل أولى لما دعت الحاجة إلى إزالته". فتح الباري: ۹/۲۱، ۲۰ (۳)۔

حافظ عینی رحمہ اللہ نے متعدد توجیہات بحوالہ کرمانی رحمہ اللہ نقل کر کے روایت کو حق تسلیم کیا ہے اور حنفیہ کا مذہب وہی نقل کیا ہے جو شامی میں ہے(۴)۔

---

(۱) "والذي يروى أن عثمان فعل ذلك بالمصاحف المختلفة حين أراد جمع الناس على مصحف واحد، لا يكاد يصح، فالذي ظهر منه من تعظيم الحرمة لكتاب الله تعالى، والمداومة على تلاوته آناء الليل والنهار دليل على أنه لا أصل لذلك الحديث". (شرح السير الكبير، الجزء ۳۰، ص ۱۰۳، باب ما يحمل عليه الفيء وما يركبه الرجل من الدواب إلخ، عباس أحمد الباز، مكة المكرمة)

(۲) (صحيح البخاري: ۲/۷۴۶، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، قديمي)

(۳) (فتح الباري: ۹/۲۰، ۲۱، كتاب فضائل القرآن، دار الفكر، بيروت)

(۴) "وقال الكرماني: فإن قلت كيف جاز إحراق القرآن؟ قلت: المحروق هو القرآن المنسوخ أو المختلط بغيره من التفسير أو بلغة غير قريش أو القراءات الشاذة، وفائدته أن لا يقع الاختلاف فيه

باب فی تذکرۃ الرجال

(رجال کا بیان)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مرجیہ کہنے والا

سوال [۱۲۵۴]: حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مرجیہ ہیں، ایسا کہنے والا، لکھنے والا علمائے حق کے نزدیک پیر یا ولی، قطب یا غوث کہلانے کا حقدار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کے متعلق پوری عبارت مع حوالہ نقل کریں، اگر حضرت سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کی "غنیۃ الطالبین" کے متعلق یہ سوال ہے تو اس کی توضیح شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہما نے کی ہے(۱)، اس کو دیکھیں، اشکال رفع ہوجائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۹۶ھ۔

---

(۱) "قال الشيخ اللكنوي رحمه الله تعالى في الرفع والتكميل في الجرح والتعديل: "وقد طال البحث قديماً وحديثاً بين علماء المذاهب الأربعة في عبارة الغنية، واستشكلوا وقوعها من مثل هذا الشيخ الجليل، والصوفي النبيل (أي عبد القادر الجيلاني)، وذلك لوجهين: الأول: أن كتب الإمام أبي حنيفة "كالفقه الأكبر" و"كتاب الوصية" تنادي بأعلى النداء على أنه ليس مذهبه في باب الإيمان وفروعه ما ذهب إليه المرجئة أصحاب الإغواء، وكذلك كتب الحنفية تشهد ببطلان مذهب المرجئة، وأن الحنفية وإمامهم ليسوا منهم، فهذه النسبة إليهم غريبة بلا مرية، وصدورها من مثل هذا الشيخ الذي هو سيد الطائفة الصوفية بلية أي بلية.

والثاني: أن حضرت الثقلين بنفسه ذكر في "الغنية" "أبا حنيفة" بلفظ الإمام، وأورد قوله عند ذكر خلاف الأئمة الأعلام ... الخ" (مجموعة رسائل اللكنوي ۵/۱۸۵، رسالة الرفع والتكميل في الجرح والتعديل، ص: ۳۵، تحت عنوان: نافع لك وجيه، إدارة القرآن كراچی)

امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ پر گمراہ ہونے کا الزام

سوال [۱۳۵۸]: سائل کا بیان ہے کہ رسالہ "الفرقان" میں شائع ہوا ہے کہ "تجلی" دیوبند میں مضمون شائع ہوا ہے کہ مفتیانِ دارالعلوم دیوبند نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ گمراہ ہیں۔ کیا واقعی یہ بات سچ ہے؟ اس کے بارے میں مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

علمائے دیوبند حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں، ان کے مذہب کی کتابیں "قدوری، کنز، شرح وقایہ، ہدایہ" پڑھاتے ہیں اور ان کتابوں کے موافق عمل کرتے ہیں اور یہاں کے مفتی بھی امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر فتویٰ دیتے ہیں اور ان کے ہر ہر مسئلہ کو پختہ دلائل کے ذریعہ سمجھاتے ہیں۔ حدیث شریف میں امامِ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قابل شاگرد امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "موطأ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ" پڑھاتے ہیں، جس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی سند سے حدیثیں موجود ہیں، نیز "طحاوی شریف" پڑھاتے ہیں جس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر دلائل قائم کئے گئے ہیں۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی علمائے دیوبند بہت بڑا محدث اور امام اور فقیہ مانتے ہیں، ہرگز ہرگز ان دونوں بزرگ اماموں کو یہاں کے مفتیوں نے گمراہ نہیں کہا، جو شخص بھی دارالعلوم دیوبند کے مفتیوں کے متعلق یہ کہتا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے گمراہ ہونے کا فتویٰ دیا ہے وہ غلط اور سراسر بہتان ہے، خدائے قہار کے سامنے اس کو میدانِ حشر میں اس کا جواب دینا ہوگا، دارالعلوم کے متعلق اس الزام سے بالکل بری ہیں، آئے دن قسم قسم کے الزامات لگائے جاتے ہیں، ہم معاملہ خدا کے سپرد کرتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے (مجموعہ رسائل علمائے ہند، ج: ۱، کل رسالہ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ارجاء کی تہمت)

(ومقدمہ إعلاء السنن، أبو حنیفۃ وأصحابہ المحدثون، الفصل الثامن: ۳/۴۳، إدارۃ القرآن)

تنبیہ: دارالافتاء میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی سوال آیا ہی نہیں کہ جواب کو گمراہ قرار دیا جائے۔ نعوذ باللہ من ذلک فقط۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۴/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۴/۹۲ھ۔

عبدالرحمٰن قاری کا حال

سوال [۱۲۵۱]: مولانا احمد رضا خان کے ملفوظات میں ہے کہ "ایک بار عبدالرحمٰن قاری کہ کافر تھا (اے ناظرین: قراءت سے قاری نہ سمجھیں بلکہ قارہ ہے) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں پر آ پڑا، اونٹ ہانک کر لے گیا، چرواہے کو قتل کر دیا، اسے حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا"۔ اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ عبدالرحمٰن قاری صحابی تھے، ان کو مولانا احمد رضا خان نے کافر کہا۔ کیا یہ اعتراض درست ہے؟ کیا عبدالرحمٰن قاری نام کے کوئی صحابی ہیں؟ اگر کوئی خاص بات نہ ہو تو جس کتاب میں ان کا تذکرہ ہو اس کتاب کا نام مع سن پیدائش اور وفات اور کب ایمان لائے تحریر کریں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عبدالرحمٰن قاری حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں پیدا ہوئے تھے، لیکن صغرسنی کی وجہ سے روایت سننے کی نوبت نہیں آئی، اس وجہ سے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے اور اصطلاح محدثین میں یہ صحابہ میں شمار نہیں بلکہ مدینہ پاک کے تابعین میں داخل ہیں۔ ۸۱ھ میں ان کی وفات ہے، اس وقت ان کی عمر ۷۸ سال تھی۔ "اکمال" میں ان کا ترجمہ موجود ہے(۱) یہ مشکوٰۃ شریف کے آخر میں ہے، دیگر کتب رجال

(۱) "عبد الرحمن بن عبد القاري: هو عبد الرحمن بن عبد القاري، يقال: إنه ولد على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، وليس له منه سماع ولا رواية، وعده الواقدي من الصحابة فيمن وُلد على عهد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، والمشهور أنه تابعي، هو من جملة تابعي المدينة وعلمائها، سمع عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه، مات سنة إحدى وثمانين، وله ثمان وسبعون سنةً، القاري بفتح القاف والراء وتشديد الياء بغير همزة". (الإكمال في أسماء الرجال لصاحب المشكوة الملحق بمشكوة المصابيح، حرف العين، فصل في التابعين ص: ۶۰۹، قديمي) ـــــــــــــــــ

میں زیادہ تفصیل ہے۔

"الملفوظ" کے حوالہ سے جو مضمون کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ بالکل غلط ہے اور ان کو کافر کہنا تو انتہائی جرأت ہے اور ایک مومن کے لئے بہت خطرناک ہے(۱)۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کو کافر کہنا یا معنی ادنیٰ بے ادبی اور خلاف شان بات کہنا بھی مومن کی شان نہیں۔ جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برے قسم کے لفظ کہے وہ ملعون ہے، حدیث پاک میں ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۸/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

کیا امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاذ ہیں؟

سوال[۱۳۰۰]: صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں کونسی کتاب صحیح ہے؟

= (وكذا في المرقاة شرح المشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب قيام شهر رمضان، الفصل الثالث: ۳/۳۴۷، رشيدية)

قلت: ولقد روى عنه الإمام البخاري رحمه الله تعالى في صحيحه فقال: "وعن ابن شهاب عن عروة بن الزبير، عن عبد الرحمن بن عبد القاري أنه قال: خرجت مع عمر بن الخطاب ليلةً في رمضان إلى المسجد، فإذا الناس أوزاع متفرقون (إلى أن قال): قال عمر: نعم البدعة هذه، والتي تنامون عنها أفضل من التي تقومون" يريد آخر الليل، وكان الناس يقومون أوله". (صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب فضل من قام رمضان: ۱/۲۶۹، قديمي)

(۱) "عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه أنه سمع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "لا يرمي رجل رجلاً بالفسوق، ولا يرميه بالكفر، إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب واللعن: ۲/۸۹۳، قديمي)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إذا رأيتم الذين يسبون أصحابي، فقولوا: لعنة الله على شركم". رواه الترمذي". (مشكوة المصابيح، كتاب المناقب والفضائل، باب مناقب الصحابة رضي الله تعالى عنهم، الفصل الثالث، ص: ۵۵۴، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں ہی ٹھیک ہیں، بخاری استاذ ہیں، امام مسلم شاگرد ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۶/۱۴۰۲ھ۔

سحبان الہند

سوال [۱۳۹۱]: سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب کا کیا مقام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہت عمدہ خوش بیان واعظ تھے، چند کتابوں کے مصنف تھے (۲)، جمعیۃ علماء ہند کے ناظم تھے (۳)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۵/۹۲ھ۔

پالن حقانی

سوال [۱۳۹۲]: ہمارے یہاں ایک صاحب محمد پالن حقانی صاحب آئے اور وعظ کیا جس سے سامعین پر بہت اثر ہوا، اور دوسرے مقامات پر بھی وعظ کی درخواست کی گئی، چنانچہ متعدد بیانات ہوئے، سامعین کی بہت بڑی تعداد نے بدعات سے توبہ کی، نماز کا جذبہ پیدا ہوا، مسجدیں آباد ہوگئیں، قلوب میں خدا کا خوف اور دین کی طلب کا ولولہ ان کی تقاریر سے پیدا ہوا، وہ خود عالم نہیں اس کا بھی اقرار کرتے ہیں۔

---

(۱) "ومسلم مع أنه أخذ عن البخاري فإنه يشارك البخاري في كثير من شيوخه". (هدي الساري مقدمة فتح الباري، الفصل الثاني في بيان موضوعه والكشف عن مغزاه فيه: ۱/۱۰، قديمي)

"ولقد صح أن مسلماً كان ممن يستفيد من البخاري، ويعترف بأنه ليس له نظير في علم الحديث". (مقدمة شرح الإمام النووي على صحيح مسلم: ۱/۳، قديمي)

وكذا في مقدمة فتح الملهم: ۱/۱۰۰، ترجمة الإمام مسلم بن الحجاج رحمه الله تعالى، كتب خانه مجيديه سهارنبور)

(۲) مثلاً: "جنت کی کنجی"، "دوزخ کا کھٹکا" وغیرہ۔

(۳) دیکھئے: ([illegible])

ایک کتاب بھی انہوں نے تصنیف کی ہے اس کا نام "شریعت یا جہالت" بعض لوگ ان کی تقریر سننے سے منع کرتے ہیں اور ان کی کتاب دیکھنے سے روکتے ہیں، کہتے ہیں کہ ان کی کتاب میں مسائل غلط ہیں۔ مثلاً قبروں پر پھول ڈالنا انھوں نے جائز بتایا ہے اور تماکو کو حرام لکھا ہے اس لئے دیوبند سے دریافت کیا گیا، جواب میں دو فتوے آئے ایک موافق ایک مخالف، تو آپ رہنمائی کریں کہ ان کی کتب دیکھی جائے یا نہیں، یہ دونوں بھی ارسال ہیں اور ان کی تقریر سننا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محمد پالن حقانی کے متعلق آپ کا مرسلہ دو مطبوعہ اشتہار پہونچے جن میں موافق ومخالف دیوبند کے دو فتوے درج ہیں، جب سوال یہ کیا جاوے کہ وہ اپنی تقریر میں ہر مسئلہ کو قرآن پاک کی آیات اور حدیث شریف در فقہ کے مکمل حوالہ کے ساتھ مبرہن کرکے بیان فرماتے ہیں تو لامحالہ جواب وہی ہوگا جو کہ بذیل نمبر: ۱۸-۲/۱/۸۶ھ کو دیا گیا ہے۔ اور جب سوال یہ کیا جائے کہ وہ ان پڑھ جاہل ہیں اور ان کی تقریروں میں بہت سے مسائل غلط ہیں تو ظاہر ہے کہ جواب وہ ہوگا جو کہ نمبر: ۹۰ کے ذیل میں ۲۶/۱/۸۶ھ کو دیا گیا ہے لہٰذا اختلاف جواب اختلاف سوال پر مبنی ہے، دیوبند ہی کے دونوں فتوے ہیں، لیکن جو فتویٰ حقانی صاحب کے خلاف ہے اس کے حاشیہ والی عبارت یہاں کے فتوے کی نہیں ہے وہ کسی اور صاحب کا اضافہ ہے، ہم نہیں جانتے کہ وہ کن صاحب کا اضافہ ہے۔

اب آپ نے کتاب "شریعت یا جہالت" بھی روانہ کی ہے، اس کو دیکھ کر معلوم ہوا کہ مخالف صاحبان نے دونوں مسئلوں میں احتیاط سے کام نہیں لیا یا خود غلط فہمی میں مبتلا ہوکے دوسروں کو مغالطہ دینا چاہا، قبر پر پھول ڈالنے کے متعلق حقانی صاحب نے ایک یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ قبروں پر پھول ڈالنا اور خوشبو ڈالنا درست ہے اور اس کا حوالہ بھی دیا ہے لیکن اس قول کو پسند نہیں کیا، نہ اس کی ترغیب دی بلکہ اس کے خلاف کو پسند کیا ہے جس عقیدہ سے اولیاء کرام کی قبروں پر لوگ پھول ڈالتے ہیں اول اس عقیدہ کی جڑ کاٹی ہے لکھا ہے:

"اس میں کسی دوسرے قسم کی نیت نہ ہو یعنی یہ میری مشکل حل کردیں گے، یا مجھے بیٹا، بیٹی دیں گے، یا مجھے قرض سے نجات دلائیں گے، یا مجھے نوکری دیں گے، یا رضا مل جائے گا، اس نیت سے قبروں پر جانا قطعاً حرام ہے، کیونکہ یہ شرک ہے اور شرک

جاتی ہے(۱)۔ یہ ان دونوں مسئلوں کی حقیقت ہے جس کو حقانی صاحب نے لکھا ہے، اصل کتاب گجراتی زبان میں تھی جس میں قرآن حدیث فقہ کے تراجم سے مدد لی گئی ہے، پھر اس کا اردو ترجمہ کردیا گیا ہے۔ حقانی صاحب نہ عربی سے واقف، نہ اردو میں تصنیف کرسکتے ہیں، ان کی مخالفت کا زور ہے، یہ زور اب مستقبل میں بھی شروع ہوگیا اگر بہ نظرِ انصاف مطالعہ کیا جائے تو ان کی کتاب مجموعی حیثیت سے بہت مفید ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق تفصیل

سوال[۱۳۹۴]: ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ بڑے حضرات تو کچھ فرمائیں اور اب کے نئے ان کے خلاف تحقیق کچھ اور لکھیں، نہ معلوم کیوں ان کے مقابلہ میں اپنے آپ کو قابل سمجھا جاتا ہے اور بڑوں کی تحقیق کو غلط سمجھا جاتا ہے کیوں اپنی بڑائی مقصود ہے اور اپنا کمال و تحقیق ظاہر کیا جاتا ہے، چاہے اگلوں کی توہین ہوجائے؟ مسائل گمراہ ہوجائے کچھ خیال نہیں، اب تک تو ہم نے یہ عقیدہ رکھا کہ قطب الارشاد امام ربانی صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا حق و صحیح ہے، اب ان کو غلط و جھوٹا اور صحیح نہ لکھنے والا سمجھیں، وہ اب آپ یہ عقیدہ رکھیں کہ جو آپ قطب الارشاد امام ربانی کے خلاف لکھ رہے ہیں وہ صحیح ہے اور آپ سچے ہیں اور انہوں نے جو لکھا غلط لکھا ہے، عجیب مذاق ہے، معاف کیجئے گا۔

سمجھ میں نہیں آتا کیا تنازع ہے، بقطب الارشاد امام ربانی تو لکھ دے اور ان کو معلوم نہ ہوا اور آپ کو سب نئی تحقیق ہوگئی اب تو فتاویٰ رشیدیہ کا کوئی مسئلہ بھی صحیح نہیں رہا، نہ معلوم کون سا صحیح اور کون سا غلط ہے، ہوسکتا ہے کہ امام ربانی نے اور دوسرے مسائل میں بھی غلطی کی ہوگی، تحقیق نہ ہوئی ہوگی، اب آپ اپنے فتوے شائع کرائیے، امام ربانی کے فتوے شائع کرانا بند کرائیے، ورنہ سب گمراہ ہوجائیں گے، ہم تو یہی سمجھتے تھے کہ جیسا کہ امام ربانی کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ "مؤلف آپ کے یعنی (امام ربانی) کے کمالات حسیہ وعلمیہ کا حق ادا نہیں کرسکتا، خلاصہ یہ ہے کہ ملت محمدیہ کو گر آسمان کہا جائے تو آپ کو اس کا کوکب دری کہا جائے گا"۔ اب یہ

(۱) "الإصرار على أمر مندوب يبلغه إلى حد الكراهة" (السعاية، باب صفة الصلوة، قبيل فصل في القراءة: ۲/۲۶۵، سہیل اکیڈمی لاہور)

ہوگا، یا یہ تعریف، یا اس قسم کی کتابیں غلط وجھوٹ ہیں، دونوں طرح مشکل ہے، یہ فتاویٰ بالکل غلط، اور جب فتاویٰ رشیدیہ غلط تو اب آپ ہی غور فرمایئے کہ امام ربانی کی کیا عزت باقی رہ جاتی ہے یا امام کی تعریف میں لکھی یہ کتابیں غلط ہیں تو لکھنے والے اکابر غلط اور جھوٹے اور من گھڑت تعریف اور غلط اور جھوٹی کتابیں صرف روپیہ حاصل کرنے کی خاطر اس قسم کے غلط افسانے لکھنے اور تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملانے والے سمجھے جاتے ہیں۔

افسوس صد افسوس! ہم نہیں سمجھتے، ہم تو صرف فتاویٰ رشیدیہ ہی کو سمجھتے ہیں، اب آپ کا جو کہنا ہے، آپ تو مفتی صاحب ہیں، میں تو اس قابل نہیں کہ آپ کو کچھ مشورہ دے سکوں، ان مشکلوں سے حل کا صرف یہی طریقہ ہے، اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسی طرح جواب تحریر فرمانے کی زحمت گوارا فرمائیں اور فتاویٰ رشیدیہ کے اس فتوے کے مطابق کہ یہ جواب نہیں ہو سکتا کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے حالات پہلے مخفی ومشتبہ تھے، اب تو ان کی بہت سی کتابیں سامنے آچکی ہیں، عربی اردو اخبارات وغیرہ میں ان کے حالات شائع ہو چکے اور ہوتے رہتے ہیں، ان سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب صاحب نجدی کے متعلق اکثر الزامات بالکل غلط ہیں، ان کے ہم خیال آج کل حرمین شریفین کے فرمانروا ہیں، سب ہی جانتے ہیں کہ وہ اہل حق کا ایک فرقہ ہیں، برا کہنا سخت بری بات ہے، توبہ کرنی چاہئے۔ لہذا امام ربانی نے صحیح تحریر فرمایا، اس صورت میں تو فتاویٰ رشیدیہ کی مانگ وعزت اور امام ربانی گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شان رہ جاتی ہے، اگر یہ صورت اختیار نہ کی گئی تو پھر آپ جانیں، عرض کر دینا خادم کا کام تھا، کہہ دیا۔

ہم تو آپ کے الٹ پلٹ لکھ دینے سے خود بھی الٹ پلٹ ہو کر رہ گئے، لہذا امید ہے، فرمائیں اور توجہ کریں کہ اپنا بنانا مقصود ہے، لہذا اس بار پھر سوال آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں، اگر اس کے ارشاد کی بنا پر جواب لکھ دیا تو اپنی بھی بات رہ جاتی ہے اور امام ربانی کی شان بھی اور فتاویٰ رشیدیہ کی لاج بھی، ویسے پھر بھی زحمت نہیں دوں گا مسائل سے جس طرح ہو گا نمٹ لوں گا، مجبوراً یہ تحریر نمٹ لوں گا، مگر جب میں دیوبند پہنچ گیا اس وقت میں پھر جو کچھ ہونا ہوگا جب ہی دیکھا جائے گا۔ فقط خادم خیر: ندیم عبدالرزاق۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے وقت کے بہت بڑے محدث، فقیہ، مفسر،

عارف، متبع سنت بزرگ تھے، تمام عمر حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے اور ان کی تعلیم دینے اور ان کی اشاعت میں گذاردی، ان کمالات کے باوجود وہ عالم الغیب نہیں تھے، ان کو کشف بھی ہوتا تھا، مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر چیز کا اور ہر وقت ہوتا ہو۔

ایک مرتبہ ایک مسئلہ بیان فرمایا، مولانا محمد یحییٰ کو اس کا حوالہ مطلوب تھا، وہ ان کو نہیں مل رہا تھا، تلاش کرتے تھے، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا، حضرت نے شامی کا حوالہ دیا، مولانا موصوف نے کہا کہ شامی میں تلاش کرلیا ہے، نہیں ملا، حضرت نے فرمایا کہ فلاں جلد لاؤ، وہ جلد لائی گئی، حضرت نے اندازے سے اس کو کھول کر دیا، تو وہاں وہ مسئلہ مل گیا، اس پر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے وہ جملہ فرمایا جو آپ نے نقل کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جو مسئلہ بتا دیا وہ صحیح تھا، غلط نہیں تھا، چنانچہ وہ شامی ہی میں مل گیا، اہل علم حضرات جب حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیان فرمودہ مسائل کو جانچتے ہیں تو صحیح پاتے ہیں۔

عبدالوہاب نجدی کے ابتدائی حالات جو مشہور تھے وہ یہی تھے کہ وہ بدعات کو مٹا کر سنت کو قائم کرنا چاہتے ہیں، یہی شہرت ہندوستان میں بھی پہنچی، اس شہرت کی بناء پر ہر مسلمان سے حسن ظن رکھنے کا حکم ہے، اس بناء پر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے رائے تحریر کی جو فتاویٰ رشیدیہ میں درج ہے(۱)۔ پھر شامی حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھجوائی، اس میں علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے وہ حالات درج کئے ہیں جو انھوں نے بچشم خود دیکھے تھے(۲)، اگر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس وہ حالات پہنچ جاتے

---

(۱) (فتاویٰ رشیدیہ، تالیفات رشیدیہ، مسائل متفرقہ، محمد بن عبدالوہاب نجدی کا مذہب، ص: ۲۴۱، ۲۴۲، ادارہ اسلامیات لاہور)

فرمایا: محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں، وہ اچھا آدمی تھا، سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا، بدعت وشرک سے روکتا تھا، مگر تشدد اس کے مزاج میں تھی، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رشیدیہ، المصدر السابق)

(۲) "كما وقع في زماننا في أتباع عبد الوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين، وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة، لكنهم اعتقدوا أنهم هم المسلمون وأن من خالف اعتقادهم مشركون، واستباحوا بذلك قتل أهل السنة وقتل علمائهم، حتى كسر الله شوكتهم وخرب بلادهم، وظفر بهم عساكر المسلمين عام ثلاث وثلاثين ومائتين وألف". (رد المحتار، كتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب في أتباع عبد الوهاب الخوارج في زماننا: ۲۶۲/۴، سعيد)

جو شامی میں درج ہیں تو ظاہر ہے کہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ ایسی رائے قائم نہ فرماتے جو فتاویٰ رشیدیہ میں ہے، اس کی وجہ سے نہ فتاویٰ رشیدیہ کے مسائل غلط ثابت ہوتے ہیں اور نہ حضرت کی شان میں فرق آتا ہے، نہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ کے مقابلہ میں ہمارے فتاویٰ کی ترجیح ثابت ہوتی ہے، نہ حضرت کی شان کے مقابلے میں ہماری شان کچھ بلند ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ توہمات ہیں جو کم علمی اور کم فہمی سے بھی پیدا ہو سکتے ہیں، بہت ممکن ہے کہ کسی شخص کے متعلق تاریخی واقعی معاملات وحالات حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے علم میں نہ ہوں یا ناتمام ہوں اور اس شخص کے قریب رہنے والوں کو حالات زیادہ معلوم ہوں: علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات ۱۲۵۲ھ میں ہے اور حضرت گنگوہی کی وفات ۱۳۲۳ھ میں ہے۔

شخص مذکور کے متعلق ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ اپنی رائے نہیں لکھی اور نہ یہ بات محض رائے سے لکھنے کی ہے، نہ یہ فقہی مسئلہ ہے کہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے پر ہماری رائے فائق ہوجائے، یا حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے تحریر فرمودہ فقہی مسئلہ پر ہمارا لکھا ہوا مسئلہ فائق ہوجائے بلکہ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قریب سے بچشم خود حالات دیکھے ان کی بنا پر ہم نے لکھا ہے، علاوہ ازیں مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور "الشہاب الثاقب" (۱) میں ان مسائل کی فہرست درج کی ہے جس میں وہابی نجدی مسائل سے علماء دیوبند کا مسلک بالکل جداگانہ ہے اور اختلاف شدید ہے۔

حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بالاتر ہے کہ کوئی فتاویٰ رشیدیہ سنا سنا کر لوگوں کو ان کا معتقد بنائے یا غیر معتقد بنائے اور گالیاں دے، جسے اپنی عاقبت درست کرنا ہو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ اور دیگر تالیفات سے فائدہ حاصل کرکے اپنا ایمان مستحکم کرلے، اعمال درست کرے، اخلاق درست کرے، حضرت مولانا پر اس کا کوئی احسان نہیں بلکہ خود اس کا نفع ہے۔ جسے اپنی عاقبت برباد کرنا ہو وہ حضرت کے فتاویٰ اور دیگر تالیفات بلکہ ان کے مخالف گروہ کی گالیوں سے بھری ہوئی تصنیفات سنا سنا کر دوسروں کو بدعقیدہ کرے اور حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا مطلب بگاڑ بگاڑ کر اپنا دین تباہ کرے، اخلاق خراب کرے، چنانچہ دونوں قسم کے لوگ دنیا میں اپنی اپنی اختیار کردہ راہ پر چل رہے ہیں اور سرگرم عمل ہیں۔

خداوہ دن لائے کہ آپ کی دیوبند تشریف آوری ہو اور ملاقات پر زبانی گفتگو ہو کر آپ کے پوشیدہ دلی

---

(۱) (الشہاب الثاقب، ص: ۲۲-۶۹-۲۲۸-۲۲۹، انجمن ارشاد المسلمین لاہور)

خلجانات سب مٹ گئے ہیں اور اللہ پاک آپ کو تسلی بخش جواب کے ذریعہ مطمئن فرمادے۔

ضروری گذارش یہ ہے کہ جھوٹ بولنا حرام ہے، حضرت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے(۱) اس لئے کسی حجاب سے نکلنے کے لئے نہ جھوٹ بولنے کی ضرورت ہے اور نہ اجازت ہے، اہلِ حق بھی اس کو اختیار نہیں کرتے نہ اس سے خوش ہوتے ہیں، حضرت مولانا رشید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا کسی کو معتقد بنانے کے لئے ہرگز ہرگز جھوٹ بولنے کی جرأت نہ کریں، یہ شیوہ اہلِ باطل کا ہے کہ وہ جھوٹ بول بول کر اپنے بڑوں کی عقیدت کو سند جانتے ہیں اور اہلِ حق اس سے بے نیاز بلکہ متنفر ہیں۔ فقط وما علینا الا البلاغ۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ذ/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی

سوال[۱۳۲۰]: دارالعلوم دیوبند کے سابق شیخ الحدیث جناب مولانا مولوی محمد انور شاہ صاحب کشمیری کی مندرجہ ذیل عبارت سے علمائے حق متفق اور ان کی یہ رائے درست ہے یا نہیں؟ اور وہ یہ ہے: "اما محمد بن عبدالوہاب النجدی فانه کان رجلاً بلیداً قلیل العلم فکان یتسارع الی الحکم بالکفر" (مقدمہ فیض الباری)۔ ان کی مندرجہ بالا رائے درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے بھی اسی کے قریب ہے جیسا کہ رد المحتار (۳/۳۰۹) باب البغاۃ میں

---

(۱) "عن عبد الله رضي الله تعالى عنه قال في حديث طويل: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "عليكم بالصدق ... وإياكم والكذب، فإن الكذب يهدي إلى الفجور، وإن الفجور يهدي إلى النار، وما يزال الرجل يكذب ويتحرى الكذب حتى يكتب عند الله كذاباً". (الصحيح لمسلم، كتاب البر والصلة، باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله: ۲/۳۲۶، قديمي)

قال النووي رحمه الله تعالى: "وقال آخرون منهم الطبري: لا يجوز الكذب في شيء أصلاً، قالوا: وما جاء من الإباحة في هذا المراد به التورية واستعمال المعاريض، لا صريح الكذب". (النووي على مسلم، كتاب البر ... باب تحريم الكذب ...: ۲/۳۲۵)

ہے کہ زمانہ بھی دونوں کا ایک ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

اورنگ زیب عالمگیر کو ولدالحرام کہنا

سوال [۱۳۶۵]: ایک شخص کہتا ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے جد محمد جلال الدین اکبر نے جودھابائی سے شادی کی تھی تو نکاح نہیں ہوا، ایسی صورت میں عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ کو ولدالحرام کہتا ہے۔ نعوذ باللہ۔ اس کی بابت مسئلہ تفصیلی طور پر صاف کریں کہ واقعہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ کو جلال الدین اکبر کا بیٹا ولدالحرام کہنا تاریخ سے ناواقفیت پر مبنی ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۹۱ھ۔

علامہ فضل حق خیرآبادی اور مولانا اسماعیل شہید رحمہما اللہ تعالیٰ

سوال [۱۳۶۶]: زید کہتا ہے کہ علامہ فضل حق خیرآبادی حضرت شیخ عبدالوہاب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد تھے، انہوں نے صاحب "تقویۃ الایمان" پر کفر کا فتویٰ دیا ہے کہ "قائل این کلام لا طائل از روئے شرع مبین بلاشبہ کافر و بے ایمان است، ہرگز مومن ومسلمان نیست"

فضل حق خیرآبادی (تحقیق الفتویٰ، ص: ۸، ۷)(۳)۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا واقعی علامہ موصوف نے کفر کا فتویٰ دیا ہے، زید کا قول صحیح ہے یا نہیں؟

---

(۱) (المقدم تحریجہ تحت عنوان: "عبدالوہاب نجدی کے متعلق تفصیل"۔ ورد المحتار، کتاب الجہاد، باب البغاۃ، مطلب فی اتباع عبدالوہاب الخوارج فی زماننا: ۲۶۲/۴، سعید)

(۲) "حضرت اورنگ زیب صاحب قران اعظم شہاب الدین شاہ جہاں کے تیسرے لڑکے تھے"۔ (تاریخ ملت: ۹/۳، ادارہ اسلامیات لاہور)

(۳) لم أظفر على هذا الكتاب

جواب مستحکم مدلل عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے جواب کے لئے ارواحِ ثلاثہ ص: ۳۷۰ سے حکایت نمبر: ۴۰۰ نقل کرتا ہوں، امید ہے کہ رہنمائی میسر ہوگی۔

خان صاحب نے فرمایا کہ:

"مولوی عبدالرشید صاحب غازی پوری رامپور میں مولوی فضل حق سے پڑھتے تھے، یہ ایک مرتبہ کہیں جارہے تھے، اتفاق سے ان کے ایک دوست مل گئے، ان دوست نے ان سے کہا کہ چلو مولوی فضل حق کے یہاں چلیں، تم ان کے (مولانا اسماعیل صاحب کے) معتقد ہو، آج تمہیں تمہارے استاذ سے تبرے سنوائیں گے، انہوں نے کہا چلو، جب دونوں وہاں جاکر بیٹھے تو مولوی عبدالرشید صاحب نے کہا کہ حضرت! یہ مجھے یہ کہہ کر لائے ہیں کہ مولوی صاحب سے تمہیں مولوی اسماعیل پر تبرے سنواؤں گا، مولوی فضل حق صاحب نے کہا: "اچھا! اس غرض سے لائے ہیں" اور یہ کہہ کر ان پر بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا: "میں اور مولوی اسماعیل پر تبرا کروں، یہ نہیں ہوسکتا، جو کچھ مجھ سے ہوچکا ہے وہ بھی بہکانے اور سکھانے سے ہوا تھا اور اب تو وہ بھی نہیں ہوسکتا" اور یہ کہہ کر ان کو اپنی مجلس سے اٹھادیا اور فرمایا کہ "میرے یہاں کبھی نہ آنا" (۱)۔

جو شخص عبارت کو غور سے پڑھے گا تو مولانا فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق معلوم ہوگا۔ حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف "تقویۃ الایمان"، "ایضاح الحق" وغیرہ کا مطالعہ کرنے سے ان کی جلالتِ قدر معلوم ہوتی ہے، ان کے جہاد کے کارنامے بھی بہت بلند ہیں، "ارواحِ ثلاثہ" میں ص: ۷۵ سے ص: ۱۰۲ تک ان کے واقعات مذکور ہیں۔ "تقویۃ الایمان" کی تصنیف اور اس کی اشاعت وغیرہ کا تذکرہ بھی اس میں ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

(۱) (ارواحِ ثلاثہ یعنی حکایاتِ اولیاء، ص: ۳۵۰، رحمانیہ لاہور)

(۲) (ارواحِ ثلاثہ یعنی حکایاتِ اولیاء، ص: ۷۵-۱۰۲، رحمانیہ لاہور)

علمائے دیوبند کو بدنام کرنے کی سازش

سوال[۱۶۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ راقم الحروف (عبد الغفور ملنگ) سے قاری صاحب نے کہا کہ ایک دیوبندی کی کتاب میں میں نے پڑھا ہے کہ اگر نماز میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال آ جائے تو نماز نہ ہوگی اور اگر گدھے کا خیال آ جائے تو نماز ہو جائے گی۔ اس کے جواب میں راقم الحروف نے عرض کیا کہ یہ بات تو عام سمجھ سے باہر ہے، مگر اصرار کرنے پر میں نے عرض کیا کہ چونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال شریف کوئی وسوسہ نہیں بلکہ ایک عالی مقام ہے ممکن ہے شرک ہو جائے اور وسوسہ معاف ہے جس سے نماز ہو جائے گی۔

اس کے کچھ عرصہ بعد ڈاکٹر محمد یوسف نے مجھ سے فرمایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب تھا، میں نے عرض کیا کہ قرآن سے ثابت نہیں، دیکھئے پارہ سات رکوع تیرہ (۱) اور پارہ سولہ رکوع تین میں (۲)۔ اس پر ڈاکٹر یوسف صاحب نے فرمایا کہ وہ قرآن مجید دیوبندی قرآن مجید ہوگا۔ تب میں نے عرض کیا کہ تو پھر قرآن نہ ہوا۔ بے ادب ہوئے گا اور اس کے بعد ڈاکٹر یوسف نے نماز میں تصور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والی بات دریافت کی تو میں نے عرض کیا کہ یہ مسئلہ حضرت مجدد و شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تحریر فرمایا ہے، ایسا مجھے معلوم ہوا ہے مگر میں نے پڑھا نہیں، چند لوگوں کی ضد پر میں نے کہا کہ علامہ شہید دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس بات پر مجھے ایمان ہے۔

مفتیانِ دین سے گزارش ہے کہ کتاب وسنت سے واضح فرمادیں:

۱- حالت نماز میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال یا تصور کرنے سے نماز فاسد ہوتی یا نہیں؟ حالت نماز میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال یا تصور نہ کرنے والے کو کافر و مشرک اور وہابی کہنا شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی رو سے کیسا ہے؟

۲- قرآن مجید کو دیوبندی قرآن کہنا قرآن وسنت کی رو سے کیسا ہے؟

۳- بریلی شریف کے ایک مولوی صاحب کے فتویٰ پر راقم الحروف کا مسلمانوں سے سوشل

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها إلا هو﴾ (سورۃ الأنعام: ۵۹)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿قل إنما أنا بشر مثلكم يوحى إلي أنما إلهكم إله واحد﴾ (سورۃ الکہف: ۱۱۰)

بیکات کرنا، تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا حکم لگانا اور قصداً لحروف سے سلام وکلام کرنے والے مسلمان کو کافر اور وہابی کہہ کر نکاح سے خارج کرنا، انہیں ذلیل کرنا اور مولوی صاحب بریلوی کے تحریر کردہ احکام پر بلاغور تمام مسلمانوں سے عمل کرانا اور عمل نہ کرنے پر یا مولوی صاحب بریلوی کے احکام موت ماننے پر کافر، وہابی اور خارج از اسلام کا حکم صادر کرنا شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رو سے کیسا ہے؟

براہِ کرم جواب سے جلد مطلع فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ فقط والسلام

عبدالغفور ملک، ۲۲/جون/۱۹۷۰ء

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک صدی سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے، منظم سوچی سمجھی اسکیم کے ماتحت علمائے دیوبند کو بدنام کرنے اور ان سے عوام کو متنفر کرنے کے لئے ان کی طرف بے بنیاد غلط باتیں منسوب کی جارہی ہیں اور ان کی عبارتوں کو توڑ مروڑ کر ان سے غلط اور غیر واقعی مفہوم عوام کو بتلائے جارہے ہیں جن کی صفائی بارہا کی جاچکی ہے۔ بریلی کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خان نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جاکر وہاں کے علماء کو بتلایا کہ علمائے دیوبند نے اپنی کتابوں میں ایسا ایسا لکھا ہے (جس کو علماء دیوبند نہ زبان پر لاسکتے ہیں، نہ قلم سے لکھ سکتے ہیں، نہ ان کے قلب ودماغ میں وہ موجود ہے، نہ ان کا عقیدہ ہے، نہ ان کی مراد ہے) لہٰذا یہ حضرات اسلام سے خارج اور کافر ہیں۔ ان حضرات حرمین شریفین نے کہا کہ یہ علماء دیوبند کی کتابیں جس زبان میں ہیں (یعنی: اردو یا فارسی میں) ہم اس زبان کو نہیں جانتے اور نہیں سمجھتے، ہم کو کیا خبر ہے کہ ان کتابوں میں کیا لکھا ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے کہا کہ میں ان کا ترجمہ آپ کو عربی میں بتلاتا ہوں، پھر جو چاہا ترجمہ عربی میں بتلایا اور وہاں کے علماء سے اس پر دستخط کرالئے، اس کتاب کا نام "حسام الحرمین" رکھا۔

پھر مدینہ منورہ سے ان مسائل وعبارات کے متعلق عربی میں سوالات ہندوستان آئے جن کے جوابات یہاں سے عربی میں بھیجے گئے اور بہت سے علماء نے اس پر دستخط کردیئے، ان کو بہت صدمہ ہوا کہ افسوس ہم کو دھوکہ دیا گیا، انہوں نے رجوع کیا اور اعلان کیا کہ یہ علمائے دیوبند کافر نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کے سچے مسلمان اور قرآن وحدیث کے سچے متبع اور سلف صالحین کے طریقہ پر ہیں۔ اس سوال وجواب کے مجموعہ کا نام "التصدیقات لدفع التلبیسات" ہے، پھر اس کو خلاصہ اردو میں شائع کردیا گیا اس کا نام "عقائد علمائے

میں جہاں تک ہوسکے تاویل کر کے کفر سے بچانے کا حکم ہے، ورنہ اس مقولہ کے کفر ہونے میں کیا شبہ ہے؟ تاویل یہ ہوسکتی ہے کہ دیو بندی قرآن سے ان کا مقصد یہ ہوگا کہ دیو بندی علماء نے جو ترجمہ کیا ہے وہ قرآن مراد ہوگا، حالانکہ علمِ غیب کے متعلق تو خود قرآن کریم میں اعلان کا حکم ہے کہ آپ فرمادیں: ﴿قل لا أقول لكم عندي خزائن الله و لا أعلم الغيب﴾ (۱)" میں غیب نہیں جانتا" یہ ارشادِ خداوندی ہے، دیو بندیوں کی تصنیف نہیں ہے۔

۳... ان حضرت بریلوی، رضا خانی صاحبان کا شب وروز کا مشغلہ ہی یہ ہے، ان کی تمام تصانیف ان کی تقریریں، ان کے فتوے کفر سے بھرے پڑے ہیں، "تکفیر کا افسانہ" دیکھئے کہ انہوں نے کس طرح کفر تقسیم کیا ہے، جو چیز جس کے پاس ہوتی ہے، وہی تقسیم کیا کرتا ہے ان کا اس طرح کفر کا فتویٰ دینا اتنا کفر ناک ہے کہ آخری منزل جہنم ہے، اس لئے کہ بلا دلیلِ شرعی کفر کا فتویٰ دینے سے وہ کفر اسی فتویٰ دینے والے پر لوٹ کر آتا ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں تصریح فرمائی گئی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیو بند

---

(۱) (الأنعام: ۵۰)

وكذا قوله تعالى: ﴿قل لا يعلم من في السموات والأرض الغيب إلا الله﴾ الآية. (النمل: ۶۵)

(۲) "عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه أنه سمع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "لا يرمي رجل رجلاً بالفسوق، ولا يرميه بالكفر، إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب واللعن: ۲/۸۹۳، قديمي)

"وعنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من دعا رجلاً بالكفر، أو قال: عدو الله، وليس كذلك، إلا حار عليه". (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم يا كافر: ۱/۵۷، قديمي)

لأنه إن قال القائل لصاحبه: يا كافر! مثلاً، فإن صدق رجع إليه كلمة الكفر الصادر منه مقتضاها، وإن كذب واعتقد بطلان دين الإسلام، رجعت إليه (أي إلى القائل) هذه الكلمة ... وقال النووي: ... في تأويل الحديث أوجه: أحدها أنه محمول على المستحل لذلك، فعلى هذا معنى "باء بها" —

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض کا جواب

سوال[۱۳۶۸]: کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین حسب ذیل مسائل میں:

۱... زید کا یہ کہنا ہے کہ امریکہ کے لوگ راکٹ کے ذریعہ چاند پر پہنچ گئے۔

۲... نئی تعلیم کے دو ایک شخص جو شریعت کے احکام سے ناواقف ہیں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ مولانا حکیم الامت کو علم شریعت بحفظ علم شریعت تو جس میں مولانا حکیم الامت کی کیا خصوصیت کوئی تخصیص نہیں ہے، مولانا اشرف علی صاحب کو اتنا علم بھی نہ تھا جتنا علم حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کو حاصل تھا اور اتنا علم شریعت جتنا حکیم الامت کو تھا، اتنا اور ایسا علم شریعت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے محلہ و گلی کوچوں میں پڑے رہنے والے جانوروں، گائے، بیل، بھینس اور کتوں کو بھی حاصل ہے، کوئی خصوصیت نہیں۔ جب اس پر اعتراض کیا گیا تو وہ شخص کہتا ہے اگر یہ توہین اور کفر ہے تو ہم توبہ کرنے کو تیار ہیں، فتویٰ منگوا لیجئے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس کلام میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور علم شریعت مطہرہ کی توہین اور کفر ہے یا نہیں اور ان پر کفر لازم آتا ہے کہ نہیں؟

۳... اور اس صورت میں ان کو توبہ کرنا چاہئے یا نہیں، خدا اجر عطا فرمائے گا۔

جواب جلد اور مفصل اور مدلل عنایت فرمایئے گا۔

المستفتی: صادق حسین صاحب فاضل دیوبند، مولانا مرادعلی محمد سیوہاروی۔

=أي كلمة الكفر، أي رجع عليه الكفر اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان: ۸/۵۲۳، رشيديه)

"والمختار للفتوى في جنس هذه المسائل أن القائل بمثل هذه المقالات (أي قوله: يا كافر وغيره) إن كان أراد الشتم ولا يعتقده كافراً، لا يكفر، وإن كان يعتقده كافراً فخاطبه بهذا بناءً على اعتقاده أنه كافر، يكفر". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، مرجبات الكفر أنواع، ومنها ما يتعلق بتلقين الكفر الخ: ۲/۲۷۸، رشيديه)

(وكذا في البزازية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل الثاني، النوع الخامس في الأقوال الخ: ۶/۳۳۱، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانيه، كتاب أحكام المرتدين، فصل في الرجل يقول لغيره: يا كافر: ۵/۴۰۵، إدارة القرآن)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... یہ باتیں فی نفسہ غلط نہیں۔

۲، ۳... اگر ان دونوں کی یہ گفتگو واقعی ہے بناوٹی نہیں ہے تو جس شخص کا یہ عقیدہ ہے ان سے اس کی رائے دریافت کرکے اطلاع دیں، کیونکہ کفر کا فتویٰ لگانا بہت بڑی ذمہ داری ہے، اگر کسی شخص کو کافر کہہ دیا جائے اور وہ واقعۃً کافر نہ ہو تو یہ کفر لوٹ کر اس پر آتا ہے جس نے کافر کہا ہے(۱)۔ العیاذ باللہ۔

اس کا ایک واقعہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ سے کسی نے مسئلہ دریافت کیا: زید کا عقیدہ ہے اور وہ کہتا ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم الغیب تھے اور اس کی مراد یہ ہے کہ عالم الغیب بواسطہ تھے (بلاواسطہ عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں) اس کا یہ عقیدہ کیسا ہے؟ حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ:

"کتب شریعت (قرآن وحدیث) میں جہاں لفظ علم غیب آتا ہے، اس سے مراد وہی غیب ہے جو بلاواسطہ ہو، یعنی عالم الغیب خدائے پاک کے سوا کسی اور کو کہنا اور اس سے غیب بلاواسطہ مراد ہوتا ہے لہٰذا عادتِ شرع کے خلاف ہے اور شرک ہے(۲) اس لئے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا، ورنہ اس تاویل سے (یعنی بواسطہ) خالق ورازق وغیرہ کہنا بھی درست ہوگا، کیونکہ آپ ایجادِ عالم کے سبب ہیں، بلکہ خدا بھی ایک تاویل سے اور معبود بھی ایک تاویل سے کہنا درست ہوگا اور جب معنی کے اعتبار سے آپ کو عالم الغیب، خالق، رازق،

(۱) "عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه أنه سمع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "لا يرمي رجل رجلاً بالفسوق ولا يرميه بالكفر إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب واللعن: ۲/۸۹۳، قديمي)

"عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أيما رجل مسلم أكفر رجلاً مسلماً، فإن كان كافراً، وإلا كان هو الكافر". (سنن أبي داود، كتاب السنة، باب الدليل على الزيادة والنقصان: ۲/۲۳۸، سعيد)

(۲) (شرح الفقه الأكبر للقاري، ص: ۵، قديمي)

تعالیٰ علیہ وسلم کو زید کا اس معنی کے لحاظ سے عالم الغیب کہنا کس وجہ سے غلط ہے کہ یہ نصوص کے خلاف ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برابری ہوتی ہے۔

اگر زید کی مراد عالم الغیب کہنے سے یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم برابر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو تو پورا پورا ہر شے کا علم ہے اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم کم ہے یعنی غیب کی بعض چیزوں کا علم ہے بعض کا نہیں تو یہ چیز کمالاتِ نبوت میں سے نہیں کیونکہ ہر ایک کو کسی ایسی چیز کا علم ہوتا ہے کہ دوسروں کو اس کا علم نہیں۔

زید ایک خاص نصاب ڈاکٹری پڑھا ہوا ہے، محکمۂ ڈاکخانہ کی اصطلاحات نہیں پڑھا ہوا ہے، ڈاکخانہ کے محکمہ کی اصطلاحات اور قواعد کا علم معمولی ڈاکیہ کو حاصل ہے اور بہت بڑے ڈاکٹر کو نہیں، اسی طرح بہت سے جانوروں کو کسی بات کا علم حاصل ہوتا ہے جو کہ بڑے عالم انسان کو نہیں ہوتا، مثلاً خنزیر کو پاخانہ کا ذائقہ جس قدر معلوم ہے اس قدر کسی تعلیم یافتہ کو نہیں معلوم تو تعلیم یافتہ کے حق میں یہ عیب ہے جس کا علم خنزیر کو حاصل ہے تعلیم یافتہ کو نہیں، جب کسی عیب کی چیز کا علم جو کہ بلا شبہ کمالاتِ نبوت سے نہیں تو زید کا حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اس کو ثابت مان کر آپ کو عالم الغیب کہنا غلط ہے اور وجہ غلطی کی یہی ہے کہ زید ایسی بات ثابت کر رہا ہے جو کہ سید الرسل فخرِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کمالات میں سے نہیں، اس صورت میں زید شانِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کر رہا ہے۔

یہ دو احتمال ہیں زید کے عقیدہ اور کلام میں کہ ایک صورت میں جب کہ کل علم غیب ذاتِ مقدسہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت کر رہا ہے تو وہ ایک شرک ثابت کر رہا ہے، دوسری صورت میں جب کہ وہ علم غیب جزئی ثابت کر رہا ہے تو کمالاتِ نبوت سے بہت کم درجہ کی چیز ثابت کر رہا ہے، جس سے شانِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین

کررہا ہے لہٰذا زید کو اپنے عقیدہ اور قول کی اصلاح لازم ہے"۔

اس پر بریلی کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب کو خدا جانے کیا شبہ پیدا ہوا کہ انہوں نے حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا کہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ ہے کہ جیسا علم حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تھا ایسا علم تو زید، عمر، بکر، بچوں اور چوپایوں کو بھی تھا اس وجہ سے اس پر کفر کا فتویٰ لگایا اور بہت علماء کو دھوکہ دے کر ان کے دستخط کرائے، حالانکہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہ یہ لکھا اور نہ یہ ان کی مراد ہے، بلکہ یہ تو جو کچھ لازم آیا وہ زید کے عقیدہ پر لازم آیا جو کہ علم غیب کا معتقد ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت نے دیدہ و دانستہ ایسا کیا ہے جیسا کہ ان کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے تو یہ انتہائی خطرناک ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک کرنا بھی ان کے عقیدہ پر لازم آتا ہے اور جانوروں اور پاگلوں کے ساتھ تشبیہ دینا بھی ان کے عقیدہ پر لازم آتا ہے جو کہ علم غیب کے قائل و معتقد ہیں اور جو کفر کا فتویٰ انہوں نے مرتب کیا ہے وہ ان کی طرف لوٹتا ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

اعلیٰ حضرت کی فصاحت

سوال [۱۶۲۱]: بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے لفظ "آیو" جو کہ گجراتی کی زبان کا لفظ ہے استعمال فرمایا ہے اور یہ فصیح نہیں اور اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے کبھی کوئی اس قسم کا لفظ استعمال نہیں کیا تو مولانا احمد رضا خان صاحب زیادہ فصیح ہوئے حضرت والا سے؟ درخواست ہے کہ کیا لفظ "آیو" استعمال کرنا فصاحت کے خلاف ہے اور عوام کی دلجوئی کے خیال سے ان کی زبان میں ان کے انداز بیان سے گفتگو کرنا کیا فصاحت کے خلاف ہے؟ نیز کیا واقعی مولانا احمد رضا خان صاحب نے کبھی کوئی لفظ فصاحت کے خلاف استعمال نہیں کیا۔ بینوا توجروا۔ فقط محمد فاروق غفرلہ، ۱۲/۱۰/۹۲ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مخاطب کی زبان اور اس کے محاورہ میں اگر کوئی لفظ بولدیا جائے تو اس پر اعتراض بے کار ہے، نیز اگر ایک دو لفظ غیر زبان کا بولدیا جائے تو اس پر بھی اعتراض بے کار ہے، بستان العارفین میں فقیہ ابو اللیث سمرقندی

---

(۱) (راجع، ص: ۱۶۷، رقم الحاشیۃ: ۱)

باب الفلکیات

(فلکیات کا بیان)

زمین متحرک ہے یا ساکن؟

سوال [۱۲۷۰]: زمین متحرک ہے یا ساکن؟ کیا سورج ساکن ہے یا متحرک؟ کیا زمین وسورج دونوں متحرک ہو سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زمین وسورج کے متحرک یا ساکن ہونے سے شریعت نے صراحۃً کوئی بحث نہیں کی، نہ اس سے اعتقادی یا فرعی مسئلہ متعلق ہے، ان میں سے کوئی متحرک ہو یا ساکن ہو شریعت کے کسی مسئلہ پر اس کی زد نہیں پڑتی، اس کھوج میں پڑ کر وقت کو ضائع کرنا ہے، ایک ایک سانس قیمتی ہے

تیرا ہر سانس نخلِ موسوی ہے یہ جزر و مد جواہر کی لڑی ہے

یہاں کی ہر مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے پیدا فرمایا اور انسان کو آخرت کے لیے پیدا فرمایا کہ یہاں رہ کر مالک کو راضی کرے اور آخرت میں کام آنے والی اشیاء یہاں سے حاصل کرے: "إن الدنیا خلقت لکم وإنکم خلقتم للآخرة" (۱) اصل مقصد خلقت سے صرف نظر کرنا بہت بڑی غفلت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۱/۱۱/۹۲ھ۔

---

(۱) "قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی بعض خطبہ: "المؤمن بین مخافتین: بین أجل قد مضی، لا یدری ما اللہ صانع فیه ... إن الدنیا خلقت لکم وإنکم خلقتم للآخرة الخ". (إحیاء علوم الدین للغزالی، کتاب ذم الدنیا: ۳/۲۲۴، رشیدیه)

قال العلامة العراقی: حدیث "المؤمن بین مخافتین ..." أخرجه البیهقی فی شعب من حدیث الحسن عن رجل من أصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وفیه انقطاع. (المغنی عن حمل الأسفار فی الأسفار فی تخریج ما فی الإحیاء من الأخبار، کتاب ذم الدنیا: ۳/۲۲۴، رشیدیه)

سخت تسخیر کے مفہوم پر اس سے بھی روشنی پڑتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے یہ سب اشیاء انسان کی منفعت کے لیے پیدا کی ہیں اور انسان خدائے پاک کی عطا فرمائی ہوئی صلاحیت وقوت کے موافق ان سے منتفع ہوتا ہے جس کی بے شمار صورتیں ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ۔

چاند، سورج کہاں ہیں؟

سوال [۱۰۴۲]: آسمان کی تعریف کیا ہے؟ آسمان مادی ہے یا نہیں؟ نیز یہ کہ چاند سورج کا جائے وقوع کس مقام پر ہے؟ چاند پر یا آسمان پر مادی جسم پہنچ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ امور (آسمان کی تعریف، اس کا مادی یا غیر مادی ہونا، چاند سورج کا جائے وقوع) ان اعتقادیات میں سے نہیں کہ ان پر ایمان موقوف ہو، نہ فروع میں سے ہیں کہ ان پر اعمال مکلف موقوف ہوں، پھر ان پر بحث کرنا امر زائد ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

چاند، سورج، ستارے کہاں ہیں؟

سوال [۱۰۴۳]: زمین وآسمان کے جو سات درجے ہیں ان کی نوعیت کیا ہے؟ کیا چاند اور سورج آیک کے علاوہ دوسرے درجوں میں بھی ہے یا نہیں؟ نیز زمین کے سات درجے ہیں تو کیا آسمان کے اوپر بھی کوئی زمین کا درجہ ہے یا نہیں؟

نیز عوام میں جو مشہور ہے کہ زمین کا نیچے کا درجہ تحت الثریٰ ہے اور وہ ایک گائے کے قرن پر رکھا ہوا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ شریعت کیا فیصلہ فرماتی ہے؟ نیز چاند سورج آسمان سے پیوست ہیں یا زنجیر سے لٹکے ہوئے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چاند، سورج، ستارے سب آسمان سے نیچے اپنے مدار میں ہیں، نہ آسمان میں جڑے ہوئے ہیں نہ زنجیر میں لٹکے ہوئے ہیں بلکہ قدرتی کشش کے تحت ان کا نظم قائم ہے(۱)۔ زمین نیچے ہے آسمان کے اوپر نہیں۔

---

(۱) قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالى: وجاء في بعض الآثار أن الكواكب جميعها معلقة بسلاسل من

گائے کی قرن پر زمین کا ہونا موضوعات میں سے ہے، مستند صحیح روایت میں نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۹۲ھ۔

قیامت میں بعد حساب چاند، سورج کہاں رہیں گے؟

سوال [۱۲۷۴]: قیامت میں بعد حساب کے چاند سورج کہاں رہیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ ان کی پرستش کرتے ہیں، ان کی تذلیل وتوبیخ کے لئے ان

= نور تحت سماء الدنیا بأیدی ملائکة یجرونها حیث شاء الله تعالی". (روح المعانی: ۳۰/ ۵۰، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

"وعنه أیضاً (ابن عباس رضی الله تعالی عنه) أن النجوم قنادیل معلقة بین السماء والأرض بسلاسل من نور بأیدی ملائکة من نور، فإذا مات من فی السموات والأرض تساقطت من أیدیهم". وظاهر هذا أن النجوم لیست فی جرم الأفلاک لها کما یقول الفلاسفة المتقدمون، بل معلقة فی الفضاء، ویقرب منه من وجه قول الفلاسفة المحدثین، لأنهم یقولون بکونها فی الفضاء أیضاً، لکن یقولون محتجبة به معلقة بسلاسل بأیدی ملائکة، وإن صح خبر الحبر وهو فی حکم المرفوع، لم یعدل عن ظاهره إلا أن ظهر استحالته". (روح المعانی: ۳۰/ ۵۰، تحت قوله تعالی، سورة التکویر، تحت قوله تعالی: ﴿وإذا النجوم انکدرت﴾ الآیة، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

"ثم یقم دلیل علی أن شیئاً من الکواکب مرکوز فی شیء من السموات کالفص فی الخاتم". (روح المعانی: ۲۸/ ۵، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی تفسیر القرطبی: ۱۹/ ۱۰۰، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی هیئة الوسطی، ص: ۴۱، إدارة التصنیف والتألیف لاهور)

(۱) "ومن ذلك (أی الموضوعات): "إن الأرض علی صخرة، والصخرة علی قرن ثور، فإذا حرك الثور قرنه تحرکت الصخرة، فتحرکت الأرض، وهی الزلزلة". (الموضوعات الکبری لملا علی القاری، ص: ۳۰۲، قدیمی)

کو بھی دوزخ میں ڈال دیا جائے گا(۱) کہ یہ لوگ بہت نادم ہوں گے کہ افسوس ہمارے معبود بھی ہماری طرح دوزخ میں بے یار و مددگار ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۲/۹۲ھ۔

چاند پر پہنچ جانا

سوال[۱۳۷۵]: اگر کوئی شخص پورا یقین کرے کہ چاند پر آدمی جا سکتا ہے وہاں رہنا بھی ممکن ہے۔ اس مسئلہ پر قرآن پاک سے کیا معلوم ہوتا ہے، ہم سب مسلمانوں کو پورا یقین کرنا چاہئے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے متعلق قرآن پاک نے کوئی بات نہیں فرمائی کہ چاند پر آدمی جا سکتا ہے یا نہیں، اس لئے اگر کوئی وہاں چلا جائے تو قرآن کے خلاف نہیں(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

خلائی سفر، چاند پر پہنچنا

سوال[۱۳۷۶]: ۱- کیا چاند سورج تک انسان پہنچ سکتا ہے؟ سورج تک پہنچنا انسانی عقل کے بھی

---

(۱) "أخرج ابن حاتم عن ابن أبي مريم: أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال في قوله تعالى: ﴿إذا الشمس كورت﴾: "في جهنم" ﴿وإذا النجوم انكدرت﴾، قال: "انكدرت في جهنم، وكل من عبد من دون الله فهو في جهنم إلا ما كان من عيسى وأمه". (التفسير المظهري: ۱۰/۲۰۲، حافظ كتب خانه كوئٹه)

"عن ابن عباس رضي الله تعالى عنه: ﴿إذا الشمس كورت﴾ قال: يكور الله الشمس والقمر والنجوم يوم القيامة في البحر، ويبعث الله ريحاً دبوراً فتضرمها ناراً. ثم قال ابن أبي حاتم ... عن ابن يزيد بن أبي مريم عن أبيه أن رسول صلى الله تعالى عليه وسلم قال في قول الله: ﴿إذا الشمس كورت﴾ قال: "كورت في جهنم". (تفسير ابن كثير: ۴/۱۱۰، دار الفيحاء دمشق)

(۲) دیکھئے (فتاویٰ حقانیہ، ۱/۳۴۰-۳۴۸)

خلاف ہوگا، کیوں کہ اس قدر شدت حرارت میں زندہ رہنا ناممکن ہے، اگر ﴿وسخر الشمس والقمر﴾(۱) سے انسان کے چاند تک پہنچنے کا مطلب کیسے لیا جا سکتا ہے؟

۲... کیا خلانوردی (خلائی سفر) فضول خرچی میں شامل ہے؟

۳... کیا چاند پہاڑوں، غاروں اور گہری کھائیوں کا مجموعہ ہے؟ کیا ہماری زمین سے اوپر فضاء میں کوئی زمین ہے؟

۴... مادی وسائل کے ذریعہ چاند تک پہنچنے سے کیا معراج نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق ہوتی ہے؟

۵... شیاطین پہلے آسمان کے قریب جاتے ہیں تو ان پر شہاب پڑتے ہیں، پھر یہ شیطان کیسے چاند پر پہنچ گئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... چاند سورج تک پہنچ جانا شرعاً ممتنع ہے، نہ عقلاً محال ہے، یہ دونوں چیزیں آسمان پر نہیں ہیں بلکہ فلک پر ہیں، فلک آسمان سے بہت نیچے ہے جو کہ ان سیاروں کا مدار ہے اسی میں یہ گردش کرتے ہیں: ﴿کل فی فلک یسبحون﴾(۲) جس طرح سورج ایک مخلوق ہے جس میں زبردست تمازت ہے، یہ جسد عنصری اپنی اسی حالت میں اس کو برداشت نہیں کر سکتا جیسے کہ آگ کو برداشت نہیں کر سکتا مگر آگ سے بڑی مہارت کے ساتھ عبور کر سکتا ہے جس کا مشاہدہ شب وروز بازیگروں سے ہوتا ہے کہ جلتی ہوئی آگ کا انگارہ بھی پکڑ کر ادھر ادھر کر دیتے ہیں اور منہ میں رکھ لیتے ہیں اور لپٹ میں ہاتھ بھی لگا دیتے ہیں، یہ سب کچھ بغیر کسی دوا کے استعمال کئے ہوئے کرتے ہیں۔

سورج کی تمازت یقیناً آگ سے بہت زیادہ ہے، مگر ممکن ہے کہ قدرت نے ایسی اشیاء بھی پیدا فرمادی ہوں جو اس تمازت کے لئے حجاب بن سکیں، یہ عقلاً کچھ بعید نہیں، آنحضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

(۱) (سورۃ الرعد، پ: ۱۳، ۲)

(۲) (الانبیاء: ۱۷، آیہ: ۳۳)

تفصیل کے لئے دیکھئے۔ (فتاوی حقانیہ: ۱/۲۹۳-۲۷۴، دار العلوم حقانیہ)

www.ahlehaq.org

معراج میں تشریف لے گئے، کرہ نار اور کرہ زمہریر کو عبور فرمایا، جبرئیل امین بھی ساتھ تھے، براق بھی ساتھ تو ان دونوں کروں سے ان تینوں کو تکلیف نہیں ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہایت زبردست آگ میں ڈالا گیا مگر جس ذات نے آگ میں جلانے کی خاصیت رکھی اسی ذات نے آگ کو خطاب فرمایا، قولہ تعالیٰ: ﴿یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم﴾ (الآیۃ)(۱) اگر سورج کی حرارت کو بھی کسی کے حق میں ختم یا کم کردیا جائے تو کیا بعید ہے کہ ایک وقت آئے گا جس کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے ﴿اذا الشمس کورت﴾(۲)۔

ہر چیز میں جو بھی تاثیر ہے وہ خدائے پاک کی عطا فرمودہ ہے، وہ جب چاہے اپنی دی ہوئی تاثیر واپس لے لے۔ ابو مسلم خولانی کو بھی آگ میں ڈال دیا گیا تھا مگر آگ نے انہیں نہیں جلایا(۳)۔

۲... خلاء نوردوں سے دریافت کیا جائے کہ ان کا مقصد کیا ہے؟ پھر غور کیا جائے کہ وہ مقصد کیا حیثیت رکھتا ہے؟

۳... سات زمینوں کا تذکرہ بعض روایات میں آیا ہے(۴)، ہماری زمین سے اوپر فضا میں کوئی زمین

---

(۱) (الأنبیاء، پ: ۱۷، الآیة ۶۹)

(۲) (التکویر، پ: ۳۰، آیت: ۱)

(۳) "سید التابعین وزاهد العصر، اسمه علی الأصح: عبد الله بن ثوب ... قال إسماعیل بن عیاش: حدثنا شرحبیل بن مسلم، قال: أتی أبو مسلم الخولاني المدینة وقد قبض النبي ﷺ واستخلف أبو بکر"

فحدثنا شرحبیل: أن الأسود تنبأ بالیمن، فبعث إلی أبي مسلم، فأتاه بنار عظیمة، ثم إنه ألقی أبا مسلم فیها، فلم تضره، فقیل للأسود ... فقدم عمر رضي الله عنه فقام إلیه ... فقال: "الحمد لله الذي لم یمتني حتی أراني في أمة محمد من صنع به کما صنع بإبراهیم الخلیل". (سیر أعلام النبلاء: ۴/۹، مؤسسة الرسالة بیروت)

(۴) قال الله تعالی: ﴿الله الذي خلق سبع سماوات ومن الأرض مثلهن﴾. (الطلاق، پ: ۲۸، آیة ۱۲)

"ومن الأرض مثلهن" أي سبعا أیضا". (تفسیر ابن کثیر: ۴/۳۸۴، دار الفیحاء دمشق)

"قال الجمهور: هي طباق کونها سبعا وکونها طباقا بعضها فوق بعض بین کل أرض وأرض —"

ہے یا نہیں اس کا تذکرہ صراحۃً نہیں۔ چونکہ پہاڑوں، غاروں، گہری گھاٹیوں کا مجموعہ ہے اس کا تذکرہ روایات میں نہیں۔

۴ معراجِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو قرآن کریم، حدیث شریف، اجماعِ سلف صالحین سے ثابت ہے، چاند تک مادی وسائل سے پہنچ جانا اس کے مقابل میں بہت ہی معمولی بات ہے۔

۵ یہ آسمان تک نہیں پہنچے بلکہ اس سے بہت نیچے اسی فضاء میں پہنچنے کے مدعی ہیں، چیل، چڑیا، کبوتر جیسے اڑتے ہیں ان سے کچھ زیادہ بلند پرواز کر کے پہنچ گئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۱/۱۱/۸۹ھ۔

کیا چاند پر پہنچ جانا کوئی کمال ہے؟

سوال [۱۳۷۷]: آج کل یہ خبریں بہت چل رہی ہیں کہ یہود ونصاریٰ چاند پر پہنچ گئے ہیں تو چاند آسمان سے نیچے ہے، قرآن پاک میں اس بات کی خبر دی گئی ہے یا نہیں؟ کیا ہم مسلمانوں کو ان کی باتوں پر یقین کرنا چاہیے؟ ہمارے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آسمان، زمین، چاند، سورج، ستارے، بادل، ہوا، پانی، آگ، برف، بجلی، پہاڑ، درخت وغیرہ سب چیزیں اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیں، انسان کو اللہ تعالیٰ نے قوت دی ہے، انسان خدا کی دی ہوئی قوت کے موافق ان چیزوں سے نفع اٹھائے۔ چاند پر پہنچنے یا نہ پہنچنے کے متعلق قرآن پاک نے کچھ نہیں بیان کیا، نہ قرآن پاک ایسی چیزوں کے بیان کرنے کے لیے نازل ہوا ہے، قرآن پاک تو انسان کو فرائض بتانے اور صحیح زندگی سکھلانے

= مسافة كما بين السماء والأرض، وفي كل أرض سكان من خلق الله عز وجل، لا يعلم علمهم إلا الله". (روح المعاني: ۲۸/۱۴۲، إحياء التراث بيروت)

في رواية طويلة "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه: "هل تدرون ما الذي تحتكم؟" قالوا: الله ورسوله أعلم، قال: "إن تحتها أرضاً أخرى بينهما مسيرة خمسمائة سنة". (مشكوة المصابيح: ۲/۵۱۰، باب بدء الخلق، الفصل الثالث، قديمي)

کے لیے نازل ہوا ہے تاکہ اس کو ابدی راحت مل سکے محض چاند پر پہنچنے سے ابدی راحت نہیں ہوگی۔ اگر کوئی شخص چاند پر پہنچ جائے تو اس کی وجہ سے قرآن پاک کی مخالفت نہیں ہوتی اور اس کا یقین کرلینے سے ایمان میں فرق نہیں آتا۔

آسمان پر فرشتے رہتے ہیں، ہمیشہ سے آتے جاتے ہیں، انسان کے نیک اعمال آسمان پر چڑھتے ہیں، رزق آسمان سے اترتا ہے، انبیاء علیہم السلام کا آسمانوں پر تشریف فرما ہونا حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج میں ملاحظہ فرمایا ہے، خود بھی آپ آسمان پر اور اس سے بھی آگے خدا جانے کہاں کہاں تک تشریف لے گئے ہیں اور پہلے شیاطین بھی آسمان پر جاتے تھے اور اب بھی جانے کی کوشش کرتے ہیں مگر ملائکہ ان کو بھگا دیتے ہیں، جو کام شیاطین کرتے تھے وہ کام یہود و نصاریٰ کرنے کی کوشش کریں تو کون سا کمال ہے، ان چیزوں پر بحث کرنا بے کار ہے، کام وہ کرنا چاہئے جو آخرت میں کار آمد ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۸۹ھ۔

ستارے، بروج اور چاند تک پہنچنا

الاستفتاء [۱۳۷۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین راہنمایان امت مسئلہ ذیل میں:

اس وقت روز بروز جو خبریں شائع ہورہی ہیں کہ چاند پر پہنچنے کے مدعی اپنے ہر سوں کی کوشش میں کامیاب ہوگئے ہیں اس کے متعلق احق الادیان کا کیا فیصلہ ہے؟

۱… چاند من حیث هو ھو کیا ہے اور اس کے اجزائے ترکیبیہ کیا ہیں؟

۲… قمر و ارض میں کون بڑا ہے اور چاند کی وسعت اور طول وعرض کی کیا مقدار ہے؟

۳… ارض کو قمر سے کیا فصل ہے اور کتنی مسافت ہے اور جو ہر آسمان کے درمیان پانچ سو برس کی مسافت آئی ہے وہ کس رفتار سے ہے، آیا پیدل یا گھوڑے یا اونٹ کے اعتبار سے؟

۴… چاند کا وقوع کس جگہ پر ہے اور اگر آسمان پر ہے تو کون سے آسمان پر ہے؟ اور نہیں ہے تو پھر کہاں ہے اور قیام کا کیا انتظام ہے؟

۵… اس کی گردش اختلاف مشارق ومغارب کے ساتھ ایک ہی برج میں ہوتی رہتی ہے یا مختلف برجوں میں اور ان برجوں کے نام کیا ہیں؟

تحریر فرمائیں، جتنا جلدی ہو بہتر ہے۔ والسلام۔

محمد ابراہیم عفی عنہ افغان، حال مقیم مدرسہ اشرف العلوم قصبہ گنگوہ، سہارنپور، ۹/ جمادی الاولیٰ/ ۸۹ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... "القمر کوکب .... یستمد نوره من الشمس، فینعکس على الأرض، فيرفع ظلمة الليل، وهو قمر بعد ثلاث ليال إلى آخر الشهر، وأما قبل ذلك فهو هلال" اهـ. "المنجد، ص: ۶۹۲" (۱)۔ اجزائے ترکیبیہ کا علم نہیں۔

۲..... چاند چھوٹا ہے، چاند کی وسعت طول، عمق کا علم نہیں (۲)۔

۳..... ارض وقمر کے درمیان کی مسافت کا علم نہیں (۳)، آسمانوں کے درمیانی مسافت سے مراد بظاہر وہ مسافت ہے جو کہ سفر شرعی میں مراد ہے، بعض روایات میں اس کے علاوہ بہت تیز رفتار کا ذکر بھی آیا ہے۔

۴..... آسمان سے نیچے فلک میں ہے کما سیأتي في رقم: ۸۔

۵..... مختلف بروج میں ان کے نام یہ ہیں: "الشرطين، والبطين، والثريا، والدبران، والهقعة والنثرة، والطرفة، والجبهة، والزبرة، والصرفة، والعواء، والسماك، والغفر، والزباني، والاكليل، والقلب، والشولة، والنعائم، والبلدة، وسعد الذابح، سعد بلع، وسعد السعود، وسعد الأخبية، وفرغ الدلو المقدم، وفرغ الدلو المؤخر، وبطن الحوت" اهـ. ان کو منازل سے قرآن پاک میں تعبیر کیا گیا ہے، کذا في تبصير الرحمن: ۱/ ۲۲۱ (٤)۔

---

(۱) (المنجد: ۶۵۳، المطبع الکاثولیکیہ بیروت)

(۲) "حجم الأرض أكبر من حجم القمر: ٤٩ مرة، فلو جمعت ٤٩ كرة مثل القمر، وفرضت كرة واحدة ساوى حجم مجموع هذه الكرات حجم الأرض". (الهيئة الوسطى، ص: ۳۹۳، إدارة التصنيف والأدب، لاهور)

(۳) "زمین سے چاند کا زیادہ سے زیادہ فاصلہ ۲۵۲۷۱۰ میل اور کم سے کم فاصلہ ۲۲۱۴۶۳ میل ہوتا ہے، اس حساب سے اس کا اوسط فاصلہ ۲۳۷۰۵۸ میل بنتا ہے"۔ (فہم الفلکیات، ص: ۸۸، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(٤) (تفسير القرآن المسمى بتبصير الرحمن للعلامة علي بن أحمد بن إبراهيم المهايمي: ۱/ ۳۵۷، سورة يوسف: ۲، عالم الكتب، بيروت)

باذو سے رگڑ کر چاند سے نکال کر سورج کی طرف منتقل کر دیئے، یہاں اس رگڑ کا نشان ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں جو حروف جمیل لکھے ہوئے ہیں، فتاویٰ ابن حجر ص: ۱۳۱ (۱) میں دونوں قول درج ہیں، تفسیر مفاتیح الغیب میں ﴿فمحونا آیۃ اللیل﴾ کے ذیل میں، ۵: ۳۴۳ (۲) میں پہلے قول کے ساتھ ایک قول یہ بھی لکھا ہے کہ جس طرح کواکب اجرام فلکیہ میں مرکوز ہیں، اسی طرح اجسام قلیلۃ الضوء وجہ قمر میں مرکوز ہیں۔ قول اول کی کچھ روایات تفسیر ابن کثیر (۳) و فتاویٰ ابن حجر میں ذکر کی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۲/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف۔

---

(۱) قال ابن حجر الهيتمي رحمه الله تعالى: "وسئل نفع الله به عن السواد الذي في القمر؟ فأجاب بقوله: قيل: إن عليا كرم الله وجهه سئل عن ذلك، فقال: هو أثر مسح جناح جبريل؛ لأن الله تعالى خلق ضوئها إلى الشمس، فأذهب منه الضياء، وأبقى فيه النور، فذلك قوله تعالى: ﴿فمحونا آية الليل وجعلنا آية النهار مبصرة﴾ [الإسراء: ۱۲]" اهـ. (الفتاوى الحديثية، مطلب في السواد الذي في القمر، ص: ۲۰۸، قديمي)

قال النيسابوري رحمه الله تعالى تحت هذه الآية: في التفسير ما روي أن الشمس والقمر كانا سواء في النور والضوء، فأرسل الله تعالى جبرئيل، فأمر جناحه على وجه القمر، فأذهب عنه الضوء. ومعناه عند الفلاسفة أنه يتشكل في وجه القمر أجسام قليلة الضوء كما يتركز الكواكب في أجرام الأفلاك. ولما كانت تلك الأجزاء أقل ضوءا من جرم القمر لا جرم شوهدت تلك الأجزاء في وجه القمر كالكلف في وجه الإنسان. (تفسير غرائب القرآن على هامش الطبري: ۸/۱۳، ۱۴، دار المعرفة، بيروت)

(۲) "أحسن ما ذكره الفلاسفة في الاعتذار عنه أنه ارتكز في وجه القمر أجسام قليلة الضوء مثل ارتكاز الكواكب في أجرام الأفلاك" اهـ. (تفسير مفاتيح الغيب المعروف بالتفسير الكبير للرازي: ۲۰/۱۶۵، (الإسراء: ۱۲)، دار الكتب العلمية، طهران)

وكذا في روح المعاني: ۱۵/۱۶، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۳) "﴿فمحونا آية الليل﴾ قال: السواد الذي في القمر، وكذلك خلقه الله تعالى. وقال ابن جريج: قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: كان القمر يضيء كما تضيء الشمس، والقمر آية الليل، والشمس آية النهار، ﴿فمحونا آية الليل﴾: السواد الذي في القمر". (تفسير ابن كثير: ۳/۳۰، دار الفيحاء، بيروت)

www.ahlehaq.org

چاند کے اوپر اور زمین کے نیچے آبادی

سوال [۱۳۸۰]: چاند پر اور زمین کے نیچے اور آسمان پر آبادی ہے یا نہیں، اگر ہے تو کس کی امت میں سے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آسمان کے اوپر سب جگہ ملائکہ ہیں، وہ خود مطیع ہیں ان کے لیے کسی نبی کی ضرورت نہیں، چاند بھی آسمان پر ہے اس میں کسی مخلوق کا وجود معلوم نہیں، زمین کے سات طبقات ہیں ہر طبقہ میں جداگانہ مخلوق آباد ہے اور ہر مخلوق کی طرف نبی اس کی جنس سے بھیجا جاتا ہے:

"قال وهب ابن منبه: لما خلق الله تعالى الأرض كانت طبقةً واحدةً، ففتقها، فصيرها سبعاً كما فعل بالسماء، وجعل بين الطبقة والطبقة مسيرة خمس مائة عام وهو قوله تعالى ﴿ففتقناهما﴾ وجعلها سبعاً، فكان اسم الطبقة الأولى: أديماً، والثانية: بسيطاً، والثالثة: ثقيلاً، والرابعة: بطيحاً، والخامسة: هيناً، والسادسة: ماسكة، والسابعة: الثرى، وسكان الأرض الثانية: أممٌ يقال لهم: الطمس، وطعامهم من لحومهم، وشرابهم من دمهم.

والطبقة الثالثة: سكانها أمم وجوههم كوجوه بني آدم، وأفواههم كأفواه الكلاب، وأيديهم كأيدي بني آدم، وأرجلهم كأرجل البقر ... وعلى أبدانهم شعر كصوف الغنم، وهو لهم ثياب. والطبقة الرابعة: سكانها أمم يقال لهم: الحلهام، ليس لهم أعين ولا أقدام، بل لهم أجنحة كأجنحة القطا.

والطبقة الخامسة: بها أمم يقال: الخشن، وهم كأمثال البغال، ولهم أذناب، كل ذنب نحو ثلث مائة ذراع .../ والطبقة السادسة: بها أمم يقال: الخثوم، وهم سود الأبدان، ولهم مخالب كمخالب السباع، ويقال: إن الله تعالى يسلطهم على يأجوج ومأجوج حين يخرجون فيهلكهم. والطبقة السابعة: فيها مسكن إبليس وجنوده من المردة الشياطين" اهـ. بدائع

= مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (الهيئة الوسطى)، ص: ۲۸۸، ۲۹۳، للشيخ الرازي رحمه الله تعالى، ادارة التصنيف والتاليف لاهور)

الدھور فی وقائع الدھور (۱)۔

﴿اللّٰہ الذی خلق سبع سمٰوٰت ومن الأرض مثلھن﴾ یعنی سبع أرضین، یتنزل الأمر الوحی بینھن بین السمٰوٰت والأرض، ینزل بہ جبرئیل من السماء السابعة إلی الأرض السابعة، انتھی"۔ جلالین شریف مجموعہ فتاوی، ص: ۲۲۶ (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کہکشاں

سوال [۱۲۸۱]: رات کو آسمان پر جو سفیدی لمبی نظر آتی ہے اس کو لفظ لوٹ پلہ راہ کہتے ہیں، وہ کیا چیز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کا نام کہکشاں ہے، قیامت کو آسمان اس جگہ سے پھٹے گا، فتح العزیز (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ماہ عروج کی ابتداء وانتہاء

سوال [۱۲۸۲]: ۱..... ماہ عروج سے فلاں کام شروع کرو، تو ماہ عروج سے کیا مطلب ہے؟

ماہ ثابت یا ذوالحجہ

سوال [۱۲۸۳]: ۲..... عروج ماہ اور ثابت یا ذوالحجہ ہو، اس کا مطلب نہیں، جمعرات سے شروع کیا جائے، پوچھنا یہ ہے کہ ماہ ثابت یا ذوالحجہ کس کو کہتے ہیں؟

---

(۱) (بدائع الدھور فی وقائع الدھور، ذکر مبدأ خلق الأرض، ص: ۵۰، مکتبہ إسلامیہ، میزان مارکیٹ، کوئٹہ)

(۲) (جلالین: ۴۶۴/۲، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۳) "وقال الشیخ موسی الروحانی رحمہ اللہ تعالیٰ: "مجرہ کہکشاں راست "الطریق اللبنی ودرب التبانہ" کہتے ہیں، اہل نجوم بھی اس کا ایک نام ہے مدارت کونہ یا دشالا آسمان میں ایک سفید پٹی نظر آتی ہے اسے کہکشاں کہتے ہیں، اس کی شکل پٹے کی طرح ہے بلکہ بچی کے تول یا بٹ کی طرح ہے"۔ (تعریب الوشی، ص: ۷۷، ادارۃ التصنیف الأدب لاہور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... یکم سے ۱۴ تک عروج ہے۔

۲... ساعاتِ نحس ورد والجیہ میں نہیں جانتا کس کو کہتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

محکمہ موسمیات کے فلکیاتی اعلانات

سوال [۱۴۸۴]: ہماری گورنمنٹ کا محکمہ موسمیات جو بارش یا آندھی طوفان وغیرہ کی خبریں بذریعہ ریڈیو نشر کرتا ہے ان پر یقین رکھنا شرعی حیثیت سے کیا ہے؟ اور وہ محکمہ کیسے اندازہ لگاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ آثار وعلامات پر اعلان کیا جاتا ہے، کبھی صحیح ہوتا ہے کبھی غلط، یہ شرعی دلیل نہیں جس پر یقین واجب ہو(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۹/۹۱ھ۔

دفینہ معلوم کرنے کا طریقہ

سوال [۱۴۸۵]: اگر کوئی شخص اپنے گھر کا دفینہ معلوم کرنا چاہے تو معلوم ہوسکتا ہے یا نہیں؟ کیا طریقہ ہے، کہاں نقش کھینچنا پڑے گا؟ بڑے آدمی جانتے ہیں کہ روپیہ ضرور ہے مگر یہ نہیں کہ کہاں پر ہے، اگر مل جائے تو ضرور آپ کی محنت ادا کروں گا، ورنہ آخرت میں معلوم کروں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دفینہ معلوم کرنے کا طریقہ یا نقش میں نہیں جانتا، آپ خدا کے سامنے جا کر دعا کریں گے تو میں وہاں

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إن اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث﴾ (سورۃ لقمان: ۳۴، پ: ۲۱)

"لکون المراد اختصاص علم هذه الخمس به عز وجل هو الذي تدل عليه الأحاديث والآثار".

(روح المعانی: ۲۰/۱۱۰، دار إحياء التراث العربي)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (معارف القرآن: ۷/۵۲، ادارۃ المعارف کراچی)

باب التبلیغ

(تبلیغ کا بیان)

موجودہ تبلیغ کا شرعی ثبوت

سوال [۱۴۸۷]: ۱... آج کل جو تبلیغی جماعت کام کر رہی ہے اس جماعت کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں ایک امیر جماعت متکلم اور رہبر مقرر کئے جاتے ہیں امیر کے ماتحت جماعت قریہ بقریہ شہر بشہر کام کر رہی ہے، یہ طریقہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں تھا یا نہیں؟ اگر اس زمانہ میں یہ طریقہ تبلیغ موجودہ زمانہ کی تبلیغ کے مطابق نہ ہو تو یہ کام جو نیا ایجاد کیا گیا ہے کس امر میں داخل ہے یعنی بدعت ہے یا بدعت حسنہ ہے؟ آیا ہم لوگوں کو صرف امت محمدی کو اسلام کی تبلیغ کرنا چاہئے یا غیر اقوام میں بھی اسلام کی تبلیغ کرنا لازم ہے یا نہیں؟

۲... مذہب اسلام میں کتنی عیدیں پائی جاتی ہیں موجودہ زمانہ میں میلاد النبی، میلاد محبوب سبحانی منایا جا رہا ہے اور بہت سے لوگوں کو کھانا بھی کھلا رہے ہیں ایسی دعوتوں میں جا کر کھانا نوش فرمانا شریعت کے مطابق جائز ہے یا نہیں؟ تفصیل سے معلوم کریں۔

۳..... دنیوی زندگی سے پہلے کی حالت موت سے تعبیر کی گئی ہے جس کے بعد یہ زندگی ملی ہے، پھر موت آئے گی پھر اس کے بعد دوسری زندگی ملے گی جس کے لئے موت نہیں، یہ زندگی حشر کے دن ملے گی، اب رہی یہ بات کہ زندگی عالم برزخ میں مل رہی ہے، یہ تیسری زندگی کہلائے گی، آیا یہ تیسری زندگی ہم لوگ تسلیم کریں گے، تو قرآن شریف کی آیتوں کے مطلب کے خلاف ہوگا، تو ہم لوگ اس زندگی کو تیسری زندگی میں شمار کر سکتے ہیں یا نہیں؟ خلاصہ معلوم کیجئے۔

۴... غیر اقوام کو حالت سکرات سے ہی عذاب شروع ہونے کے متعلق دلیل حدیث سے اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟ المستفتی نبی صاحب ۲۱/۶/۹۱ھ۔

محترمی زید احترامہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، الحمدللہ خیریت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱ نفسِ تبلیغ کا حکم تو کتاب وسنت میں موجود ہے اور ہر زمانہ میں اس پر عمل بھی ہوتا رہا ہے، ہر زمانہ کے حالات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کے قلوب میں مفید طریقے القا فرماتے رہے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہفتہ میں ایک یا دو دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لوگ جمع ہوتے، وہ احادیث سناتے، مسائل بتایا کرتے تھے(۱)۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہفتہ میں ایک دفعہ مسجد نبوی میں منبر کے قریب کھڑے ہوکر احادیث سنایا کرتے تھے۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعہ کو خطبہ شروع ہونے سے پہلے احادیث سنایا کرتے تھے(۲)۔ حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳)۔ حضرت

---

(۱) "عن أبي وائل رضي الله تعالى عنه قال: كان عبد الله يذكر الناس في كل خميس، فقال له رجل: يا أبا عبد الرحمن! لوددت أنك ذكرتنا كل يوم، قال: أما إنه يمنعني من ذلك أني أكره أن أملكم، وإني أتخولكم بالموعظة كما كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يتخولنا بها مخافة السآمة علينا". (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب من جعل لأهل العلم أياماً معلومة: ۱۶/۱، قديمي)

(وكذا في بستان الفقيه أبي الليث، باب إباحة المجلس للعظة، ص: ۴۲، مطبع فاروقي، دهلي)

(۲) "أخرج ابن عساكر عن حميد بن عبد الرحمن أن تميماً الداري استأذن عمر رضي الله تعالى عنه في القصص سنين، فأبى أن يأذن له، فاستأذنه في يوم واحد، فلما أكثر عليه، قال له: ما تقول؟ فقال: أقرأ عليهم القرآن، وآمرهم بالخير، وأنهاهم عن الشر، فقال عمر: ذلك الذبح، ثم قال: عظ قبل أن أخرج في الجمعة، فكان يفعل ذلك يوماً واحداً في الجمعة". (موضوعات الكبير للملا علي القاري، المقدمة، فصل: ولما كان أكثر القصاص والوعاظ الخ، ص: ۲۰، نور محمد كتب خانه)

(تنبيه: لا يغتر أحد بأن الرواية المذكورة موضوعة لذكرها في الموضوعات، بل هي صحيحة، وقد ذكرها مستدلاً بها على عدم جواز بيان القصص الطويلة، لا لأنها موضوعة. فليتأمل.)

(۳) "وكان عبادة يعلم أهل الصفة القرآن، ولما فتح المسلمون الشام أرسله عمر بن الخطاب، وأرسل معه معاذ بن جبل وأبا الدرداء رضي الله تعالى عنهم، ليعلموا الناس القرآن بالشام ويفقهوهم في الدين، وأقام عبادة بحمص، وأقام أبو الدرداء بدمشق، ومضى معاذ - رضي الله تعالى عنه وعنهم - إلى فلسطين الخ". (أسد الغابة في معرفة الصحابة: ۳/۵۵، رقم: ۲۷۸۹، دار الفكر)

ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستقلاً تبلیغ کیا کرتے تھے (۱)۔

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس خط لکھا کہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہاں بھیج دیجئے تبلیغ کے لئے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھیجا تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈیڑھ ہزار کے قریب اپنے تلامذہ کو لے کر تشریف لے گئے (۲) پھر ایک وقت آیا کہ احادیث کو لکھا گیا اور کتابی شکل دی گئی (۳)، جگہ جگہ حدیث سنانے کے حلقے ہوتے تھے، بعض محدثین کے حلقے میں ایک لاکھ یا اس سے بھی زائد آدمی موجود رہتے تھے (۴) (یہ سب مخاطبین مسلمان ہی تھے) پھر ایک وقت آیا کہ مشائخ نے تصوف اور توجہ باطن کے ذریعہ تبلیغ کی، علماء نے مدارس قائم کئے، واعظین

---

(۱) (راجع ص: ۱۹۸، رقم الحاشیة: ۳)

(۲) "ومن مناقبه أي عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه: منها: أنه شهد اليرموك بالشام، وكان على النفل، وسيّره عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه إلى الكوفة، وكتب إلى أهل الكوفة: "إني قد بعثت عمار بن ياسر أميراً، وعبد الله بن مسعود معلماً ووزيراً، وهما من النجباء من أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من أهل بدر، فاقتدوا بهما، واسمعوا من قولهما، وقد آثرتكم بعبد الله على نفسي".

(أسد الغابة في معرفة الصحابة: ۳/۳۸۳، رقم: ۳۱۷۷، دار الفكر بيروت)

(وكذا في الإصابة في تمييز الصحابة: ۲/۲۰۱، رقم: ۴۹۷۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "ظهر في آخر عصر التابعين تدوين الأحاديث والأخبار، وتصنيف السنن والآثار، وتصدّوا لهذا الأمر الشريف كالزهري... فصنّف الإمام مالك مقدم أهل المدينة موطأه... وصنف من أهل مكة أبو محمد عبد الملك بن عبد العزيز بن جريج، ومن أهل الشام أبو عمرو عبد الرحمن بن عمرو الأوزاعي، ومن أهل الكوفة سفيان الثوري، ومن البصريين أبو سلمة حماد بن سلمة. وبعدهم كل واحد من أعيان العلماء المجتهدين ألف كتباً الخ". (مرقاة المفاتيح، المقدمة، ترجمة الإمام البخاري رحمه الله تعالى: ۱/۵۷، رشيدية)

(۴) قال القاري رحمه الله تعالى في ترجمة الإمام البخاري رحمه الله تعالى: "قيل: روى عنه مائة ألف محدث" (مرقاة المفاتيح، المصدر السابق: ۱/۵۹)

وقال في ترجمة الإمام أبي حنيفة رحمه الله تعالى: "روى عنه عبد الله بن المبارك ووكيع بن الجراح وخلائق لا يحصون" (مرقاة المفاتيح ۱/۲۵)

میں مذکور ہے۔

۳... عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مرفوع میں ہے کہ جس کو مشکوٰۃ شریف ص: ۱۳۹ (۱) میں نقل کیا ہے کہ "إن الکافر إذا حضر بشر بعذاب اللہ وعقوبتہ، فلیس شيء أکرہ إلیہ مما أمامہ، فکرہ لقاء اللہ، وکرہ اللہ لقاءہ" متفق علیہ" (۲)۔ یہ مستحق عذاب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹/ ذ/ ۹۱ھ۔

مسلمانوں میں تبلیغ کا ثبوت

سوال [۱۳۸۸]: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفار کے پاس تبلیغ کے لئے جاتے تھے اور آج کل لوگ مسلمانوں کو تبلیغ کرتے ہیں، کیا حدیث سے یہ ثابت ہے کہ حضور نے مسلمانوں میں اس طرح چل کر تبلیغ کی ہے جیسے آج کل تبلیغ کرتے ہیں؟ اس قسم کی روایتیں اگر مشکوٰۃ شریف یا بخاری شریف میں ہوں تو مع باب وصفحہ مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کوفہ اور قریب میں جماعت صحابہ کا تبلیغ کے لئے جانا تاریخ القضاء، کتاب الآثار میں مذکور ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک جماعت کے ساتھ

= وقال أبوبكر الوراق: هي حلاوة الطاعة. وقال سهل بن عبد الله التستري: هي أن يرجع عن العبد تدبيره، ويرد تدبيره إلى الحق. وقال جعفر الصادق: هي المعرفة بالله، وصدق المقام بين يدي الله. وقيل: الاستغناء عن الخلق والافتقار إلى الحق. وقيل: الرضاء بالقضاء. (۱۵/ ۱۲۰، دار الكتب العلمية بيروت)

"وقال شريك: هي حياة تكون في البرزخ الخ" (روح المعاني: ۱۴/ ۲۱۰، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب تمني الموت، الفصل الأول، ص: ۱۳۹، قديمي)

(۲) (صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب من أحب لقاء الله أحب الله لقاءه: ۲/ ۹۶۳، قديمي)

(و الصحيح لمسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب من أحب لقاء الله تعالى الخ: ۲/ ۳۴۳، قديمي)

کوفہ بھیجا(۱) اور معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲)، عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳)، عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴) کی جماعت کو بصرہ اور عبادہ ابن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۵) کی جماعت کو شام بھیجا۔ یہ جماعتیں مسلمانوں کے پاس گئیں جیسا کہ ازالۃ الخفاء ۲/۶(۶) میں مذکور ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

---

(۱) لم أجده في ذكره فتح القدير، وقال العلامة محمد يوسف الكاندهلوي في حياة الصحابة: "أخرج ابن سعد عن حارثة بن مضرب قال: قرأت كتاب عمر الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه إلى أهل الكوفة: "أما بعد! فإني بعثت إليكم عماراً أميراً وعبدالله معلماً ووزيراً، وهما من النجباء من أصحاب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فاسمعوا لهما، واقتدوا بهما، وإني قد آثرتكم بعبدالله على نفسي أثرة".

(الباب الثالث عشر في رغبة الصحابة في العلم الخ: ۳/۱۹۵، دار القلم بيروت)

(۲) (سيأتي في الحاشية رقمها: ۶)

(۳) "وكان (أي عبدالله بن مغفل رضي الله تعالىٰ عنه) أحد العشرة الذين بعثهم عمر رضي الله تعالىٰ عنه إلى البصرة يفقهون الناس". (أسد الغابة، ذكر عبدالله بن مغفل رضي الله تعالىٰ عنه: ۳/۲۹۳، رقم: ۳۱۹۷، دار الفكر)

(وكذا في الإصابة: ۴/۲۰۳، رقم: ۴۸۸۳، دار الكتب العلمية)

(۴) "عمران بن حصين ... بعثه عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه إلى البصرة، ليفقه أهلها، وكان من فضلاء الصحابة". (أسد الغابة: ۳/۷۷۷، رقم: ۴۰۴۳، دار الفكر، بيروت)

(وكذا في الإصابة: ۴/۵۸۵، رقم: ۶۰۲۳، دار الكتب)

(۵) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "مروجہ تبلیغ کا شرعی ثبوت")

(۶) "علمائے صحابہ را در آفاق فرستند، وایشان را امر نمایند بروایت حدیث، ومردمان را محفل کنند بر اخذ ایشان، چنانچہ فاروق اعظم عبداللہ بن مسعود را باجمعی با کوفہ فرستاد، ومعقل بن یسار وعبداللہ بن مغفل وعمران بن حصین را ببصرہ، وعبادہ بن صامت وابو درداء را بشام، ومعاویہ بن ابی سفیان کہ امیر شام بود قدغن بلیغ نوشت کہ از حدیث ایشان تجاوز نکند". (ازالۃ الخفاء، نکتۂ سوم دربیان کیفیت توسط خلفائے راشدین ۲/۶، سہیل اکیڈمی لاہور)

تبلیغ کب تک فرض تھی؟

سوال[۱۲۸۵]: تبلیغ کس زمانہ تک فرض تھی اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے کتنے دنوں پر فرضیت باقی رہی اور اب تبلیغ کا شرع شریف میں کیا درجہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم قرآن میں ہے(۱) اور وہ منسوخ نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ہے، اس کے شروط وآداب اتحاف(۲) نہایۃ الارب(۳) وغیرہ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۷/۷/۸۹ھ۔

کیا تبلیغ فرض ہے؟

سوال[۱۲۹۰]: تبلیغ دین اس زمانہ میں واجب ہے یا کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تبلیغ دین ہر زمانہ میں فرض ہے، اس زمانہ میں بھی فرض ہے لیکن فرض علی الکفایہ ہے، جہاں جتنی ضرورت ہوگی اتنی ہی اس کی اہمیت ہوگی اور جس جس میں جیسی اہلیت ہوگی اس کے حق میں اسی قدر

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولتکن منکم أمۃ یدعون إلی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر وأولئک ہم المفلحون﴾ (آل عمران: ۱۰۴)

وقال تعالیٰ: ﴿قل ہذہ سبیلي أدعو إلی اللہ علی بصیرۃ أنا ومن اتبعني، وسبحان اللہ وما أنا من المشرکین﴾ (یوسف: ۱۰۸)

"أي أدعو الناس إلی معرفتہ سبحانہ بصفات کمالہ ونعوت جلالہ ومن جملتہا التوحید." (روح المعاني: ۱۳/۶۷، دار إحیاء التراث العربي)

(۲) (اتحاف السادۃ المتقین، کتاب الأمر بالمعروف والنہي عن المنکر، الباب الثاني في أرکان الأمر بالمعروف وشروطہ: ۸/۲۷، ۱۰۸، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۳) لم أجدہ

ذمہ داری ہوگی (۱)، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی صراحت قرآن کریم میں ہے (۲)، سب سے بڑا معروف ایمان ہے اور سب سے بڑا منکر کفر ہے، ہر مومن اپنی اپنی حیثیت کے موافق مکلف ہے کہ خدائے پاک کے نازل فرمائے ہوئے دین کو حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدایت کے موافق پہنچاتا رہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ثم اعلم أنه إذا كان المنكر حراماً وجب الزجر عنه، وإذا كان مكروهاً ندب، والأمر بالمعروف أيضاً تبع لما يؤمر به، فإن وجب فواجب وإن ندب فمندوب، ولم يتعرض له في الحديث؛ لأن النهي عن المنكر شامل له، إذ النهي عن الشيء أمر بضده، وضد المنهي إما واجب أو مندوب أو مباح، والكل معروف، ولفظ "من" للعموم فيشمل كل أحد رجلاً أو امرأة، عبداً أو فاسقاً أو صبياً مميزاً إذا كان." (المرقاة، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۸/ ۸۶۲، رشيدية)

(۲) قال الله تعالى: ﴿كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله﴾ الآية (آل عمران: ۱۱۰)

قال العلامة الآلوسي تحتها: "وأخرج ابن المنذر وغيره عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما في الآية: أن المعنى تأمرونهم أن يشهدوا أن لا إله إلا الله ويقروا بما أنزل الله تعالى وتقاتلونهم عليه، ولا إله إلا الله هو أعظم المعروف، وتنهون عن المنكر، والمنكر هو التكذيب، وهو أنكر المنكر." (روح المعاني: ۳/ ۲۸، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

وقال تعالى: ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر وأولئك هم المفلحون﴾ (آل عمران: ۱۰۴)

قال العلامة الآلوسي تحتها: "والخطاب ... قيل: متوجه إلى أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم خاصة، وهم الرواة، والأكثرون على جعله عامة، ويدخل فيه من ذكر دخولاً أولياً ... والعلماء اتفقوا على أن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر من فروض الكفايات." (روح المعاني: ۳/ ۲۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

وكذا في المرقاة للملا علي القاري رحمه الله تعالى، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۹/ ۱۰۹، ۸۶۲، رشيدية)

(۳) قال الله تعالى: ﴿لا يكلف الله نفساً إلا وسعها لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت﴾ (البقرة: ۲۸۶)

نظر نہ آنا بڑی کوتاہی ہے، تبلیغ کو مقصد یہیں تک محدود نہیں، بلکہ عملِ صالح میں اخلاص پیدا کرنا ضروری ہے جو کہ تمام اعمالِ صالحہ کی جان ہے، اعمالِ صالحہ کا سکھانا بھی ضروری ہے، ان پر پابندی بھی ضروری ہے، ان میں اخلاص کی کوشش بھی ضروری ہے، بہت سے اللہ کے بندوں کو یہ دولت بھی نصیب ہو جاتی ہے، جو محروم رہتے ہیں وہ اپنی کوتاہی کی وجہ سے محروم رہتے ہیں ان کو اس طرف توجہ اور اس میں محنت کی ضرورت ہے، انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی محروم نہیں رہیں گے۔

ان چیزوں کی کوشش کے ساتھ دیگر امورِ ضروریہ کی طرف بھی ان کو توجہ دینے کی ضرورت ہے اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ ان کے ساتھ تشریف لے جاتے رہیں، آپ ان کو متوجہ کریں اس طرح دیگر اخلاص والے جائیں تو وہ بھی متوجہ کیا کریں۔ جو شخص شریک کار ہوتا ہے اس کی بات زیادہ مؤثر ہوتی ہے، خدا نے چاہا تو آپ کا اجر بہت زیادہ ہو جائے گا، جتنے آدمیوں میں آپ کی کوشش سے اخلاص، خشوع و خضوع پیدا ہوگا، آپ کے نامۂ اعمال میں بھی لکھا جائے گا۔ ہر جماعت کے امیر کو اگر توجہ دلائی جائے کہ وہ اس کو ملحوظ رکھتے رہا کریں تو جلد نفع کی توقع ہے۔

انبیاء علیہم السلام معلم اور داعی بنا کر بھیجے گئے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خصوصیت سے معلم بنا کر بھیجے گئے (۱) اور دین سیکھنے اور سکھلانے کی ذمہ داری سب پر ڈالی گئی (۲)، پھر اس کے طریقے مختلف رہے، ہر دور میں تعلیم و تعلم کی ضرورت رہی، پھر مدارس قائم ہوئے، کتابیں تصنیف کرنے کا سلسلہ جاری رہا

(۱) "عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنه قال: خرج رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ذات يوم من بعض حجره فدخل المسجد، فإذا هو بحلقتين: إحداهما يقرؤون القرآن ويدعون الله، والأخرى يتعلمون ويعلمون، فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "كل على خير، هؤلاء يقرؤون القرآن ويدعون الله، فإن شاء أعطاهم وإن شاء منعهم، وهؤلاء يتعلمون ويعلمون، وإنما بعثت معلماً" فجلس معهم". (سنن ابن ماجة، المقدمة، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، ص: ۲۱، قديمي)

(۲) "عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: قال لي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "تعلموا العلم وعلموه الناس، تعلموا الفرائض وعلموها الناس، تعلموا القرآن وعلموه الناس، فإني امرؤ مقبوض، والعلم سينقبض، وتظهر الفتن حتى يختلف اثنان في فريضة لا يجدان أحداً يفصل بينهما". رواه الدارمي والدارقطني". (مشكوة المصابيح، كتاب العلم، آخر الفصل الثالث، ص: ۳۸، قديمي)

وتقریر کے جلسے ہوتے تھے، نہ انجمنیں بنانے کا دستور تھا، بلکہ زبانی ہی سیکھنے اور سکھانے کا طریقہ معمول تھا، اصحاب صفہ نے بھی اسی طرح سیکھا (۱) اور بعض جہاں کہیں بھیجے گئے مثلاً حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب اسی طرح سکھاتے تھے (۲)۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درخواست پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ بھیجا، وہ ڈیڑھ ہزار آدمیوں کی بڑی جماعت کو ساتھ لے کر گئے اور تمام علاقۂ کوفہ میں دین سکھانے کا انتظام فرمایا، پھر احادیث جمع کرنے اور لکھنے کا رواج ہوا یا متون کے ذریعہ سے دین سیکھا گیا (۳) پھر مدارس قائم کئے گئے، ان کے ذریعہ سے سیکھا گیا، یہ سارے طریقے سب جائز ہیں اور مفید ثابت ہوئے، لیکن اول اول جو طریقہ تھا وہ بلا کتاب کے ہی تھا اور بعد میں بھی بلا کتاب ہی سیکھنے اور سکھانے کا دستور باقی رہا، اگرچہ قرن اولیٰ کی طرح نہیں تھا مگر فنا بھی نہیں ہوا، اب تبلیغی جماعت کی مساعی سے اللہ پاک نے پھر اس طریقہ کو رواج عام دے دیا۔

لہٰذا یہ کہنا بھی درست ہے کہ نبیوں والا کام ہے یعنی بغیر مدرسہ وکتاب کے زبانی دین سیکھنے اور سکھانے کی کوشش کرنا اور اپنی زندگی کو اس کے لئے وقف کرنا طریقۂ انبیاء ہے، مگر دین سیکھنے کے جو دوسرے طریق ہیں ان کو ناجائز کہنا جائز نہیں اور اصول تبلیغ کے بھی خلاف ہے، اس سے پورا پرہیز لازم ہے اور ہر علم کا اکرام اور علمی اور دینی خدمت کرنے والوں کا اکرام بھی لازم ہے۔ فقط واللہ الموفق لما یحب ویرضی۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۶/[illegible]/۱۴۰۹ھ

---

(۱) "عن عبادة بن الصامت قال: علّمت ناساً من أهل الصفة الكتابة والقرآن" (الحديث) (مسند أحمد بن حنبل: ۵/۳۱۵، رقم الحديث: ۲۲۱۸۱، دار إحياء التراث العربي)

"عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: أتى علينا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ونحن أناس من ضعفة المسلمين ورجل يقرأ علينا القرآن ويدعو لنا" (الحديث) (حلية الأولياء، ذكر أهل الصفة: ۱/۳۴۲، دار الكتاب العربي بيروت)

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "تبلیغ کا ثبوت")

(۳) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "تبلیغ کا ثبوت")

کیا تبلیغی جماعت میں جانا فرض عین ہے؟

سوال [۱۳۴۲]: تبلیغی جماعت میں جانا فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تبلیغی جماعت میں جانا تو فرض عین نہیں(۱)، البتہ دین سیکھنا فرض عین ہے(۲) خواہ مدرسہ میں داخل ہوکر ہو یا خارج مدرسہ پڑھ کر ہو، خواہ اہلِ علم واہلِ دین کی خدمت میں جاکر ہو، خواہ تبلیغی جماعت ساتھ ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا تبلیغ میں نکلنا فرض ہے؟

سوال [۱۳۴۳]: تبلیغی جماعت والے جو یہ کہتے ہیں کہ گھر بار بچوں کو چھوڑ کر تبلیغی جماعت کے ساتھ چلو، اور یہ تبلیغی کام ہر خاص وعام کیلئے فرض بتایا ہے، آیا ان کا کہنا درست ہے یا نہیں؟ یہ تبلیغ والے جہاد

---

(۱) مروجہ تبلیغ بھی جزء امر بالمعروف میں سے ہے اور یہ فرض کفایہ ہے، متفق علیہ ہے۔

قال العلامة الآلوسي تحت هذه الآية: ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر وأولئك هم المفلحون﴾ (آل عمران: ۱۰۴): "إن العلماء اتفقوا على أن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر من فروض الكفايات" (روح المعاني: ۲۱/۴، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في المرقاة شرح مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۸/۹۰۶، رشيدية)

(۲) "واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين وهو بقدر ما يحتاج إليه، وفرض كفاية وهو ما زاد عليه لنفع غيره" (الدر المختار)

وفي رد المحتار: "قال العلامي في فصوله: من فرائض الإسلام تعلمه ما يحتاج إليه العبد في إقامة دينه وإخلاص عمله لله تعالى ومعاشرة عباده، وفرض على كل مكلف ومكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية تعلم علم الوضوء والغسل والصلوة والصوم الخ ... وفي تبيين المحارم: لا شك في فرضية علم الفرائض الخمس وعلم الإخلاص الخ" (المقدمة: ۱/۴۲، سعيد)

صرف تمثیل جیسے ہیں، عوام کے سامنے ایسا بیان کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شیخ غلام محمد، ۳۲ چاندنی چوک اسٹریٹ کلکتہ، ۱۲/ شعبان المعظم/ ۹۰ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... یہ دین سیکھنے، پختہ کرنے، اشاعت کا ایک ذریعہ ہے، اصول کے ساتھ کیا جائے تو تجربہ سے ثابت ہوا کہ بے حد مفید ہے۔

۲... اس کا جوڑ مودودیت سے بالکل نہیں ہوگا۔

۳... نہ وہ مخالف ہیں، نہ مخالفِ اسلام ہیں۔

۴... اگر نیت سیر و سیاحت کی ہو اور تبلیغ کو پردہ بنایا ہے تو یہ بنیادی غلطی ہے(۱)، تبلیغ کے نمبروں میں سے ایک بہت اہم نمبر تصحیحِ نیت ہے، اس سیر و سیاحت کے متعلق ﴿انفروا خفافاً وثقالاً﴾ الآیۃ (۲) پڑھ کر اشارہ کرنا غلط ہے، آیت کا محمل دوسرا ہے(۳)۔

(۱) "عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "إنما الأعمال بالنيات، وإنما لامرئ ما نوى، فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله فهجرته إلى الله ورسوله، ومن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو امرأة يتزوجها، فهجرته إلى ما هاجر إليه". (صحيح البخاري، باب كيف كان بدء الوحي الخ، ۱/۲، قديمي)

قال القاري رحمه الله تعالیٰ تحته: "أي منصرفة إلى الغرض الذي هاجر إليه فلا ثواب له لقوله تعالى: ﴿من كان يريد حرث الآخرة نزد له في حرثه ومن كان يريد حرث الدنيا نؤته منها وما له في الآخرة من نصيب﴾ (الشورى: ۲۰) أو المعنى: فهجرته مردودة أو قبيحة، قيل: إنما ذمه لأنه طلب المال في صورة الهجرة، فأظهر العبادة للعقبى، ومقصوده الحقيقي ما كان إلا الدنيا، فاستحق الذم لمشابهته أهل النفاق".

(مرقاة المفاتيح، شرح مشكوة المصابيح، المقدمة، حديث النية الخ، ۱/۱۰۳، رشيديه)

(۲) (التوبة: ۴۱)

(۳) قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالى: "﴿انفروا خفافاً وثقالاً وجاهدوا بأموالكم وأنفسكم في سبيل الله﴾ الآية (التوبة: ۴۱): أي بما أمكن لكم منهما كليهما أو أحدهما، والجهاد بالمال إنفاقه على السلاح وتزويد الغزاة ونحو ذلك". (روح المعاني: ۱۰/۱۲۸، دار إحياء التراث العربي)

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ کا محمل جہاد ہے، جیسے کہ بعض حضرات نے بیان فرمایا ہے، اور حضرت مفتی صاحب قدس اللہ سرہ العزیز نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔

رحمہ اللہ تعالیٰ تبلیغ کو مندوب فرماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل یہ ہے کہ دین سیکھنا فرض عین ہے(۱) اس کی ایک صورت مدارس میں پڑھنا ہے اور ایک صورت تبلیغ میں جانا ہے اور بھی صورتیں ہیں۔ میوات کے لوگوں کو بتایا گیا تھا کہ دین سیکھنا فرض ہے، اس لئے یا مدارس قائم کرو، یا دوسری صورتیں اختیار کرو، اگر تم کوئی دوسری صورت اختیار نہ کر سکو تو متعین طور پر تبلیغ ہی میں نکلو، اس لئے وہاں یہی کہہ کر لوگ نکلتے ہیں کہ دین سیکھنے چلے چلو، اتنی بات میں کسی کا اختلاف نہیں۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو مندوب فرمایا ہے اس تبلیغ کے یہ معنی نہیں، بلکہ وہاں تبلیغ سے مراد دوسروں کو دین سکھانے کے لئے نکلنا ہے، ظاہر ہے کہ یہ کام عوام کا نہیں بلکہ خواص اہل علم کا کام ہے(۲) پھر فرض عین کیسے کہا جا سکتا ہے۔ الغرض دونوں کا محمل الگ الگ ہے اور دونوں صحیح ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تبلیغی جماعت کی حیثیت

سوال [۱۶۰۶]: موجودہ تبلیغ جس کا مرکز نظام الدین دہلی میں ہے اس تبلیغ کا کیا درجہ ہے، فرض، سنت یا مستحب؟

جو لوگ اس میں نہیں جاتے ان سے مواخذہ ہوگا یا نہیں؟ اور جو لوگ مدرسہ میں پڑھاتے ہیں ان کو مدرسہ چھوڑ کر تبلیغ میں جانا ضروری ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اس میں نہیں نکلتے ہیں ان کو طعن اور ملامت کرنا کیسا ہے؟ اس کو فرض اور واجب قرار دیا گیا ہے؟ اور اگر فرض یا واجب اور سنت ہے تو اس سے پہلے علماء

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان "کیا تبلیغی جماعت میں جانا فرض ہے؟")

(۲) قال العلامة علي القاري تحت حديث: "من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، وإن لم يستطع فبقلبه" الحديث: "ولقد قال بعض علمائنا: الأمر الأول للأمراء، والثاني للعلماء، والثالث لعامة المسلمين. ثم اعلم أنه إذا كان المنكر حراماً، وجب الزجر عنه، وإذا كان مكروهاً ندب، والأمر بالمعروف أيضاً تبع لما يؤمر به، فإن وجب فواجب، وإن ندب فمندوب". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۸/۸۶۲، رشيديه)

وصلحاء ومشائخ حضرات سے ضروری واجب اور سنت ترک ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین سیکھنا، اس پر عمل کرنا، اس کو دوسروں تک پہونچانا نہایت اہم اور ضروری ہے، امت نے اس کی اہمیت کو محسوس کیا ہے، البتہ طریقہ اس کا یکساں اختیار نہیں کیا، کسی ایک طریقہ کو سب کیلئے لازم قرار نہیں دیا، وعظ وتقریر، درس وتدریس، تصنیف وتالیف، ارشاد وتلقین حسب استعداد متعدد طرق سے کام لیا گیا، جس طرح سے مدارس کا نصاب وتعلیم ہے کہ وہ نہایت مفید ہے اور اس کو برقرار رکھنا ضروری ہے، مگر قرون اولیٰ میں یہ طریقہ موجود نہیں تھا، محض اس بناء پر اس کو بدعت نہیں کہا جائے گا اور متقدمین پر یہ الزام نہیں ہوگا کہ انہوں نے اس کو کیوں نہیں اختیار کیا، اس نصاب وتعلیم کی ترغیب دی جائے گی، اس کی افادیت کو ثابت کیا جائے گا، لیکن جو شخص مدرسہ میں داخل نہ ہو اس کو مطعون وملعون نہیں قرار دیا جائے گا، بہت سے بہت کہا جائے گا کہ وہ اس نصاب کے فوائد سے بے بہرہ ہے۔

اس دور میں بے علمی وبے عملی عام ہے، مدارس میں آکر پڑھنے والوں کی تعداد قلیل ہے تو عوام تک دین پہونچانے اور ان کے دین کو پختہ کرنے کا ذریعہ موجودہ تبلیغی کام ہے جو کہ بے حد مفید ہے اور اس کا مشاہدہ ہے، لیکن جو شخص دوسرے طریقے سے دین حاصل کرے اور دوسروں تک پہونچائے اس کو مطعون اور ملعون کرنا ہرگز جائز نہیں۔

جو حضرات تدریس میں مشغول ہیں وہ ہرگز اپنا مبارک مشغلہ ترک نہ کریں، البتہ فارغ اوقات میں تبلیغی جماعت کے ساتھ تعاون کرتے رہیں اور مقامی کام میں حصہ لیتے رہیں، طلبہ کو اس سے باخبر کرتے رہیں، وہاں جو اہل علم حضرات تدریس کے مشاغل میں مشغول لگے ہوئے ہیں بلکہ ان کی ذمہ داری زیادہ ہے وہ اس میں شرکت کریں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ١٢/٢٢/ ٩١ھ۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تبلیغ کرنا

سوال[١٣٩٦]: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین نے تبلیغ کا یہ طریقہ اختیار کیا ہے یا نہیں

جائز نہیں ہے تو اس قسم کی تبلیغ کو کیا کہیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان حضرات نے بھی دین سیکھنے اور اس کو پھیلانے کا فریضہ انجام دیا ہے، وہ بڑے اہتمام سے یہ کام کرتے تھے، جماعتیں بھی نکلتی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انتظام فرمایا کرتے تھے۔ ازالۃ الخفاء (۱) اور حیاۃ الصحابہ (۲) میں تفصیلات مذکور ہیں، فتح القدیر میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیاسی ہزار کی جماعت لے کر کوفہ تشریف لے گئے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۰/۹۲ھ۔

تبلیغی جماعت میں تقریر کی حیثیت

سوال [۲۰۹۸]: قرآن وحدیث کی روشنی میں بات کرنے کیلئے صرف تبلیغی جماعتوں والوں ہی کو حق ہے یا کسی اور کو بھی، مثلاً کوئی عالم حافظ یا دوسرے کسی بھی مسلک کا جیسے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی ان لوگوں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں تبلیغی مرکز کے اندر وقتاً فوقتاً بیان کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح بعض تبلیغی جماعت والے یہ کہتے ہیں کہ یہاں مرکز میں اور کوئی بیان نہیں کرسکتا تبلیغی جماعت کے علاوہ، اگر کوئی قرآن وحدیث کی روشنی بیان کرنا چاہتا ہے تو اسے روکنا کیسا ہے؟ روکنے والے کو گناہ ہوگا یا ثواب؟

---

(۱) وقد سبق تخريجه تحت عنوان: "عہدِ اول میں تبلیغ کا ثبوت"

(۲) "أخرج ابن سعد عن حارثة بن مضرب قال: قرأت كتاب عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه إلى أهل الكوفة: "أما بعد! فإني بعثت إليكم عماراً أميراً وعبد الله معلماً ووزيراً، وهما من النجباء من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، فاسمعوا لهما، واقتدوا بهما، وإني قد آثرتكم بعبد الله على نفسي إثرة".

"وأخرج ابن سعد عن أبي الأسود الدؤلي قال: قدمت البصرة وبها عمران بن حصين أبو النجيد رضي الله تعالى عنهما، وكان عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه بعثه يفقه أهل البصرة".

(حياة الصحابة للكاندهلوي، الباب الثالث في رغبة الصحابة في العلم وترغيبهم به، إرسال عمر عماراً وابن مسعود رضي الله تعالى عنهم إلى الكوفة الخ: ۳/۲۹۵، دار القلم دمشق)

(۳) ولم أجده في فتح القدير، وقد مر تخريجه تحت عنوان: "عہدِ اول میں تبلیغ کا ثبوت"

الجواب حامداً ومصلیاً:

تبلیغی جماعت میں حنفی، شافعی، مالکی، ہر مسلک کے آدمی کام کرتے ہیں، کتاب بھی سناتے ہیں گشت بھی کرتے ہیں، یہ تبلیغ کسی ایک مسلک کے لئے مخصوص نہیں، جس کو بھی دین سیکھنا اور دین پھیلانا مقصود ہو وہ اس جماعت میں کام کرتا ہے، جس مقصد کیلئے کوئی اجتماع کیا جائے اس میں اس مقصد کی بات کی جاتی ہے۔

دوسرا مقصد اگر چہ وہ درست اور شرعی مقصد ہو اس کو وہاں بیان کرنا مناسب نہیں، مثلاً: ایک جگہ "بخاری شریف" کا درس ہو اور اس کیلئے طلباء اور اساتذہ جمع ہوئے ہوں اور احادیث کو بیان ہو رہا ہو تو کوئی شخص وہاں اگر قرآن شریف کی تفسیر بیان کرنا شروع کردے یا تبلیغی تقریر کرنے لگے تو اس کو روکا جائے گا کہ یہاں اس وقت یہ مجمع "بخاری شریف" کے درس کیلئے جمع ہوا ہے، آپ تفسیر یا تبلیغ دوسرے وقت کریں، اسی طرح اگر تبلیغ کیلئے مجمع ہے تو وہاں تبلیغ ہی کی بات کی جائے گی، کوئی اگر تفسیر یا بخاری کا درس دینے لگے تو اس سے کہا جائے گا کہ اس وقت یہ مجمع تبلیغ کی بات کیلئے جمع ہوا ہے، آپ اپنا کام دوسرے وقت کریں، اور یہ بات نہایت نرمی اور شفقت سے کی جائے جس سے کہ سمجھ آجائے اور کوئی فتنہ بھی نہ ہو، اور یہ بات بالکل کھلی ہوئی ہے سب جانتے ہیں کہ تبلیغی جماعتوں میں عام تقریر تجربہ کار علماء ہی کو کرنی چاہئے، جو ایسے نہ ہوں ان کو چھ نمبر یا کوئی تبلیغی نصاب کی کتاب پڑھ کر سنانی چاہئے وہ عام تقریر نہ کریں۔ فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند: ۳۰/۶/۱۴۰۹ھ۔

مسجد سے باہر تبلیغی تقریر

سوال [۱۲۹۹]: ویرہ دون میں تبلیغی جماعت آتی رہتی ہے، جو مساجد میں تقریر کر کے دینی بات کا دورہ کرتی ہے، ایسی تقاریر محض نمازی ہی سن پاتے ہیں، بے نمازی جن کے لئے تبلیغ ضروری ہے نہیں سن پاتے، حالانکہ گشت کر کے بے نمازی کو ہی لایا جاتا ہے کیا ایسی تقاریر مجمع عام میں نہیں کی جاسکتی جس سے ہر ایک پر اثر ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جلسہ عام کے لئے اجتماعات کئے جاتے ہیں جن میں ہر قسم کے آدمی شریک ہوتے ہیں، بعض مقامات پر ہفتہ وار بھی مسجد کے علاوہ دوسری جگہ انتظام کیا جاتا ہے، مسجد میں اجتماع کرنے پر کچھ ایسے فوائد بھی ہیں

www.ahlehaq.org

جو دوسری جگہ حاصل نہیں ہوتے، مثلاً: شریک ہونے والوں کو ایک وقت نماز کا تو موقع مل ہی جاتا ہے، نیز نماز کا طریقہ اور اس کی عملی مشق کے لئے بھی مسجد ہی موزوں ہے، ویسے بھی وضوء غسل وطہارت کی ضرورت مسجد میں ہوتی ہیں جس کا عام نمازی مشاہدہ کرتے ہیں، قرآن پاک بھی مسجد میں پڑھا جاتا ہے۔

الغرض تبلیغ کا یہ بھی ایک مکمل نظام مستقل ہے جس کے لئے مسجد کو تجویز کیا گیا ہے، یہاں تک کہ شب گزاری کی بھی دعوت ہوتی ہے تاکہ رات میں اٹھ کر خدا کے سامنے رونے اور دعا کرنے، استغفار وتوبہ کرنے کا موقع بھی نصیب ہو جائے، علاوہ ازیں مسجد والوں کی طرف سے جس طرح بے توجہی ہے وہ ظاہر ہے، نہ ان کی ضروریات کا احساس ہے، نہ ان کے آباد کرنے کی فکر ہے، ویسے اگر ترغیب دی جائے یا ترغیب کی جائے تو کچھ زیادہ موثر نہیں ہوتی، جب اجتماعات وشب گزاری کا مسجد میں انتظام ہوتا ہے تو پھر توجہ خود بخود ہو جاتی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ایک تبلیغی کی تقریر: "نبوت ختم، کارِ نبوت باقی"

سوال [۱۴۰۰]: یہاں پر ایک تبلیغی صاحب نے مسجد میں تقریر فرمائی کہ "نبوت ختم ہو چکی ہے لیکن کارِ نبوت باقی ہے، اس کی تکمیل سارے مسلمانوں پر ضروری ہے"۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اتنی بات تو صحیح ہے کہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے، اب کسی نئے نبی کے آنے کی گنجائش نہیں(۱) اور

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ما کان محمد أبا أحد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین﴾ الآیۃ. (الأحزاب: ۴۰)

"عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "فضلت علی الأنبیاء بست: أعطیت جوامع الکلم وأرسلت إلی الخلق کافۃ، وختم بی النبیون". رواہ مسلم". (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الفضائل، باب فضائل سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ، الفصل الأول، ص: ۵۱۲، قدیمی)

www.ahlehaq.org

جس مقصد کے لئے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا گیا تھا، وہ مقصد باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا، اس کو پورا کرنا حسبِ استعداد وصلاحیت امت کے ذمہ لازم ہے جس کے لئے آیات واحادیث بکثرت شاہد ہیں(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۰/۹۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

کیا نصرت مدینہ طیبہ سے ہوئی، وہیں سے دین پھیلا، مکہ مکرمہ سے نہیں؟

محترم المقام: زید مجدکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

سوال[۲۰۱]: اما بعد! عرض یہ ہے کہ ہمارے گاؤں میں بروز جمعرات تبلیغی جماعت آئی اور بعد نماز مغرب ان میں سے ایک صاحب نے تقریر کی جس میں گاؤں کے بہت سے لوگ شریک اور میں بھی موجود تھا، لائق مقرر نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ مکہ معظمہ میں نصرت نہیں ہوئی، جب نصرت اور ہجرت جمع ہوئی تب دین پھیلا، دین دراصل مدینہ منورہ ہی سے پھیلا ہے۔ لائق مقرر کی اس بات کو سن کر مجھ کو بہت رنج ہوا کیونکہ میرے ذہن میں حضرات مہاجرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کچھ واقعات ہیں مثلاً: جناب سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کمزور مسلمانوں کو اپنے روپے سے آزاد کرانا، یا خانہ کعبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں کپڑا ڈال کر کھینچنے والوں کو ہٹاتے ہوئے بری طرح مار کھانا، اور بوقت ہجرت سردارِ دو جہاں کے آگے پیچھے

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر وأولئك هم المفلحون﴾ (آل عمران: ۱۰۴)

"عن أبي سعيد الخدري رضي اللہ تعالیٰ عنه عن النبي صلی اللہ تعالیٰ عليه وسلم قال: "من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، ص: ۴۳۶، قديمي)

"عن حذيفة رضي اللہ تعالیٰ عنه أن النبي صلی اللہ تعالیٰ عليه وسلم قال: "والذي نفسي بيده لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر، أو ليوشكن اللہ أن يبعث عليكم عذاباً من عنده، ثم لتدعنه ولا يستجاب لكم". رواه الترمذي". (مشكوة المصابيح، المصدر السابق، الفصل الثاني، ص: ۴۳۶، قديمي)

اور دائیں بائیں چلنا اور پشت مبارک پر جناب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھا کر بچوں سے چلانا وغیرہ۔

جناب سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و جناب سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلمان ہونے کے بعد کعبہ میں نماز پڑھنا اور دوسرے حضرات سے بھی اس قسم کے افعال سرزد ہوئے ہوں گے، میں تو ان واقعات کو نصرت ہی سمجھتا ہوں۔ درخواست یہ ہے کہ میری رہبری فرمائی جائے کہ کیا میں غلط سمجھتا ہوں، ایسے بھی واقعات میرے ذہن میں ہیں کہ مکہ معظمہ میں ان لوگوں نے بھی مسلمانوں کی اور جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کی ہے جو اس وقت تک مشرف باسلام نہ ہوئے تھے مثلاً: طائف سے لوٹتے وقت مطعم بن عدی نے کی، یا ترک تعلقات کے وقت وہ پانچ اشخاص، یہ ضروری ہے کہ وہ امداد و حمایت اسلام نہ تھی رشتہ داری یا ہمدردی کی بناء پر ہی ہوگی، حالانکہ مدینہ منورہ میں تو شاید ہی کوئی ایسی مثال ہو کہ دین میں اسلام کا واحد حمایتی اور امدادی ہو۔

۲- دین کا پھیلنا، لائق مقرر نے فرمایا: ”دین مکہ سے نہیں پھیلا بلکہ مدینہ منورہ سے پھیلا“ تو میں یہ سمجھتا ہوں واقعی دین امداد اور ترقی کے لحاظ سے مدینہ منورہ سے پھیلا اور جناب انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بہت امداد کی اور تن من دھن سے ساتھ دیا، لیکن ہم کتابوں میں دیکھتے ہیں کہ جناب مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے رشتہ دار لڑائیوں میں سامنے ہوتے تھے اور وہ حضرات ان سے لڑتے تھے جیسا کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کا سر کاٹ دیا تھا اور دوسرے حضرات نے بھی بہت کچھ کیا ہوگا، اس سے میرا مطلب جناب مہاجرین حضرات کی فضیلت ہے اور انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی بہت بڑے ہیں اور ان کے کارنامے رہتی دنیا تک بے مثال ہیں۔

دین کی اشاعت مکہ معظمہ میں رہتے ہوئے بھی جناب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوشش سے ایک جماعت مشرف باسلام ہوئی اور دوسرے حضرات نے بھی کوشش کی ہوگی، یہ ضرور ہے کہ مکہ معظمہ میں مخالفین کا بہت زور تھا اور وہ ان کے عزیز و رشتہ دار تھے: حالانکہ مدینہ منورہ میں شاید کوئی ایسی مثال نہ ہو کہ کوئی مشرف باسلام ہوا ہو اور عزیز رشتہ داروں نے اس پر سختی کی ہو، وہاں پر کے دشمنوں کا بہت زور تھا، اگرچہ منافقوں وغیرہ سے ہر وقت بے اطمینانی تھی۔

مجھے اس بات کا بہت رنج ہے کہ عام مجمع میں مقرر نے ذکر یہ کیا کہ مکہ معظمہ میں نصرت نہیں ہوئی، جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرات مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نصرت نہیں کی اور دین بھی مکہ معظمہ سے نہیں پھیلا،

نصرت واعانت سے حاصل ہوئی۔

مکہ مکرمہ میں تیرہ سال کی مدت میں چند حضرات ایمان لائے، اگرچہ وہ اس قدر بلند مرتبہ ہیں کہ دوسرے لوگ وہاں تک نہیں پہنچ سکتے، لیکن مدینہ منورہ پہنچ کر دس سال کی مدت میں سارا جزیرۂ عرب اسلام سے مالا مال ہوگیا اور مکہ شریف کے وہ تمام دشمن جو سدِ راہ بنے ہوئے تھے وہ مختلف غزوات میں مغلوب وختم ہوگئے، اور جن کے ہدایت مقدر تھی انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور جزیرۂ عرب ہمیشہ کفر سے محفوظ ہوگیا، اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا، اس کے باوجود یہ حضرات مہاجرین ہیں، رضی اللہ عنہم، اور انصار انصار ہیں، رضی اللہ عنہم۔

علاوہ اس اصطلاحی مفہوم نصرت کے دوسری بات یہ ہے کہ مقرر صاحب کے کلام کا مطلب یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اکابر صحابہ مہاجرین نے دین کی خدمت اور نصرت نہیں کی، معاذ اللہ، ان کی خدمت ونصرت کا تو قرآن پاک میں اعتراف ہے (۱)، احادیث میں صراحۃً ذکر ہے، تاریخ کی کتابیں بھری ہوئی ہیں، یہ تو ہو نہیں سکتا کہ کوئی ادنیٰ مسلم بھی ان کی خدمت ونصرت کا انکار کرے بلکہ کوئی غیر مسلم مؤرخ دانا بھی انکار نہیں کرسکتا، پھر آپ ایسا مطلب کیوں مراد لیتے ہیں؟ کم از کم اتنا تو دیکھیں، مقرر جب ان کی ہجرت کا معترف ہے تو یہ ہجرت خود اتنی بڑی خدمت ونصرت ہے کہ جس کی تعریف قرآن کریم میں بار بار آئی ہے (۲)، اور مقرر بھی یہی کہتا ہے کہ جب نصرت اور ہجرت جمع ہوئی تب دین پھیلا، لہٰذا مقرر کی یہ بات نہیں جو آپ کیلئے رنجیدہ ہے۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿الذین آمنوا وهاجروا وجاهدوا في سبيل الله بأموالهم وأنفسهم أعظم درجة عند الله وأولئك هم الفائزون، يبشرهم ربهم برحمة منه ورضوان وجنات لهم فيها نعيم مقيم خالدين فيها أبداً، إن الله عنده أجر عظيم﴾ (التوبة: ۲۰، ۲۱، ۲۲)

"عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: اقتدوا بالذين من بعدي من أصحابي أبي بكر وعمر" الحديث. (مشكوة المصابيح، كتاب المناقب، باب جامع المناقب، الفصل الثاني، ص: ۵۷۰، قديمي)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿والسابقون الأولون من المهاجرين والأنصار والذين اتبعوهم بإحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه، وأعد لهم جنات تجري تحتها الأنهار خالدين فيها أبداً، ذلك الفوز العظيم﴾ (التوبة: ۱۰۰)

آپ یہ مطلب مراد لیجئے کہ مکہ مکرمہ کے عام باشندوں نے نصرت نہیں کی بلکہ دین کی راہ میں رکاوٹیں ڈالیں، چند مخصوص مقبول صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم خدمت کرنے والے تھے اور دشمن ان کو ہر طرح ستاتے اور اذیت دیتے تھے، مدینہ پاک کا یہ ماحول نہیں تو وہاں پہنچ کر یہ کام نہیں رہیں اور آزادی سے ساتھ دین پھیلا۔

اس کا حاصل یہ نکلا کہ مکہ مکرمہ میں نصرت نہ کرنے والوں کے مصداق مشرکین اور اعدائے دین ہیں، نہ کہ مہاجرین رضی اللہ عنہم اجمعین، نصرت حقیقی اللہ پاک کی طرف سے ہوتی ہے اور اس عالم اسباب میں اشاعت دین کیلئے یہ تدبیر تجربہ سے بہت مفید و موثر ثابت ہوئی ہے کہ لوگ اپنے مقام سے دین کی خاطر سفر کریں، جیسے مہاجرین نے سفر کیا اور مدینہ طیبہ گئے اور جہاں جائیں وہاں کے لوگ ان کے ساتھ اس کام میں پورا تعاون کریں جیسے کہ انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا تھا، اس سے انشاء اللہ اپنا دین بھی پختہ ہوگا اور اشاعت بھی زیادہ ہوگی مگر اصول کی پابندی بہر حال ضروری ہے، اصول چھوڑنے میں منفعت کم اور مفسدہ زیادہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دار العلوم دیوبند۔

تبلیغی چلہ کا حکم

سوال [۱۲۰۲]: مروجہ تبلیغی جماعت جس کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب ہیں لوگوں کو چند یعنی چالیس دنوں کا انتظام کرکے تربیت دیتی ہے۔ آیا یہ چلہ کم بدعت ہے یا مستحسن؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس نیک کام پر چالیس روز پابندی کی جائے اس پر بہت اچھے ثمرات ونتائج مرتب ہوتے ہیں اور اس کام سے قوی قلبی لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے، یہ بات حدیث شریف سے ثابت ہے(۱) اور بہت سے اکابر ومشائخ کا تجربہ بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۴/۳/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۱۹/۳/۸۸ھ۔

(۱) "عن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو الصادق المصدوق: "إن —

اپنے مصارف سے سفر کرتے ہیں، کوئی ایک دن کیلئے، کوئی دو دن، تین دن، دس دن، تیس دن، چالیس دن، چار مہینے، سال بھر، تین سال کیلئے، جس کو جتنا وقت میسر ہو نکلا، ہر فرد اپنے بڑے سے سیکھتا ہے اور چھوٹے کو سکھاتا ہے، کسی نے کلمہ نماز سیکھا، کسی نے قرآن کریم کی سورتیں سیکھیں، کسی نے ترجمہ و مطلب سیکھا، کسی نے حدیثیں سیکھیں، پھر یہ لوگ محنت کرکے نکلتے ہیں اور اپنے بھائیوں کے پاس جا کر نہایت ہمدردی و دلسوزی سے ان کی خوشامد کرکے ان کو سمجھاتے ہیں، دین کی اہمیت بتلاتے ہیں، نماز کی طرف توجہ دلاتے ہیں، کوئی وضوء کراتا ہے، کوئی الحمد شریف یاد کراتا ہے، کوئی قل ھو اللہ احد یاد کراتا ہے، کوئی تشہد یاد کراتا ہے۔

مسجد میں اوقات گذارتے ہیں، اعتکاف کی نیت کرتے ہیں، نوافل پڑھتے ہیں، تہجد کا سب کو عادی بناتے ہیں، دعوت میں روتے ہیں۔ پیدل سفر کرتے ہیں، گاؤں گاؤں پھرتے ہیں، بس اور ٹرین پر سفر کرتے ہیں، ہر جگہ اپنا مشغلہ (سیکھنا سکھانا) جاری رکھتے ہیں، جہازوں میں، حج میں یہ کام کرتے ہیں، بندرگاہ پر، جدہ میں، مکہ مکرمہ، منیٰ میں، عرفات، مدینہ منورہ میں سب جگہ یہ جماعتیں کام کرتی ہیں، بیرونِ ہند دیگر ممالک اسلامیہ و غیر اسلامیہ میں بھی جاتی ہیں۔

ان جماعتوں کی مساعی سے بہت بڑی تعداد نے پورا دین حاصل کیا، بہت بڑی تعداد نمازی بن گئی، روزہ رکھنے لگی، باقاعدہ زکوٰۃ دینے لگی، اچھے طریقہ پر حج ادا کرنے لگی۔ اس جماعت کی بدولت بہت سی بدعات ختم ہوگئیں، سنت پر لوگوں کا عمل شروع ہو گیا، بہت سے ان پڑھوں کو دیکھا کہ ہزاروں حدیثوں کے مطالب ان کو یاد ہو گئے، عالم نہ ہونے کے باوجود ان کی طویل طویل تقریریں اکثر حدیث شریف کے مضامین ہوتے ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں مذکور ہے کہ:

"نطفہ رحم میں چالیس روز گذرنے پر علقہ بنتا ہے، پھر چالیس روز گذرنے پر مضغہ بنتا ہے، پھر چالیس روز گذرنے پر اس کی روزی، عمر وغیرہ لکھدی جاتی ہیں"۔

اس سے معلوم ہوا کہ تبدیل حیثیت میں چلہ کو بڑا دخل ہے، نیز چالیس روز نماز کی جماعت کے ساتھ مسلسل طور پر ادا کرنے سے نار و نفاق سے برات کی بشارت بھی وارد ہوئی ہے، اور چالیس روز تک مسلسل عمل صالح کرنے پر علم عطا ہونے کی بھی بشارت ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شادی سے قبل مسجد میں

www.ahlehaq.org

۳- "ومن أخلص لله أربعين يوماً ظهرت ينابيع الحكمة من قلبه على لسانه". رواه أبونعيم بسند ضعيف عن أبي أيوب". (كشف الكشاف: ۲/۲۳۴، باب نوم الرجل في المسجد) (۱)۔

۴- "وقال أبوقلابة: "عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه: "قدم رهط من عكل على النبي صلى الله عليه وسلم وكانوا في الصفة". وقال عبد الرحمن بن أبي بكر: "كان أصحاب الصفة الفقراء"۔

"أخبرني عبدالله بن عمر رضي الله تعالى عنهما: "كان ينام -وهو شاب أعزب لاأهل له- في مسجدالنبي صلى الله عليه وسلم"۔

۵- "عن سهل بن سعد رضي الله تعالى عنه قال: جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم بيت فاطمة، فلم يجد علياً في البيت، فقال: "أين ابن عمك"؟ قالت: كان بيني وبينه شيء، فغاضبني فخرج فلم يقل عندي، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لإنسان: "أنظر أين هو"؟ فجاء فقال: يارسول الله (صلى الله عليه وسلم) هو في المسجد راقد، فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم وهومضطجع قد سقط رداءه عن شقه وأصابه تراب، فجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسحه عنه ويقول: "قم ياأباتراب، قم ياأباتراب"۔

۶- "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: لقد رأيت سبعين من أصحاب الصفة مامنهم رجل عليه رداء، إماإزار وإماكساء، قد ربطوافي أعناقهم، فمنهامايبلغ نصف الساقين، ومنهامايبلغ الكعبين، فيجمعه بيده كراهية أن ترى عورته"۔ (بخاری، ص: ۶۳) (۲)۔

۷- "وعن المعتكف بأكل وشرب ونوم"۔(در مختار)۔ "أي في المسجد يكره النوم والأكل في المسجد لغير المعتكف، وإذاأراد ذلك ينبغي أن ينوي الاعتكاف، فيدخل فيذكر

(۱) (فيض القدير: ۱۰/۵۶۱۴، رقم الحديث: ۸۳۹۱، مكتبه نزار مصطفى الباز)

(۲) (صحيح البخاري، كتاب الصلوة، باب نوم الرجال في المسجد: ۱/۶۳، قديمي)

الله بقدر ما نوى أن يصلي، ثم يخرج منها." (رد المحتار: ۲/۱۳۴)(۱)۔

۸- "عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول: "لا يرمي رجل رجلاً بالفسوق، ولا يرميه بالكفر، إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك"۔

(بخاري شريف: ۲/۸۹۳)(۲)۔

تنبیہ: ایک دفعہ کسی صاحب نے عربی میں سوالات کیے اور جوابات بھی عربی میں لکھے گئے، وہ خط مخدوش سمجھ کر مصر بھیجا گیا، خدا جانے اس میں کیا کیا باتیں تھیں حالانکہ صرف مذہبی مسائل کے متعلق وہ خط تھا، اس لیے جوابات اردو میں لکھے گئے ہیں، آپ چاہیں تو ان کو عربی میں لکھ کر حسب ضابطہ پہنچا دیں، نیز اگر کوئی فرد اس کے خلاف تقریر کرے تو اس کی اطلاع مرکز کو کی جائے تاکہ اس کو تنبیہ کی جاسکے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۲/۴۴۸، سعيد)
(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۲/۵۳۰، رشيديه)
(وكذا في الهداية، كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ۱/۲۳۰، مكتبه شركت علميه ملتان)
(۲) (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب واللعن: ۲/۸۹۳، قديمي)

ترجمہ عربی عبارت

ترجمہ سوال: علماء اہل سنت والجماعت مسائل ذیل میں کیا فرماتے ہیں:

(الف) تبلیغی جماعت کے اصول شریعت کے مطابق کیا حیثیت رکھتے ہیں؟

(ب) اس جماعت میں جو چھ نمبر ہیں، دین میں اس کی کوئی اصل ہے؟

(ج) ان مبلغین کی عادت نفلی اعتکاف کر کے مسجد میں رات گزارنے، کھانے پینے کی ہے، کیا اس کی گنجائش ہے یا حرام ہے؟

(د) جو جماعت مذکورہ کی یا تبلیغ چھ نمبر کر کے حق کی ہے، اس کے معاونین اور مبلغین کی بھی، ان کا کیا حکم ہے؟ بالتفصیل۔

ترجمہ جواب:

۱- "حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بیان فرمایا اور آپ صادق ومصدوق ہیں کہ: "تم میں سے ہر ایک اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس روز نطفہ رہتا ہے، پھر اسی طرح چالیس روز تک علقہ کی صورت میں رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے جس کو چار چیزوں کے لکھنے کا حکم ہوتا ہے: رزق کا، موت کا اور اس کا ...

جنت کا، کہ وہ بدبخت ہوگا یا نیک بخت"۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنے گھر اور بستی کا حق دوسروں پر مقدم ہے(۱) لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ گھر اور بستی والے جب تک پورے پابند نہ ہوجائیں دوسروں تک پیغام نہ پہنچایا جائے، مثلاً کسی جگہ دینی مدرسہ جیسے دار العلوم دیوبند ہے، یہاں اس کی پابندی نہیں کی گئی کہ دیوبند کے ایک ایک آدمی کو پورا عالم دین بنا دیا جائے تب دوسری جگہ کے طالب علم داخل کئے جائیں اور ان کو تعلیم دی جائے، نہ کسی بزرگ کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ اپنے گھر اور بستی والوں کی اصلاح تام کئے بغیر باہر کے آدمیوں کی بیعت نہ کی ہو، نہ کسی حافظ عالم نے گھر کے لڑکوں کو پڑھانے کیلئے اس کا اہتمام کیا، بلکہ کثرت سے یہی دیکھا جاتا ہے کہ گھر اور بستی والے فیض حاصل نہیں کرتے باہر والے کر لیتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف وغیرہ تشریف لے جانے سے پہلے کیا مکہ کے سب لوگوں کو مسلمان کر لیا تھا؟ یہ جواب اس وقت ہے جبکہ تبلیغ کا مقصد بھی یہی ہو، لیکن اگر تبلیغ کا مقصد گشت اور جولان کرکے اپنے دین کو پختہ کرنا ہو تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفی عنہ

نماز کے فوراً بعد تبلیغ

سوال [۱۰۵۰۱]: ہماری مسجد میں بعد نماز فجر تبلیغی صاحب کی تعلیم ہوتی ہے، کیسا ہے؟ علیحدہ گوشہ میں بیٹھ کر تلاوت کلام پاک، درود شریف، کلمہ طیبہ پڑھنا بہتر ہے یا تبلیغی نصاب سننا؟

---

(۱) "عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: "إن اللہ یوصیکم بأمهاتکم ثلاثاً، إن اللہ یوصیکم بآبائکم، إن اللہ یوصیکم بالأقرب فالأقرب". (سنن ابن ماجہ، کتاب الأدب، باب بر الوالدین، ص: ۲۶۰، قدیمی)

قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالى تحت قوله تعالى: ﴿وأنذر عشيرتك الأقربين﴾ (الشعراء: ۲۱۴): "ووجه تخصيص عشيرته صلى الله عليه وسلم الأقربين بالذكر مع عموم رسالته عليه الصلاة والسلام دفع توهم المحاباة، وأن الاهتمام بشأنهم أهم، وأن البداءة تكون بمن يلي ثم من بعده". (روح المعاني: ۱۹/ ۱۳۶، دار إحياء التراث العربي)

پڑھتا رہے اور دوسرے وقت مسجد میں یا مکان میں دوسری چیز بھی پڑھتا رہے تو دونوں کا فائدہ مستقل ہوگا۔

۲… تو ہر ایک کو اس کی رعایت چاہیے کہ کسی کی نماز میں اس کی قراءت سے تشویش نہ ہو(۱)، اگر سب مجمع ایک جگہ کتاب سننے یا سنانے میں مشغول ہو اور کوئی ایک دو نمازی اپنی نماز پڑھنا چاہیں تو اس کو خود ہی خیال کرنا چاہیے کہ وہ اس مجمع سے الگ دور پڑھے، بہرحال طرفین اگر ایک دوسرے کی رعایت کریں تو نزاع پیدا نہ ہو۔

۳… جماعت کو چاہیے کہ لوگوں کو سنن پڑھنے کا موقع دے، سنن پڑھنے سے ہرگز نہ روکے، ہاں نوافل میں توسع ہے، نہ ہم تبلیغی جماعت کو کوئی ایسا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہیے جس سے دوسروں کے اعمال صالحہ کی تحقیر ہو اور بددلی پیدا ہو یہ سخت مذموم ہے اور طریقۂ تبلیغ کے بھی خلاف ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۷/۸۸ھ۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ ۲۷/۷/۸۸ھ۔

تبلیغ کا صحیح طریقہ

سوال [۱۰۰۶]: تبلیغ کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو لوگ براہ راست تبلیغ کا طریقہ نہیں جانتے ہیں، ان کیلئے بہتر صورت یہ ہے کہ دہلی نظام الدین میں تبلیغ کا مرکز ہے وہاں چلے جائیں اور وہاں کی ہدایت کے موافق کام میں لگ جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۲/۸۸ھ۔

تبلیغ بھی دین سیکھنے کا ذریعہ ہے

سوال [۱۰۰۷]: تبلیغی جماعت کے لوگ کہتے ہیں کہ مسلمانوں پر یہ ضروری ہے کہ اس کی ہر ایک

---

(۱) "وأجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الله تعالى جماعة في المساجد ... إلا أن يشوش جهرهم بالذكر على نائم أو مصل. وفي الحلبي: الأفضل الجهر بالقراءة إن لم يكن عنده قوم مشغولون بما لم يخاطبه بيانا". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في صفة الأذكار الواردة من باب الإمامة، ص: ۳۱۸، قديمي)

www.ahlehaq.org

بات کو ان کو نقل کرے حالانکہ ان میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو دینی تعلیم سے بہت ہی کم واقف ہوتے ہیں اور ضعیف حدیث ہو کر بعض غیر ضروری امور چلہ وغیرہ وغیرہ وردیتے ہیں؟ کیا یہ درست ہے جبکہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا واقعہ ہے کہ کوفہ کی جامع مسجد میں ایک عالم تقریر کررہے تھے ان سے جب دریافت کیا گیا کہ تم کو ناسخ ومنسوخ کا علم ہے تو انہوں نے انکار کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کو مسجد سے باہر کردیا تو یہ تبلیغی جماعت کے لوگ کس طرح وعظ کیلئے کھڑے ہوجاتے ہیں ان سے جب دریافت کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم خود سیکھنے آتے ہیں کیا سیکھنے کیلئے دارالعلوم ناکافی ہے؟ بہرصورت اس بارے میں تسلی بخش جواب تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تبلیغی جماعت جس کا مرکز نظام الدین دہلی ہے اچھی اور صحیح العقیدہ جماعت ہے، اس جماعت میں جو مستند اہل علم ہیں ان کی تقریروں میں تو کوئی اشکال نہیں، جو غیر عالم ہیں ان کو ہدایت ہے کہ چھ نمبروں سے زائد کوئی بات بیان نہ کرے یا تو چھ نمبروں کو بیان کرے تاکہ پکا ہوجائے، باقی کتاب پڑھ کر سنائے اور کتاب بھی قابل اعتماد تجویز ہے (۱)، اس کے علاوہ غیر اہل علم کو اجازت نہیں۔ چھ نمبروں میں کوئی بات قرآن پاک اور حدیث شریف کے خلاف نہیں ہے (۲) ان کو بیان کرنے اور سیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ مفید ہی ہے۔

---

(۱) کتاب سے مراد یہاں "فضائل اعمال" ہے۔

(۲) النكات الستة التي هي من جملة أصول جماعة التبليغ ثابتة بنص القرآن الكريم والحديث المبارك.

أما النكتة الأولى: وهي: "لا إله إلا الله محمد رسول الله" فهي أصل الإيمان، وعليها مدار الإسلام، قال الله تعالى: ﴿فاعلم أنه لا إله إلا الله واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات﴾ الآية. (سورة محمد: ١٩)

"عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "بني الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله، وإقام الصلوة، وإيتاء الزكوة، والحج وصوم رمضان". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم بني الإسلام على خمس: ١/٦، قديمي)

وأما أصحاب التبليغ فهم يتكلمون في مقصودها، والمقصود بها تحويل الحياة بالأحكام المنزلة شرائطاً تامة لقوله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا ادخلوا في السلم كافة﴾ ويتكلمون عن فضائلها، وهي كما رغب فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من قال: لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير في يوم مائة مرة، كان له عدل عشر رقاب، وكتب له مائة حسنة. —

= ومحيت عنه مائة سيئة، وكانت له حرزاً من الشيطان يومه ذلك حتى يمسي، ولم يأت أحد بأفضل مما جاء به إلا رجل عمل أكثر منه". (صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب فضل التهليل، ٢: ٩٤٧، قديمي)

وأما النكتة الثانية: وهي "الصلوة" فهي من مباني الإسلام وبها بقاء الدين، قال الله تعالى: ﴿وأقيموا الصلوة وآتوا الزكوة واركعوا مع الراكعين﴾ (البقرة: ٤٣) وفيها أحاديث كثيرة، منها ما سبق في النكتة الأولى حديث البخاري، من كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: بني الإسلام على خمس: ١/ ٦، ولفضائلها كثيرة منها قوله النبي صلى الله عليه وسلم: "الصلوة الخمس، والجمعة إلى الجمعة، ورمضان إلى رمضان مكفرات لما بينهن إذا اجتنب الكبائر". رواه مسلم. (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، الفصل الأول، ص: ٥٧، قديمي)

وأما النكتة الثالثة فمشتملة على شقين: الأول: "العلم" فهو أيضاً من أهم أمور الدين؛ لأن به معرفة الأحكام ومعرفة ما سواه ومرغب فيه. قال الله تعالى: ﴿قل هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون﴾ (الزمر: ٩) وقال تعالى: ﴿إنما يخشى الله من عباده العلماء﴾. الآية (الفاطر: ٢٨)

قال النبي صلى الله عليه وسلم: "من سلك طريقاً يطلب فيه علماً سلك الله به طريقاً من طرق الجنة، وإن الملائكة لتضع أجنحتها رضىً لطالب العلم، وإن العالم يستغفر له من في السموات ومن في الأرض، والحيتان في جوف الماء، وإن فضل العالم على العابد كفضل القمر ليلة البدر على سائر الكواكب" الحديث. (مشكوة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثاني، ص: ٣٤،٣٣، قديمي)

والشق الثاني: "الذكر" وله أيضاً ثبوت وفضائل، أما الثبوت فقد قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا اذكروا الله ذكراً كثيراً، وسبحوه بكرة وأصيلاً﴾. (الأحزاب: ٤١، ٤٢)

وأما الفضائل فمنها ما تقدم في النكتة الأولى من صحيح البخاري، باب فضل التهليل من كتاب الدعوات، فليراجع.

وأما النكتة الرابعة: وهي إكرام المسلمين فثبوتها من الحديث: عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "المسلم أخو المسلم، لا يظلمه ولا يسلمه، ومن كان في حاجة أخيه كان الله في حاجته، ومن فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه كربة من كربات يوم القيامة، ومن ستر مسلماً ستره الله يوم القيامة" متفق عليه. (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب =

علمِ دین سیکھنے کا یہ ایک سادہ طریقہ ہے اور دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو کر سیکھ لیا جائے، مگر یہ ظاہر ہے کہ کروڑوں مسلمان سب کے سب دارالعلوم دیوبند میں نہ سیکھنے کیلئے آسکتے ہیں، نہ سما سکتے ہیں، نہ سب کے پاس وقت ہے، نہ سب کو شرعاً اس پر مجبور کیا جا سکتا ہے، نہ سب میں اس کی صلاحیت ہے، نہ مدرسہ سب کا صرفہ برداشت کر سکتا ہے، اس لئے جگہ جگہ مدارس و مکاتب بھی قائم کئے جا سکتے ہیں، اور کتابیں بھی تصنیف کی جاتی ہیں، رسالے اور اخبار بھی شائع کئے جاتے ہیں، فتویٰ کا انتظام بھی کیا جاتا ہے، انجمنیں بھی بنائی جاتی ہیں، وعظ کا بھی انتظام کیا جاتا ہے، یہ سب ہی طریقے دین سیکھنے اور سکھانے کے ہیں، اسی طرح تبلیغی جماعت کا جو طریقہ ہے یہ بھی دین سیکھنے کا بہت مفید طریقہ ہے۔

جس شخص کو نماز، کلمہ، وضوء کچھ نہیں آتا وہ چالیس روز کیلئے جماعت کیساتھ نکل جاتا ہے تو اس مدت میں اچھا خاصہ سیکھ لیتا ہے، وہ پابند ہو جاتا ہے اور پھر آگے ترقی کرتا جاتا ہے، تجربہ اس کا شاہد ہے۔

جو شخص براہِ راست قرآن پاک سے مسائل استنباط کر کے بیان کرے اس کیلئے ناسخ و منسوخ کا علم ہونا ضروری ہے، اور بھی بہت سی چیزوں کا علم ضروری ہے(۱) اور جو شخص ائمہ دین کے بیان فرمودہ صحیح مسائل

= الشفقة والرحمة، الفصل الأول، ص: ۴۲۲، قديمي)

وأما النكتة الخامسة: وهي "الخلوص في العمل"، فمأمور به و مرغب فيه، قال الله تعالى: ﴿وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين حنفاء ويقيموا الصلوة ويؤتوا الزكوة، وذلك دين القيمة﴾. (البينة: ۵)

أما النكتة السادسة: وهي في "الدعوة إلى الله"، فهي مأمور بها، أمر بها الله تعالى فقال: ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر، وأولئك هم المفلحون﴾ (آل عمران ۱۰۴)

وقال عليه السلام: "من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول ص: ۴۳۶، قديمي)

(۱) قال العلامة الآلوسي رحمه الله في مقدمة تفسيره: "(الفائدة الثانية) فيما يحتاجه التفسير ... الأول: علم اللغة. والثاني: معرفة الأحكام التي للكلم العربية من جهة إفرادها وتركيبها ... الثالث- علم المعاني، =

کو نقل کرے اس کیلئے علم ناسخ ومنسوخ کا ماہر ہونا ضروری نہیں، اس لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کی بناء پر تبلیغی جماعت کو یا کسی اور کو وعظ وتقریر سے روکنا غلط وبے محل ہے، البتہ جو بات خواہ روایت ہو یا مسئلہ ہو غلط بیان کرے اس پر ضرور تنبیہ کی جائے اور غلطی کو واضح کیا جائے اس میں بھی شفقت اور اصلاح کا جذبہ پورا چاہئے، تحقیر وتذلیل کا ہرگز شائبہ نہ ہو، یہی معاملہ تبلیغی جماعت کے ساتھ کیا جائے یہی دوسرے دینی خدمت کرنیوالوں کے ساتھ کیا جائے، خواہ تقریر وعمل سے کی جائے یا تحریر وتصنیف سے، یا اتحاد وتدریس یا گشت واجتماع سے وغیرہ وغیرہ۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/ ۹/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

تبلیغی جماعت میں دین سیکھنا

سوال [۱۰۲۰۸]: اگر کسی شخص کو نماز جنازہ بھی پڑھنا نہ آتی ہو اور قرآن پاک کی کسی آیت کا مطلب بھی نہیں سمجھتا ہو تو کیا ایسا شخص بھی تبلیغی کام کر سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تبلیغی کام کرنے اور جماعت کا مقصود دین سیکھنا اور سکھانا ہے، بہت بڑی تعداد مسلمانوں کی ایسی ہے جو دین سے بالکل ناواقف تھے، تبلیغی جماعت کے ساتھ ایک دو چلے کیلئے نکل گئے، وہاں وضو، غسل، نماز، قرآن پاک، نماز جنازہ، بہت کچھ انہوں نے سیکھا، مکان پر رہتے تو اپنے دھندوں میں لگے رہتے جس کی وجہ سے برسوں بلکہ شاید عمر بھر بھی اس کی نوبت نہ آتی، بعضوں کو بہت سی حدیث یاد ہو گئیں کہ بالکل عالم کی طرح دین کی معلومات کو بہت سلجھا کر تقریر کر لیتے ہیں، تبلیغی جماعت دین سیکھنے کیلئے مدرسہ کا کام بھی دیتی ہے، جن لوگوں کے پاس اتنا وقت نہ ہو کہ مدرسہ میں داخل ہو کر باقاعدہ پڑھیں ان کیلئے تبلیغی جماعت میں رہ کر دین سیکھنا بہت آسان ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۱/ ۸۸ھ۔

- والبيان والبديع. الرابع: تعيين مبهم وتبيين مجمل، وسبب نزول ونسخ، ويؤخذ ذلك من علم الحديث. الخامس: معرفة الإجمال والتبيين والعموم والخصوص الخ. إذ الطريق الرجوع في تفسير اللفظ إلى أهل اللغة، وفي نحو الناسخ والمنسوخ إلى الأخبار، وفي بيان المراد إلى صاحب الشرع".

(روح المعاني: ۱/۵، دار إحياء التراث العربي)

تعلیم وتبلیغ کی ضرورت

سوال[۱۳۰۱]: ۱... دنیا میں ایک لاکھ چوبیس یا پچیس ہزار کم وبیش انبیاء علیہم السلام آئے اور سب نے دین حق کی دعوت دی اور گشت کیا۔ یہ گشت کرنا سنت ہے یا نہیں؟ مبلغین حضرات اکثر اپنے گشت کی فضیلت بیان کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ گشت کرنا تمام انبیاء کی سنت ہے، اور اس گشت کو کرنے کے بعد جو نماز پڑھی جائے گی، اس کی فضیلت سات لاکھ ہو جائے گی، لہٰذا "گشت کرنا سنت ہے"، یہ کیسے ثابت کیا جائے؟ حوالہ حدیث سے دیں۔

۲... اللہ کے راستے میں نکل کر ہر نیک عمل سات لاکھ بن جاتا ہے، نماز، ذکر، قرآن اور ہر نیکی سات لاکھ بن جاتی ہے، نظام الدین مرکز کے اکابرین کہتے ہیں کہ یہ چودہ روایتوں سے منقول ہے، مسند احمد، مشکوٰۃ شریف، ترغیب وترہیب کا حوالہ دیتے ہیں۔

۳... کچھ لوگوں کا اعتراض ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ، نماز کی دعوت ودین حق کی دعوت مسلمانوں کو دی تھی یا کفار کو، اور یہ تبلیغی مسلمانوں کو کلمہ اور نماز پڑھانے پھرتے ہیں، کیا مبلغین اور مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے، یہ شک کرتے ہیں اور صرف اپنے آپ کو ہی مسلمان سمجھتے ہیں، تو اس کا کیا جواب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱، ۲، ۳... اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کاموں میں تبلیغ بھی ہے اور تعلیم بھی ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿یا أیها الرسول بلّغ ما أنزل إلیك من ربك وإن لم تفعل فما بلغت رسالته﴾ (الآیة)(سورة المائدة)(۱)۔

﴿لقد منّ الله علی المؤمنین إذ بعث فیهم رسولاً من أنفسهم یتلوا علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة﴾. (الآیة)(سورة آل عمران)(۲)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہی کام کئے ہیں، تبلیغ کیلئے دوسروں کے پاس تشریف لے گئے ہیں

---

(۱) (المائدة: ۶۷)

(۲) (آل عمران: ۱۶۴)

اور تعلیم کیلئے دوسرے لوگ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے ہیں، تبلیغ کے معنی ہیں پہنچانا، اس کیلئے مبلغ کو جانا بھی ہوتا ہے، تعلیم کے معنی ہیں علم سکھانا، اس کیلئے سیکھنے والے کو معلم کے پاس آنا ہوتا ہے، یہ دوسرے کام امت کے سپرد فرمائے کہ "بلغوا عني ولو آية" (۱) اور خطبہ میں ارشاد فرمایا "الا فليبلغ الشاهد الغائب" (الحدیث) (۲) یعنی جو شخص حاضر ہے، جس نے براہ راست مجھ سے دین سیکھا ہے وہ غائب تک پہنچا دے، دین کے ہر ہر جزء اور حکم کی تبلیغ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے کی ہے، اس لئے کہ دین کا ہر حکم امانت ہے، اس کا پہنچانا ضروری ہے، چنانچہ بعض چیزیں ایسی بھی تھیں کہ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بالکل اپنی آخر حیات میں بیان فرمائی ہیں کہ کہیں یہ بات ہمارے ذمہ باقی نہ رہ جائے (۳)۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر جس نے ایک وقت بھی دل سے کلمہ پڑھ لیا وہ مؤمن کامل ہو گیا، اس کا درجہ اتنا بلند ہے کہ بعد والوں کو میسر نہیں (۴) پھر اس نے جس کسی

---

(۱) الحديث بتمامه: "عن عبد الله بن عمرو أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "بلغوا عني ولو آية، وحدثوا عن بني إسرائيل ولا حرج، ومن كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار". (صحيح البخاري، كتاب الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل: ۱/۴۹۱، قديمي)

(۲) "عن أبي شريح أنه قال لعمرو بن سعيد وهو يبعث البعوث إلى مكة: ائذن لي أيها الأمير أحدثك قولاً قام به رسول الله صلى الله عليه وسلم الغد من يوم الفتح، سمعته أذناي، ووعاه قلبي، وأبصرته عيناي حين تكلم به، حمد الله وأثنى عليه، ثم قال: "إن مكة حرمها الله ولم يحرمها الناس" (إلى أن روى): "ليبلغ الشاهد الغائب" الحديث. (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب ليبلغ الشاهد الغائب: ۱/۲۱، قديمي)

(۳) "عن قتادة قال: حدثنا أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم ومعاذ رديفه على الرحل قال: "يا معاذ بن جبل" قال: لبيك يا رسول الله وسعديك، ثلاثاً، قال: "ما من أحد يشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله صدقاً من قلبه إلا حرمه الله على النار" قال: يا رسول الله أفلا أخبر به الناس فيستبشروا؟ قال: "إذاً يتكلوا" وأخبر بها معاذ عند موته تأثماً". (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب من خص بالعلم قوماً دون قوم: ۱/۲۴، قديمي)

(۴) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "لا تسبوا أصحابي، فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهباً، ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه". (مشكوة المصابيح، كتاب الفضائل والمناقب، باب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، ص: ۵۵۳، قديمي)

www.ahlehaq.org

لگن پیدا ہوجاتی تھی کہ وہ سارا دین سیکھنے کیلئے تیار ہوجاتا تھا اور سب چھوڑ دیتا تھا اور خود حاضر ہوکر یا جس طرح سے بھی اس کو ممکن ہو دین سیکھتا تھا ( )، کیونکہ ایک ایک حکم بتانے اور پہونچانے کیلئے ان کے پاس جانے کی نوبت آتی تھی؟ ہاں بعض احکام دوسروں تک پہونچانے کے انتظامات بھی کئے گئے، کسی کسی کو متعین کیا کہ گشت کرکے فلاں حکم پہونچادو (۲)، کبھی لوگوں کو بلاکر جمع کرلیا گیا پھر حکم سنادیا گیا (۳)، کبھی حج کے موقع پر آدمی بھیجے گئے کہ فلاں حکم اعلان کردو (۴) وغیرہ وغیرہ۔ اس کے علاوہ کلمہ طیبہ پڑھنے کا حکم سب ہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیا گیا۔

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن الناس يقولون: أكثر أبو هريرة، ولولا آيتان في كتاب الله ما حدثت حديثاً، ثم يتلو: ﴿إن الذين يكتمون ما أنزلنا من البينات والهدى (إلى قوله) الرحيم﴾ إن إخواننا من المهاجرين كان يشغلهم الصفق بالأسواق، وإن إخواننا من الأنصار كان يشغلهم العمل في أموالهم، وإن أبا هريرة كان يلزم رسول الله صلى الله عليه وسلم بشبع بطنه، ويحضر ما لا يحضرون، ويحفظ ما لا يحفظون". (صحيح البخاري، كتاب العلم: ۱/۲۲، قديمي)

(۲) "أخرج ابن جرير عن علي رضي الله تعالى عنه قال: أتى النبيَّ صلى الله عليه وسلم ناس من اليمن فقالوا: ابعث فينا من يفقهنا في الدين، ويعلمنا السنن، ويحكم فينا بكتاب الله، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: "انطلق يا علي إلى أهل اليمن ففقههم في الدين، وعلمهم السنن، واحكم فيهم بكتاب الله". فقلت: إن أهل اليمن قوم طغام يأتوني من القضاء بما لا علم لي به، فضرب النبي صلى الله عليه وسلم على صدري، ثم قال: "اذهب فإن الله سيهدي قلبك ويثبت لسانك"، فما شككت في قضاء بين اثنين حتى الساعة". (حياة الصحابة، الباب الثالث عشر في رغبة الصحابة في العلم، إرسال الصحابة إلى البلدان، إرساله عليه السلام علياً الخ: ۳/۱۹۳، دار القلم دمشق)

(۳) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم خطيباً بعد العصر، فلم يدع شيئاً يكون إلى قيام الساعة إلا ذكره، وكان فيما قال: "إن الدنيا حلوة خضرة، وإن الله مستخلفكم فيها، فناظر كيف تعملون، ألا! فاتقوا الدنيا، النساء" الحديث. (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الثاني، ص: ۴۳۶، قديمي)

(۴) "قال ابن شهاب: حدثني حميد بن عبد الرحمن أن أبا هريرة أخبره أن أبا بكر الصديق بعثه في الحجة التي أمره عليها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قبل حجة الوداع يوم النحر في رهط يؤذن في الناس أن لا يحج بعد العام مشرك، ولا يطوف بالبيت عريان". (صحيح البخاري، كتاب المناسك، باب لا يطوف بالبيت عريان الخ: ۱/۲۲۰، قديمي)

اور فرمایا گیا کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو(۱)۔ "لا الٰہ الا اللہ" پڑھو، کیں کا یہ مطلب نہیں کہ (معاذ اللہ) ان حضرات میں ایمان موجود نہیں تھا۔

یہاں دارالعلوم میں بھی بعض حضرات معلم ہیں، ان کی درسگاہ میں علم سیکھنے کیلئے طلبہ حاضر ہوتے ہیں، اور بعض حضرات مبلغ ہیں کہ وہ مختلف مقامات پر خود سفر کرکے جاتے ہیں اور دین پہونچاتے ہیں۔ آج یہ بات نہیں کہ جس نے کلمہ پڑھ لیا اس میں دین سیکھنے کی لگن پیدا ہو جائے یا وہ خود اپنی جگہ ایمان کی تجدید میں لگا رہے، عربی مدارس جگہ جگہ خدا کے فضل سے قائم ہیں تعلیم کا انتظام ہے مگر دین کی لگن نہ ہونے کی وجہ سے بہت کم آدمی اپنے بچوں کو علم سیکھنے کیلئے بھیجتے ہیں۔

مسجدیں ویران ہیں، مسلمانوں کو مختلف ہونے کے باوجود کتنی مساجد ایسی ہیں جن میں اذان وجماعت کا اہتمام نہیں، کسی مسجد میں تنہا ایک شخص اذان کہتا ہے اور نماز پڑھ لیتا ہے، کسی میں دو تین نمازی ہو جاتے ہیں، بعض ضلع ایسے ہیں کہ جن میں کوئی عالم نہیں، حافظ نہیں، بہت علاقے ایسے ہیں جن میں بسنے والے مسلمانوں کو دین کی بنیادی چیزیں کلمہ وغیرہ بھی معلوم نہیں، صورت شکل، چال چلن، رسم ورواج کسی چیز سے بھی اسلام ظاہر نہیں ہوتا۔ رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے اور وہاں خبر تک نہیں ہوتی، پانچ وقت کی نماز ہی غائب ہے تو تراویح کا کیا ذکر ہے، ہوٹل کھلے ہوئے ہیں اور خدا کے قانون روزہ کو علی الاعلان توڑا جا رہا ہے۔

ان سب حالات کے پیش نظر دین پر عمل کرنے کی لگن کا پیدا ہونا ضروری ہے اس تبلیغ کا حاصل یہی ہے کہ دین سیکھنے کا جذبہ پیدا ہو جائے کلمہ پڑھنے اور پڑھانے سے یہ ہرگز تصور نہ کرے کہ مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھا جاتا کلمہ پڑھ کر اور پڑھا کر اس کا مطلب اور مطالبہ سمجھایا جاتا ہے، اور جن کو کلمہ یاد نہیں ان کا کلمہ صحیح کرایا جاتا ہے، جن کو نماز یاد نہیں ان کو نماز یاد کرائی جاتی ہے، جن کو مطلب یاد نہیں ان کو مطلب سمجھایا جاتا ہے، اس کی بدولت بے شمار آدمی کلمہ سیکھ گئے، نمازیں سیکھ گئے، نمازیں پڑھنے لگے، دین میں کام کرنے کی وجہ سے بہت

---

(۱) "عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه قال: قلت: يا رسول الله! أوصني قال: "إذا عملت سيئة، فأتبعها حسنة تمحها" قال: قلت: يا رسول الله! أمن الحسنات لا إله إلا الله؟ قال: "هي أفضل الحسنات". (حياة الصحابة، الباب الرابع عشر في رغبة الصحابة رضي الله تعالى عنه في الذكر الخ، كفارة المجلس، ذكر الكلمة الطيبة، الخ، قوله عليه الصلاة والسلام في "لا إله إلا الله". هو أفضل الحسنات: ۳/۲۹۳، دار القلم دمشق)

سے لوگوں کا حج صحیح طریقہ پر ادا ہونے لگا، لوگوں میں دین کا عام چرچا ہوگیا، جگہ جگہ دینی مکتب و مدرسے قائم ہوگئے، بڑی عمر کے لوگوں میں دین سیکھنے کیلئے سفر کا رواج ہوگیا، بکثرت لوگ زکوٰۃ دینے لگے، حرام معاملات سے پرہیز کرنے لگے، خدا کے راستے میں جدوجہد کیلئے جو شخص نکلے اس کے واسطے ہر نیکی کا ثواب سات لاکھ والی حدیث حضرت علی، ابوالدرداء، ابوہریرہ، ابوامامہ، ابن عمر، عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہیں:

"ومن أرسل بنفقة في سبيل الله وأقام في بيته، فله بكل درهم سبع مائة درهم، ومن غزا بنفسه في سبيل الله وأنفق في وجهه ذلك، فله بكل درهم سبع مائة ألف درهم، ثم تلا هذه الآية: ﴿والله يضاعف لمن يشاء﴾(۱)۔

اس مضمون کی اور حدیثیں بھی ہیں، جمع الفوائد، (۲) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ص: ۲۸۲ (۳)، میں ملاحظہ فرمائیں، یہ روایات بصراحۃ غزوہ اور جہاد سے متعلق ہیں، مگر جہاد کا مفہوم قتال سے عام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۲/۸۹ھ۔

کیا تبلیغ تعلیم سے افضل ہے؟

سوال [۱۰۲۱۰]: یہاں ایک مسئلہ بہت عام ہوگیا ہے، وہ یہ کہ تبلیغ کا کام تعلیم دین سے (ناظرہ قرآن ہی کیوں نہ ہو) زیادہ افضل (فرض) ہے، گذارش یہ ہے کہ تبلیغی کام تعلیم علم دین سے (ناظرہ قرآن ہی کیوں نہ ہو) کیا افضل ہے؟ بیان فرمائیں۔

---

(۱) "عن علي وأبي الدرداء وأبي هريرة وأبي امامة وعبد الله بن عمرو وجابر بن عبد الله وعمران بن حصين رضي الله عنهم أجمعين كلهم يحدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: "من أرسل نفقة في سبيل الله وأقام في بيته فله بكل درهم سبعمائة ألف درهم، ثم تلا هذه الآية: ﴿والله يضاعف لمن يشاء﴾ رواه ابن ماجه". (مشكوة المصابيح، كتاب الجهاد، الفصل الثالث، ص: ۳۳۵، قديمي)

(۲) (جمع الفوائد: ۳/۸، كتاب الجهاد، باب فضل الرباط والجهاد في سبيل الله، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراچي)

(۳) (مجمع الزوائد: ۵/۲۸۲، باب في المجاهدين ونفقتهم، دار الفكر)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ خیال اصولِ تبلیغ کے بھی خلاف ہے، یعنی علم چھوڑ کر تبلیغ میں جانا غلط ہے، البتہ تعطیل اور فارغ اوقات میں جانا بہتر ہے، نیز کسی مدرس کو دعوہ کی مشق کیلئے یا کسی اور مصلحت کے تحت اگر کبھی تبلیغ کیلئے بھیج دیا جائے اس طرح کہ اس کے متعلق تعلیم میں حرج بھی نہ ہو تو یہ دوسری بات ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۶/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دار العلوم دیوبند، ۲۶/۲/۹۱ھ۔

مدارس اور تبلیغی کام

حضرت اقدس، دامت برکاتہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش خدمت اقدس میں یہ ہے کہ ایک استفتاء بسلسلہ موجودہ تبلیغی جماعت آیا ہے، دو کا جواب اپنی سمجھ کے مطابق لکھ دیا ہے، تیسرے کے جواب میں تردد ہے، حضرت والا تینوں کی بابت اپنی تحقیق فرمائیں، کیونکہ وقتی اعتبار سے بہت اہمیت رکھتا ہے، ہم لوگوں سے لوگ مشورہ بھی کرتے ہیں اس کی شرعی حد اگر معلوم ہو جائے تو اس کی رعایت کرتے ہوئے مشورہ دیں گے۔

سوال [۱۴۱۱]: ۱- بعض فارغ مولوی موجودہ صورتِ تبلیغ میں شریک ہونے کو فرض کہتے ہیں، اس کی کوئی فقہی اصل تحریر فرمائیں۔

۲- مدرسہ اور خانقاہ سے موجودہ صورتِ تبلیغ افضل ومندوب ہے یا نہیں؟ ان کو کہنا درست ہے یا نہیں؟

۳- اہلِ علم حضرات کا تبلیغی کام میں لگنا زیادہ بہتر ہے یا تعلیم میں؟ دینی رجحانات پامال ہو چکے ہیں، مدارس جو چل رہے تھے وہ ٹوٹ رہے ہیں، خانقاہیں ویران ہو رہی ہیں، دینی رجحانات اگر عام ہو جاویں تو سب زندہ ہو جائیں گے، اس اعتبار سے وقتی طور پر اہلِ علم حضرات کا تبلیغ میں لگ کر دینی رجحانات پیدا کر کے پرانا مدارس وخانقاہوں کو آباد کرنا زیادہ بہتر ہے یا تعلیم میں لگنا؟

المستفتی: محمد الفضل۔

کریں اور اپنی اصلاح کیلئے ان حضرات سے مشورہ لیں اور ان کی ہدایات کو دل وجان سے قبول کریں، ان کو ہرگز ہرگز یہ بات شبہ نہ ہو کہ یہ حضرات اپنے دینی مشغلہ کو ترک کردیں اور مدارس وخانقاہوں کو بند کرکے تبلیغ کرنے کیلئے اٹھ کھڑے ہوں۔

دینی مدارس کا قیام اس لئے ضروری ہے کہ محض کتابیں پڑھنے سے تزکیۂ باطن نہیں ہوتا، اور بغیر اخلاقِ رذیلہ کی اصلاح کے اخلاص پیدا نہیں ہوتا جو کہ روح ہے جمیع اعمالِ صالحہ کی۔ تمام اعمال بغیر اخلاص کے ایسے ہیں جیسے بے جان ڈھانچہ، اخلاص اکابر اہل اللہ کی صحبت اور ہدایات پر عمل کرنے کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت مرفوع ہے: "لکل شیء معدن ومعدن التقوی قلوب العارفین" "جمع الفوائد"(۱) امید ہے کہ اس تحریر سے ہر سہ سوالات کے جوابات نکل آئیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۱۴۰۸ھ۔

تبلیغی جماعت کا تعلق اساتذہ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سے

سوال [illegible]: ۱… تبلیغی جماعت جس کا مرکز بستی نظام الدین دہلی ہے از روئے شرع شریف کیسی ہے؟

۲… دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا علمائے دیوبند بھی اس کے خلاف ہیں؟

۳… کیا مذکورہ بالا تبلیغی جماعت اصول اسلام اور قوانین تبلیغ کے خلاف کام کررہی ہے؟

۴… کیا مذکورہ بالا تبلیغی جماعت دیوبندی مسلک اور حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور علمائے حق کے مسلک کے خلاف ہے؟

۵… یہاں پر عوام الناس میں مشہور ہورہا ہے کہ ذیل کے علماء دیوبند ۱– مولانا فخر الحسن صاحب، صدر مدرس دارالعلوم دیوبند۔ ۲– مولانا عبد الاحد صاحب محدث دارالعلوم دیوبند۔ ۳– حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب مبلغ دارالعلوم دیوبند۔ ۴– حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری استاذ دارالعلوم دیوبند۔ ۵– حضرت مولانا ابو الکلام مبلغ دارالعلوم دیوبند۔ ۶– حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب مظاہر العلوم سہارنپور۔

(۱) جمع الفوائد، کتاب الزہد والفقر والأمل والرجاء والحرص: ۳/۲۰۰، إدارۃ القرآن کراچی

طلبہ کو جمع کرکے باہر نکلنے پر آمادہ کیا جاتا ہے اور اجتماع کے موقع پر علامہ حضرت مولانا انظر شاہ صاحب تقریر فرماتے ہیں اور ترغیب دیتے ہیں۔

مدرسہ مظاہر العلوم تو پورے طور پر ہمیشہ ہی اس جماعت کی نصرت کرتا ہے، آپ آج بھی جا کر دیکھ لیں، عمل کرتا رہتا ہے، مولانا محمد یعقوب صاحب مدرس مظاہر العلوم بھی اجتماعات میں شرکت کرتے ہیں، مولانا عبد الرحیم صاحب نہ دار العلوم کے مدرس ہیں نہ مظاہر العلوم کے، ممکن ہے کہ اس نام سے کوئی اور صاحب مخالف جماعت ہوں، مگر ان کی مخالفت کی وجہ سے نہ یہ کہنا صحیح ہے کہ مدرسہ دار العلوم دیوبند اس جماعت کے مخالف ہیں، نہ یہ کہنا صحیح ہے کہ علمائے مظاہر علوم سہارنپور اس کے مخالف ہیں، بلکہ یہ کہا جاتا کہ مولانا صاحب موصوف فلاں علماء دار العلوم دیوبند اور مظاہر العلوم کی رائے سے اختلاف یا مخالفت رکھتے ہیں، یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے کچھ غلطی کی ہو جس سے ان کو مخالف تصور کیا گیا ہے۔

۳۔ اس کا جواب نمبر ۱ اور ۲ سے واضح ہے۔

۴۔ جو کام قرآن و حدیث کے موافق ہو وہ ان حضرات کے مسلک کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے، کیونکہ یہ اکابر قرآن و حدیث سے جدا کوئی مسلک نہیں رکھتے تھے بلکہ اسی کے تابع تھے (۱)۔

---

(۱) موجودہ تبلیغ نصوص قرآن کریم اور نصوص احادیث مبارکہ سے ثابت ہونے کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زندگی میں کافی نظیر بھی ملتی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر، وأولئك هم المفلحون﴾. (آل عمران: ۱۰۴)

"عن حذيفة رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "والذي نفسي بيده لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر، أو ليوشكن الله أن يبعث عليكم عذاباً من عنده ثم لتدعنه ولا يستجاب لكم". رواه الترمذي". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الثاني، ص: ۴۳۶، قديمي)

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مختلف مواقع پر مختلف قوموں کے پاس تعلیم کی غرض سے بھیجا ہے، كما في قصة القراء السبعين من الصحابة، ذكرها الإمام البخاري رحمه الله تعالى من حديث أنس رضي الله عنه في المغازي، باب غزوة الرجيع ورعل وذكوان: ۲/۵۸۶، قديمي)

www.ahlehaq.org

۵.....اس کا جواب اوپر آ گیا ہے مزید تفصیل مطلوب ہو تو حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی تقریر مطبوعہ "کیا تبلیغی کام ضروری ہے" اور "تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کے جوابات" مطالعہ فرمائیں۔ کوئی ایک فرد یا چند افراد کوئی غلطی اور کوتاہی کریں اور اس پر اہلِ علم حضرات تنبیہ فرمائیں تو یہ اصلاح کیلئے ہے اور اس کی ہمیشہ ہر جگہ ضرورت رہتی ہے، کیونکہ کوتاہی سے کوئی خالی نہیں، ہر جماعت اور ہر ادارہ میں ہوتی ہے اور اکابر اصلاح و تنبیہ فرماتے رہتے ہیں، اس کو مخالفت سمجھنا اور کہنا قصورِ فہم ہے یا مغالطہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۱/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۲۹/۱۱/۹۲ھ۔

امام کے علاوہ کسی دوسرے شخص کا تبلیغ کرنا

سوال[۱۰۱۳]: یہاں کی جامع مسجد کا امام تبلیغ کا مخالف ہے، اگر کوئی شخص اس کے بغیر تبلیغ کرے گا تو امام صاحب کو ناگوار گذرتا ہے، وہ ان کو خود تبلیغ کرنے کا طریقہ نہیں بتاتا ہے، کیا یہ طریقہ جو امام صاحب نے اختیار کر رکھا ہے قرآن پاک و حدیث کی رو سے جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس میں تبلیغ کی اہلیت ہو امام صاحب کو چاہئے کہ خود ہی اس کو تبلیغ کے لئے فرما دیں، وقت ضرورت ہرگز اس کو منع نہ کریں، ان کا منع کرنا غلط ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

= قال ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ: "ویحتمل أنہ لم یکن استعدادہم لہم لقتال عدو، وإنما ہم للدعاء فی الإسلام، وقد أوضح ذلک ابن إسحاق قال: حدثنی أبی قال: قدم أبو براء عامر بن مالک، وساق حدیث، وقال فیہ، فقال: یا محمد! لو بعثت رجالاً من أصحابک إلی أہل نجد، رجوت أن یستجیبوا لک. أنا جار لہم، فبعث المنذر بن عمرو فی أربعین رجلاً، منہم: الحارث بن الصمۃ وحرام بن ملحان" (فتح الباری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع: ۷/۴۹۰، تحت حدیث رقم: ۴۰۸۸، قدیمی)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولتکن منکم أمۃ یدعون إلی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر﴾. (سورۃ آل عمران: ۱۰۴) =

تبلیغی جماعت کے نقائص

سوال [۱۶۱۴]: موجودہ وقت اور دین کے نقطۂ نظر سے عوامی تبلیغ کا صحیح طریقہ کیا ہونا چاہیے؟ آج کل جو تبلیغی نہج پر کام ہو رہا ہے وہ بظاہر بہت نافع نظر آتا ہے، لیکن اکثر و بیشتر جگہ یہ دیکھا گیا کہ جو تبلیغی کارکن ہیں اسی نہج پر کام کرتے ہوئے جن کو عرصہ گزر رہا ہے اور اس کام میں جڑنے کی برکت سے بہت سے فرائض سے آشنا ہوئے اور عملی حیثیت سے حج، زکوٰۃ وغیرہ جیسے فرائض کو ادا بھی کر چکے ہیں۔ مگر برسوں کے بعد ان کو دیکھا جا رہا ہے کہ وہ علانیہ جن شادیوں میں منکرات ہیں شرکت کرتے ہیں، مسجد میں نماز جنازہ ادا کرتے ہیں، چھوٹے چھوٹے قریوں میں جہاں شرائط جمعہ نہیں پائے جاتے جمعہ ادا کرتے ہیں، وہ بوقت عیدین بعد نماز مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں۔

اور جن تبلیغی کارکن حضرات کو دینی مدارس میں چندہ دینے کا شرف بھی حاصل ہے وہ باوجود جاننے کے پردے سے طالبات کی تعلیم کا نظم نہیں کرتے ہیں اور مروجہ فاتحہ وغیرہ جیسی رسومات میں شریک ہوتے ہیں، بعض کارکن حضرات کی خدمت میں یہ بھی گذارش کی جاتی ہے کہ بھائی! دیکھو فلاں محقق بزرگ خلیفہ تھانوی وغیرہ ہمارے مقام پر ہماری طلب پر آنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس سلسلہ میں کوشش کریں گے مگر باوجود اطلاع ہونے کے شریک نہیں ہوتے۔

برخلاف اس کے اگر کوئی بزرگ یا عالم ان کی موجودہ جماعت کا حامی سا کوئی وہاں آ جاتا ہے وہ ان بزرگ سے مرتبہ میں اور علم میں کتنا ہی کم کیوں نہ ہو مگر ان کیلئے اہتمام سے اسٹیشن میں آدمی بھیجے جائیں گے اور ان کا ادب واحترام کر کے ان کے آنے کی اطلاع عام بھی کی جاوے گی۔ وہ جگہ جگہ بیانات بھی ہوں گے مگر اس کے برخلاف ایک محقق عالم اور مصلح زمانہ کی آمد کی اطلاع دی جاتی ہے اس وقت منہ سے انکار ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں کوئی اہتمام نہیں ہوتا۔

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر﴾ (سورۃ آل عمران: ۱۱۰)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داود وعیسی ابن مریم ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون، کانوا لا یتناہون عن منکر فعلوہ، لبئس ما کانوا یفعلون﴾ (سورۃ المائدۃ: ۷۸، ۷۹)

www.ahlehaq.org

اور بعضوں کی یہ حالت ہے کہ روز مرہ کی تعلیم کے سلسلہ میں جو کوئی تبلیغی لگاؤ کا آدمی ہو وہ کتاب سناتا ہے وہ وہ نہ ہو تو ان میں ایک آدمی جو لگاؤ رکھتا ہے مگر کتاب وغیرہ پڑھنے سے معذور ہو تو وہ کسی ایسے شخص کو کتاب پڑھنے کیلئے دیگا جس کو بیچارہ اردو صحیح نہیں پڑھنا آتا حالانکہ ایسا شخص یا بعض اوقات علماء حضرات بھی موجود ہوتے ہیں جو زیادہ اچھے طریقے سے انشاء اللہ کتاب پڑھ سکتے ہیں مگر بدقسمتی سے ان کا حال یہاں یہ ہے کہ وہ اس کام سے والہانہ لگاؤ نہیں رکھتے، ان کو طریقہ ایسا ہے کہ وہ بوقت ضرورت مسائل کے خلاف ہونے پر بعض وقت ان لوگوں کو مسئلہ بتلانے پر نہیں ہوتے، بلکہ خود بھی علیحدگی اختیار کرتے ہیں ایسے عالم کو بھی کتاب نہیں دیتے ہیں، ان کو چھوڑ کر دوسرے ساتھی کو کتاب سنانے کیلئے دیتے ہیں جس کی بنیاد اردو کے جملے غلط ہونے کی بناء پر جو بعض مجلس میں ہنسی مذاق کا ذریعہ بن رہا ہے اور بعض اہل علم نے بھی اس کی اصلاح کرنی چاہی مگر پھر بھی ان کے بجائے جاہلوں کو کتاب سنانے کا موقع دیتے ہیں۔

غرض مندرجہ بالا منکرات کا وجود ہے اس کو بتا کر منکرات سے اجتناب کرنے کی گذارش عمومی اور خصوصی طور سے کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کیا کریں مصلحت کے خلاف ہے، اس لئے کہ آج وہ زمانہ کہاں رہا کہ لوگوں سے ہم چھوٹی چھوٹی منکرات کی خاطر علیحدگی اور ناراضگی کا اظہار کریں، اس لئے کہ لوگ آج فرائض سے بھی ناآشنا ہیں، ایمان ان کا بہت کمزور ہو گیا ہے، کیا ان حضرات کا یہ کہنا صحیح اور درست ہے؟ کیا اس زمانہ کے فساد کی خاطر عوام وخواص کے اتحاد واجتماعی کام کی انجام دہی کی خاطر مکروہ تحریمی اور بعض بدعات والے اعمال کو اختیار کر لیا جائے اور ان کی ہاں میں ہاں ملا کر ان کی دلشکنی نہ ہو؟ اور وہ کہیں اپنے تحت حرکات دیکھیں تو بھاگ نہ جائیں، اس لئے ہم سابق اور پرانے کارکن حضرات کو ان کی اصلاح کی خاطر خصوصاً غیر عالم یا عالم تھوڑی دیر کیلئے ان کی تالیف قلوب کی خاطر منکرات میں مبتلا ہو جانا درست ہے؟ اس سے کہیں کیا تو نہیں ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی خاطر جو منکر کو دل سے برا سمجھ کر کیا ہے تو وہ عند الشرع معصیت کے عذاب و پرسش سے بری ہو جاتا ہے یا کیا حکم ہے؟

۲ ... آج کل کے تبلیغی کارکن حضرات میں بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ آج عمومی لوگوں میں دین کی احیاء کا صرف یہی ایک واحد ذریعہ ہے اور یہ کام منہاج نبوت ہے، اس کے سوا دوسرے طریقہ تبلیغ کو جس میں مشائخ حضرات وغیرہ لگے ہوئے ہیں کم نافع بلکہ بے سود کے درجہ میں سمجھتے ہیں۔ یہ خیالات واقوال ان حضرات کے

کہاں تک صحیح ہیں؟

۳... جب کوئی شخص باہر منکرات سے بچنے کی سعی کرتا ہے اور ہمارے امی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی کار منصبی عمومی تبلیغ ہے، دیکھ کر ان جماعتوں کے ساتھ باوجود معصیت نکل جائے تو کیا عمومی اور جماعتی مصلحت کی خاطر دل سے برا سمجھتے ہوئے جماعت کا ساتھ دے یا اس وقت بھی ادباً عرض کرکے معصیت سے اجتناب کیا جائے، جب ان میں رہ کر ایسا کرتے ہیں تو کہتے ہیں بہت متشدد ہے اور اس کی وجہ سے جماعتی کام متاثر ہوتا ہے تو اب ایسا خیال ہے تو پھر ایسے شخص کو صرف مقامی اجتماعات اور گشت کی حد تک ساتھ دے کر پھر خاموش رہنا یا بالکل شرکت ہی کرنا چاہیے یا کیا کرے؟ رہبری چاہتا ہوں جملہ مقاصد کیلئے پوچھتا ہوں فقط۔

العارض احقر عبدالحمید عفی عنہ مدرس مدرسہ باب العلوم سندی بازار، ایم، پی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... جو چیزیں شرعی منکرات ہیں ان کو منکر سمجھنا اور حسب حیثیت ان پر نکیر کرنا ضروری ہے، ان میں شرکت جائز نہیں، اگر تبلیغی کارکن منکرات میں شرکت کرتے ہیں تو وہ غلطی کرتے ہیں، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ منکر پر نکیر سے پہلے ذہن کو کچھ ہموار کیا جائے تاکہ وہ نکیر کو قبول کرلے اور اس سے باز آجائے۔ نیز ذہن کو ہموار کئے بغیر نکیر بے تاثیر ہوتی ہے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ ان کا ایمان بہت ضعیف ہے، علم بھی ان کو حاصل نہیں، ان کے لئے پہلے ایمان کی چیزوں کا پیش کرنا ضروری ہے ان پر نکیر منکرات متعلقہ اعمال کا وقت دیر میں آتا ہے۔ حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے خلفاء کے اقوال وعمل سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

کسی محقق عالم متبع کی تعریف دوری پر چڑھنا اور ان سے استفادہ نہ کرنا بڑی محرومی ہے، تبلیغی جماعت والوں کی ہدایت نہیں بلکہ ان کو تاکید کی جاتی ہے کہ جس بستی میں جائیں وہاں کے اہل علم کی خدمت میں ضرور حاضر ہوں اور ان سے دعا کی درخواست کریں خواہ تبلیغی کام سے ان کو والہانہ تعلق ہو یا نہ ہو۔ بعض اہل علم اور تعلیم یافتہ حضرات کے متعلق اس کا بھی تجربہ ہوا کہ اعزاز کی خاطر ان سے تقریر یا کتاب سنانے کی درخواست کی گئی تو انہوں نے غیر تبلیغی اور تبلیغی جماعت کو اصلاح کے نام پر بہت ہی نازیبا الفاظ فرمائے یا موضوع سے ہٹ کر مروجہ پیشہ ور واعظوں کی طرح قصے اور چٹکلے سنا کر سامعین کا وقت ضائع کیا، مگر سب ایسے نہیں، جن کے متعلق اطمینان ہو یہ کام سے والہانہ تعلق نہ رکھنے کے باوجود کام اور جماعت کے متعلق مفید ہی مشورہ دیں گے ان سے

www.ahlehaq.org

احتراز کرنا چاہئے، لیکن تقدیر سے یہ چیزیں مرض کے درجہ تک پہنچ گئی ہے، مگر بہت سی جماعتیں اور ادارے بھی اس مرض سے خالی نہیں۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعض مجازین کے مریدوں کو بھی دیکھا ہے کہ وہ اپنے پیر کے علاوہ دوسرے مجازین سے بدعقیدت رکھتے ہیں، نہ استفادہ کرتے ہیں، نہ کشادہ روئی سے ملاقات کرتے ہیں، کہیں موقع ہوجاتا ہے تو کترا جاتے ہیں، بعض مرتبہ زبانی یا تحریری شکایت بھی نشانہ بنتے ہیں اور لکھ دیتے ہیں، مگر یہ تو ان کی غلطی ہے، یہ نہیں کہا جائے گا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم ہے یا ان کے خلفاء کی تعلیم ہے۔ استغفر اللہ۔

۲۔ خانقاہوں اور مدارس کا کام بہت اہم ہے، اس کو بے سود سمجھنا گمراہی ہے، اتنا ضرور ہے کہ بعض خانقاہوں میں وہ آتے ہیں جن کے اندر طلب ہو، جن کے اندر طلب نہیں وہ نہیں آتے اور اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے۔

تبلیغی جماعت بے طلب لوگوں کے پاس جاتی ہے، جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بے طلب لوگوں کے پاس تشریف لے گئے، اس اعتبار سے تبلیغی جماعت کا کام زیادہ پھیلا ہوا ہے اور اس کا نفع بھی عام ہے، لیکن یہ تقابل کا طریقہ ہرگز اختیار نہ کیا جائے۔ ہر ایک کی شان ہے، اپنی اپنی جگہ پر سب حضرات کا کام بہت اہم اور ضروری ہے، کسی سے استغناء نہیں، ہر ایک کو دوسرے کے کام کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے، تحریری تنقید سے بچنا چاہئے ورنہ پھر تحریری تنقید کا جواب اور دور نہ نکلے گا، پھر تو بس تنقید، تحقیر، تجہیل، تفسیق، تضلیل کا بازار گرم ہوکر تکفیر تک نوبت پہنچ جائے گی، پھر اس سے کون خالی ہے۔

۳۔ سفر معصیت میں شرکت نہ کرے (۱) اگر جماعت میں نکلے اور وہاں شرکت معصیت پر مجبور کیا جائے تو ان سے کہہ دے کہ میں معذور ہوں، اس پر وہ مجبور کریں تو ان سے رخصت ہوکر چلا آئے، آئندہ اگر وہ چاہے کہ آپ بھی تو شریک کرلیں تو میں معصیت میں شریک نہ ہوں گا، یہ شرط منظور ہو تو میں چلوں ورنہ

---

(۱) "وعن أبي قلابة: لا تجالسوا أهل الأهواء، ولا تجادلوهم، فإني لا آمن أن يغمسوكم في ضلالتهم، ويلبسوا عليكم ما كنتم تعرفون. قال أيوب: كان والله من الفقهاء وذوي الألباب. وعن عمر بن عبد العزيز رحمه الله: كان يكتب في كتبه: إني أحذركم ما مالت إليه الأهواء والزيغ البعيدة". (الاعتصام للشاطبي رحمه الله تعالى، باب ذم البدع وسوء منقلب أصحابها، فصل: أوجه التحذير من النقل، ص: ۔۔، دار المعرفة بيروت)

مجھے معاف کیا جائے، جو جماعت میں تو شاید یہ بات نہ ہو کہ معصیت میں ضرور شرکت کرلی ہو، کسی جماعت کے ساتھ چلا جایا کرے جس میں معصیت میں شرکت نہ ہوتی ہو، ورنہ حقانی کشت واجتماع پر کڑی بحث کردیا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۲/۱۴۰۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

تبلیغی جماعت کی کوتاہی اور اس کا علاج

سوال[۱۴۰۱]: تبلیغی جماعت کے امیر نیز شرکت کرنیوالے افراد اپنی چندروزہ کلمہ ونماز کی تحریک کی شکست پر اتنے نازاں ہیں کہ علمائے حقانی کی قدر تو درکنار بلکہ ان کی توہین وتنقیص کرتے ہیں اور سربازار عوام میں کہتے ہیں یہ لوگ مدارس سے تنخواہ لیتے ہیں، چندے وصول کرتے ہیں، لیکن عوام کو صحیح معنی میں دین سکھانا تو درکنار کلمہ ونماز کی تحریک میں بھی شریک نہیں ہوتے۔ علماء کی مجبوریوں سے آپ اچھی طرح واقف ہوں گے، علماء کثیر تعداد میں مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیتے ہیں اور مساجد کی امامت کی ذمہ داری بھی ان کا خاص مشغلہ ہے۔ مدارس اور مساجد تعلیم وتبلیغ کے اہم مراکز ہیں جنہیں چندروزہ نمازی دین کی کوئی خدمت ہی تصور نہیں کرتے، علماء پر آوازیں کستے ہیں۔

تبلیغی جماعت کے امراء دینی تعلیم سے ناواقف، اکثر وبیشتر قرآن کریم بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے، بلکہ جہلاء کی تعداد زیادہ رہتی ہے، انہیں میں سے کسی معقول اردو خواں کو امیر بنادیا جاتا ہے، وہ عوام کے سامنے نیابت رسول کے فرائض یا قال اللہ وقال رسول کے ذریعہ دو دو گھنٹے تین تین گھنٹے جھوم جھوم کر تقریریں کرتے رہتے ہیں، لیکن کوئی خوف نہیں ہوتا، اللہ پر افتراء ہوگا، یا رسول پر۔ مسائل تو ثانوی ہی ہیں، احادیث بھی، لیکن عوام کو دین کی طرف مائل کرنے کیلئے "اللہ فرماتے ہیں، رسول فرماتے ہیں" کو نہیں چھوڑ سکتے، حالانکہ تجربہ سے ثابت ہے کہ مدارس کے طلبہ کی جب انجمنیں ہوتی ہیں اور ہمارے علاوہ کی جماعت ان کی نگرانی کرتی ہے تو مبتدی اور متوسط تو درکنار دورۂ حدیث کے طلبہ بھی ایک آدھ گھنٹہ نہیں بول پاتے۔

مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اکابرین پر ایسا دور جاہلیت کی مخالفت کیوجہ سے تنقید کرتے ہیں ورنہ یہ صورت پر علماء کی جماعت ختم ہوتی جارہی ہے، ہندوستان کے کونے کونے سے آپ حضرات کے کان تک یہ صدائیں پہونچنا

www.ahlehaq.org

ہوگی۔ ایک بڑی بات ہو تو ضرور شکایت ہے، لیکن جب اس کو حیثیت ہی شروع ہو جائے تو تہمت لگانا اور انگشت دلانا لازمی ہے، لہٰذا اور وقت طلب امر یہ ہے کہ علماء کی تذلیل و توہین و طعن و تشنیع شرعاً جائز ہے، جب کہ وہ اپنے فرائض کو انجام دینے کی وجہ سے ان کی جماعت میں شریک ہونے سے مجبور ہیں؟ اور ہمارے اکابرین میں سے کون کون حضرات کتنے دنوں کا چلہ کر چکے ہیں؟ اس سے بھی باخبر کیا جائے تا کہ تبلیغی جماعت کو عبرت ہو، اور آوازیں کسنا، برا بھلا کہنا چھوڑ دیں، ورنہ آپ حضرات تک بھی یہ وبا پہنچ سکتی ہے۔ فقط۔

السائل: مولانا رستم علی قاسمی، صدر المدرسین مدرسہ رشیدیہ محلہ اشرف ٹیک، موضع ضلع دربھنگہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کلمہ، نماز وغیرہ کو اللہ تعالیٰ پاک کی نعمت عظیمہ تصور کرتے ہوئے شکر حق ادا کرنا تو واجب ہے کہ اس سے مزید توفیق ہوگی: ﴿لئن شکرتم لأزیدنکم﴾ الآیۃ (۱) لیکن اس پر ناز کر کے دوسروں کو حقیر و ذلیل سمجھنا سخت معصیت ہے کہ یہ تکبر ہے، جس کی سزا جہنم ہے (۲) اللہ پاک حفاظت فرمائے۔ اس تبلیغی کام کے نمبروں میں ایک نمبر "اکرام مسلم" کا بھی ہے، مذکورہ روش اس نمبر کے بھی خلاف ہے، اس غلط طریقہ کو تبلیغی کام کی طرف منسوب کرنا اصل کام کو بدنام کرنا ہے، ان کی پوری نگرانی کی ضرورت ہے، کام چونکہ زیادہ پھیل چکا ہے اس لئے ہر جماعت کو عالم اس میں میسر نہیں آسکتا، جو واقعی علمائے حق ہیں وہ دینی مشاغل اختیار کئے ہوئے ہیں (تدریس، تذکیر، تصنیف وغیرہ) ان کے اوقات میں اتنی گنجائش نہیں کہ جماعتوں کے ساتھ جائیں اور ہر جماعت کی امارت کے فرائض انجام دیں۔

اور جو علماء مدرسے کے علاوہ ہیں کہ محض فارغ ہوگئے، نہ ان کو صحیح تذکیر و وعظ کا سلیقہ ہے، نہ تصنیف و تبلیغ کی صلاحیت رکھتے ہیں، نہ تدریس کے اہل ہیں، ان سے توقع ہی کیا کی جا سکتی ہے کہ وہ اصلاح کریں گے، کتابوں کی عبارتیں بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے، آیات و روایات، مسائل کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ اس مجبوری کی وجہ سے جماعت ان میں سے کسی کو امیر بنا دیتی ہے، مجبوراً جو ان کو مقید کیا جاتا ہے کہ وہ چھ نمبروں سے تجاوز نہ کریں، جو مستقل وعظ کی شکل میں ہو جائے، اگر کچھ کہنا ہے تو زبانی نہ کہے بلکہ کتاب کو سنا دیں تا کہ ان کی اپنے

(۱) (سورۃ ابراھیم: ۷)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿قیل ادخلوا ابواب جہنم خالدین فیہا فبئس مثوی المتکبرین﴾ (الزمر: ۷۲)

ذمہ داری کچھ نہ رہے، پھر جو شخص اس میں زیادہ محنت کرتا ہے حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اس کو ملتا بھی ہے، چنانچہ بعض ایسے آدمی بھی ہیں، جو جماعت میں کام کرنے اور اصول کی پابندی کی وجہ سے کئی کئی گھنٹے تقریر کرتے ہیں اور ان کی تقریر صحیح ہوتی ہے، مگر جماعتوں کے تمام سب ایسے آدمی خال خال ہیں۔

جو لوگ آیات واحادیث بکثرت بیان کرتے ہیں اگر ان کا مقصود فقہی اجتہادی مسائل کا اختلاف ہے (معاذ اللہ) تو نہایت خطرناک پہلو ہے(۱) اس کا پوری طرح سد باب ضروری ہے، اگر ان کا مقصود یہ ہے کہ فقہی اجتہادی مسائل میں ائمہ علماء کا اختلاف بھی ہوتا ہے، مفتی بہ اور غیر مفتی بہ، راجح مرجوح اقوال بھی ہوتے ہیں اور صورتِ مسئلہ کچھ بدل جائے تو حکم بدل جاتا ہے، بعض مسائل میں قیود وشروط بھی ہوتے ہیں جو پورے طور پر مستحضر نہیں ہوتے اس لئے ایسے مسائل کو بیان فرمانا علمائے تقویٰ کا منصب ہے اس لئے تبلیغی جماعت کے عام لوگ ان مسائل کو بیان نہیں کرتے ہیں تو یہ پہلو قابلِ قدر اور لائقِ تحسین ہے۔

تبلیغی جماعت کے اصول میں سے ہے کہ جو حضرات علماء ومشائخ دینی مشاغل ہی میں لگے ہوئے ہیں ان کو باہر نکلنے کی دعوت پر زور نہ دیجائے، جیسے کہ "چھ باتیں" میں تصریح ہے(۲)، البتہ اس کام کو پسند کرنے والے اور بغیر چلہ ہی کے وقتاً فوقتاً اس میں شرکت کرنیوالے بہت خوش ہیں۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی سوانح حیات میں بہت تفصیل ملے گی۔

خود دار العلوم دیوبند کے صدر مہتمم حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ نے میرے سامنے فرمایا کہ "میں بھی چلہ میں جاتا ہوں مگر وقت میں گنجائش نہیں"۔

اور اپنے سامنے طلباء کے زمانہ تعطیل میں جانے کیلئے کوشش فرمائی اور چلہ کو بہت اہمیت دی، جہاں جہاں جماعت جائے وہاں کے علمائے کرام نگرانی فرما کر غلطیوں پر تنبیہ فرمائیں، انشاء اللہ تعالیٰ نفع ہوگا۔ فقط۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) قرآن کریم اور دیگر شعائر دینیہ معظمہ کا استخفاف فقہائے کرام نے بعض صورتوں میں شمار کیا ہے: قال القاری فی شرح الفقہ الاکبر: "وفی تتمۃ الفتاویٰ: من استخف بالقرآن أو بالمسجد، أو بنحوہ مما یعظم فی الشرع کفر". (فصل فی القراءۃ والصلوٰۃ، ص: ۱۶۷، قدیمی)

(۲) (کتاب "چھ باتیں" تبلیغی کام کرنے والوں کیلئے ہدایات، رقم ۹)

والدین کی مرضی کے بغیر جماعت میں جانا

سوال[۱۴۱۶]: زید نے تبلیغی جماعت میں جانے کیلئے چار ماہ تصور رکھے ہیں، زید کے باپ نے معلوم ہونے پر زید کو جماعت میں جانے سے منع کیا کہ میرے اوپر قرض کا بار پڑے گا، اور زید معقول رقم اپنے باپ کو ماہانہ دیتا ہے، جب وہ جماعت میں جائے گا تو وہ رقم باپ کو نہیں ملے گی۔ زید یہ کہتا ہے کہ میں نے وعدہ کرلیا ہے مجھے مجبوراً جانا پڑے گا، دوسرے یہ بھی کہتا ہے کہ تبلیغی جماعت میں جانا چونکہ فرض عین ہے، لہذا باپ کی مرضی کے بغیر جماعت میں جاسکتے ہیں؟

ایضاً

سوال[۱۴۱۷]: ۲… اگر باپ کے اوپر قرض کا بار نہ پڑے یعنی زید قرض دیدے اور باپ پھر بھی اجازت نہ دے تو کیا بلا اجازت جماعت میں جا سکتے ہیں؟

ایضاً

سوال[۱۴۱۸]: ۳… کیا باپ کو ناراض کرکے جماعت میں جاسکتے ہیں اور قرض لے کر جماعت میں جاسکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱… تبلیغی جماعت میں جانا فرض عین نہیں (۱)، البتہ دین سیکھنا فرض عین ہے (۲) خواہ مدرسہ میں داخل ہوکر یا خارج مدرسہ پڑھ کر، خواہ اہل علم اور اہل دین کی خدمت میں جاکر رہ کر، خواہ تبلیغی جماعت کے ساتھ رہ کر۔ بلاوجہ قوی کے وعدہ خلافی کرنا گناہ ہے (۳)، جہاں تک ہو سکے وعدہ پورا کرنا چاہئے، جس وعدہ کے

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "کیا تبلیغی جماعت میں جانا فرض عین ہے؟")

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "کیا تبلیغی جماعت میں جانا فرض عین ہے؟")

(۳) "عن زید بن أرقم رضي الله تعالیٰ عنه، عن النبي صلی الله علیه وسلم قال: "إذا وعد الرجل أخاه، ومن نیته أن یفي له، فلم یف ولم یجیء للمیعاد، فلا إثم علیه". رواه أبوداود والترمذي". (مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب الوعد، الفصل الثاني، ص: ۴۱۶، قدیمي)

قال القاري: "ومفهومه أن من وعد، ولیس من نیته أن یفي، فعلیه الإثم، سواء وفی به أو لم یف،

لیے وقت مقرر نہیں کیا اس کے پورا کرنے میں کوتاہی ہو جائے تو یہ وعدہ خلافی اور جھوٹ نہیں۔

۲... اگر باپ بلاوجہ تبلیغی جماعت میں جانے سے روکے تو اس کی اطاعت لازم نہیں، جیسے کہ علم دین حاصل کرنے سے روکنے میں اس کی اطاعت لازم نہیں (۱)۔ اگر قرض کے ادا کرنے کا بھی انتظام ہو جائے تو جس طرح دیگر ضروریات کے لئے قرض لینے کی اجازت ہے۔ اسی طرح تبلیغ میں جانے کیلئے بھی قرض لینے کی اجازت ہے۔

۳... حقوقِ واجبہ کو تلف کر کے تبلیغ میں جانے کی اجازت نہیں، بیوی بچوں اور ماں باپ کا نفقہ بھی اگر اس کے ذمہ ہو تو اس کا انتظام کرنا واجب ہے، اس کو ترک کرے گا تو گناہگار ہوگا۔ اسی طرح اگر ماں باپ ضعیف بیمار ہوں یا جسمانی خدمت کے محتاج ہوں تو ان کی جسمانی خدمت بھی لازم ہے، اس کو ترک کر کے بھی تبلیغی جماعت میں جانے کی اجازت نہیں۔ اگر حقوقِ واجبہ کا بھی انتظام ہو اور جسمانی خدمت کی بھی حاجت نہ ہو تو پھر ان کو خواہ مخواہ منع کرنے کا حق نہیں، منع کرنے پر بھی اگر چلہ میں چلا گیا تو گناہگار نہیں ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تبلیغی گشت میں ناپاک اور مشتبہ کپڑے والوں کو نہ لیجئے کہنا

سوال [۱۹۱۰]: ہم لوگ نمازی تبلیغ کرتے ہیں اور ان کو کلمہ یاد نہیں ان کو کلمہ یاد کراتے ہیں اور بعض اوقات ان کو مطلب بھی بتاتے ہیں، اس پر چند امور معلوم کرنے ہیں، نمبروار جواب مختصر و عام فہم عنایت

— فإنه من أخلاق المنافقين، ولا تعرض فيه لمن وعد وفي نيته أن يفي ولم يف بغير عذر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، الفصل الثاني: ۸/۵۸۱، رشيدية)

(۱) "وله الخروج لطلب العلم الشرعي بلا إذن والديه لو ملتحياً". (الدر المختار)

وفي رد المحتار: "أي إن لم يخف على والديه الضيعة إن كانا موسرين ولم تكن نفقتهما عليه، وفي الخانية: لو أراد الخروج إلى الحج، وكرها ذلك، قالوا: إن استغنى الأب عن خدمته، فلا بأس، وإلا فلا يسعه الخروج، وفي بعض الروايات: لا يخرج إلى الجهاد إلا بإذنهما، ولو أذن أحدهما فقط، لا ينبغي له الخروج، لأن مراعاة حقهما فرض عين والجهاد فرض كفاية". (كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۰۸، سعيد)

(۲) (رد المحتار، المصدر السابق)

دو، اللہ تعالیٰ اجر عنایت فرمائے۔

۱..... بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم کو کپڑے پاک ہونے میں شبہ ہے یا کچھ معمولی ناپاک چھینٹ کپڑوں پر لگی ہیں تو ایسے آدمیوں سے ہم کہہ دیتے ہیں کہ اس وقت انہیں کپڑوں میں نماز پڑھو، آئندہ احتیاط کرو۔

۲..... بعض آدمی کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے کپڑے بالکل ناپاک ہیں ان سے ہم یہ کہہ دیتے ہیں کہ اس وقت جماعت میں برابر علیحدہ کھڑے ہو جاؤ، آئندہ کپڑے پاک کرو اور نماز پڑھو۔

۳..... جو نماز جماعت سے نہ پڑھے ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا حکم فرمایا ہے؟

۴..... کوئی کہہ دیتا ہے کہ میں ناپاک ہوں اس کو ہم غسل کرا دیتے ہیں۔

۵..... بے نمازیوں کی بعض اوقات ہم بہت خوشامد کرتے ہیں۔

۶..... بعض آدمی کہہ دیتے ہیں کہ ہم تم کو کلمہ نہیں سناتے اس پر ہم کہتے ہیں کہ تم ہم سے مت سنو، ہم تمہارا سنیں تاکہ ایمان تازہ ہو اور جو غلطی ہو وہ نکل جائے۔

۷..... اگر ہماری جماعت کا کوئی آدمی اتفاقیہ کسی بے نمازی پر کسی وقت سختی کرتا ہے اور زبان سے برا کہتا ہے تو ہم اس آدمی کو تنبیہ کرتے ہیں اور توبہ کراتے ہیں اور اگر وہ پھر بھی سختی کرتا ہے تو اس کو اپنی جماعت سے علیحدہ کر دیتے ہیں۔

۸..... بعض لوگ ہماری اس تبلیغ کی مخالفت کرتے ہیں تو آیا اس میں ہمارا قصور ہے یا مخالفین کا قصور ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱، ۲..... محض شبہ سے کچھ نہیں ہوتا البتہ اگر صحیح علم یا یقین غالب ہو تو پھر اس کی مقدار معلوم کی جائے، اگر نجاست غلیظہ ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ ایک درہم سے کم معاف ہے، اس کا دھونا افضل ہے بغیر دھوئے بھی نماز صحیح ہو جاتی ہے، اور ایک درہم مقدار کا دھونا واجب ہے بغیر دھوئے نماز مکروہ تحریمی ہے اور ایک درہم سے زائد دھونا فرض ہے(۱)، بغیر دھوئے نماز صحیح نہیں ہوتی اور پیشاب وغیرہ کی بہت چھوٹی چھوٹی سوئی کے سرے

---

(۱) "وعفا الشارع عن قدر درهم، وإن كره تحريماً، فيجب غسله، وما دونه تنزيهاً، فيسن، وفوقه مبطل فيفرض". (الدر المختار)

تو حاکم وقت کو ان سے قتال کرنا چاہئے(۱) اور جو شخص بلا عذر جماعت ترک کرے تعزیر اس پر واجب ہے(۲)۔

۴... ایسا ہی کرنا چاہئے۔

۵... اس کا اثر اچھا ہوتا ہے، دل ایسا ہی کرنا چاہئے کہ اس سے ایمان تازہ ہوتا ہے، ثواب ملتا ہے، الفاظ کو صحیح کرنا، مطلب سمجھ کر دل سے صحیح یقین کرنا ضروری ہے۔

۶... بے محل سختی کرنے کا نتیجہ خراب ہوتا ہے، اول نرمی سے سمجھانا چاہئے(۳)، اگر کوئی نہ مانے اور نماز کا یا اس کی فرضیت کا انکار کرنے لگے تو اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو تبلیغ کرنا چاہئے، البتہ اگر کسی پر اپنا اثر اور قدرت ہو اور اس پر سختی کرنے سے کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو پھر شریعت نے قابل برداشت سختی کا بھی حکم فرمایا ہے(۴)، تاہم زبان سے برا کہنے اور ڈانٹنے سے اجتناب کیا جائے کیوں کہ مقصود کام ہے، لڑائی اور

---

(۱) "وصرح في المحيط بأنه لا يرخص لأحد في تركها بغير عذر حتى لو تركها أهل مصر يؤمرون بها، فإن ائتمروا، وإلا يحل مقاتلتهم". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۰۳، رشيدية)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل السابع عشر، فصل في الحث على الجماعة: ۲/۸۹، المكتبة الغفارية)

(۲) "وفي القنية وغيرها بأنه يجب التعزير على تاركها (أي الجماعة) بغير عذر". (البحر الرائق، المصدر السابق)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، سعيد)

(۳) "وينبغي للآمر والناهي أن يرفق، ليكون أقرب إلى تحصيل المطلوب، فقد قال الإمام الشافعي: من وعظ أخاه سراً فقد نصحه، ومن وعظه علانية فقد فضحه وشانه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۸/۸۶۳، رشيدية)

(۴) قال الإمام الغزالي رحمه الله تعالى في إحياء العلوم في كتاب الأمر بالمعروف: "الركن الرابع: نفس الاحتساب، وله درجات وآداب. الدرجة الرابعة: السب والتعنيف بالقول الغليظ الخشن، وذلك يعدل إليه عند العجز عن المنع باللطف وظهور مبادي الإصرار والاستهزاء بالوعظ والنصح. ولسنا نعني بالسب الفحش بما فيه نسبة إلى الزنا ومقدماته ولا الكذب، بل أن يخاطبه بما فيه مما لا يعد من جملة الفحش، كقوله: يا فاسق، يا أحمق، يا جاهل، ألا تخاف الله، فإن كل فاسق فهو جاهل، ولو لا حمقه لما عصى الله تعالى". (الباب الثاني في أركان الأمر بالمعروف، الخ: ۲/۴۳۳، دار إحياء التراث بيروت)

www.ahlehaq.org

برا کہنا نہیں۔

۸۔ طریق مذکورہ بالا پر تبلیغ کرنا ہرگز اسلام کے مخالف نہیں بلکہ مامور بہ ہے(۱)، اس کی مخالفت کرنے والا یا ناواقف ہے یا مخالف ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۲/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبداللطیف، ۱۵/ربیع الاول/۵۷ھ۔

نماز کیلئے زبردستی کرنا

سوال[۶۲۰]: دور حاضر میں جب مسلمانوں نے فرائض مذہبی کو قطعی پس پشت ڈال رکھا ہے اور ان کو فرائض مذہبی کو انجام دینے کی تنبیہ کی جاوے تو بہانے بناتے ہیں، اگر کسی محلہ میں کچھ لوگ متحد ہو جائیں اور اتفاق ہو جائے کہ جو شخص نماز روزہ ادا نہیں کرتا اس کو اول سمجھانے کی کوشش کی جائے، اس پر بھی نہ مانے تو زدوکوب کر کے ادا کرایا جائے اور زبردستی نماز پڑھائی جائے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زبردستی نماز پڑھوانے والے پر شرعاً گناہ تو سوار نہیں ہوتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز فرض عین ہے اس کا منکر کافر ہے اور تارک فاسق ہے(۲)، یہی حکم روزہ کا ہے(۳) اور حکومت

---

(۱) قال تعالیٰ: ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر وأولئك هم المفلحون﴾ (آل عمران: ۱۰۴)

(۲) "هي (أي الصلوة) فرض عين على كل مكلف بالإجماع ... ويكفر جاحدها لثبوتها بدليل قطعي، وتاركها عمداً مجانة: أي تكاسلاً فاسق" (الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۵۱-۳۵۲، سعيد)

(وكذا في العناية على هامش فتح القدير، قبيل باب المواقيت: ۱/۱۹۱-۱۹۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في المرقاة شرح المشكوة، كتاب الصلوة، الفصل الثاني: ۲/۲۷۴، رشيدية)

(۳) "ولم يتكلم على فرضيته وصفتها لما أنها من الاعتقادات لا الفقه، وثبوتها بالقطعي المتأيد بالإجماع، ولهذا يحكم بكفر جاحدها" (البحر الرائق، كتاب الصوم، تحت قوله: وصح صوم رمضان والنذر المعين والنفل إلخ: ۲/۴۵۲، رشيدية)

(وكذا في الهداية، كتاب الصوم: ۱/۲۱۱، مكتبه شركت علميه ملتان)

شریعت کی تبلیغ بھی ضروری ہے، لیکن بے نمازی کو اول مسئلہ بتا کر نرمی سے سمجھانا ضروری ہے (۱)، اگر وہ مان جائے اور نماز پڑھنے لگے تو اس پر سختی کی حاجت ہی نہیں، اور جو شخص نہ مانے اور اس پر اپنا اثر اور قدرت بھی ہو تو حسب استطاعت شریعت نے اس پر سختی کو بھی حکم فرمایا ہے، بشرطیکہ کوئی فتنہ نہ ہو (۲)۔ اگر کوئی اور فتنہ ہو مثلاً وہ نماز کی فرضیت کا انکار کردے اور دفع مکلف کو اس کی قدرت نہ ہو کہ دوبارہ نماز پڑھا سکیں، یا اس سختی کی بناء پر وہ مقدمہ کرے اور اس میں نہ قوتِ برداشت مضرت ہو جس سے آئندہ تبلیغ کا سلسلہ ہی بند ہو جائے یا اس کشاکش کو دیکھ کر دوسرے لوگ تبلیغ کرنا چھوڑ دیں اور آپس میں منافرت و کشیدگی پیدا ہو جائے کہ ایک دوسرے سے حسد کرے اور درپے آزار ہو جائے تو پھر سختی نہیں چاہیے، نہایت نرمی اور خوش اخلاقی سے کام کرنا چاہیے۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿ولو كنت فظاً غليظ القلب لانفضوا من حولك﴾ الآية (۳)۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ: "اولاد کو جب وہ دس برس کی ہو جائے اور نماز نہ پڑھے تو مار کر نماز پڑھاؤ"۔ نیز یہ بھی آیا ہے کہ: "تم میں سے جب کوئی معصیت دیکھے تو اسے چاہیے کہ ہاتھ سے روک دے، اگر ہاتھ سے روکنے کی قدرت نہ ہو تو زبان سے روک دے، اگر زبان سے بھی روکنے کی قدرت نہ ہو تو کم از کم دل سے برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے"۔

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "مروا أولادكم بالصلوة وهم أبناء سبع سنين، واضربوهم عليها وهم أبناء عشر سنين، وفرقوا بينهم في المضاجع". رواه أبوداؤد" (۴)۔

"عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان". رواه مسلم" (۵)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۵/۳/۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مفتی مدرسہ ہذا۔

---

(۱) (وکذا فی العنایۃ علی الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر: ۱/۲۰۲، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(۲) (قد مضی تخریجہ تحت عنوان: "تبلیغ کے وقت میں کیا احتیاط کرے، اول کو نماز سکھلاؤ")

(۳) (آل عمران: ۱۵۹)

(۴) (سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب متى يؤمر الغلام بالصلوة: ۱/۷۷، مكتبه امداديه ملتان)

(۵) (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان الخ: ۱/۵۱، قديمي)

www.ahlehaq.org

کے ان کو بھوکا چھوڑ کر ہرگز نہ جائیں، اگر اپنے پاس پیسہ نہ ہو تو ان کے کہنے کی وجہ سے قرض نہ لیں، اگر جلدی ادا کرنے کی صورت ہو تو پھر حسب حیثیت قرض لینے کی بھی گنجائش ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں باقاعدہ مدارس نہیں تھے، ایسے ہی لوگ دین سیکھا کرتے تھے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۸/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۱۷/۸/۸۷ھ۔

بچوں کے خرچ کا انتظام کیے بغیر تبلیغ میں نکل جانا

سوال [۱۲۲۲]: ایک شخص تبلیغ میں رہتا ہے، گھر پر اس کے چھوٹے چھوٹے بچے کھانے وغیرہ سے پریشان رہتے ہیں، کیا اس کیلئے اس طریقہ کی تبلیغ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بچوں کا خرچ نہ دینا جس سے وہ پریشان رہیں اور ان سے بے فکر ہو کر تبلیغ میں نکل جانا جائز نہیں (۱)، اس کو لازم ہے کہ بچوں کے خرچ کا انتظام پہلے کرے، پھر اگر موقع ملے تب تبلیغ میں جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۹۰ھ۔

عورتوں کا تبلیغ کیلئے سفر کرنا

سوال [۱۲۲۳]: ۱... عورتوں کو تبلیغ کیلئے سفر کرنا کیسا ہے؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتیں تبلیغ کیا کریں اور ازواج مطہرات میں سے کسی کو تبلیغ کیلئے بھیجا ہے؟

۲... کچھ عورتوں کا تبادینی یا دینی کسی کام کی وجہ سے ایک ساتھ سفر کرنا کیسا ہے؟ جیسے کہ عورتیں بھوپال اجتماع میں باہر جاتی ہیں، اگر خدانخواستہ اس سفر میں کسی گناہ کی جیسا کہ غیر محرم پر نظر پڑنا وغیرہ مرتکب ہوتی ہیں پھر اس کی ذمہ داری کس پر ہے؟

۳... کچھ عورتیں اپنے مردوں کی ناراضگی کی وجہ سے منع کرنے کے باوجود تبلیغ میں جاتی ہیں ان کو کس

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "قرض لے کر بچوں کو بھوکا چھوڑ کر تبلیغ میں جانا")

www.ahlehaq.org

خرچ روکا جائے؟ شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ تبلیغ یا کسی بھی مقصد کیلئے عورت کو شرعی سفر کی اجازت نہیں جب تک شوہر یا محرم ساتھ نہ ہو(۱)، یا سفر کے بغیر ان کا اجتماع درست ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کو کسی مکان میں اجتماع کیلئے جمع فرمایا ہے(۲)۔

۲۔ مسافت سفر ۴۸ میل سے کم میں جانے کی گنجائش ہے(۳) لیکن پوری احتیاط کے ساتھ کوئی

---

(۱) قال فی الهداية: "ولا يجوز لها أن تحج بغير هما (أی الزوج والمحرم) إذا كان بينها وبين مكة ثلاثة أيام ... بخلاف ما إذا كان بينها وبين مكة أقل من ثلاثة أيام، لأنه يباح لها الخروج إلى مادون السفر بغير محرم". (كتاب الحج: ۱/۲۳۳، مكتبه شركت علميه ملتان)

"كما في الصحيحين: "لا تسافر امرأة ثلاثاً إلا ومعها ذو محرم". وفي لفظ لهما: "فوق ثلاث"، وفي لفظ للبخاري: "ثلاثة أيام". (فتح القدير، كتاب الحج: ۲/۴۲۰، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج: ۲/۵۵۱، رشيديه)

البحر أيضاً: "وقيد بالسفر وهو ثلاثة أيام بلياليها؛ لأنه يباح لها الخروج إلى مادون ذلك لحاجة بغير محرم". (المصدر السابق: ۲/۵۵۵)

(وكذا في المرقاة شرح المشكوة، كتاب الحج، الفصل الأول: ۵/۳۸۶، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحج: ۲/۴۶۴، ۴۶۵، سعيد)

(۲) "ابن الأصبهاني قال: سمعت أبا صالح ذكوان يحدث عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه، قالت النساء للنبي صلى الله عليه وسلم: غلبنا عليك الرجال، فاجعل لنا يوماً من نفسك، فوعدهن يوماً لقيهن فيه، فوعظهن وأمرهن، فكان فيما قال لهن: "ما منكن امرأة تقدم ثلاثة من ولدها إلا كان لها حجاباً من النار"، فقالت امرأة: واثنين؟ فقال: "واثنين". (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب هل يجعل للنساء يوم على حدة في العلم: ۱/۲۰، قديمي)

قال ابن حجر رحمه الله تعالى: "(قوله: فوعظهن) ... ووقع في رواية سهيل بن أبي صالح عن أبيه عن أبي هريرة - رضي الله تعالى عنه - بنحو هذه القصة، فقال: "موعدكن بيت فلانة، فأتاهن فحدثهن". (فتح الباري، كتاب العلم، باب هل يجعل للنساء يوم على حدة في العلم: ۱/۲۰۶، قديمي)

(۳) (تقدم في الحاشية الأولى)

www.ahlehaq.org

فتنہ واقعہ پیش آنے کا اندیشہ ہو، نظر کی حفاظت لازم ہے، مکان میں بھی باہر بھی (۱)۔ چچازاد، خالہ زاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد بھائی، دیور، بہنوئی وغیرہ بھی سب نامحرم ہیں، ان سے بھی پردہ لازم ہے، جو عموماً مکانات میں نہیں ہوتا اور اہل خاندان اس کو برداشت کرتے ہیں بلکہ ان سے پردہ کو معیوب اور تنگ نظری سمجھتے ہیں اور نوبت آگے بڑھ کر ان سے ہنسی مذاق، بے تکلفی تنہائی کی باتیں ہو کر خراب نتائج بھی پیدا ہوتے ہیں۔

بقول اکبر مرحوم ؎

آج کل پردہ دری کا یہ نتیجہ نکلا
جسکو سمجھے تھے کہ بیٹا ہے، بھتیجہ نکلا

۲... عورتوں میں تبلیغ کی بے حد ضرورت ہے، اگر بڑے مکان پر ان کو دین سکھانے اور کتاب سنانے کا انتظام کر دیں تو بہتر ہے، یا پھر اپنے ہی شہر میں ہفتہ میں ایک دن ان کے اجتماع کا مقرر کر دیا جائے، یہاں سب پردہ کے ساتھ جمع ہو جایا کریں، اگر کہیں سفر کرنا ہو تو شوہر یا کسی محرم کے ساتھ جانے کا انتظام کیا جائے تاکہ دینی نقصان بھی نہ ہو، شریعت کی اتباع رہے، عورتوں کی تربیت کا مقصد بھی حاصل ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۹/۱۱/۸۹ھ۔

عورتوں کیلئے تبلیغی سفر

سوال [۲۰۷۱]: زید کی والدہ تبلیغی جماعت میں کافی عرصہ سے کام کرتی ہیں، اب تبلیغی جماعت کے

---

(۱) قال تعالى: ﴿وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن ويحفظن فروجهن إلا ما ظهر منها﴾ (سورة النور: ۳۱)

قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالى: "وفي الزواجر لابن حجر المكي: كما يحرم نظر الرجل للمرأة، يحرم نظرها إليه ولو بلا شهوة ولا خوف فتنة، نعم إن كان بينهما محرمية نسب أو رضاع أو مصاهرة نظر كل إلى ما عدا ما بين سرة الآخر وركبته ... نعم على جمهور، الأجنبي أصلاً أولى به وأحسن. فقد أخرج أبو داود ... عن أم سلمة أنها كانت عند رسول الله صلى الله عليه وسلم وميمونة قالت: فبينما نحن عنده أقبل ابن أم مكتوم فدخل عليه -وذلك بعد ما أمرنا بالحجاب- فقال رسول الله ﷺ: "احتجبا منه". فقلت: يا رسول الله! هو أعمى لا يبصر. قال: "أفعمياوان أنتما ألستما تبصرانه؟" واستدل به من قال بحرمة نظر المرأة إلى شيء من الرجل الأجنبي مطلقاً". (روح المعاني: ۱۸/ ۱۴۲، دار إحياء التراث العربي)

www.ahlehaq.org

اکابرین نے چند مستورات کی جماعت محرموں کے ساتھ لندن بھیجنے کا ارادہ کیا ہے، اس مذکورہ جماعت میں زید کی والدہ کا نام بھی ہے، زید کی والدہ اپنے شوہر کے ساتھ لندن جائیں گی، گھر میں چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں، ایک پندرہ سالہ لڑکی بھی ہے، والدین کی عدم موجودگی میں بچوں کی نانی بچوں کی دیکھ بھال کرنے کے لئے تیار ہے، تو ان حالات میں یہ سفر جائز ہے یا نہیں؟ اور مستورات کا جماعت کی شکل میں دور دراز کا سفر بغرض تبلیغ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تبلیغی جماعت کا مقصد دین سیکھنا، اس کو پختہ کرنا اور دوسروں کو دین سیکھنے، پختہ کرنے کے لئے آمادہ کرنا ہے، وہ اس جذبہ کو عام کرنے کے لئے طویل طویل سفر بھی اختیار کئے جاتے ہیں، جس طرح مرد اپنے دین کو سیکھنے اور پختہ کرنے کے محتاج ہیں عورتیں بھی محتاج ہیں اور گھروں میں عموماً اس کا انتظام نہیں ہے، اس لئے اگر لندن یا کسی بھی دور دراز مقام پر محرم کے ساتھ حدود شرع کی پابندی کا لحاظ رکھتے ہوئے جائیں اور کسی کے حقوق تلف نہ ہوں تو شرعاً اس کی اجازت ہے، بلکہ دینی اعتبار سے مفید اور اہم ہے۔ اگر بچے اتنے چھوٹے نہیں کہ بغیر والدہ کے تڑپیں گے اور ان کی پرورش نہیں ہو سکے گی اور بچوں کی نانی ان کی دیکھ بھال اطمینان بخش طریقہ پر کریں گی تو بھی اجازت ہے۔ خدائے پاک اس سفر میں برکت دے، نصرت فرمائے اور کامیاب واپس لائے، بچوں کو عافیت سے رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۰/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۲۰/۲/۹۱ھ۔

عورتوں کی تبلیغ

سوال [۱۴۲۶]: ہمارے یہاں عورتوں کی جماعت تبلیغ بھی شروع ہوئی ہے، کیا اس پرفتن زمانہ میں شرعاً اس کی اجازت ہے؟ کیا حدیث شریف یا آثار صحابہ میں اس کی اجازت ہے؟ کیا اس میں شرکت کرنے والی عورتیں گنہگار ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مستورات کی درخواست پر ان کے لئے اجتماع کا دن اور

www.ahlehaq.org

عورتوں کا اجتماع اور تقریر

سوال [۱۴۲۸]: عورتوں کا اجتماع کرنا اور عورتوں کا عورتوں میں تقریر کرنا، ملک وغیرہ ممالک مختلفہ وغیر مختلفہ کا سفر کرنا درست ہے یا نہیں؟ کیا اسلاف میں اس کی نظیر ملتی ہے؟ اگر درست نہیں ہے تو ان امور پر کیا وعید، تنقید وتبصرہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دین سیکھنا اور سکھانا حسب حیثیت سب کے ذمہ ضروری ہے (۱)، گھر کے آدمی: باپ، دادا، نانا، چچا، ماموں، بھائی اگر مستورات کو دین سکھایا کریں تو یہ ضرورت پوری ہو جائے، اگر وہ نہ سکھائیں یا ان کے پاس خود ہی دین نہ ہو تو ضروری مسائل اعتقادیہ وعملیہ سیکھنے کے لئے ان کو دوسری مستورات کے پاس جانے کی ضرورت پیش آئے گی کہ وہ اپنے مردوں سے دریافت کرکے بتائیں، تعلیم میں پردہ کا لحاظ ضروری ہوگا۔

= اس کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عورتوں کی انفرادی اور اجتماعی تعلیم مختلف مواقع پر ثابت ہے

"عن عبد الرحمن بن عابس رضي الله تعالى عنه قال: سمعت ابن عباس قال: خرجت مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يوم فطر أو أضحى، فصلى، ثم خطب، ثم أتى النساء، فوعظهن وذكرهن وأمرهن بالصدقة". (صحيح البخاري، كتاب العيدين، باب خروج الصبيان إلى المصلى: ۱/۱۳۳، قديمي)

(۱) "عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "طلب العلم فريضة على كل مسلم" الحديث. (المقدمة من سنن ابن ماجة، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، ص: ۲۰، قديمي)

قال الشيخ عبد الغني المجددي رحمه الله تعالى عليه: "قال البيضاوي: المراد من العلم ما لا مندوحة للعبد عن تعلمه كمعرفة الصانع، والعلم بوحدانيته، ونبوة رسوله، وكيفية الصلوة، فإن تعلمه فرض عين". (إنجاح الحاجة هامش سنن ابن ماجة، ص: ۲۰، حاشية رقم: ۳، قديمي)

وكذا في المرقاة شرح المشكاة، كتاب العلم، الفصل الثاني: ۱/۴۷۲، رقم: ۲۱۸، رشيدية)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں مستورات دین سیکھنے کے لئے آیا کرتی تھیں (۱)، نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مستورات کا اجتماع فرمایا (۲) اور خود تشریف لے جا کر ان کو دین سکھایا (۳)۔

اگر اپنے محرم یا شوہر کے ساتھ جائیں اور مستورات میں تقریر کریں اس طرح کہ نامحرم آواز نہ سنیں اور پردہ کا پورا لحاظ رکھیں، نیز اور کسی فتنہ کا بھی خطرہ نہ ہو تو گنجائش ہے۔ بغیر شوہر یا بغیر محرم کے شرعی سفر کرنا یا بے پردہ جانا (۴) یا اس طرح تقریر کرنا کہ غیر محرم بھی آواز سنیں مثلاً لاؤڈ اسپیکر پر یا کوئی اور فتنہ ہو تو

---

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دیگر صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے مختلف طریقوں سے دین سیکھا ہے، بعض اوقات کسی کو کوئی مسئلہ پیش آیا تو وہ آپ کی خدمت میں آگئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جواب ارشاد فرماتیں۔ مثلاً: امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب باندھا ہے "باب إقبال المحيض وإدباره" اس میں صحابیات کا عمل نقل کرتے فرماتے ہیں:

"وكن نساء يبعثن إلى عائشة بالدرجة فيها الكرسف فيه الصفرة، فتقول: "لا تعجلن حتى ترين القصة البيضاء". تريد بذلك الطهر من الحيضة". (كتاب الحيض: ۱/۴۶، قديمي)

بعض اوقات کسی نے مسئلہ پیش آنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، سمجھ میں نہ آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سمجھایا: "عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن امرأة سألت النبي صلى الله عليه وسلم عن غسلها من المحيض، فأمرها كيف تغتسل، قال: "خذي فرصة من مسك، فتطهري بها" قالت: كيف أتطهر بها؟ قال: "تطهري بها". قالت: كيف؟ قال: "سبحان الله، تطهري" فاجتذبتها إلي، فقلت: تتبعي بها أثر الدم". (صحيح البخاري، كتاب الحيض، باب دلك المرأة نفسها: ۱/۴۵، قديمي)

قال ابن حجر: "وفهمت عائشة رضي الله تعالى عنها ذلك عنه، فتولت تعليمها". (فتح الباري، كتاب الحيض، باب دلك المرأة: ۱/۵۳۸، قديمي)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "عورتوں کا تبلیغ کیلئے سفر کرنا")

(۳) "عن ابن عباس أن النبي صلى الله عليه وسلم خرج ومعه بلال رضي الله تعالى عنه، فظن أنه لم يسمع النساء فوعظهن، وأمرهن بالصدقة" الحديث. (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب عظة الإمام النساء: ۱/۲۰، قديمي)

(۴) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "عورتوں کا تبلیغ کے لئے سفر کرنا")

www.ahlehaq.org

بھی اجازت نہیں (۱)۔ عموماً عورتوں کے اجتماع میں فتنہ پیدا ہو ہی جاتا ہے اس لئے اس سے بچنے کی از حد ضرورت ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۹/۲/۹۵ھ

عورتوں کی اجتماعات میں شرکت

سوال: مروجہ طریقہ پر جو دینی و تبلیغی جلسے ہوتے ہیں ان میں وعظ و تقریریں اور نصائح بیان کئے ہوتے ہیں، ایسی مجلسیں یقیناً بابرکت ہیں، مگر سوال یہ ہے کہ ایسے جلسوں میں عورتوں کا شریک ہونا عند الشرع کیا حکم رکھتا ہے؟ جبکہ صوم وصلوٰۃ وغیرہ اور ضروری مسائل وفضائل سے واقف ہوں، اور بہشتی زیور یا اس جیسی دینی کتابیں پڑھ کر سمجھ بھی سکتی ہوں اور دوسرے کو بھی سمجھا سکتی ہوں، اور کسی قدر عقل بھی ہو، اگر مسئلہ سمجھ میں نہ آئے تو بڑوں سے سمجھ سکتی ہوں۔

مختصر یہ کہ ضروری علم ان کو حاصل ہو تو ایسی صورت میں جلسوں کی مجلس میں آمد ورفت کیسا ہے؟ جبکہ زیادہ تر رات ہی میں ہوتا ہے اور جلسہ میں کم از کم چار پانچ سو مرد ہو جاتے ہیں اور عورتوں کا یہ کہنا کہ نیک کام میں جاری ہوں صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور یہ طریقہ عورتوں میں عام ہو رہا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کے لئے اصل بات یہ ہے کہ گھر میں رہے، دینی مسائل کی ضرورت ہو تو شوہر، باپ، بھائی وغیرہ سے معلوم کرلیں، کتاب سمجھ سکے تو کتاب میں دیکھ لے، جو شوہر وغیرہ سے بھی معلوم نہ ہو سکے اور کتاب بھی نہ ملے یا سمجھ میں نہ آوے تو وہ شوہر، باپ وغیرہ کے ذریعہ سے کسی عالم سے دریافت کرے، نہ خود باہر جائے نہ کسی کے پاس خط لکھے جبکہ فتنہ کا اندیشہ ہو، لیکن مسلمانوں میں بے علمی اور بے دینی کی فضا عام ہے، ہزاروں میں ایک

---

(۱) قال العلامة الحصكفي: "(والعورة) للحرة جميع بدنها خلا الوجه والكفين والقدمين ... وصوتها على الراجح" (الدر المختار)

"قال عليه السلام: "التسبيح للرجال والتصفيق للنساء"، فلا يحسن أن يسمعها الرجل. وفي الكافي: ولا تلبي جهراً؛ لأن صوتها عورة الخ" (رد المحتار، باب شروط الصلاة، قبيل مطلب في النظر إلى وجه الأمرد: [illegible]/۴۰۶، سعيد)

آدھی مشکل سے ملے گا جو علم اور عمل میں پختہ ہو، یا اس کو علم وعمل کی لگن ہو، اس لئے علم کو عام کرنے کی ضرورت ہے اور عمل کو بھی، دین سیکھنے کا جذبہ بھی ہونا چاہئے، پھر یہ کہ چند مسائل میں دین محدود نہیں۔

اجتماعات میں شرکت کرنے سے دینی جذبہ قوی ہوتا ہے، اس جذبہ کے اثر سے دوسروں کو فائدہ ہوتا ہے، گھر کے ماحول کو درست کرنے کی بھی فکر پیدا ہوتی ہے، علم میں بھی اضافہ ہوتا ہے، ایمان میں پختگی آتی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ زندگی کو اپنانے کی، قلب میں اصلاح کا ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ ان فوائد کے پیش نظر پورے پردہ کے ساتھ جانا ہو اور کوئی فتنہ نہ ہو تو بلا مجبوری کے ان کو شرکت سے روکنا نہیں چاہئے، بلکہ شوہر یا کوئی محرم اپنے ساتھ لے جائے، وہاں خود بھی مستفیض ہو اور ان کو بھی محروم نہ رکھے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۷/۹۲ھ۔

عورتوں کی تبلیغ اور نظم ترنم سے پڑھنا

سوال [۱۳۳۰]: ۱..... عورتوں کا کسی کے گھر جا کر تبلیغ کا ذکر کرنا اور ایسا معمول بنانا کہ روزانہ تبلیغ کا کام ہو سکے، کہاں تک مناسب ہے اور اس میں کیا کوئی حرج ہے؟

۲..... اگر ذکر کے دوران نظم آجائے تو اس کو ترنم کے ساتھ پڑھنا کیا عورتوں کے لئے جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پردہ کے ساتھ کسی ایک مکان میں جمع ہو کر دین کی باتیں کریں، سیکھیں سکھائیں، کتاب پڑھیں، سنیں جس سے دینی معلومات حاصل ہوں، عمل پر پابندی ہو، ایمان تازہ ہو، شرعاً درست ہے مفید ہے (۱)، لیکن کوئی تقریر کسی عورت کی ایسی نہ ہو جس کی آواز نامحرموں تک پہونچے، لاؤڈ اسپیکر اس میں استعمال نہ کیا جائے (۲)۔ ترنم اور گانا ہرگز نہ ہو، اس سے پورا پرہیز کیا جائے (۳)، ایسا نہ ہو کہ دین کی خاطر کام کیا جائے اور اس میں شیطان کا بھی حصہ ہو جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۳/۱۳۹۶ھ۔

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "عورتوں کا تبلیغ کے لئے سفر کرنا")

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "عورتوں کا تبلیغ کے لئے سفر کرنا")

(۳) "و (العورة) للحرة جميع بدنها خلا الوجه والكفين ..... وصوتها على الراجح". (الدر المختار) =

صرف عورتوں کی مجلس میں وعظ کے بجائے کتابی تعلیم مناسب ہے

سوال[۱۲۳۱]: جب صرف عورتوں کی مجلس ہو اور عورتیں ہی وعظ کرنے والی ہوں تو ان کے وعظ کا کیا طریقہ ہونا چاہیے؟ معتبر کتاب پڑھ کر سنائیں یا مقررین کی طرح مجمع میں اشعار وغیرہ پڑھ کر تقریر کریں یا مذاکرہ کریں؟ کونسی صورت میں عورتیں وعظ ونصیحت کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مذاکرہ کرلیں، کتاب سنادیں، حسب موقع دونوں صورتیں مناسب اور مفید ہیں، تقریر سے احتراز مناسب ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۶/۳/۹۶ھ۔

تبلیغی گشت والوں کے سامنے عذر بیان کرنا

سوال[۱۲۳۲]: ...۱. جیسا کہ آج کل تبلیغی جماعت اپنے کام تبلیغ دین میں گاؤں در گاؤں لگی ہوئی ہے اور سنت رسول کو زندہ کر رہی ہے، لیکن وہ حضرات اپنی تقریر کے بعد جماعت میں شامل ہونے کے لئے بہت ہی زیادہ تشدد اختیار کرتے ہیں اور چلے میں جانے کے لئے مجبور کرتے ہیں اور مقامی جماعت گاؤں میں گشت کرتے وقت لوگوں کو اپنے پاس بلانے میں مجبور کرتے ہیں۔ اگر کوئی یہ عذر کرے کہ میں اس وقت کھانا کھا رہا ہوں، یا کوئی بیماری کی وجہ سے دوا لگا کر آرام کر رہا ہوں اور اپنے یہ اعذار بیان کرنے پر کیا وہ آدمی جو حقیقت میں ان کاموں میں مشغول ہے گناہگار ہوگا؟ خلاصہ یہ ہے دینی کاموں میں مجبور کرنے کا کیا حکم ہے؟

= (وفي رد المحتار: "وصرح في النوازل بأن نغمة المرأة عورة. . . وفي الكافي: لا تلبي جهراً؛ لأن صوتها عورة، ولا نجيز لهن رفع أصواتهن ولا تمطيطها ولا تليينها وتقطيعها، لما في ذلك من استمالة الرجال إليهن، وتحريك الشهوات منهم، ومن هذا لم يجز أن تؤذن المرأة. قلت: ويشير إلى هذا تعبير النوازل بالنغمة". (باب شروط الصلاة، مطلب في النظر إلى وجه الأمرد: ۱/۴۰۶، سعيد)

(۱) تقریر میں آواز کے بلند ہونے کا قوی احتمال ہے، جو کہ ممنوع ہے۔ "كما تقدم تحت عنوان: "عورتوں کا اجتماع اور تقریر""

تبلیغی پروگرام کی وجہ سے عشاء کو مؤخر کرنا

سوال [۴۰۳۲]: ۲..... اور مغرب کی نماز کے بعد وہ حضرات اپنی تقریروں کا پروگرام رکھتے ہیں اور عشاء کی نماز کو اپنے مقررہ وقت سے ۱۱/ بجے تک مؤخر کرتے ہیں اس میں وہ حضرات جو کہ گیارہ بجے تک کا ٹائم نہیں دے سکتے، وہ بغیر عشاء کی جماعت میں شرکت کئے گھر واپس آجاتے ہیں، کیا تقریر کی وجہ سے عشاء کو مؤخر کرنا یہاں تک کہ دوسرے لوگ جماعت کے ثواب سے محروم ہوجائیں شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... جو شخص واقعی کسی قوی عذر کی وجہ سے شریک نہ ہوسکے وہ اللہ کے نزدیک مجرم اور گنہگار نہیں (۱)، لیکن معمولی عذر کو بہانا نہیں بنانا چاہئے، چونکہ لوگوں کے ذہن میں آج کل دنیا کے کاموں کی عموماً جو اہمیت ہے اس کے مقابلہ میں دین کی اہمیت نہ ہونے کے برابر ہے، اس لئے تبلیغ کا کام کرنے والے عذر بیان کر دیتے ہیں اور بعض ناواقف جو شیلے مبلغ حدود کو پہچانتے بھی نہیں۔

۲..... مسجد کی جماعت اپنے وقت پر کی جائے، اپنے تقریری پروگرام کی وجہ سے جماعت کو زیادہ مؤخر نہ کیا جائے جس سے وہاں کے پابند جماعت نمازی بلا جماعت نماز پڑھیں (جماعت سے محروم رہ جائیں) یا کسی دوسری مسجد میں جائیں (۲)، ہاں اگر وہاں کے سب ہی آدمی اس دینی کام کی قدر کرتے ہوں، وہ ایک دو آدمی

---

(۱) "الضرورات تبیح المحظورات، الضرورات تتقدر بقدرها". (قواعد الفقه، ص: ۸۹، الصدف پبلشرز)

"الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة أو خاصة". (قواعد الفقه، ص: ۷۵)

(۲) "چونکہ نماز با جماعت کی اہمیت کے پیش نظر ترک جماعت پر احادیث شریفہ میں بہت سخت وعیدیں آئی ہیں، نیز بعض فقہاء کرام نے جماعت کو فرض عین قرار دیا ہے، اور مذکورہ بیان اعذار میں سے بھی نہیں جن کی وجہ سے ترک جماعت جائز ہے اس لئے ہر بندے کو احتیاطاً ترک جماعت کیلئے سبب بھی نہیں بننا چاہئے، یہ دوسروں کی بات الگ ہے جیسے کہ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے:

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "والذي نفسي بيده لقد هممت أن آمر بحطب فيحطب ثم آمر بالصلوة فيؤذن لها، ثم آمر رجلاً فيؤم الناس، ثم أخالف إلى رجال". وفي رواية: "لا يشهدون الصلوة، فأحرق عليهم بيوتهم". الحديث. (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب الجماعة وفضلها، الفصل الأول، ص: ۹۵، قديمي) ....

رسالہ ماہنامہ دفتر ''نظام'' کرنیل گنج کانپور، یوپی سے شائع ہوا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور جوابات

سوال [۱۶۴۵]: ۱..... دورِ حاضر میں دعوت وتبلیغ یا تبلیغی جماعت کے نام سے جو جماعت کام کر رہی ہے اور گشت کے ذریعہ کلمہ وغیرہ کی دعوت دیتی ہے، یہ جماعت قرآن وحدیث اور سلف صالحین کے طریقہ پر ہے یا نہیں؟

۲..... کیا یہ کہنا صحیح ہے کہ یہ جماعت ایمان کو مردہ بناتی ہے اور جذبۂ جہاد کو ختم کرتی ہے اور اسلام کے خلاف کام کرتی ہے یا غیر مسلموں کی اسلام کے خلاف سازش ہے؟

۳..... شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی جمع کردہ کتب فضائل ''تبلیغی نصاب'' یا ''فضائل اعمال'' کے بارے میں حضرات علماء کی کیا رائے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ نے نظام الدین دہلی سے تبلیغی جماعت کا جو کام شروع فرمایا ہے، جس کے چھ نمبر ہیں اور وہ کام اللہ کے فضل سے بڑھتے بڑھتے آج تمام دنیا میں عرب وعجم میں پھیل چکا ہے، جس کی بدولت بے شمار بددین، فاسق اب متبع سنت اور پابند شریعت ہوگئے، بے نمازی بڑی تعداد میں نمازی بن گئے، جو لوگ کبھی زکوٰۃ نہیں دیتے تھے وہ باقاعدہ زکوٰۃ دینے لگے، کتنے ہی لوگ ایسے ہیں کہ مالدار ہونے کے باوجود ان کو حج کا خیال تک نہیں آتا تھا انہوں نے حج کیا اور بار بار حج کرتے ہیں، کتنی مسجدیں ویران پڑی ہوئی تھیں وہ نمازیوں سے آباد ہوگئیں، کتنی بستیوں میں دینی مدارس قائم ہوگئے جن میں قرآن کریم، حدیث، تفسیر کی تعلیم ہوتی ہے، کتنے ان پڑھ اور جاہل آدمی عالم ہوگئے اور تمام دنیا میں دین کی خدمت اور اشاعت کے لئے پھر رہے ہیں، کتنے لوگوں کے ایمان نہایت پختہ ہوگئے جب کہ وہ پہلے سے مشرکانہ عقائد میں مبتلا تھے۔ ان چیزوں کو دیکھ کر بھی کیا اس کے دینی کام ہونے میں شبہ ہوسکتا ہے؟ قرآن کریم اور حدیث شریف (۱) کا بھی یہی حکم ہے اور سلف صالحین نے اپنی زندگیاں اسی کام کے لئے وقف کی تھیں۔

---

(۱) قال تعالیٰ: ﴿کنتم خیر أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون باللہ﴾ الآیة (آل عمران: ۱۱۰)

قرار دینے لگے وہ اپنے کام کا خود ذمہ دار ہے یا اس کی اصطلاح ہی کچھ اور ہو کہ وہ ایمان و اسلام کے معنی ایسے بیان کرتا ہو جو کہ قرآن وحدیث کے خلاف ہوں اور سلف صالحین نے کبھی بھی ایسے معنی بیان نہ کئے ہوں تو وہ اپنی جداگانہ اصطلاح میں مسلم ومومن ہے۔

۳...... بہت مفید ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۷/۱۴۰۶ھ۔

تبلیغی جماعت پر اعتراض

سوال [۱۴۲۶]: تبلیغی جماعت کیسی ہے؟ کیا مسلمانوں پر ضروری ہے کہ اس کی ہر بات کو مان کر عمل کریں، حالانکہ ان میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو دینی تعلیم سے بہت ہی کم واقف ہوتے ہیں اور منبر پر کھڑے ہو کر وعظ ودیگر ضروری امور کلمہ و تفسیر وغیرہ پر زور دیتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ جبکہ غالباً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ہے کہ کوفہ کی جامع مسجد میں ایک عالم تقریر کر رہے تھے، ان سے جب دریافت کیا گیا کہ تم کو ناسخ ومنسوخ کا علم ہے تو انہوں نے انکار کیا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کو مسجد سے باہر کر دیا۔ تو یہ تبلیغی جماعت والے کس طرح وعظ کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں، ان سے جب کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم خود سیکھنے کیلئے کھڑے ہوتے ہیں، کیا سیکھنے کیلئے دارالعلوم دیوبند نا کافی ہے؟ بہر صورت اس بارے میں تشفی بخش جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تبلیغی جماعت جس کا مرکز نظام الدین دہلی ہے اچھی اور صحیح العقیدہ جماعت ہے، اس جماعت میں جو مستند اہل علم ہیں ان کی تقریروں میں تو کوئی اشکال نہیں، جو غیر عالم ہیں ان کو ہدایت ہے کہ چھ نمبر سے زائد کوئی بات بیان نہ کریں، یا تو چھ نمبروں کو بیان کریں تاکہ وہ پختہ ہو جائیں یا کتاب پڑھ کر سنائیں اور کتابیں بھی قابل اعتماد تجویز ہیں، اس کے علاوہ غیر اہل علم کو اجازت نہیں۔ چھ نمبروں میں کوئی بات قرآن کریم اور حدیث شریف اور فقہ کے خلاف نہیں ہے (۱)۔ ان کو بیان کرنے اور سننے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ نفع ہی نفع ہے۔

= عشر علماً: السلطة والنصر الخ" (مرقاة المفاتيح، كتاب العلم، الفصل الثاني، ۱/۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، رشيديه)

(۱) (قد سبق تخريجه تحت عنوان "تبلیغ بھی دین سیکھنے کا ذریعہ ہے")

علم دین سیکھنے کا یہ طریقہ بھی ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو کر سیکھا جائے مگر یہ ظاہر ہے کہ کروڑوں مسلمان سب کے سب دارالعلوم دیوبند میں نہ سیکھنے کیلئے آسکتے ہیں نہ سما سکتے ہیں، نہ سب کے پاس اتنا وقت ہے، نہ سب کو شرعاً اس پر مجبور کیا جا سکتا ہے، نہ سب میں اس کی صلاحیت ہے۔ نہ مدارس ان سب کا صرفہ برداشت کر سکتا ہے۔ اس کے لئے جگہ جگہ مدارس و مکاتب قائم کئے جاتے ہیں اور کتابیں تصنیف کی جاتی ہیں اور رسالے اور اخبار شائع کئے جاتے ہیں، فتاویٰ کا انتظام بھی کیا جاتا ہے، انجمن بھی بنائی جاتی ہے، وعظ کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے، یہ سب ہی طریقے دین سیکھنے اور سکھانے کے لئے ہیں، اسی طرح تبلیغی جماعت کا جو طریقہ ہے وہ بھی دین سیکھنے کا بہت مفید طریقہ ہے۔

جس شخص کو نماز، کلمہ، وضوء، کچھ نہیں آتا ہے وہ چالیس روز کے لئے جماعت کے ساتھ نکل جاتا ہے تو اسی طرح اسی مدت میں اچھا خاصا وہ سیکھ لیتا اور پابند ہو جاتا ہے اور پھر آگے ترقی کرتا جاتا ہے، تجربہ اس کا شاہد ہے۔

جو شخص براہ راست قرآن پاک سے مسائل استنباط کر کے بیان کرے اس کے لئے ناسخ منسوخ کا علم ہونا ضروری ہے اور بھی بہت سی چیزوں کا علم ہونا ضروری ہے (۱) اور جو شخص ائمہ دین کے بیان فرمودہ منقح مسائل کو نقل کرے اس کے لئے علم ناسخ منسوخ کا ماہر ہونا ضروری نہیں، اس لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کی بناء پر تبلیغی جماعت کو یا کسی اور کو وعظ اور تقریر سے روکنا غلط اور بے محل ہے، البتہ جو بات خواہ روایت ہو یا مسئلہ غلط بیان کریں اس پر ضرور تنبیہ کی جائے اور غلطی کو واضح کر دیا جائے (اس میں بھی شفقت اور اصلاح

(۱) قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: "علم أن علم التفسیر إنما يتلقى من النقل، أو من أقوال الأئمة، أو من المقاييس العربية، أو القواعد الأصولية المبحوث عنها في علم أصول الفقه أو أصول الدين ۔ ۔۔۔ قال ابن حجر: أي أخطأ رأى من قال في القرآن برأيه، طريق الاستقامة بخوضه في كتاب الله بالتخمين ... بخلاف من كملت فيه آلات التفسير، وهي خمسة عشر علماً: اللغة والنحو، والتصريف، والاشتقاق، والمعاني، والبيان، والبديع، والقراءة، والأصلين، وأسباب النزول، والقصص، والناسخ والمنسوخ، والفقه ۔۔ ۔ والأحاديث ۔ المفسر المجمل والمبهم، وعلم الموهبة، وهو علم يورثه الله لمن عمل بما علم". (المرقاة، كتاب العلم، الفصل الثاني: ۱/۰۲۹۰، ۲۹۱، رشیدیہ)

(وكذا في روح المعاني، المقدمة، الفائدة الثانية: ۱/۵، ۶، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

حالت کو شریعت کے مطابق بنانا فرض ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تبلیغی جماعت کے متعلق اہلِ بدعت کی پھیلائی ہوئی بدگمانیوں کا ازالہ

سوال[٦٢٢٨]: چند دن پہلے ملک ویتنام کے صدر مقام سائیگون شہر میں ہندوستان سے ایک تبلیغی جماعت آئی اور چند دن یہاں قیام کر کے تبلیغی اشاعتِ دین کا اہم فریضہ انجام دیتی رہی، کچھ دن بعد یہ جماعت یہاں سے چلی گئی، اس کے بعد شہر کی جامع مسجد کے امام وخطیب نے لوگوں میں یہ بات پھیلانا شروع کر دی کہ تبلیغ والے وہابی ہیں، اہلسنت والجماعت میں سے نہیں ہیں۔ اس سے اہلِ شہر میں ایک قسم کا اضطراب اور بے چینی پھیل گئی ہے، اور امام صاحب نے سیلون سے چند پمفلٹ منگوا کر لوگوں میں پھیلانا شروع کر دیا، جس میں مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اور مولانا اسماعیل رحمہ اللہ کے خلاف یہ تأثر پیش کیا گیا کہ یہ لوگ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور اہلِ سنت کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔ یہاں پر ان تمام واقعات نے بہت برا اثر پیدا کر دیا ہے، اس لئے ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ اس کا مدلل جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

نیز مولانا محمد الیاس، مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ لوگ اہلِ سنت والجماعت میں سے نہیں، ان کی کتابوں میں بہت غلط باتیں ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ مذکورہ علمائے کرام کی حقانیت کے بارے میں مدلل جواب دیں، اگر دارالعلوم دیوبند سے یا کسی اور جگہ سے تبلیغی جماعت اور ان اکابر کی براءت میں کتابیں شائع ہوئی ہوں تو اس کی نشاندہی فرمادیں تاکہ ان پر یہ کتاب بطور حجت پیش کر سکیں۔

نیز ان حالات میں تبلیغی جماعت کا کام یہاں سائیگون میں ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں حقانی علمائے کرام کی ایک کانفرنس ۱۰/ اکتوبر/ ۱۲ء کو ہونا طے پائی ہے، جس میں اس بارے میں مشورہ ہوگا۔ آپ براہ کرم

= حرف الحاء، ص: ٢٦٢، الحظر، الصدق پبلشرز)

(۱) "بل الواجب متابعة الرسول صلى الله عليه وسلم ظاهراً وباطناً" (مهذب شرح العقيدة الطحاوية، ص: ٢٢٦، تحت قوله: الخامس: ولا تصدق من يدعي شيئاً يخالف الكتاب والسنة، مكتب الغرباء الجامعة الستارية، كراچي)

ممکن حد تک جواب جلد عنایت فرمادیں تاکہ ہم اس کو جماعت کے سامنے پیش کرسکیں۔

مختصر یہ کہ ہمارے یہاں تبلیغی جماعت کے خلاف لوگ ایک محاذ بنا چکے ہیں جس سے نئے نئے رکاوٹ پیدا ہوگئی ہے مدلل جواب عنایت فرمادیں تو بڑی نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تبلیغی جماعت کا مقصد دین برحق کی اشاعت ہے جس دین کو رسول مقبول سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت نے جو دین عطا فرمایا اور دین کے کامل فرمانے کی بشارت اس آیت شریفہ میں دی ہے ﴿الیوم اکملت لکم دینکم﴾ الآیۃ (۱) اس دین کو دنیا کے تمام ملکوں کو پہنچادیں اور ان کو عامل بنادیں، اس مقصد کیلئے حدیث شریف کی روشنی میں جو ہدایات ملتی ہیں ان کے تحت اور حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جو جو صورتیں اختیار فرمائی ہیں ان کے تحت اپنے اپنے مکان سے نکلیں، جماعتیں بنا کر بستی بستی میں گشت کریں اور اپنے بھائیوں کو انتہائی شفقت ومحبت کے ساتھ مسجد میں لائیں، دین کی اہمیت سمجھائیں، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق بتائیں اور پوری تحقیق کرائیں کہ نجات کا راستہ صرف یہ ہے کہ اپنی پوری زندگی کو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور ہدایات کے مطابق بنایا جائے، کوئی کام خلاف سنت نہ کیا جائے، جس قدر اس میں پختگی حاصل ہوگی اسی قدر دنیا میں بھی فتنوں سے حفاظت رہے گی اور آخرت میں بھی حضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب نصیب ہوگا (۲)، جس قدر سنت سے بعد ہوگا اسی قدر دنیا میں بھی

---

(۱) (المائدة: ۳)

(۲) "عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا يؤمن أحدكم حتى يكون هواه تبعاً لما جئت به". رواه في شرح السنة". (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام، ص: ۳۰، قديمي)

قال التوربشتي رحمه الله: "أي يكون محبوبه الانقياد تبعاً لما جئت به من السنة الزهراء، والملة الفتية البيضاء، حتى تحشر جميع جوارحه المختلفة وخواطره المتفرقة التي تنبعث عن هوى النفس وميل الطبع، فصار حينئذ مستسلماً لأمره واتباع شرعه تعظيماً له فلا يميل إلا بحكم النبي، ولا يهوى إلا بأمر الشرع، فهو أسمى من المريد الكامل الواجد الذي نفى عنه الوجدان". (المرقاة، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني: ۱/۲۱۲، رقم الحديث: ۱۶۷، رشيدية)

فتنے بڑھیں گے اور آخرت میں بھی دوری رہے گی۔ اس کے اصول ایسے مضبوط رکھتے ہیں جن میں کسی کا اختلاف نہیں، ایک چھوٹی سی کتاب ہے جس کا نام "چھ باتیں" ہے اس کو دیکھ لیا جائے (۱)۔

اس جماعت کا کام صرف ہندوستان میں نہیں بلکہ ساری دنیا میں ہو رہا ہے، بے شمار آدمیوں کا نفع اس کی وجہ سے سنت کے موافق ادا ہو رہا ہے، ہر جہاز میں جماعت کے آدمی کام کرتے ہیں، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ۔ زادہما اللہ شرفاً و کرامۃ۔ صفا، عرفات، ہندوستان، سب جگہ کام کرنے والے موجود ہیں۔ انگریزی ممالک لندن، امریکہ وغیرہ میں بھی بحمد اللہ کام ہو رہا ہے۔ کروڑوں آدمی اس جماعت کی کوشش کی بدولت نمازی ہو گئے، روزہ رکھنے لگے، حرام کمائی سے تائب ہو گئے، شراب پینے سے، زنا کرنے سے توبہ کر چکے، زکوٰۃ ادا کرنے لگے، جہاں دینی مدارس نہیں تھے وہاں دینی مدارس کھل گئے، عام دینی بیداری پیدا ہو گئی۔ اس جماعت کا عمومی کام زبانی ہے تحریری لٹریچر زیادہ نہیں، ایک چلہ ساتھ رہ کر اصول کی پابندی سے آدمی کام کرے، ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے عادات میں کافی تغیر ہوگا اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی رغبت اور محبت میں اضافہ ہوگا، بدعات اور معاصی سے نفرت ہوگی۔

حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ کے ملفوظات اور خطوط اور حالات بھی کسی حد تک شائع ہو چکے ہیں، ان کے پڑھنے سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے اور تعلق مع اللہ و مع الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ترقی ہوتی ہے۔ مخالفین ان سب چیزوں کو برداشت نہیں کر پاتے تو مخالفت کرتے ہیں، حق تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور صراط مستقیم پر چلائے، افسوس کہ وہ مخالفت کی وجہ سے بہت بڑی نعمت سے محروم ہیں۔

ایک مختصر رسالہ "غلط فہمیوں کا ازالہ" ہے جس میں اکابر دیوبند کی پوری عبارتیں نقل کرنے کے بعد ان پر جو اعتراضات کر کے قوم کو بدظن کیا جاتا ہے، ان اعتراضات کا جواب دیا گیا، اس کا مطالعہ بھی مفید ہوگا، اس سے بڑی بھی ایک کتاب ہے، جس کا نام "الجنۃ لأهل السنۃ" ہے (۲)، اس میں تفصیل سے اعتراضات کو نقل کر کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۳/ ۷/ ۹۱ھ۔

---

(۱) (للشیخ عاشق إلهي بلند شهري رحمه الله تعالى عليه)

(۲) (الجنة لأهل السنة، للشيخ محمد عبد الغني خان، صدر المدرس، مدرسة عين العلوم، المكتبة البنورية، كراجي)

تبلیغی جماعتوں اور کتابوں پر اعتراضات کے جوابات

سوال [۱۴۳۹] ۱: آج کل تبلیغی جماعت کا پروپیگنڈا ہو رہا ہے کہ ہر محلہ کی مسجد میں تبلیغی نصاب کی کتابیں پڑھتے ہیں، لوگوں کو زبردستی روکتے ہیں، اگر کوئی شخص نہ بیٹھے تو اس پر نکیر کرتے ہیں، یہ التزام شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ تبلیغی نصاب میں صرف عبادات کے فضائل کا بیان ہوتا ہے، مسائل ضروریہ کا حصہ نہیں اور اگر کوئی عالم کہے کہ مسائل کی کتاب بھی پڑھو تو ہرگز نہیں پڑھتے، اگر کوئی شخص پڑھے تو پڑھنے نہیں دیتے ہیں، ان کا یہ عمل جائز ہے یا نہیں؟

۳۔ ان فضائل کی کتابوں میں بہت سی ایسی احادیث ہیں جو موضوع ہیں، مگر مرتب کتاب نے عربی عبارت میں تو ان کو موضوع ہونا واضح کر دیا، لیکن اردو ترجمہ میں نظر انداز کر دیا، اب وہ احادیث موضوعہ اردو میں پڑھی جاتی ہیں، کیا ایسی حدیثوں کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

۴۔ کیا مصنف کو ایسی حدیثیں (جن کا وضع ہونا خود ان پر واضح تھا) درج کرنا اور بطور نصاب ان کی اشاعت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ اصل یہ ہے کہ دین کا سیکھنا ہر ایک کے لیے ضروری ہے(۱)، اس مقصد کیلئے کتابیں تصنیف اور شائع کی جاتی ہیں، مدارس قائم کئے جاتے ہیں، ان کے لئے مستقل نصاب تجویز کیا جاتا ہے، جماعتوں اور درجوں کا نظام بنایا جاتا ہے، خانقاہیں قائم کی جاتی ہیں، امتحانات مقرر کئے جاتے ہیں، ان کے لئے تقریریں ہوتی ہیں، انجمنیں بنائی جاتی ہیں، کتب خانے بنائے جاتے ہیں، غرض جس جس طریقہ پر دین حاصل کرنا آسان ہو جائے، وہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے، بشرطیکہ وہ شرعاً ممنوع نہ ہو، اسی طریقہ پر تبلیغی جماعت کا عمل ہے۔

مدارس میں نہ سب دین حاصل کرنے کیلئے جاتے ہیں، نہ سب کے پاس اتنا وقت ہے کہ باقاعدہ نصاب پڑھیں، نہ مدارس میں اتنی گنجائش ہے، نہ سب میں نصاب کے پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت ہے، نیز حال

---

(۱) عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "طلب العلم فريضة على كل مسلم" الحديث. (مشكوة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثاني، ص: ۳۴، قديمي)

خانقاہوں کا ہے۔ خود کتابیں دیکھ کر بھی دین حاصل کرنے کی صلاحیت عموماً نہیں، واقعہ تو یہ ہے کہ شعوری طور پر دین کی طلب ہی اس قدر قلیل ہے کہ جس کو شمار میں لانا ہی مشکل ہے۔

کتنے کروڑوں کی مسلم آبادی ہے اور کتنے مدارس و خانقاہوں سے استفادہ کرنے والے ہیں، انجمنوں اور واعظوں سے استفادہ اس سے بھی کما و کیفاً کم ہے، بے دینی جس قدر عام ہے اس کو دور کرنے کیلئے بھی ایسے طریقے کی ضرورت تھی، جو عام اور سہل ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ تبلیغی جماعت کا طریقہ جاری فرمایا، خدائے پاک کے فضل و کرم سے اس کا نفع بہت ہی عام ہوا، کتنے لوگوں کا کلمہ درست ہوا، نماز درست ہوئی، بے نمازیوں نے نماز کی پابندی کی۔ کتنے تاجر زکوٰۃ نہیں دیتے تھے، سودی معاملہ کرتے تھے، انہوں نے باقاعدہ زکوٰۃ دینی شروع کر دی، سودی معاملات سے پرہیز کرنے لگے۔ کتنے لوگوں نے حج کیا۔

یہ جماعت بندرگاہ پر، جہازوں پر، جدہ میں، مکہ مکرمہ میں، منیٰ میں، عرفات میں، مدینہ طیبہ میں غرض سب جگہ کام کرتی ہے، جس کی بدولت بہت سے لوگوں کا حج صحیح طور پر ادا ہوتا ہے، انگریزی ممالک میں مساجد کی تعمیر ہوئی، قرآن کریم تراویح میں پڑھا جانے لگا، مکاتب قائم ہوئے۔ چونکہ یہ جماعت کوئی منظم جماعت نہیں بلکہ دین سیکھنے والے ہر چھوٹے بڑے طبقے کے لوگ ہیں، اس لئے بے عنوانیاں بھی ہوتی ہیں، بعض جوش میں تقریر کرتے ہوئے اپنی حد سے بڑھ کر باتیں کہہ دیتے ہیں، حالانکہ ان کو یہ ہدایت دی جاتی ہے، کہ وہ چھ نمبروں سے زائد بات نہ کہیں، شکایت معلوم ہونے پر تنبیہ بھی کی جاتی ہے، کبھی تقریر سے ہی بالکل روک دیا جاتا ہے۔

مقامی علماء کرام سرپرستی فرمائیں اور غلطیوں پر تنبیہ کریں، تو اس جماعت کو قدردانی کرنی چاہئے۔ ان تبلیغ کا مخالف سمجھنا غلطی اور سخت غلطی ہے، اس جماعت کو ان کی شفقت اور خیر خواہی کا تجربہ نہیں، اس لئے اہل علم حضرات اگر ان کے حلقوں میں تھوڑی ہی شرکت بطور نگرانی فرمائیں تو ان کی غلطی کی اصلاح بھی ہو جائے اور قلوب میں ہمدردی اور شفقت کا احساس بھی ہو جائے۔ بعد نماز جو شخص اپنی ضرورت کی خاطر جانا چاہتا ہے اس کو زبردستی روکنا بھی نہیں چاہئے۔ تاہم اس سے بھی آپ کو انکار نہ ہوگا کہ قلوب میں دین کی طلب نہ ہونے کی وجہ سے لوگ بکثرت ضرورت کا حیلہ کرکے بھی چلے جاتے ہیں۔ اہل مدارس غیر حاضر طلباء، ناکام طلباء کا کھانا و وظیفہ بند کر دیتے ہیں اور دوسری سزائیں بھی دیتے ہیں، یہ جماعت اس قسم کا کوئی کام نہیں

آپ کیا کہیں گے؟ جس کی تضعیف سے زائد احادیث کو ابن جوزی نے موضوع قرار دیا ہے(۱)، ابن ماجہ داخلِ درس ہے بلکہ صحاحِ ستہ میں شمار ہے(۲)، وہ مصنف قدس سرہ نے کسی حدیث کے متعلق یہ نہیں بتایا کہ یہ حدیث موضوع ہے، پھر بھی اس کا درس دیا جاتا ہے۔

۳۔ مصنف مرحوم نے تو بہت احتیاط سے کام لیا کہ جس حدیث کو بعض حضرات نے موضوع قرار دیا اس کو واضح کر دیا، اگر وہ حدیث بالاتفاق موضوع ہوتی تو ہرگز اس کو لکھ کر اس سے استدلال نہ کرتے، اب رہ گیا جرح کا حال تو ان کیلئے حدیث کی قوت وضعف کا بیان کرنا کچھ مفید نہیں، اس لئے ترجمہ میں اس کا ذکر نہیں آیا، اہلِ علم حضرات کے لئے عربی عبارت میں موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/۳/۹۵ھ۔

تبلیغی جماعت والے کیا وہابی ہیں؟

سوال[۲۲۰۰]: ہم لوگ ہندوستان سے بہت دور ماریشس افریقہ کے ایک ملک میں رہتے ہیں، ہمارے یہاں ۱۹۵۰ء سے پاکستان وغیرہ سے بریلوی حضرات آتے رہتے تھے۔ ۱۹۶۸ء کے بعد سے تبلیغی

= وكذا في رد المحتار على الدر المختار، كتاب الطهارة، أركان الوضوء أربعة، قبيل مطلب في بيان ارتقاء الحديث الضعيف: ۱/۱۲۸، سعيد)

(۱) "ثم أوضح عمدة من بين الجوزي على هذه اللفظ، وقد وجدت نظيره بمعناه بلفظه" قال الشيخ أبو الحسن السندي في تعليقه: وقد اشتمل هذا الكتاب من بين الكتب الستة على شيء كثير انفرد به عن غيره، والمشهور أن ما انفرد به يكون ضعيفاً، وليس بكلي، لكن الغالب كذلك، وقد ألف الحافظ العلامة أحمد بن أبي بكر البوصيري رحمه الله في زوائده تأليفاً نبه على غالبها. ... وأما ما أورده ابن الجوزي في الموضوعات من أحاديث ابن ماجة، فهو أربع وثلاثون حديثاً ... الخ" (ما تمس إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجة للشيخ عبد الرشيد النعماني رحمه الله، ص: ۳۲، قديمي)

(۲) "قال العلامة محمد صديق حسن خان في "الحطة بذكر الصحاح الستة": قال الشيخ عبد الحق الدهلوي رحمه الله: كتابه واحد من الكتب الإسلامية التي يقال لها الأصول الستة، والكتب الستة، والصحاح الستة. ... وإذا قال المحدثون: رواه الجماعة، يريدون به هؤلاء الرجال الستة في تلك الكتب الستة" (ما تمس إليه الحاجة، ص: ۳۵، قديمي)

www.ahlehaq.org

جماعت کا سلسلہ جو بنی ہوا، ہمارے قریب ملک باربادوس سے، پھر لندن اور افریقہ سے جماعتیں آتی رہیں، اس کے بعد گذشتہ سال امریکہ کے اجتماع سے پہلے ہندوستان میں سورت اور بمبئی سے وہاں کے سات حضرات جماعت میں آئے تھے، کافی دواتی کام کیا تھا جس سے ہم لوگ متاثر ہو کر اجتماع میں شریک ہوئے تھے اور ہمارا پورا یقین ہے۔

لیکن پاکستان سے بریلوی اشرف القادری آ کے یہاں رہتا ہے، جس کے پاس ایک بڑی مسجد اور بڑی جماعت ہے، وہ ہی زیادہ شور مچاتا ہے اور کہتا ہے کہ مولوی الیاس- رحمہ اللہ تعالیٰ - وہابی ہے، وہابی مدرسہ کا پڑھا ہوا ہے، دہلی کا شاگرد ہے، وہابی عقیدہ پھیلاتا ہے اور مولانا اشرف علی کی تعلیم کو دنیا میں عام کر رہا ہے، ایسا ایک پرچہ بمبئی سے منگوا کر لوگوں میں تقسیم کیا ہے، اور لوگوں کو بتایا ہے کہ سب دیوبندی اور تبلیغی جماعت والے وہابی اور کافر ہیں، لہٰذا دیوبندی مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اور مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ اور مولانا اسماعیل دہلوی رحمہ اللہ وغیرہ کو کافر کہتا ہے اور مجھ کو کہتا ہے کہ تم لوگ تبلیغی جماعت والوں کا ساتھ چھوڑ دو، ان کو مسجدوں میں گھسنے نہ دو، لات مار کے نکالو، یہ لوگ پہلے پہلے نماز کلمہ کی دعوت دیتے ہیں پھر اپنا رسوخ ہونے کے بعد اپنا وہابی عقیدہ ظاہر کریں گے۔

لہٰذا مفتی صاحب! آپ تفصیل سے نقل شدہ پرچہ کا جواب دیں تاکہ ہم دوسرے حضرات کو دکھائیں اور مفتیانِ کرام کے دستخط اور مدرسہ کی مہر کے ساتھ جواب جلدی سے روانہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تبلیغی جماعت والے چاہے پرانے ہوں یا نئے ہوں، یا عالم ہوں یا عامی ہوں، اسی طرح سے دیوبند سے تعلق رکھنے والے اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ صاحب اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ صاحب سے عقیدت اور تعلق والے (ان کے شاگرد، مرید اور معتقد) لاکھوں موجود ہیں جنہوں نے ہزاروں دینی مدارس قائم کئے جن میں قرآن کریم، حدیث شریف، تفسیر، فقہ کی تعلیم ہوتی ہے اور تبلیغی جماعت تو خدا کے فضل سے تمام دنیا میں دینی کام کرتی ہے۔

اس کام کی برکت سے فرائض زندہ ہو رہے ہیں، سنتیں زندہ ہو رہی ہیں، مسلمانوں کی زندگی سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق درست ہو رہی ہے، جو لوگ کبھی زکوٰۃ نہیں دیتے تھے وہ باقاعدہ زکوٰۃ دے رہے

جیسے دین کے ذمہ تبلیغ فرض تھی وہاں جو تبلیغ کرنے کا خیال بھی نہ ہوتا تھا وہ تبلیغ کر رہے ہیں، جو نماز کے پابند نہ تھے وہ پابند ہو رہے ہیں، اور جو رسوم میں جکڑے ہوئے تھے وہ ان کو چھوڑ رہے ہیں، بدعات سے توبہ کر رہے ہیں، بچے بڑے جتھوں اور برادریوں کے لوگ بھی تبلیغی جماعت میں آرہے ہیں۔

اس عملی انقلاب کو دیکھ کر بریلوی رضاخانی پریشان ہیں، ان کو اس کی توفیق نہیں ہوتی کہ وہ بے نمازیوں کو مسجد میں لائیں، جس کی تاکید قرآن وحدیث سے ثابت ہے (۱) اور جس کے لئے اللہ پاک نے ایک لاکھ سے زیادہ پیغمبر بھیجے (۲) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کرام وامت کے اکابر نے اپنی زندگیاں صرف کردیں، بلکہ ان بریلویوں کا مصرف یہی رہ گیا ہے کہ نماز کے لئے مسلمانوں کو مسجد میں بلانے والوں کو گالیاں دے کر کافر بنا کر مسجد سے روکیں اور مسلمانوں کو ان سے دور رکھیں تاکہ وہ اصل دین سے بے خبر رہیں اور بریلویوں کے معتقد بنے رہیں اور نذرانہ دیتے رہیں۔ قیامت آنے والی ہے اس وقت سب کچھ سامنے آجائے گا اور اپنے قول وعمل کی حقیقت کھل جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹/۳/۱۴۰۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند، ۹/۳/۱۴۰۱ھ۔

چلے کے فوائد

سوال [۱۰۴۱]: تبلیغی جماعت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ یہ جماعت لوگوں کو باہر لے جاکر پابندی نماز کی تلقین کرتی ہیں، کیا یہ کہنا صحیح ہے کہ ان کا عمل درست ہے؟ اس جماعت کا مقصد کیا ہے اس تحریک کے ذریعہ کوئی

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولتکن منکم أمة یدعون إلی الخیر ویأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر، وأولئک هم المفلحون﴾ (آل عمران: ۱۰۴)

"وعن حذیفة أن النبي صلی اللہ علیه وسلم قال: والذي نفسي بیده لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنکر أو لیوشکن اللہ أن یبعث علیکم عذاباً من عنده، ثم لتدعنه ولا یستجاب لکم" رواه الترمذي. (مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الثاني، ص: ۴۳۶، قدیمي)

(۲) وقد ورد أنه علیه الصلوة والسلام سئل عن عدد الأنبیاء علیهم الصلوة والسلام، فقال: "مائة ألف وأربعة وعشرون ألفاً"، وفي روایة: "مائتا ألف وأربعة وعشرون ألفاً" (شرح الفقه الأکبر للقاري، ص: ۱۰۵، قدیمي)

www.ahlehaq.org

نئی قوم تیار کرنا چاہتے تھے اس سے کیا ان کی مراد کیا تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دہلی نظام الدین مرکز تبلیغی مسجد بنگلہ سے جو جماعتیں تبلیغ کیلئے جاتی ہیں ان کے لئے ایک دستور العمل موجود ہے، ایک چھوٹا سا کتابچہ چھپا ہوا ہے جس کا نام "چھ باتیں" ان چھ باتوں کو سیکھنے، سکھنے، صحیح کرنے، دل میں جمانے، زندگی میں جاری کرنے کے لئے لوگ نکلتے ہیں، اپنے اپنے خرچ کا ہر شخص خود ذمہ دار ہوتا ہے، کوئی ایک روز کے لئے، کوئی سال بھر کیلئے نکلتا ہے، بعضوں نے پوری زندگی ہی اسی مقصد کیلئے دیدی۔

اس طریقہ پر نکلنے سے عقائد بھی درست ہوتے ہیں، اخلاق واعمال کی بھی اصلاح ہوتی ہیں، اس سے دین پختہ ہوتا ہے، غلط چیزیں چھوٹتی ہیں، مثلاً جو شخص ایک چلہ کیلئے نکلا وہ اس مدت میں نماز باجماعت کا پابند ہوگا، قرآن کریم کا بھی حسب حیثیت کچھ نہ کچھ حصہ حاصل کرے گا، ناچ گانا، لڑائی جھگڑا، شراب نوشی، جھوٹ، غیبت، بہتان، حسد وغیرہ برائیوں سے محفوظ رہے گا، چلہ سے واپسی پر بھی امید ہے کہ دیر تک اثرات باقی رہیں گے، پھر کچھ مدت بعد دوبارہ چلہ کیلئے نکلا تو پہلی باتوں میں پختگی آئیگی، تبلیغی نصاب سن کر اپنی زندگی کو اس کے مطابق درست کرنے کا اچھا خاصا جذبہ پیدا ہوگا، غرض اس طرح جتنا زیادہ سے زیادہ وقت دے گا اسی قدر زیادہ اصلاح ہوگی، دین قائم ہوگا، غلط باتوں سے بچے گا۔

جو لوگ کاروبار تجارت وغیرہ زکوٰۃ نہیں دیا کرتے تھے وہ تبلیغ کی برکت سے باقاعدہ پورا پورا حساب کر کے زکوٰۃ ادا کرنے لگے ہیں، جن پر حج فرض تھا مگر ادا نہیں کرتے تھے، وہ فضائل حج سن کر حج کے لئے آمادہ ہوگئے، بلکہ عمرہ کرنے کیلئے بھی مستقل سفر کرنے لگے، جگہ جگہ مکاتب ومدارس قائم ہوگئے جن سے قرآن کریم اور دینی تعلیم کو فروغ ہوا ہے۔

اچھی خاصی بڑی عمر والوں کو بھی جب تبلیغی حلقوں میں نماز سیکھنے ودہرانے کی نوبت آئی اور اپنی غلطی کی اطلاع ہوئی تو وہ اصلاح کی فکر میں لگ گئے، نمازیں درست کرنے لگے، جو صرف الفاظ جانتے تھے انہوں نے معانی ومطالب کو بھی سیکھنا شروع کردیا، جن لوگوں نے کسی مدرسہ میں تعلیم نہیں پائی اس تبلیغ کی بدولت بہت سی احادیث کا مطلب یاد کرلیا، الغرض اس کے بیشمار منافع ہیں، ریلوں میں، بسوں میں، جہازوں میں جماعتیں جاتی ہیں، ہر بندرگاہ پر حاجیوں میں کام کرتی ہیں، بلکہ مکہ مکرمہ، عرفات، مزدلفہ، منیٰ میں کام کرتی ہیں، بے شمار

لوگوں کو حج اس تبلیغی کام کی بدولت نگی اور شریعت کے مطابق ہونے لگا، مختلف ممالک کے لوگ اس میں شامل ہوتے ہیں، عرب میں اجتماعات ہوتے ہیں، ترکی، سوڈانی، یمنی، شامی، عراقی، ہر ملک کے لوگ آتے ہیں اور جماعتیں بنا کر نکلتے ہیں۔ الغرض کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں یہ کام نہ پہونچا ہو، اس کی بدولت بہت بڑی مخلوق کی اصلاح ہوئی اور ہورہی ہے۔

جو لوگ جماعت کے مخالف ہیں انہوں نے مستقل گروہ بنا کر بڑے بڑے جماعت کی مخالفت اور فتنہ پردازی کے لئے بھیجے، اس گروہ نے جب بعض تبلیغی حق کی بےغرضی کی اور عملی زندگی کو دیکھا تو وہ گروہ وہیں رہ گیا اور بہت ندامت کے ساتھ اپنے ضمیر دادوں سے توبہ کی اور ان لوگوں کو دیکھ کر ان پر بہت زیادہ اظہار افسوس کیا کہ ہمیں ان لوگوں نے اندھیرے میں رکھا اور غلط باتیں بتائی ہیں، فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اور یہ جو ہدایات وغیرہ ہیں تو اس پر یہ اعتراض ہے، حضرت مولانا محمد الیاس ایک بے نفس بزرگ تھے، جن کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق تھا اور آپ کے لائے ہوئے دین کی اشاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا اور چاہتے تھے کہ ایک مستقل جماعت ہر علاقہ میں ایسی ہونی چاہئے جن کا مقصد زندگی ہی دین اسلام اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ واشاعت ہو، صرف کلمہ ونماز پر کفایت نہ کرے بلکہ تمام دین کو لے کر دنیا میں پھیلے، یہی وہ چیز ہے جس کو فرمایا تھا "ایک نئی قوم پیدا کرنا" جو سارے دین کو لے کر پوری دنیا میں پھیلے اور اس کی زندگی اسی مقصد کے لئے وقف ہو، جو پمفلٹ "کچھ باتیں" کے آخر میں جو ہدایت دی ہیں کہ:

"ہمارا مقصد یہ ہے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین مسلمانوں تک پہونچادیں، ورنہ ان کو سمجھادیں اور یہ کلمہ ونماز اس کی الف ب ت ہے"۔

اس پر کیا اعتراض ہے کیونکہ صرف نماز کے لئے تو مدارس بھی ہوتے رہتے ہیں مگر یہاں صرف نماز پر کفایت کرنا نہیں ہے بلکہ پورے دین کو لے کر مستقل مقصد بنانا ہے۔

ایک تبلیغی کی تقریر: "مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ الہامی نبی تھے"

سوال [۱۲۲۲]: یہاں پر ایک تبلیغی صاحب نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب درجہ الہامی نبی تھے، انبیاء پر وحی آتی تھی لیکن مولانا ایسے نبی تھے

جن کو ہر آنے والے واقعہ کا الہام ہوتا تھا گویا الہامی نبی تھے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ کو نبی کہنا درست نہیں نہ الہامی نبی نہ کسی اور قسم کا نبی، ایسے عنوانات سے بہت غلط فہمی پیدا ہوتی ہے اس سے کلی احتراز واجب ہے(۱)، اس پر بھی کوئی دلیل شرعی قائم نہیں کہ حضرت مولانا مرحوم کو ہر آنے والے واقعہ کا الہام ہوتا تھا، اگر حضرت مولانا مرحوم حیات ہوتے تو ہرگز ہرگز ایسی ویسی باتوں کی اجازت نہ دیتے، بلکہ سختی سے روک دیتے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۳۰/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۳۰/۱۰/۸۵ھ۔

مولانا علی میاں کی عبارت سے مولانا الیاس صاحب پر اعتراضات

سوال[۱۴۳۲]: "مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ صاحب اور ان کی دینی دعوت" مرتبہ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی، باب ہفتم، ص:۲۰۵ پر ہے:

"مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ اپنے عزیز مولوی ظہیر الحسن صاحب ایم، اے علیگ سے فرمایا جو ایک وسیع النظر عالم ہیں: "ظہیر! اصل میں میرا مدعا کوئی پاتا نہیں، لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تحریک صلوٰۃ ہے، میں قسم سے کہتا ہوں کہ ہرگز تحریک صلوٰۃ نہیں"۔

ایک روز بڑی حسرت سے فرمایا کہ:

"ظہیر الحسن! ایک نئی قوم پیدا کرنی ہے"۔

ص:۲۰۶ پر ہے:

"مفتی نصر اللہ راوی ہیں کہ ایک روز میں نے عرض کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ "آپ مجدد وقت ہیں، فرمایا: "تم سے کون کہتا تھا، میں نے کہا لوگوں میں چرچا ہے، فرمایا: "نہیں! میری جماعت مجدد ہے"۔

---

(۱) "وعن معاویة رضي الله تعالیٰ عنه قال: إن النبي صلی الله علیه وسلم نهی عن الأغلوطات". رواه أبو داود". (مشكوة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثاني، ص:۳۵، قديمي)

کا لایا ہوا دین پورا پورا سکھا دیں۔ یہ تو ہمارا اصل مقصد ہے، رہی قافلوں کی چلت پھرت تو یہ اس مقصد کے لئے ابتدائی ذریعہ ہے اور کلمہ و نماز کی تلقین گویا ہمارے پورے نصاب کی "الف، ب، ت" ہے (۱)۔

مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے نظام الدین دہلی میں کچھ مدت قیام کر کے ملفوظات کو جمع کیا تھا، اس مجموعہ میں یہ ملفوظ بھی ہے، وہ ایک چھوٹی سی کتاب "چھ باتیں" ہے، اس کے آخر میں بھی نمبر ۳ پر یہ ملفوظ ہے، اس میں غور کرنے سے یہ اشکال خود رفع ہو جائے گا۔ مثلاً ایک استاد ایک جماعت کو قاعدہ بغدادی شروع کراتا ہے جس کی ابتداء میں ہے کہ "الف، ب، ت" اور سب کو تاکید کرتا ہے کہ اس کو پڑھو، دوسری طرف سے توجہ ہٹاؤ، جو وقت سبق یاد کرنے کا ہے اسی میں خرچ کرو، اس کے بعد پھر وہ پارۂ عم اور قرآن کریم پڑھاتا ہے، پھر فارسی، عربی، حدیث، تفسیر ایک مکمل نصاب پڑھاتا ہے اور اس جماعت کو ترتیب دے کر ہمہ تن علم دین کی خدمت و اشاعت کے لئے مشغول کر دیتا ہے۔ اس جماعت کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ جس طرح خود (الف، ب، ت) سے ابتداء کر کے تمام علوم دینیہ کو پڑھا اور اس کا یقین دل میں قائم کیا ہے، اپنے ظاہر و باطن کو دین کے تابع کیا، اعمال صالحہ، اخلاق فاضلہ، غرض حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہر بات کو اختیار کیا۔ اسی طرح تمام دنیا میں یہ جماعت اسی کو لے کر پھرتی ہے اور اپنا مقصد حیات سمجھتی ہے، کیونکہ اس مقصد عظیم پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی خوشنودی مرتب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی بھی۔ اب اگر وہ شخص یہ کہے کہ میرا مقصد صرف قاعدہ بغدادی پڑھانا نہیں، حالانکہ ابتداء اسی سے کی ہے بلکہ یہ تو میرے مقصد کیلئے الف، ب، ت، ہے، میرا مقصد ایک جماعت کو تیار کرنا ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو پوری طرح پڑھے، سمجھے، اس پر یقین کرے، عمل کرے، اس کو پڑھائے، پھیلائے تو کوئی دانشمند اس کی اس بات کو دعویٰ نہیں کہے گا۔ نمبروار جوابات بھی عرض ہیں۔

۱...... یہ بالکل دعویٰ نہیں، ایسی جماعت میں شریک ہونا عین سعادت اور کمال دین کا ذریعہ ہے اور منصب انبیاء کرام علیہم السلام کے عین مطابق ہے۔

۲...... ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر سو سال کے سرے پر ایسے شخص

(۱) "چھ باتیں"، مولانا عاشق الٰہی بلندشہری، تبلیغی کام کرنے والوں کی اصلاحات، ملفوظات نمبر ۳، ص: ۲۲، ط قدیمی)

www.ahlehaq.org

کو بھیجتے ہیں جو دین کی تجدید کرتا ہے" (۱)۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ ایک جماعت بھی مجدد ہوسکتی ہے (۲)۔

۲... کفر کی نحوست اور اہل کی وجاہت کو دیکھ کر قلب کے اندر ضرور خدشہ ہونا چاہئے اس کا تقاضہ وہی ہے جو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ حدیث پاک میں ایک مضمون ہے کہ:

"بستی پر عذاب نازل کرنے کا ملائکہ کو حکم ہوا، ملائکہ نے عرض کیا بہت اچھا ہم تعمیلِ ارشاد کے لئے جارہے ہیں مگر وہاں ایک شخص ایسا بھی ہے جو ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتا ہے کبھی نافرمانی نہیں کرتا، کیا اس کو بھی تباہ کردیں؟ حکم ہوا کہ ہاں اس کو بھی تباہ کردو، اس لئے کہ وہ ہماری نافرمانی کو دیکھتا رہا اور اس کے چہرہ پر تغیر تک نہیں آیا" (۳)۔

کفر کے برابر کیا نافرمانی ہوگی، اس کی مثال دے سکتے جیسے کوئی نظیف الطبع آدمی کسی مکان میں جائے اور وہاں غلاظت پڑی ہو کیا اسے ناگواری نہیں ہوگی اور ناگواری کا اثر چہرہ پر ظاہر نہیں ہوگا، کیا اس کا عقلی تقاضہ نہ ہوگا کہ یہ غلاظت یہاں نہ ہوتی، کیا وہ اس کی کوشش نہیں کرے گا کہ یہ غلاظت یہاں نہ رہے، اگر اس کے

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه فيما أعلم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "إن الله تعالى يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها". (سنن أبي داود، كتاب الملاحم، باب ما يذكر في قرن المائة: ۲/ ۲۴۱، مكتبه امداديه ملتان)

(۲) قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "وقد تكلم العلماء في تأويله (أي الحديث المذكور)، والأولى الحمل على العموم، فإن لفظة "من" تقع على الواحد والجمع، والأظهر عندي والله أعلم أن المراد بمن يجدد ليس شخصاً واحداً، بل المراد به جماعة يجدد كل أحد في بلد في فن أو فنون من العلوم الشرعية ما تيسر له من الأمور التقريرية أو التحريرية، ويكون سبباً لبقائه وعدم اندراسه وانقضائه إلى أن يأتي أمر الله". (مرقاة المفاتيح، كتاب العلم، قبيل الفصل الثالث: ۱/ ۴۴۵، رشيديه)

(۳) "عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أوحى الله عز وجل إلى جبريل عليه السلام أن اقلب مدينة كذا وكذا بأهلها، قال: يا رب! إن فيهم عبدك فلاناً لم يعصك طرفة عين، قال: فقال: اقلبها عليه وعليهم، فإن وجهه لم يتمعر في ساعة قط". رواه البيهقي في شعب الإيمان". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الثالث، ص: ۴۳۶،۴۳۵، قديمي)

قابو میں نہ ہو تو کیا وہ اس کی فکر نہ کرے گا کہ وہ وہاں سے دور ہٹ جائے، قنوت نازلہ اسی فکر عظیم کو دور کرنے کی ایک کوشش ہے۔

۴.....امت کے اعمال حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں(۱)، بد عملیوں سے اذیت بھی ہوتی ہے، روایات حدیث میں موجود ہے کہ ظاہر حیات طیبہ میں بھی ہے، اذیت کی چیزوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت ہوتی تھی، خود حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میرا ٹکڑا ہے جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھ کو اذیت دی ہے" (۲)۔ نیز قرآن کریم میں ہے:

﴿إن الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والآخرة وأعد لهم عذاباً مهيناً﴾ (۳) بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (بیان القرآن)۔

اور حیات برزخی تو زیادہ قوی ہے اس کے احساسات بھی زیادہ ہیں، اس کی وجہ سے ایمان میں شک کرنا اور تجدید ایمان کا سوال کرنا آیات و احادیث سے عدم واقفیت یا عدم استحضار کی بنا پر ہے۔

۵.....اس کا جواب نمبر: ۲ میں آچکا ہے، لیکن کسی شخص کے متعین طور پر مجدد ہونے کے لئے کوئی نص نہیں ہوتی ہے، یہاں قرائن و احوال سے ہر زمانے کے "اصحاب علم و اصحاب عرفان" سمجھتے ہیں۔

مولانا ابو الحسن علی میاں صاحب بفضلہ تعالیٰ حیات ہیں اگر براہ راست ان سے دریافت کریں تو ممکن ہے وہ کوئی اور جواب تسلی بخش تحریر فرمادیں، میرا یہ جواب ان کے پاس بھیجنا چاہیں تو آپ کو اس کی بھی اجازت ہے، فقط۔

---

(۱) "عن عبد الله بن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "حياتي خير لكم، تحدثون ويحدث لكم، ووفاتي خير لكم، تعرض علي أعمالكم، فما رأيت من خير حمدت الله عليه، وما رأيت من شر استغفرت الله لكم". رواه البزار ورجاله رجال الصحيح" (مجمع الزوائد: ۹/۲۴، بحواله تسكين الصدور، ص: ۳۴۲)

(۲) "عن المسور بن مخرمة قال: قال رسول صلى الله عليه وسلم: "إنما فاطمة بضعة مني، يؤذيني ما آذاها". (الصحيح لمسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل فاطمة رضي الله تعالى عنها: ۲/۲۹۰، قديمي)

(۳) (الأحزاب: ۵۷)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس خط کشیدہ عبارت اور گذشتہ فتوی جس کی عبارت میں جو فرق آپ کو محسوس ہوتا ہے بہتر یہ تھا کہ اس فتوی کو بھی ساتھ بھیج دیتے، کہ دونوں کو دیکھ کر فرق سمجھ لیا جاتا اور جواب دیا جاتا، مگر آپ نے ایسا نہیں کیا، اس فتوی کا نمبر لکھا نہ تاریخ تاکہ رجسٹر نقول فتاوی میں اس کو تلاش کر لیا جاتا (۱)۔

یہ بات صحیح ہے کہ اس تبلیغی کام کا مقصد تحریک صلوۃ تک محدود نہیں ہے بلکہ مقصد کی توضیح وتشریح جو خود حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ صاحب نے جو کچھ فرمائی ہے وہ یہ ہے:

"ہماری جماعت کا اصلی مقصد ہے کہ مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین پورا پورا سکھا دیا جائے یہ تو ہمارا اصل مقصود ہے، رہی قافلوں کی چلت پھرت تو یہ اس مقصد کے لئے ابتدائی ذریعہ ہے اور کلمہ اور نماز کی تلقین گویا ہمارے پورے نصاب کی الف ب ت ہے"(۲)۔

یہ عبارت کتاب "چھ باتیں" کے آخر میں تبلیغی کام کرنے والوں کو ہدایات کے تحت نمبر: ۳ پر منقول ہے اس پر کوئی اعتراض ہو تو لکھئے۔

شاید کسی قوم پر آپ کو اشکال ہو تو سنئے کہ دنیا میں ایک قوم شب وروز تجارت کی جدوجہد میں لگی ہوئی ہے، اس کی تمام توجہات اور صلاحیتیں اسی میں خرچ ہوتی ہیں، مکان میں ہے تو یہی تذکرہ ہے، مسجد میں ہے تب بھی ذہن اس فکر سے خالی نہیں، سفر ہے تو اسی لئے ہے، غرض مقصد حیات خواہ عملی طور پر ہی اسی کو قرار دے رکھا ہے۔

ایک قوم زراعت میں مشغول ہے، اس کا بھی یہی حال ہے کہ ہر وقت اسی کی فکر دامن گیر ہے، حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ صاحب کا مقصد یہ ہے کہ ایک قوم ایسی پیدا ہو جس کا مقصد حیات دینی جدوجہد ہو، اس کی ہر قوت اور صلاحیت اسی کے لئے ہو، ایک روزہ، تین روزہ، چلے، برس، عمر اس کے لئے وہ طلب فرماتے تھے اور چاہتے

---

(۱) اس سے مراد بظاہر ماقبل والا سوال وجواب ہے جو کہ عنوان مولانا علی میاں کی عبارت سے مولانا الیاس صاحب پر اعتراضات کے نام سے گذرا۔ واللہ اعلم۔

(۲) (کتاب "چھ باتیں" مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری، تبلیغی کام کرنے والوں کیلئے ہدایات، ملفوظ نمبر: ۳، ص: ۹۷، قدیمی)

ہے کہ تمام دنیا میں اسی مقصد کو اصل قرار دے کر دوسرے مقاصد ضمنی ہو جائیں، اس پر کیا اعتراض ہے۔

کتاب "اصول دعوت تبلیغ" میرے پاس نہیں، میں نے نہیں پڑھی، اس کا اعتراض آپ نے نقل کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دو چیزیں ہیں: ایک خدا کے راستہ میں قتل ہونا، اس کا جو اجر و ثواب ہے وہ تو اسی سے حاصل ہوگا، اور دوسری چیز ہے جہاد، تو اس کا مفہوم قرآن وحدیث کی روشنی میں بہت عام ہے، دین کے لئے جو کچھ جدوجہد ہو وہ جہاد ہے حتی کہ دین کی تعلیم دینا، کتاب تصنیف کرنا، وعظ کرنا، مخالفین کے اعتراضات کا جواب دینا، مسئلہ بتانا، سب ہی جہاد ہے، وہ قتل ہونے کے ساتھ مخصوص نہیں، اسی لئے امام نووی رحمہ اللہ نے جہاد کی تیرہ قسمیں لکھی ہیں۔

قرآن کریم میں ہے: ﴿والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا﴾ (۱) اور: ﴿يا أيها النبي جاهد الكفار والمنافقين﴾ (۲) اور حدیث شریف میں ہے: "رجعنا من الجهاد الأصغر إلى الجهاد الأكبر" (۳)۔

آپ چونکہ عالم ہیں اس لئے ترجمہ کی ضرورت نہیں سمجھی، آپ خود سمجھتے ہیں کہ یہاں جہاد سے کیا مراد ہے۔

لہذا جہاد کو تلوار کے ساتھ خاص کرنا قرآن وحدیث کی رو سے غلط اور بالکل غلط ہے بلکہ جہاد کی آیات واحادیث عام ہیں، سب قسموں کو شامل ہیں، اسی طرح خروج فی سبیل اللہ کا مفہوم بھی عام ہے۔ حدیث: "من اغبرت قدماه في سبيل الله، حرمه الله على النار" (۴) کو حضرت بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الجہاد (ص: ۳۹۴) میں بھی بیان کیا ہے اور جمعہ کی نماز کے بیان میں بھی لیا ہے، یعنی جمعہ کی نماز کیلئے جانے

---

(۱) (العنكبوت: ۶۹)

(۲) (التوبة: ۷۳)

(۳) (المرقاة شرح المشكوة، كتاب الجهاد، قبيل الفصل الأول: ۷/۳۴۸، رشيدية)

(۴) ذكره الإمام البخاري رحمه الله في الجمعة باللفظ المذكور، باب المشي إلى الجمعة: ۱/۱۲۳، وقد ذكره في الجهاد بلفظ: عبد الرحمن بن جبر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "ما اغبرت قدما عبد في سبيل الله فتمسه النار". (باب من اغبرت قدماه في سبيل الله: ۱/۳۹۴، قديمي)

پروہی اجر ہے جو کہ قتال فی سبیل اللہ کے لئے جانے پر ہے، کیا آپ امام بخاری رحمہ اللہ پر بھی اعتراض فرمائیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

تبلیغ کا ثواب

سوال[۱۴۴۵]: کہا جاتا ہے کہ تبلیغ میں نکل کر عمل کرنے سے ایک کو سات لاکھ نیکیاں ملیں گی اور ایک ساعت تبلیغ میں نکلنا ستر سال گھر بیٹھے عبادت کرنے سے بھی افضل ہے اور ان کی دعائیں پیغمبروں کی دعائیں جیسی قبول ہوتی ہیں اور ایک روپیہ اس راہ میں خرچ کرنے سے سات لاکھ روپیہ اس راہ میں خرچ کرنے کی مقدار ثواب ملتا ہے۔ آیا یہ مضمون بعینہٖ حدیث سے ثابت ہے اور بات کہاں تک صحیح ہے، اگر حدیث میں ہے تو کیا وہ حدیث صحیح بھی ہے۔؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خروج فی سبیل اللہ میں ہر نیکی سات لاکھ نیکی کا درجہ رکھتی ہے، یہ حدیث شریف "الترغیب والترہیب" میں حافظ عبدالعظیم منذری نے بیان کی ہے اور اس کو معتبر و معتمد قرار دیا ہے(۱)۔

خروج فی سبیل اللہ سے عامۃً یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس سے مراد قتال فی سبیل اللہ ہے لیکن یہ لفظ خروج فی سبیل اللہ بہت عام ہے دین کی ہر جدوجہد کیلئے نکلنا خروج فی سبیل اللہ ہے، مثلاً علم دین سیکھنے کے لیے، وعظ کہنے کے لئے، اصلاح نفس کی خاطر کسی بزرگ کی خدمت میں جانے کیلئے، تبلیغ کے واسطے جماعت بنا کر نکلنے

---

(۱) "وعن الحسن بن علي بن أبي طالب، وأبي الدرداء، وأبي هريرة، وأبي أمامة الباهلي، وعبد الله بن عمر، وجابر بن عبد الله، وعمران بن حصين رضي الله عنهم أجمعين - كلهم يحدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: "من أرسل نفقة في سبيل، وأقام في بيته فله بكل درهم سبع مائة درهم، ومن غزا بنفسه في سبيل الله، وأنفق في وجهه ذلك، فله بكل درهم سبع مائة ألف درهم، ثم تلا هذه الآية: ﴿والله يضاعف لمن يشاء﴾. (الترغيب والترهيب للمنذري، الترغيب في النفقة في سبيل الله لخ: ۲/۲۵۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(ومشكوة المصابيح، كتاب الجهاد، الفصل الثالث، ص: ۳۳۵، قديمي)

کیلئے، کہیں فساد ہوگیا ہو تو مظلوموں کی امداد کے لئے، اہلِ باطل کے فتنہ سے مسلمانوں کی حفاظت کی خاطر مناظرہ کرنے کیلئے یہ سب خروج فی سبیل اللہ ہے، حتیٰ کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صحیح بخاری رحمہ اللہ میں جمعہ کے واسطے جانے کو بھی خروج فی سبیل اللہ تجویز فرمایا ہے، جیسا کہ: ۱/۳۲۱ میں ہے (۱)۔

پس گھر بیٹھ کر دعا اور عبادت کرنے اور خدا کی راہ میں نکل کر دعا اور عبادت کرنے میں بھی بڑا فرق ہے اور یہ ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء کرام۔علیہم السلام۔ کی بعثت کا مقصد اسی دینِ حق کی تبلیغ واشاعت ہے، لہٰذا جس کی زندگی اس راہ سے زیادہ قریب ہوگی اس کو اسی قدر انبیاء کرام۔علیہم السلام۔ سے دعا وعبادت میں زیادہ قرب ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۸۹ھ۔

تبلیغ میں ہر نماز کا ثواب سات لاکھ

سوال[۱۲۲۴]: موجودہ تبلیغی جماعت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اس جماعت میں نکلنے سے جو عمل کیا جاتا ہے وہ سات لاکھ گنا زیادہ ہوتا ہے، یعنی ایک عمل گھر پر کیا جائے مثلاً ایک نماز گھر پر ادا کی تو ایک ہی نماز کے اجر کا مستحق ہے اور اگر وہی نماز تبلیغی جماعت میں نکل کر ادا کی جائے تو سات لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ یہ کہاں تک درست ہے اور اس کی کیا اصل ہے، اور جو فضائل احادیث شریف میں مجاہدین کے سلسلے میں وارد ہیں کیا تبلیغ جماعت میں کام کرنے والوں کو وہ فضائل حاصل ہوں گے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً:

تبلیغ بھی ایک قسم کا جہاد ہے اور جہاد کے متعلق یہ بات ثابت ہے کہ کوئی شخص اس راہ میں نکل کر ایک روپیہ صرف کرے گا تو اس کو سات لاکھ روپے کا ثواب ملے گا بلکہ ہر نیکی کا ثواب اسی طرح ہے اور خدا کی راہ میں

---

(۱) وقد مضی تخریجہ تحت عنوان "مستقیم کا مطلب"

قال الحافظ ابن حجر: قال (أي ابن بطال) المراد في سبيل الله جميع طاعاته اهـ

وقد أورده المصنف في فضل المشي إلى الجمعة استعمالاً للفظ في عمومه، ولفظه هناك: "حرمه الله على النار" وقال ابن المنير: مطابقة الآية من جهة أن الله أثابهم بخطواتهم وإن لم يباشروا قتالاً" (فتح الباري، كتاب الجهاد، باب من اغبرت قدماه في سبيل الله: ٦/٣٦، ٢٧، قديمي)

تو جانی و مالی کا اس کو ثواب کئی گنا ملتا ہے۔

"عن علي، وأبي الدرداء، وأبي هريرة، وأبي أمامة، وعبد الله بن عمر، وعبد الله بن عمرو، وجابر بن عبد الله، وعمران بن حصين رضي الله تعالى عنهم أجمعين، كلهم يحدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: "من أرسل نفقة في سبيل الله، وأقام في بيته، فله بكل درهم سبع مائة درهم، ومن غزا بنفسه في سبيل الله، وأنفق في وجهه ذلك، فله بكل درهم سبع مائة ألف درهم، ثم تلا هذه الآية: {والله يضاعف لمن يشاء}". مشکوۃ شریف ص: ۳۳۵(۱)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۸۹ھ۔

تبلیغ میں ایک قدم پر سات لاکھ کا ثواب

سوال: تبلیغ والے فرماتے ہیں کہ ہماری جماعت کے ساتھ چل کر مسلمانوں کو نماز کی دعوت دینے سے اللہ پاک ایک ایک قدم پر سات لاکھ نیکیاں لکھ دیتے ہیں۔ یہ بات قرآن پاک یا حدیث پاک سے کہیں ثابت ہو تو ہمیں تحریر مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس مضمون کی حدیث "الترغیب والترہیب" میں حافظ عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کی ہے(۲)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۸۹ھ۔

---

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب الجهاد، الفصل الثالث، ص: ۳۳۵، قديمي)

(۲) (وأيضاً عبد العظيم المنذري في الترغيب والترهيب، الترغيب في النفقة في سبيل الله الخ: ۲/۲۵۳، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) "وعن الحسن بن علي بن أبي طالب، وأبي الدرداء، وأبي هريرة، وأبي أمامة الباهلي، وعبد الله بن عمر، وجابر بن عبد الله، وعمران بن حصين رضي الله عنهم أجمعين، كلهم يحدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: "من أرسل نفقة في سبيل الله، وأقام في بيته، فله بكل درهم سبع مائة درهم —

ایک صورت یہ بھی ہے جو تبلیغی جماعت کرتی ہے اور خدا کے راستے میں جان دے دینا یعنی دشمنوں سے لڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ کیلئے مقتول ہو جانا یہ جہاد کا بڑا درجہ ہے جو کہ قتال سے ہی حاصل ہوتا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۰/۹۰ھ۔

تبلیغی جماعت سے مولانا احتشام الحسن صاحب کا اختلاف

جہاد فی سبیل اللہ کی تشریح

سوال[۵۰۰]: مکرمی محترمی جناب حضرت مفتی صاحب مدظلہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

واضح ہو کہ جناب کا تحریر کردہ ملفوف بنام جناب اشفاق الرحمٰن وصول ہوا اور احقر نے بھی اس کا مطالعہ کیا، بڑی مسرت ہوئی، مگر احقر کو کچھ اشکال تھا اس لئے یہ تحریر کرنے پر مجبور ہوا آنجناب نے تحریر فرمایا ہے کہ "تبلیغ والوں کا یہ کہنا بھی بجا اور درست ہے کہ یہ نبیوں والا کام ہے" اور اس کی وجہ بھی جناب والا نے تحریر کی ہے۔

اول تو وہ حضرات اس توجیہ سے خالی ہیں بلکہ وہ حضرات اس کو حقیقت پر محمول کرتے ہیں، لیکن آپ نے حسن ظن رکھتے ہوئے توجیہ فرمائی ہے تو آپ ہی فرمائیں کیا ادنیٰ مناسبت پر کلی حکم لگایا جا سکتا ہے؟ اگر زید گوشت آگ پر سینک کر کھانے اور کہے کہ یہ نبیوں والا کام ہے تو کیا یہ درست ہوگا، اگرچہ یہ ایک بعید مثال ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک ہوتی ہے عقیدہ کی غلطی اور دوسری عملی غلطی، میں سمجھتا ہوں عملی غلطی بہتر ہے عقیدہ کی غلطی سے۔ یہ حضرات بے شک عملی غلطی کی اصلاح کرتے ہیں مگر اس میں عقیدہ کی غلطی ضرور پیدا ہو جاتی ہے۔

---

(۱) "والجهاد بكسر الجيم، أصله لغة المشقة، وشرعاً بذل الجهد في قتال الكفار، ويطلق على مجاهدة النفس والشيطان والفساق. فأما مجاهدة النفس، فعلى تعلم أمور الدين، ثم على العمل بها، ثم على تعليمها، وأما مجاهدة الشيطان، فعلى دفع ما يأتي به من الشبهات وما يزينه من الشهوات، وأما مجاهدة الكفار فتقع باليد والمال، ثم اللسان، ثم القلب، وأما مجاهدة الفساق فباليد ثم اللسان ثم القلب". (فتح الباري، كتاب الجهاد: ۶/۳، قديمي)

زیادہ مضر ہے۔ اول یہ مستحب کو فرض سمجھتے ہیں، فضائل جہاد کو محمول کرتے ہیں فضائل تبلیغ پر۔ آپ کی توجیہ سے زیادہ سے زیادہ استحباب کا درجہ دیا جا سکتا ہے، مگر وہ حضرات اس کو سنتِ مؤکدہ کا درجہ دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ تارکِ تبلیغ کو مبغوض اور تارکِ سنت سمجھتے ہیں، اگر یہ سنت ہے تو کیا تمام علمائے کرام خود نہ وہ گنہگار ہیں اور کیا انہوں نے کتمانِ علم کیا اور قیامت میں جواب دہ ہوں گے؟

احقر نے جمعہ ایڈیشن میں پڑھا تھا کہ:

"حضرت مولانا محمد طیب صاحب نے فرمایا کہ بعض لوگ تبلیغ کے نام پر کچھ دین کا کام کر رہے ہیں مگر وہ تبلیغ نہیں تحریف ہے"۔ اور حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی نے فرمایا (جو حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ ہیں): "نظام الدین کی موجودہ تبلیغ نہ قرآن و حدیث کے موافق اور نہ علمائے حق اور حضرت مجدد الف ثانی کے مسلک کے مطابق"۔

بلکہ آگے فرماتے ہیں:

"بے تجربہ اصولوں کے بعد جو کام مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بدعتِ حسنہ کی حیثیت رکھتا تھا اب بے نصاب اصولوں کے باوجود اس کو بدعتِ حسنہ بھی نہیں کہا جا سکتا ہے، نام کتاب "زندگی کی صراطِ مستقیم"۔

امید کہ جناب بلا رو رعایت کے جواب قرآن و حدیث کے موافق عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے۔ "قل الحق ولو کان مراً"۔ فقط۔ والسلام۔

محتاجِ دعاء و دعاگو نیز بزرگان: مولوی محمد حارث دہلوی، خطیب مسجد اٹلی والی نمبر: ۳۰۱، گلی مسجد تمبور خان، نیا بانس، شہر دہلی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مکرمی زید مجدکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے جس بے تکلفی سے اپنا اشکال تحریر فرمایا اس سے بہت مسرت ہوئی، دین کے جس کام یا جس مسئلہ میں بھی کوئی شبہ پیدا ہو، اس کو ضرور حل کر لینا چاہئے دل میں نہیں رکھنا چاہیے، اگر نفس الامر میں وہ مسئلہ غلط چل

الفاظ سکھائے جائیں (۱)، مطلب بتایا جائے، مطالبہ سمجھایا جائے، مطالب میں نماز، ذکر، علم، اکرام مسلم، تصحیح نیت، تفریغ وقت سب چیزیں آجائیں گی، ان پر پابندیٔ اصول کے ساتھ محنت کی جائے تو دین کا ہر پرزہ اور کھلتا چلا جائے گا اور عمل مشق ہوتی چلی جائے گی، یہاں تک کہ پورے دین کے ساتھ تعلق قوی ہو جائے گا اور جس قدر بھی دنیا میں یہ جماعتیں دین کو لے کر نکلیں گی ان کو دین نصیب ہوگا اور دوسروں تک دین کی اشاعت ہو کر کار نبوت پورا ہوگا۔ درحقیقت اسی کام کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت ہوئی اور یہی نبیوں والا کام ہے، باقی کام ضمناً وطبعاً عمل میں آئے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کی خود ہی وضاحت فرمادی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

> "ہماری جماعت کا اصل مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین پورا پورا سکھادیں، یہ تو ہمارا اصل مقصد ہے، رہی قافلوں کی چلت پھرت تو یہ اس مقصد کیلئے ابتدائی ذریعہ ہے اور کلمہ، نماز کی تلقین گویا ہمارے پورے نصاب کی الف ب ت ہے" (۲)۔

= محاسن الأخلاق". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الرفق والحياء وحسن الخلق، الفصل الثالث: ۸۰۷/۸، رشيديه)

وقال: "فمثلي ومثل الأنبياء كمثل قصر أحسن بنيانه، ترك منه موضع لبنة". الحديث. قال الطيبي: هذا من التشبيه التمثيلي، شبه الأنبياء وما بعثوا من الهدى والعلم، وإرشاد الناس إلى مكارم الأخلاق بقصر شيد بنيانه وأحسن بناءه، لكن ترك منه ما يصلحه، وما يسد خلله من اللبنة، فبعث نبينا لسد ذلك الخلل مع مشاركته إياهم في تأسيس القواعد ورفع البنيان". (المرقاة، كتاب الفضائل، باب فضائل سيد المرسلين صلى الله تعالى عليه وسلم، الفصل الأول: ۱۰/۱۰، رشيديه)

(۱) قال الله تعالى: ﴿قل هذه سبيلي أدعوا إلى الله أنا ومن اتبعني﴾ الآية [يوسف: ۱۰۸]

قال العلامة الآلوسي: "أي هذه السبيل التي هي الدعوة إلى الإيمان والتوحيد سبيلي أي أدعو الناس إلى معرفته سبحانه بصفات كماله ونعوت جلاله، ومن جملتها التوحيد". (روح المعاني ۹۲/۱۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) (کتاب "چھ باتیں" تبلیغی کام کرنے والوں کو ہدایت، رقم ۳، ص: ۹، طبع تدریکی)

www.ahlehaq.org

پر لوگوں کو ابھارا، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے انتقال کے بعد جو ان کی سوانح لکھی گئی اس پر مولانا نے مقدمہ لکھا اور اس کام کی تعریف لکھی۔

مولانا نے ''بندگی کی صراط مستقیم'' لکھی اور چھپنے سے پہلے مجھے بھی دکھلائی، پھر میرے دیکھنے کے بعد جب وہ چھپ کر آئی تو اس کے اخیر میں ''نہایت ضروری انتباہ'' کو لوگوں نے پڑھا اور میرے پاس خطوط آئے کہ میرے نزدیک یہ تبلیغ ملت کی تباہی اور بربادی کا سبب ہے اور یہ قرآن وحدیث اور طریقہ سلف کے موافق نہیں وغیرہ وغیرہ، تب میں نے بھی ایک نسخہ منگا کر اس کو پڑھا اور حیرت میں پڑ گیا کہ یا اللہ اس خطرناک بات کو میری طرف منسوب کیا ہو، ہاں ایسا ہو سکتا ہے کہ چالیس پچیس سال کے بعد مولانا موصوف کی رائے بدل گئی ہو وہ جس چیز کو انہوں نے مسلمانوں کے حق میں علاج تجویز کیا تھا اس پر قرآن کریم اور حدیث شریف اور عمل سلف سے قوی دلائل پیش کئے تھے اور اس کو وہ اپنے لئے بہت مایہ ناز فخر تصور کرتے تھے آج وہ چیز تباہی وبربادی کی متحقق ہو یا انہوں نے اپنی پہلی رائے کو غلط سمجھا ہو اور آج محسوس ہوا ہو کہ جس چیز کو علاج بنا کر پیش کیا تھا اور اس پر اکابر کی تصدیق بھی تھی وہ تباہی اور بربادی تھی اور جن آیات واحادیث کو بطور دلیل پیش کیا تھا ان سے متعلق بھی آج ان کو محسوس ہوا ہو کہ ان کا مطلب وہ غلط سمجھے تھے اور اب صحیح سمجھے ہیں۔

غرض اللہ ہی کے علم میں ہے کہ اصل حقیقت کیا ہے، تب میں نے ان کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ برائے خدا دو لفظ لکھ کر مجھے دیدیجئے یا خود شائع کر دیجئے کہ آپ کی رائے اصل کتاب کے بارے میں تو موافق ہے مگر نہایت ضروری انتباہ کے ذیل میں جو تبلیغی کام کو ملت کی تباہی کا ذریعہ بتایا گیا ہے یہ مضمون مسودہ میں نہیں دیکھا بلکہ یہ اضافہ بعد میں کیا گیا ہے اس کی رائے اس سے متفق نہیں، مگر مولانا اس کے لئے آمادہ نہیں ہوئے، گو وہ خط آ گیا مگر مولانا نے درخواست منظور نہیں فرمائی اور آخیر میں میں نے اپنا وہ خط شائع کر دیا جو ان کی خدمت میں لکھا تھا اور اس میں قدرے تفصیل بھی تھی۔

اور حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے ان کی خدمت میں مدرسہ کے مبلغ مولانا ارشاد احمد صاحب کو بھیجا کہ اس غلط نسبت سے عوام میں غلط فہمی پھیلے گی، میری طرف اس کی نسبت صحیح ہو گئی ہے مگر مولانا محمد منظور الحسن صاحب نے اس غلط فہمی کے ازالہ کرنے کے لئے کوئی تحریر شائع نہیں فرمائی، حالانکہ اس وقت جہاں جہاں وہ کتاب ''بندگی کی صراط مستقیم'' پہونچی اور خوب پہونچی اس کی وجہ سے بہت فتنے

پیدا ہوئے، بعض جگہ کشیدگی کی نوبت بھی آئی، مولانا کے پاس بھی ان کے قدیم احباب متعارفین: مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب، مولانا منظور احمد نعمانی، مولانا جمیل احمد حیدرآبادی، مولانا عامر انصاری وغیرہ کے خطوط آئے، حتی کہ حجاز مقدس سے مولانا کے خاندانی عزیز مولانا حلیم صاحب مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے پاس سے تو بہت سخت قسم کا خط آیا جس نے مولانا کے نفسیات کو بہت متاثر کردیا (وہ خاندانی عزیز اور بے تکلف ہیں ان کا حق ہوگا) سب نے ہی مولانا کی اس تحریر کو نامناسب، مبنی بر غلط قرار دیا اور مشورہ دیا کہ آپ اس سے رجوع کرلیں۔

میں نے اپنا خط شائع کرنے کیلئے کانپور بھیجا، وہاں اس کے ساتھ چند اکابر کے خطوط بھی شائع کردیئے گئے، جس سے تبلیغ کے متعلق ان کا نظریہ معلوم ہوتا ہے اور ان سب کو ایک رسالہ کتابچہ کی شکل میں دے کر ایک پیش لفظ بھی ناشر نے لکھ دیا، اس میں مولانا احتشام الحسن صاحب کے متعلق بعض ایسے لفظ بھی آگئے جن سے مجھے دکھ ہوا، میں نہیں چاہتا تھا کہ مولانا کے احترام کے خلاف ایسے کڑے الفاظ استعمال کئے جائیں، ان کی رائے اگر بدل گئی اور مجھے اس سے اتفاق نہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان سے لڑائی کی جائے، یا ان کا احترام نہ کیا جائے۔ وہ کتابچہ بھی آپ کی خدمت میں ارسال ہے، آئندہ بھی جو اصلاحی مشورہ دیں گے شکرگزار ہوں گا۔

ہاں! ایک بات رہ گئی وہ یہ کہ فضائل جہاد کی حدیثوں کو تبلیغ پر چسپاں کیا جاتا ہے تو یہ بات صحیح ہے اور اس کی وجہ جو عام فہم ہے وہ یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں: ایک تو یہ ہے خدا کی راہ میں دشمنان اسلام سے قتال کرنا، عموماً اسی کو جہاد کہا جاتا ہے(۱)، اس کی فضیلتیں مستقل ہیں اور وہ بہت عالی ہیں(۲)۔

---

(۱) "والجهاد بكسر الجيم، أصله لغة المشقة... وشرعاً بذل الجهد في قتال الكفار، ويطلق أيضاً على مجاهدة النفس والشيطان والفساق. فأما مجاهدة النفس فعلى تعلم أمور الدين، ثم على العمل بها، ثم على تعليمها، وأما مجاهدة الشيطان فعلى دفع ما يأتي به من الشبهات، وما يزينه من الشهوات، وأما مجاهدة الكفار فتقع باليد والمال واللسان والقلب، وأما مجاهدة الفساق فباليد، ثم اللسان، ثم القلب". (فتح الباري، كتاب الجهاد والسير: ٦/٣، قديمي)

(وكذا في المرقاة شرح مشكوة المصابيح، كتاب الجهاد، قبيل الفصل الأول: ٧/٢٢٨، رشيدية)

(۲) "وفضل الجهاد عظيم، وكيف وحاصله بذل أعز المحبوبات، وإدخال أعظم المشقات عليه، وهو نفس الإنسان ابتغاء مرضات الله وتقرباً بذلك إليه تعالى ... وقد جاء أنه أفضل الأعمال بعد الإيمان في حديث أبي هريرة قال: سئل رسول الله ﷺ أي الأعمال أفضل؟ قال: "إيمان بالله ورسوله" —

www.ahlehaq.org

دوسری چیز ہے خدا کے دین کے لئے کوشش کرنا اگرچہ اس میں قتال کی نوبت نہ آئے، قرآن کریم اور حدیث شریف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی جہاد ہے، چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ امور دین کا علم حاصل کرنا (پڑھنا) تعلیم دینا (پڑھانا) امر بالمعروف نہی عن المنکر سب جہاد ہے (۱) اسی طرح دینی کتابیں تصنیف کرنا، مسائل بتانا، مخالفین کے اعتراضات کا جواب دینا، ان سے مناظرہ کرنا بھی سب جہاد ہے، حتی کہ امام نووی نے غالباً تیرہ قسمیں جہاد کی لکھی ہیں۔

قرآن کریم میں ہے: ﴿یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین﴾ (۲) اس آیت میں کفار اور منافقین سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے، مگر منافقین سے جہاد بالسیف کی نوبت نہیں آئی، دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا﴾ (۳) یہاں بھی قتال بالسیف مراد نہیں۔ نیز "خروج فی سبیل اللہ" کا لفظ بھی قتال بالسیف کے ساتھ مخصوص نہیں۔

حضرت امام بخاریؒ نے کتاب الجہاد ص: ۳۹۴ میں حدیث نقل کی ہے: "ما اغبرت قدما عبد فی سبیل اللہ فتمسہ النار" (۴) اور اسی مضمون کی حدیث کتاب الجمعہ ص: ۱۲۴ میں بیان کیا ہے "من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ حرمہ اللہ علی النار" (۵)۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد کو قتال بالسیف کے

= قیل: ثم ماذا؟ قال: "الجہاد فی سبیل اللہ" قیل: ثم ماذا؟ قال: "حج مبرور" متفق علیہ" (المرقاۃ، کتاب الجہاد، الفصل الأول: ۷/۳۳۶)

(۱) (راجع الحاشیۃ رقم: ۵)

(۲) (التوبۃ: ۷۳)

قال العلامۃ الآلوسی رحمہ اللہ تعالی: "وروی عن الحسن وقتادۃ أن جہاد المنافقین بإقامۃ الحدود علیہم، واستشکل بأن إقامتہا واجبۃ علی غیرہم أیضاً، فلا یختص ذلک بہم، وأشار فی الأحکام إلی دفعہ بأن أسباب الحد فی زمنہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم أکثر ما صدرت عنہم" (روح المعانی: ۱۰/۱۳۷، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۳) (العنکبوت: ۶۹)

(۴) "عبد الرحمن بن جبر أن رسول اللہ ﷺ قال: "ما اغبرت قدما عبد فی سبیل اللہ فتمسہ النار" (صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ تعالی: ۱/۳۹۴، قدیمی)

(۵) (صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب المشی إلی الجمعۃ: ۱/۱۲۴، قدیمی)

www.ahlehaq.org

ساتھ مخصوص کرنا درست نہیں ہے (۱)۔

دوسرے غور کیا جائے کہ قتال سے مقصود بالذات خون ریزی نہیں بلکہ دین کو فروغ مقصود ہے اور قتال بالسیف کی وہاں نوبت پیش آتی ہے جہاں دین کے فروغ میں ایسی رکاوٹ پیش آجائے جو بغیر قتال بالسیف کے دور نہ ہو سکے، اسی لئے ابتداءً دین کی دعوت دی جائے، اگر وہ قبول ہو جائے تو سیف کی ضرورت نہیں، اگر دعوت قبول نہ ہو تو پھر جزیہ کا حکم ہے، اگر اس کو منظور کر لیا جائے تب بھی سیف کی ضرورت نہیں ورنہ مجبوراً اتنی مقدار میں سیف کی ضرورت ہے کہ رکاوٹ دور ہو اور اصل مقصود (فروغِ دین) حاصل ہو جائے (۲)۔ جو اجر وثواب

---

(۱) "قال (أي ابن بطال): المراد في سبيل الله جميع طاعاته". (فتح الباري، كتاب الجهاد والسير، باب من اغبرت قدماه في سبيل الله: ۶/۳۹، قديمي)

وقال القاري رحمه الله تعالى تحت قوله عليه الصلوة والسلام: "إن في الجنة مائة درجة أعدها الله للمجاهدين في سبيل الله" الحديث: "أعم من الغزو أو الحج أو نحوهما مما يبتغي به مرضاة الله تعالى". (المرقاة، كتاب الجهاد، الفصل الأول: ۷/۳۵۰، رشيديه)

وقال القاري رحمه الله تعالى أيضاً تحت حديث البخاري المتقدم: "في سبيل الله: هو في الحقيقة كل سبيل يطلب فيه رضاه، ليتناول سبيل طلب العلم وحضور صلاة الجماعة وعيادة مريض وشهود جنازة ونحوها". (المرقاة، المصدر السابق: ۷/۳۵۴، رشيديه)

(۲) "عن سليمان بن بريدة عن أبيه رضي الله تعالى عنه قال: كان رسول الله ﷺ إذا أمر أميراً على جيش أو سرية أوصاه في خاصته بتقوى الله ومن معه من المسلمين خيراً، ثم قال: ... (إلى أن قال): "وإذا لقيت عدوك من المشركين فادعهم إلى ثلاث خصال أو خلال، فأيتهن ما أجابوك فاقبل منهم وكف عنهم، ثم ادعهم إلى الإسلام، فإن أجابوك فاقبل منهم وكف عنهم، ثم ادعهم إلى التحول من دارهم إلى دار المهاجرين، وأخبرهم أنهم إن فعلوا ذلك فلهم ما للمهاجرين وعليهم ما على المهاجرين، فإن أبوا أن يتحولوا منها فأخبرهم أنهم يكونون كأعراب المسلمين ... فإن أبوا فسلهم الجزية، فإن هم أجابوك فاقبل منهم وكف عنهم، فإن هم أبوا فاستعن بالله وقاتلهم" الحديث. (الصحيح لمسلم، كتاب الجهاد، باب تأمير الإمام الأمراء على البعوث: ۲/۸۲، قديمي)

قال الحصكفي رحمه الله: "فإن حاصرناهم، دعوناهم إلى الإسلام، فإن أسلموا فيها، وإلا فإلى الجزية لو محلاً لها، فإن قبلوا ذلك فلهم ما لنا من الإنصاف وعليهم ما علينا من الانتصاف ... ولا يحل لنا أن =

وسیلہ ہے، اس سے زیادہ اجر وثواب اصل مقصود پر ہونا بالکل ظاہر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ۔

تبلیغی جماعت سے متعلق سیدی ومولائی حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی مد ظلہ کا مکتوب گرامی، مولانا احتشام الحسن کاندھلوی کے نام

مکرم ومحترم زید مجدکم!　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ باعث تحریر آنکہ آپ کا رسالہ "زندگی کی صراط مستقیم" طبع ہونے سے پہلے بھی اس کا مطالعہ کیا تھا اور آپ کے دیگر رسائل کی طرح اس کو بھی مجموعی نافع سمجھا تھا، اختتامی دستخط کے بعد جہاں تک میں نے دیکھا تھا، اب بطور ضمیمہ بعنوان "نہایت ضروری انتباہ" اضافہ کر کے اس کو شائع کیا گیا ہے، اس میں میرا نام بطور گواہ تصدیق پیش کیا گیا ہے جس سے یہ غلطی پیدا ہو سکتی ہے کہ مجھے اس ضمیمہ سے بھی اتفاق ہے، حالانکہ میں نے اس کو دیکھا تک نہیں، اس وقت تک اس کو لکھا گیا تھا، نہ مجھے اس سے اتفاق ہے اس لئے اسی کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔

حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ نے جس نہج پر نظام الدین سے تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا تھا اس سے تو آپ کو پورا اتفاق ہے کیونکہ بقول خود آپ اس کے روح رواں تھے اور آپ کے خیال میں آپ کے اب تک کے رسائل سے موجودہ تبلیغ کی حمایت مقصود نہیں اور آپ کے نزدیک حضرت کے وقت میں وہ تبلیغ بدعت حسنہ کے درجہ میں تھی، اور اب اس میں منکرات شامل ہیں اور یہ ایک غلط چیز ہے جو دین کے نام پر چل رہی ہے اور اس کی وجہ سے ملت تباہی وبربادی میں مبتلا ہو رہی ہے اس لئے اب یہ بدعت حسنہ بھی نہیں (جس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ بدعت سیئہ اور بدعت ضلالت ہے)۔ اب جو حضرات تبلیغ میں شریک ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ اس کو قرآن وحدیث وائمہ سلف اور علمائے حق کے مطابق کریں (جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ تبلیغ نہ قرآن

- "فلا نقاتل من لم تبلغه الدعوة إلى الإسلام... وندعو ندباً من بلغته إلا إذا تضمن ذلك ضرراً، وإلا نستعين بالله ونحاربهم بنصب المجانيق وحرقهم وغرقهم وقطع أشجارهم ولو مثمرة... ورميهم بنبل ونحوه". (الدر المختار، كتاب الجهاد: ۱۲۸/۴، ۱۲۹، سعید)

وكذا في البحر الرائق، كتاب السير: ۱۲۵/۵ - ۱۲۶، رشیدیہ)

کے مطابق ہے، نہ حدیث کے، نہ ائمہ سلف کے، نہ علماء حق کے)۔

آپ نے مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کا نام بھی لکھا ہے کہ ان کو یہ رسالہ دیکھنے اور تصدیق کرنے کے لئے بھیجا اور آپ نے ان سے بھی اس کی صحت کا اطمینان کر لیا حالانکہ مولانا موصوف نے سہارنپور کے بڑے تبلیغی اجتماع میں کئی گھنٹے تقریر فرمائی اور اس موجودہ تبلیغ کے جملہ اصول کو قرآن پاک وحدیث شریف سے مؤید و مؤکد فرمایا۔ اب قریب ہی مظفر نگر کے اجتماع میں انہوں نے شرکت اور تقریر فرمائی اور یہاں دیوبند کے مقامی اجتماعات میں بھی شرکت فرماتے رہتے ہیں اور نظام الدین جانے کی ترغیب بھی دیتے ہیں اور خود اپنی خواہش بھی ظاہر فرمائی، جن لوگوں نے حضرت مہتمم صاحب کی براہ راست تقریریں اور سنتے رہتے ہیں وہ آپ کے رسالہ کا یہ ضمیمہ دیکھ کر کیا رائے قائم کریں گے؟

آپ اس تبلیغ کو قرآن پاک اور حدیث شریف کے خلاف فرما کر اس کو ملت کی تباہی کا ذریعہ تحریر فرمارہے ہیں اور حضرت مہتمم صاحب سے اپنے رسالہ کی صحت کا اطمینان بھی کر چکے ہیں، اگر حضرت مہتمم صاحب اس کو قرآن پاک اور حدیث شریف کے موافق بے شمار رحمتوں کے نزول کا باعث اور آفات وبلیات سے حفاظت کا ذریعہ قرار دے رہے ہیں تو پھر اس کی جو دو نصرت ہی کی جائے، وہ بڑے گی۔ آپ نے واضح طور پر یہ تحریر فرمایا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد یہ تبلیغ بدعت حسنہ کی حد سے خارج ہو کر بدعت ضلالت اور ملت کی تباہی کا ذریعہ بن گئی تھی، کیا مصلحۃً ہی ایسا ہوا۔

خدا نکردہ یہ ایسی بات نہ ہو جیسی ایک گروہ کہتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ہی چند اہل بیت کے سوا سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین صراط مستقیم سے ہٹ گئے اور گمراہی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ نعوذ باللہ۔ لیکن وہاں تو منشاء یہ تھا کہ وہ گروہ خلافت کو بزعم خود حق اہل بیت تصور کرتا تھا اور جن کو مشورہ کا ارباب حل وعقد خلیفہ بنایا گیا اور باتباع خلیفہ تسلیم کیا گیا ان کو وہ ناراض غاصب سمجھتا تھا مگر یہاں کا تو معاملہ برعکس ہے۔

میں اب تک یہی سمجھتا رہا کہ خرابیٔ صحت کی وجہ سے آپ نے کاندھلہ مستقل قیام فرمایا اور نظام الدین کو بھی ترک کر دیا اور اسی وجہ سے تبلیغی کام میں حصہ نہیں لے سکے مگر اس ضمیمہ سے معلوم ہوا کہ حصہ نہ لینے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے نزدیک یہ تبلیغ دینی کام نہیں بلکہ مخرب دین ہے، تو تعجب ہے کہ جس کام سے آپ کو گہرا تعلق تھا اور جس پر آپ نے محنت بھی کی تھی اس کو خراب ہوتے اور اجڑتے ہوئے برسوں تک صبر وسکون سے دیکھتے

نصرت کرتے رہے مگر آپ نے ان کو توجہ نہ دلائی، اگر آپ ان کو توجہ دلاتے اور اپنی بات کو دلائل کے ساتھ پیش کرتے اور وہ بات ان کے نزدیک صحیح ہوتی تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ قادیانیت، خاکساریت، مودودیت، رضاخانیت کی طرح اس کی بھی تردید نہ فرماتے، ان سب حضرات کے ایک طرف ہونے اور آپ کے دوسری طرف ہونے سے شبہ ہوتا ہے کہ کہیں معاملہ برعکس ہو۔

غرض! آپ کی تحریر سے سخت حیرت ہے کہ اساتذہ متحد، مشائخ متحد، مشرب متحد، مذہب متحد، تربیت متحد پھر بھی آپ ان سب سے بعید۔

تبلیغی کام کسی خاص طبقہ کی ہی اصلاح کا ذریعہ نہیں بلکہ تمام دین کے احیاء اور تمام مسلمانوں کی اصلاح اور پختگی کا ذریعہ ہے اور دائرہ اسلام کی بیش از بیش وسعت کا ذریعہ ہے اور دیگر اقوام کے مطالعہ کا ذریعہ ہے کہ جو غلط چیزیں غلط ماحول اور جہالت کی وجہ سے لوگوں میں پھیل گئی ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، چونکہ یہ کام بہت عمومی حیثیت رکھتا ہے ہر قسم کے آدمی اس میں آتے اور کام کرتے ہیں اور ہر ایک کی اصلاح اس کے حوصلہ کے موافق ہوتی ہے، اس لئے بے علم اور باعلم، ذہین اور غبی، نئے اور پرانے، تجربہ کار اور بے تجربہ، متقی اور غیر متقی، ذاکر اور غافل، مستعلیق اور شکستہ، شہری اور دیہاتی، شستہ زبان اور اکھڑ، سب کو تنقید کرتے وقت ایک معیار پر جا پہنچانا اور ایک وزن سے تولنا صحیح نہیں بلکہ اصول غلط ہے، کسی سے اگر کوتاہی ہو جائے تو اس کو اصول نہیں قرار دیا جاسکتا بلکہ اصلاح کی طرف متوجہ کیا جائے گا۔

آپ کی اس تحریر سے انشاء اللہ کام کرنے والوں کے بددل ہو جانے کا اندیشہ تو نہیں، کیونکہ ان میں جو اہل علم ہیں وہ دلائل حقہ کی روشنی میں علی وجہ البصیرت کام کر رہے ہیں، آپ کی مجمل تحریر سے ان کے دلائل میں اضمحلال پیدا نہیں ہوگا اور جو بے علم ہیں وہ اپنی عملی اور اخلاقی حالت کو بہتر سے بہتر ترقی پر دیکھتے ہیں اور ان کے ایمان میں قوت پیدا ہوتی ہے جس سے یقین میں پختگی آتی ہے اور اللہ پاک کی رحمتیں ان پر نازل ہوتی ہیں، بے علم ہونے کے باوجود ان کو یہ چیزیں روزانہ زیادہ سے زیادہ اس کام پر مستعد کرتی ہیں۔

لیکن یہ اندیشہ ضرور ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ نے جس کام کی خاطر زندگی قربان کردی ہے اور اپنے زمانہ کے اکابر، عرفاء، اہل نسبت، اہل علم حضرات سے اس کی صحت وحقانیت اور مقبولیت کو تسلیم کرالیا اور اس کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہ کے سپرد فرمایا، اس کے متعلق جب

www.ahlehaq.org

یہ رائے قائم کی جائے کہ یہ دین کے نام پر ایک غلط چیز چل رہی ہے اور اس سے ملت تباہی اور بربادی میں مبتلا ہو رہی ہے تو ان کی روح کو کتنا زبردست صدمہ پہونچے گا اور جو روحانی رابطات کے ساتھ تھا وہ کیسے قائم رہ سکے گا؟ میرے کہنے کی بات نہیں کہ چھوٹا منہ بڑی بات ہے مگر آپ کی تحریر نے مجبور کیا۔

آپ کا ایک مضمون رسالہ "تذکرہ" میں بھی دیکھا جس میں جماعت اسلامی کی ابتدائی داستان آپ نے بیان کی ہے اور اس کے دستور و اصول کا منشا اپنی ہی تحریرات کو قرار دیا ہے اور اس میں اپنی مودودی صاحب کی ملاقات اور ملاقات کی کیفیت میں ہر دو کا نماز سے بے ہوش ہو جانا بھی مذکور ہے اور یہ مقام مدح میں ہے، یاللعجب!!!

بہرحال اس کے متعلق اس خط میں کچھ عرض کرنا نہیں، ضرورت ہوئی تو پھر کبھی، جواب کے لئے لفافہ ارسال ہے۔ احقر محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ۔

کتابی تعلیم شروع ہونے کے بعد آنے والے نمازیوں کی پریشانی کا حل

سوال [۱۴۵۱]: ۱... تبلیغی جماعت کی کوشش سے ہماری مسجد میں بعد نماز عشاء تعلیم ہوتی ہے ایک دو آدمی تو نمازیں لمبی پڑھتے ہیں اور کسی کی تو جماعت کام کی وجہ سے چھوٹ جاتی ہے، کچھ حضرات دور بیٹھ کر مجلس میں بیٹھ کر جماعت ترک کر دیتے ہیں بعد میں آنے والے حضرات پریشان ہوتے ہیں، کتاب پڑھنے سے منع کرتے ہیں ان کی رعایت ضروری ہے یا نہیں؟

۲... مسجد کی بغل میں ایک کمرہ ہے جس میں بچے پڑھتے ہیں دوسری منزل پر ہے، اگر بعد میں آنے والے حضرات وہاں اپنی نمازیں ادا کر لیں تو کچھ حرج تو نہیں؟

۳... بعد میں آنے والے حضرات تعلیم ہوتے وقت تعلیم میں شرکت فرمائیں اور بعد میں اپنی نماز پڑھ لیں، اس میں کچھ حرج تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... جماعتی کام کرنے سے جماعتی فائدہ ہے یعنی اس سے دینی معلومات حاصل ہوتی ہے ایک دو آدمی لمبی نماز پڑھتے ہیں اس میں ان کا شخصی فائدہ ہے اگر وہ ایثار کریں کہ شخصی فائدے پر جماعتی فائدے کو مقدم رکھیں تو یہ اعلیٰ مقام ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ فرض کے بعد سنت پڑھ کر وہ تعلیم میں شریک ہو جائیں

ان کو بھی تعلیم سے فائدہ پہنچے گا، پھر تعلیم کے بعد اپنی اپنی نماز سب حضرات پڑھتے رہیں۔

۲... مسجد کے بغل میں جو کمرہ ہے وہاں بھی نماز پڑھ سکتے ہیں، جن حضرات کی جماعت چھوٹ جاتی ہے اور وہ بعد میں آتے ہیں تو ان کے لئے بھی دونوں صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اول تعلیم میں شرکت کریں، پھر اپنی نماز پڑھیں، دوسرے یہ کہ بغل والے کمرہ میں اپنی نماز پڑھ لیں، غرض معاملہ صلح اور مشورہ سے کرلیا جائے خلفشار پیدا نہ ہو، تکبیر اولیٰ سے جماعت میں شرکت کا سب کو اہتمام کرنا چاہیے، اپنے کسی کام میں مشغول رہنا یا حقہ پیتے رہنا اور جماعت ترک کردینا بڑے نقصان کی بات ہے۔

۳... وہاں اگر کمرہ میں بجائے وہاں جماعت کرنے کا بھی موقع مل جائے گا، لیکن مسجد کی جماعت ترک نہ کریں اور اس کی عادت نہ ڈالیں کہ بعد میں آکر جماعت بغل والے کمرہ میں کیا کریں گے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۸/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۸/۹۱ھ۔

کتابی تعلیم میں مسبوق حضرات کا خیال

سوال[۱۳۵۲]: ہمارے یہاں کی جامع مسجد میں روزانہ تبلیغی جماعت کے افراد عصر کی فرض نماز کے فوراً بعد مصلے پر بیٹھ کر کتابی تعلیم کے نام پر حدیث شریف پڑھ کر سناتے ہیں، فرض نماز کی آخری رکعت میں شامل ہونے والے جو بقیہ فرض نماز ادا کرتے ہیں ان کا خیال تک نہیں کرتے اور ان کی تعلیم سے دوسروں کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے، باوجود انہیں ٹوکنے کے وہ ہماری ضد پوری کرنے کے بجائے اس تعلیم کو ختم نہیں کرتے

---

(۱) "ویکرہ تکرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة لا في مسجد طريق الخ". (الدر المختار)

وفي الرد: "ولنا أنه عليه الصلاة والسلام كان إذا خرج ... إلى أن قال: فرجع إلى منزله فجمع أهله وصلى. ولأن في الإطلاق هكذا أي تكرير الجماعة في المسجد مطلقاً تقليل الجماعة معنى، فإنهم لا يجتمعون إذا علموا أنهم لا تفوتهم. وقد مناعن أبي يوسف أنه إذا لم تكن الجماعة على الهيئة الأولى لا تكره، وإلا تكره، وهو الصحيح، وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة الخ". (باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد: ۱/۵۵۳، سعيد)

www.ahlehaq.org

جماعت سے پہلے حدیث کی کتاب سنانا

سوال[۱۴۵۳]: ہم طلبہ کی جماعت نے یہ طے کیا ہے کہ مسلمانوں کو مذہبی معلومات سمجھانے کے لئے قبل نماز فجر (رمضان المبارک میں) فجر کی اذان کے بعد سے اور جماعت کھڑی ہونے سے دس منٹ پہلے تک حدیث کی کوئی کتاب پڑھ کر سنائی جائے، ہم طلبہ کے لئے وقت کی کمی ہے ہم نے نماز فجر سے پہلے اور اذان کے بعد اس لئے وقت رکھا ہے تاکہ زیادہ لوگ شرکت کرسکیں۔ کیا یہ وقت تبلیغ کے لئے مناسب ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

آپ کا پروگرام مناسب اور بابرکت ہے(۱) اللہ تعالیٰ مزید اخلاص و استقامت عطاء فرمائے۔ آمین۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۹/۸۸ھ۔

جمعہ سے پہلے اور فجر کے بعد مسجد میں کتاب سنانا

سوال[۱۴۵۴]: میرا معمول ہے کہ بعد نماز فجر متصلاً و بعد اذان اول جمعہ کتاب مسجد میں سنانا

= "وكونوا عباد الله إخواناً". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب قوله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيراً من الظن﴾: ۲/۸۹۶، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في الظن: ۲/۳۲۵، مكتبه امداديه ملتان)

قال القاري: "قال بعض المحققين: أي لاتتعرضوا بأسباب العداوة؛ إذ العداوة والمحبة مما لا اختيار فيه. فإن البغض من نفار النفس عما يرغب عنه، وأوله الكراهة، وأوسطه النفرة، وآخره العداوة، كما أن الحب من انجذاب النفس إلى ما يرغب فيه، ومبدؤه الميل، ثم الإرادة، ثم المودة. وهما من غرائز الطبع. والله تعالى أعلم". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول: ۸/۷۱۱، رقم: ۵۰۲۸، رشيديه)

(۱) "لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الدال على الخير كفاعله". (كنز العمال: ۶/۳۵۹، رقم الحديث: ۱۶۰۵۲، منشورات مكتبة التراث الإسلامي)

(وكذا في الأدب المفرد، باب الدال على الخير: ۱/۱۲۷، مكتبة المعروف الرياض)

رہتا ہوں، ایک نمازی نے اعتراض کیا کہ نماز پڑھنے والوں کو خلل ہوتا ہے، میں نے اس کو کچھ جواب نہیں دیا اور یہ استفتاء جناب کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں، آج کل تبلیغی جماعت اور مدرسہ کا جو معمول ہے وہ بھی دیکھنے میں آتا ہے اور آداب المساجد میں بھی جو دیکھا تو قول فیصل یہی نظر آیا کہ اگر نمازی اور نائم وغیرہ کو خلل انداز ہو تو ذکر جہری وغیرہ ممنوع ہے، یہاں تک کہ قرآن کریم بھی جہراً پڑھنا ممنوع لکھا ہے، اس کو مفصل تحریر فرمائیں۔ نیز ہماری مسجد بہت تنگ ہے یہ جو برآمدہ ہے اس پر بھی چھت نہیں ہے اس لئے مسجد کے اندر کے سوا نماز پڑھنا مشکل ہے اور مسجد چھوٹی ہے کتنی ہی آہستہ سے پڑھیں آواز تو پہونچتی ہی ہے اور فجر میں بعد نماز جو لوگ نماز پڑھتے ہیں وہ بھی اعتراض کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جمعہ کے لئے مشورہ سے طے کر کے سب نمازیوں کو اطلاع کر دیں کہ اذان اول سے خطبہ تک کتاب سنائی جانے کی، جو لوگ اس کو پسند کرتے ہوں، جب اذان ثانی یعنی خطبہ میں دس منٹ باقی رہ جائیں تو کتاب بند کر دی جائے اور اس وقت سب لوگ سنتیں پڑھ لیں، اس سے کتاب بھی ہو جائے گی اور کسی کی سنتوں میں بھی خلل نہیں آئے گا، یہ تو سہل ہے، لیکن فجر کے بعد جو لوگ آتے ہیں ان کی نماز کو خلل سے بچانے کی آپ کی چھوٹی مسجد میں کوئی صورت معلوم نہیں ہوتی، الا یہ کہ طلوع شمس کے قریب تک تسبیح وعبادت میں مشغول رہیں، پھر کتاب سنائیں، جب نماز کا وقت نہ رہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

نمازیوں کی فراغت سے پہلے جہراً کتاب پڑھنا

سوال [۱۲۵۵]: جماعتیں مرکز وغیرہ سے آتی جاتی رہتی ہیں، اکثر و بیشتر یہ دیکھا گیا ہے کہ امیر جماعت وغیرہ جو کوئی ہو کم وقتی میں مختصر سنت ادا کر کے اس خیال سے کہ کہیں نمازی چلے نہ جائیں فارغ ہو جاتے ہیں۔ نمازی ابھی سنن و نوافل وغیرہ ہی پڑھ رہے ہیں اور امیر جماعت وغیرہ تقریر یا کتاب کا پڑھنا شروع کر دیتے ہیں جس سے غریب نمازیوں کا اطمینان قلب نماز پڑھنا دشوار ہو جاتا ہے، بوقت قرأت نماز میں منازعت ہونے لگتی ہے، کیا یہ فعل اور طریقہ اصلاح عند الشرع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کو تاکید کی جائے کہ نماز سنت کے مطابق ادا کریں، نیز نمازیوں کی فراغت کا انتظار کریں، لیکن اگر سب کی فراغت کا انتظار کرتے تک نمازی چلے جائیں اور جو شخص سب سے اخیر میں فارغ ہو بس وہی رہ جائے، تو پھر کام کرنے کی کیا صورت ہوگی، اس لئے بہتر یہ ہے کہ فرض کے بعد سنت مؤکدہ تو سب باطمینان ادا کرلیں پھر بیٹھ جائیں اور کتاب وتقریر کو سنیں، اس کے بعد وتر ونوافل پڑھ لیں تاکہ سب کا کام ہوجائے اور کسی کو شکایت کا موقع نہ ملے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳/۴/۹۶ھ۔

کیا روزانہ تعلیم کرنا حدیث کے خلاف نہیں؟

سوال[۱۴۵۶]: مشکوۃ کے اندر حدیث سے ثابت ہے کہ روزانہ تعلیم نہ کرنا چاہئے، ایک صحابی جمعرات کے روز تعلیم فرماتے تو اس سے غالباً منع فرمایا گیا(۱)، اب لوگ ہر روز تعلیم دیتے ہیں، حالانکہ دین کی بات سننے میں جتنی دلچسپی اس وقت تھی اب اس کا عشر عشیر بھی نہیں، پھر روزانہ تعلیم کے بارے میں کیا منشا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دین کی ضرورت کا احساس کرایا جائے جس قدر دین سے بے رغبتی ہو اسی کے اندر تعلیم کی زیادہ ضرورت ہے، دینی مدارس تو قائم کئے جائیں، یہاں دار العلوم دیوبند میں بعد فجر سے تعلیم شروع ہوجاتی ہے، ظہر کے بعد بھی تعلیم ہوتی ہے، مغرب کے بعد بھی عشاء کے بعد جمعہ کے روز بھی۔ اصحاب صفہ تو سب کاموں سے فارغ ہوکر دین کو حاصل کرنے کے لئے خدمت اقدس میں آپڑے تھے(۲)۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ

---

(۱) "عن شقيق قال: كان عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه يذكر الناس في كل خميس، فقال له رجل: يا أبا عبد الرحمن لوددت أنك ذكرتنا في كل يوم، قال: أما إنه يمنعني من ذلك أني أكره أن أملكم، وإني أتخولكم بالموعظة كما كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يتخولنا بها مخافة السآمة علينا". متفق عليه". (مشكاة المصابيح، ص۳۲، كتاب العلم، الفصل الأول)

(۲) (مجمع بحار الأنوار: ۳/۳۳۲، مجلس دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد دكن، الهند)

(وكذا في "راحة القلوب" ص۱۰۸، مدينه پبلشنگ كراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

چندہ جس کام کے لئے کیا جائے اس کا اسی کام میں خرچ کرنا لازم ہے، دوسرے کام میں خرچ کرنا درست نہیں، اگر تبلیغی اجتماع کے نام سے لیا گیا ہے تو اس کو تبلیغی اجتماع میں خرچ کیا جائے(۱) جو کچھ بچ گیا اس کو مدرسہ میں خرچ نہ کریں، بلکہ چندہ دینے والوں کو واپس کردیں یا ان کی اجازت سے کسی دوسرے تبلیغی اجتماع میں خرچ کردیں یا اپنے یہاں دوسرے اجتماع کے لئے محفوظ رکھیں، ہاں! اگر وہ بخوشی مدرسہ میں دیدیں تو مدرسہ میں صرف کرنا بھی درست ہوگا، جس مدرسہ میں اگر بطور حفاظت رکھا ہو تو جب وہ مدرسہ سے طلب کیا جائے تو مدرسہ والوں کو چاہئے کہ وہ دیدیں، مدرسہ کا پیسہ تبلیغی اجتماع میں خرچ نہ کریں، اگر مدرسہ کا پیسہ تبلیغی اجتماع میں خرچ کیا ہو تو اس کا ضمان لازم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۲/۸۸ھ۔

تبلیغی اجتماع میں کھانے کی قیمت بغیر وزن کے مقرر کرنا

سوال[۱۲۵۹]: ہمارے یہاں اکثر تبلیغی اجتماعات میں کھانے خوراک پر کچھ پیسے رکھ دیئے جاتے ہیں اس کا وزن کچھ نہیں ہوتا، یہ طریقہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کھانے کی قیمت متعین کرنا بغیر وزن کئے ہوئے بھی درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۹۳ھ۔

---

(۱) "والواقف لو عین انساناً للصرف تعین، حتی لو صرف الناظر لغیرہ، کان ضامناً الخ". (البحر الرائق، کتاب الوقف: ۵/۳۸۱، رشیدیہ)

(۲) "وصح بیع الطعام کیلاً وجزافاً إذا کان بخلاف جنسہ الخ". (الدر المختار)

وفی الرد: "وحاصلہ ما فی المعراج: من أنہ أی المجازفۃ البیع والشراء بلا کیل ولا وزن، والنفی أن شرط جوازہ أن یکون ممیزاً مشاراً إلیہ". (کتاب البیوع، مطلب مہم فی حکم الشراء بالفروش فی زماننا: ۴/۵۳۸، سعید)

مسجد کی چٹائی تبلیغی اجتماع میں لے جانا

سوال [۱۰۱۶۰]: تبلیغی اجتماع کے موقع پر مسجد یا عیدگاہ کی جانماز، دری یا چٹائی وغیرہ بچھا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسجد کی جانماز، دری، یا چٹائی نماز کے لئے مسجد میں استعمال کی جائے، وہاں تبلیغی اجتماع بھی درست ہے وہ سب لوگ اس پر نماز پڑھیں گے، مسجد سے باہر اجتماع کے واسطے لے جانے کی اجازت نہیں عیدگاہ میں بھی نہ لے جائیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

تبلیغی جماعت کو زرہ رکھنا

سوال [۱۰۱۶۱]: تبلیغی کو زرہ رکھنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ورہ سے پٹائی کرنا تبلیغ کے وقت تبلیغی جماعت کے اصول کے خلاف اور ظلم ہے، البتہ لاٹھی ہاتھ میں رکھنا درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۹۰ھ۔

---

(۱) چونکہ عام طور پر اس طرح کی چٹائیاں اور مصلے وقف ہوتے ہیں اور وقف اشیاء کا مصرف وہی ہوتا ہے جو کہ واقف نے متعین کیا ہو:

"وما خالف شرط الواقف، فهو مخالف للنص وهو حكم لا دليل عليه سواء كان نصه في الوقف نصاً أو ظاهراً اهـ. وهذا موافق لقول مشايخنا كغيرهم: شرط الواقف كنص الشارع فيجب اتباعه". (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب ما خالف شرط الواقف فهو مخالف للنص، ۴/۴۹۵، سعید)

(۲) "وسئل رضي الله تعالى عنه: عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أنه قال: التوكؤ على العصا من أخلاق الأنبياء (عليهم الصلوة والسلام)، وكان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يتوكأ عليها". من رواه؟ فأجاب بقوله: رواه ابن عدي، وروى الديلمي بسنده حديث: "حمل العصا علامة المؤمن وسنة الأنبياء". وروى أيضاً حديث: "كانت الأنبياء يختصرون بها تواضعاً لله عز وجل". ... وأخرج ابن ماجه "تخرج –

امتحان میں کامیابی پر تبلیغی جماعت میں وقت لگانا

سوال [۱۶۶۴]: ایک شخص نے دعاء کی کہ اگر میں امتحان میں پاس ہوجاؤں تو چودہ دن تبلیغی جماعت میں وقت دونگا، وہ پاس ہوگیا اب اسے کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تبلیغی جماعت میں چودہ دن دینے کی امتحان میں کامیاب ہونے پر جو نذر مانی ہے اور اللہ تعالیٰ نے کامیاب فرمادیا ہے اگرچہ یہ شرعی نذر نہیں ہے (۱) لیکن حق تعالیٰ سے ایک وعدہ ہے اس کو پورا کرنا چاہیے، وعدہ خلافی نہ کی جائے کہ یہ شرعاً مذموم ہے (۲) اور بعض صورتوں میں منافق کی علامت بھی ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱/۹۲ھ۔

= الـ... رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، وهو متكئ على عصاه". (الفتاوى الحديثية لابن حجر الهيتمي، مطلب التوكؤ على العصا من أخلاق الأنبياء، ص: ۲۲۹، قديمي)

(۱) قال في الدر المختار: "ولم يلزم الناذر ما ليس من جنسه فرض، كعيادة المريض وتشييع جنازة ودخول مسجد". وقال في رد المحتار: "(قوله: كعيادة مريض) يفيد أن مرادهم بالفرض ما هو فرض العين دون ما يشمل فرض الكفاية... أي فإن هذه (أي العيادة) فرض كفاية... وقد مثل في البدائع خروج هذه المذكورات بقوله: عبادة مقصودة، على أنه يرد عليه دخول المسجد للطواف، فإن الدخول جنسه فرض لكنه ليس مقصوداً لذاته... الخ". (كتاب الأيمان، بعد مطلب في أحكام النذر: ۳/۷۳۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في النذر: ۲/۵۱۵، رشيديه)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولاً﴾. (الإسراء: ۳۴)

قال العلامة الآلوسي: "(وأوفوا بالعهد) ما عاهدتم الله تعالى من التزام تكاليفه... والإيفاء بالعهد والوفاء به هو القيام بمقتضاه والمحافظة عليه وعدم نقضه... الخ". (روح المعاني: ۱۵/۷۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا ائتمن خان". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب علامة المنافق: ۱/۱۰، قديمي)

www.ahlehaq.org

مؤخر نہ کرے (۱) نہ جانے کیا بات پیش آجائے اور وعدہ پورا نہ ہوسکے، لیکن اگر کسی عذر کی وجہ سے فوراً نہ لگ سکے اور امیر بھی اجازت دے دے تو بعد میں وعدہ پورا کرنے سے بھی وعدہ خلافی نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

ایک تبلیغی کی تقریر کہ مشورہ وحی کا بدل ہے

سوال [۱۶۲۴]: یہاں پر ایک تبلیغی صاحب نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی کہ مشورہ دراصل وحی کا بدل ہے، جس طرح انبیاء کے مسائل وحی سے اللہ تعالیٰ شانہ حل فرمادیتے تھے اسی طرح مشورہ بمنزلہ وحی کے ہے یعنی وحی کا بدل ہے۔ آپ ان باتوں کی تشریح فرمادیں تاکہ خلجان دور ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مشورہ شریعت اسلامیہ میں بہت مفید اور اہم ہے، قرآن وحدیث میں اس کی تاکید آئی ہے (۲)، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی آتی تھی لیکن مشورہ کا وہاں بھی حکم تھا، مشورہ سے اگر کوئی بات طے ہوجائے تو اس میں خیر وبرکت ہے، اگر مشورہ میں کوئی کمی رہتی تو اس کی اصلاح وحی سے ہوجاتی تھی (۳)، اب وحی بند ہے (۴) شریعت وحفاظتِ دین کے لئے کسی ایک شخص کی رائے پر اعتماد نہیں ہوتا (۴) اس لئے مشورہ سے

---

(۱) (تقدیم تخریجہ تحت عنوان: "تبلیغ میں کامیابی پر تبلیغی جماعت میں اختلاف")

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فاعف عنهم واستغفر لهم وشاورهم في الأمر، فإذا عزمت فتوكل على الله﴾ الآية (آل عمران: ۱۵۹)

وقال الله تعالى: ﴿والذين استجابوا لربهم وأقاموا الصلوة، وأمرهم شورى بينهم﴾ الآية (الشورى: ۳۸)

"وأخرج عبد بن حميد، والبخاري في الأدب، وابن المنذر عن الحسن قال: ما تشاور قوم قط إلا هدوا لأرشد أمرهم ثم تلا: ﴿وأمرهم شورى بينهم﴾". (روح المعاني: ۲۵/۴۶، آية الشورى رقم: ۳۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "وكانت الشورى بين النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وأصحابه فيما يتعلق بأحكام الحروب ... وكانت بينهم أيضاً في الأحكام كقتال أهل الردة ... والمراد بالأحكام ما لم يكن لهم فيه نص شرعي، وإلا فالشورى لا معنى لها". (روح المعاني، المصدر السابق)

(۴) "عن علي كرم الله وجهه قال: قلت: يا رسول الله! الأمر ينزل بنا بعدك لم ينزل فيه قرآن، ولم

کرنا بہتر ہے، وحی قطعی چیز ہے جس میں شبہ اور غلطی کا احتمال نہیں (۱) مشورہ میں غلطی اور شبہ کا احتمال رہتا ہے، اس لئے مشورہ وحی کا پورا بدل نہیں۔ ہاں خدائے پاک کی رحمت ضرور مشورہ میں شامل رہتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

علماء پر تبلیغ نہ کرنے کا اعتراض

سوال [۱۳۲۵]: مسلمان نہ صرف علوم دینی سے بے بہرہ ہیں، بلکہ ان کے دنیوی اور دینی لیڈر بھی مسلمانوں کا علوم دین سے مستفید ہونا پسند نہیں کرتے۔ اب سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کے دینی لیڈر تو علمائے کرام ہیں اور دنیوی غیر متقی اور مسلمان ہیں تو کیا یہ دونوں رہبران دینی علوم حاصل کرنا پسند نہیں کرتے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

علماء نے تو مدارس قائم کئے، کتابیں جمع کیں، اساتذہ کو مقرر کیا، طلبہ کو اکٹھا کر کے تعلیم کا انتظام کیا، جگہ جگہ وعظ کہتے ہیں، جلسے کرتے ہیں، تبلیغ کرتے ہیں، کتابیں تصنیف کرتے ہیں، پھر اس کا مشاہدہ کرلیا جائے، پھر ان کے متعلق یہ بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے کہ یہ مسلمانوں کا دینی علوم سے مستفیض ہونا پسند نہیں کرتے، اس بات کا غلط ہونا تو آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۱/۸۹ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= يسمع منك فيه شيء، قال: أحضروا له العابد من أمتي، واجعلوه بينكم شورى، ولا تقضوه برأي واحد". (روح المعاني، المصدر السابق)

(۱) قال الله تعالى: ﴿قرآناً عربياً غير ذي عوج لعلهم يتقون﴾. (الزمر: ۲۸)

"﴿غير ذي عوج﴾ .... وقد يقال: مراد من قال: أي لا لبس فيه ولا شك نفي بعض أنواع الاختلال. وعلى ذلك ما روي عن عثمان بن عفان رضي الله تعالى عنه من أنه قال: أي غير مضطرب ولا متناقض اهـ". (روح المعاني: ۲۳/۲۶۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

مایتعلق بالمواعظ والنصح

(وعظ ونصیحت کا بیان)

کرسی پر بیٹھ کر وعظ کہنا

محترمی حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم!

سوال[۱۲۱۶]: اکثر علما مسجد کے اندر کرسی کے پائے دھلوا کر اور مسجد کے اندر کرسی پر بیٹھ کر وعظ کہتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ کرسی پر بیٹھ کر وعظ کہنا ناجائز ہے، لہٰذا ان لوگوں کو شریعت کی روشنی میں مطلع فرمایئے کہ کرسی پر بیٹھ کر مسجد کے اندر علماؤں کا وعظ کہنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

مسلم شریف: ا/۲۸۷ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مسجد میں کرسی پر تشریف فرما کر دین کی باتیں ارشاد فرمانا مذکور ہے، کرسی کے پائے لوہے کے معلوم ہوتے تھے(۱)۔

الادب المفرد ص:۱۶۰ میں بھی امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ذکر فرمایا ہے(۲)۔ جو چیز حدیث شریف سے ثابت ہے اس پر اعتراض کرنا عدم واقفیت کی وجہ سے ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

وعظ میں خطاب کا طریقہ

سوال[۱۲۱۷]: اکثر علما بخاطب تم سے کرتے ہیں کہ تم نے ایسا کیا، تم نے ویسا کیا تو عذاب نازل

---

(۱) "قال أبو رفاعة رضي الله تعالى عنه انتهيت إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وهو يخطب قال: فقلت: يا رسول الله! رجل غريب جاء يسأل عن دينه لا يدري ما دينه قال: فأقبل علي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وترك خطبته حتى انتهى إلي، فأتي بكرسي حسبت قوائمه حديداً". (الصحيح لمسلم: ۱/۲۸۷، كتاب الجمعة، قديمي)

(۲) (الأدب المفرد، باب الجلوس على السرير: ۲/۱۵۸، رقم الحديث: ۱۱۶۳، مكتبة المعارف الرياض)

الجواب حامداً و مصلیاً:

بدعملی نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار ہے حق تعالیٰ عمل کی توفیق دے، جو واعظ وعظ کہتے ہیں خود عمل نہیں کرتے آگ کی قینچی سے ان کے ہونٹ کاٹے جائیں گے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ دار العلوم دیوبند۔

بے عمل کا وعظ کہنا اور چھوٹے بھائی کا اس کو ٹوکنا

سوال[۱۲۱۹]: ایک شخص عالم دین ہیں مگر بے عمل اور اکثر برائیاں اس کے اندر پائی جاتی ہیں، یہ شخص کبھی کبھی وعظ وتقریر بھی کرتا رہتا ہے، بعد نماز جمعہ بھی وعظ کہتا ہے۔ ایک مرتبہ اس نے وعظ کا اعلان کیا مگر اس کا چھوٹا بھائی مقابلہ کے لئے کھڑا ہوگیا اور کہا کہ کیا تم اس قابل ہو کہ وعظ کہو۔ تو کیا اس حالت میں وہ وعظ سے رک جائے؟ اگر خدا تعالیٰ نے قیامت میں پوچھ لیا کہ جب تم کو علم دین دیا تھا تم نے کیوں نہیں پہونچایا تو اس کا کیا جواب دے گا اور اس روکنے والے بھائی کو کیا کہا جائے گا جو کہ دین کی بات عوام الناس کے سامنے بیان کرنے سے روکے، اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بڑے بھائی جب کہ عالم بھی ہیں تو چھوٹے بھائی کو ان کا دوہرا احترام لازم ہے، جو طریقہ چھوٹے بھائی نے استعمال کیا ہے نہایت غلط اور مذموم ہے، لازم ہے کہ بڑے بھائی سے معافی مانگے اور آئندہ ایسی حرکت سے اجتناب کرے(۲)۔ بڑے بھائی کو جہاں اس کا خیال ہے کہ اپنے علم سے مخلوق کو نفع نہ پہونچانے کی

---

(۱) "عن ثمامة عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "مررت ليلة أسري بي على أناس تقرض شفاههم وألسنتهم بمقاريض من نار، فقلت: من هؤلاء يا جبريل؟ قال: هؤلاء خطباء أمتك الذين يأمرون الناس بالبر وينسون أنفسهم" (تفسير ابن كثير ۱/۱۲۶، دار الفيحاء، دمشق)

(۲) "عن سعيد بن العاص رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "حق كبير الإخوة على صغيرهم حق الوالد على ولده" (مشكوة المصابيح: ۲/۴۲۱، باب البر والصلة، الفصل الثالث، قديمي)

صورت میں جواب طلب کیا جائے گا وہاں اپنی اصلاح کی بھی فکر و کوشش لازم ہے۔ انسان کتنا ہی بڑا عالم ہوجائے کبھی بھی اپنی اصلاح سے غافل نہیں رہنا چاہیے اور جس کو وعظ کہنا ہو اس کو تو زیادہ فکر کی ضرورت ہے (۱) کیونکہ بقول شخصے؎

کہا اس کا ہرگز نہ مانے گی دنیا
جو اپنی نصیحت پہ عامل نہ ہوگا

وعظ جب ہی مؤثر ہوتا ہے جب خود بھی واعظ باعمل ہو جتنے لوگ وعظ پر عمل کریں گے اتنا ہی واعظ کے اجر میں اضافہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱/۱۴۹۳ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

اپنی نصیحت پر خود عمل

سوال [۱۰۲۱]: کیا حدیث میں واقعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے یا کسی امام یا بزرگ کا کہ ایک

— "وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ليس منا من لم يرحم صغيرنا ولم يوقر كبيرنا". (مشكوة المصابيح: ۲/۴۲۳، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الثاني، قديمي)

(۱) قال الله تعالى: ﴿أتأمرون الناس بالبر وتنسون أنفسكم﴾ (البقرة: ۴۴)

وقال تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون﴾ (الصف: ۲)

"عن علي بن زيد بن جدعان عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "مررت ليلة أسري بي على أناس تقرض شفاههم وألسنتهم بمقاريض من نار، قلت: من هؤلاء يا جبريل؟ قال: هؤلاء خطباء أمتك الذين يأمرون الناس بالبر وينسون أنفسهم ... الخ".

"عن أبي وائل قال: قيل لأسامة وأنا رديفه ... قال: سمعته يقول: يجاء بالرجل يوم القيامة فيلقى في النار فتندلق به أقتابه، فيدور بها في النار كما يدور الحمار برحاه، فيطيف به أهل النار فيقولون: يا فلان ما أصابك، ألم تكن تأمرنا بالمعروف وتنهانا عن المنكر؟ فيقول: كنت آمركم بالمعروف ولا آتيه، وأنهاكم عن المنكر وآتيه". (ابن كثير: ۱/۱۲۶، دار الفيحاء دمشق)

www.ahlehaq.org

بڑھیا ان کے پاس آئی اور کہا کہ میرا لڑکا گڑ بہت کھاتا ہے، نصیحت فرمادیجئے، جواب میں فرمایا: "میں بھی گڑ کھاتا ہوں، پہلے میں کھانا ترک کردوں تب نصیحت کروں گا"۔ پہلے انہوں نے کھانا چھوڑا، پھر نصیحت فرمائی، جن صاحب کا واقعہ ہو تفصیل سے بیان کردیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ واقعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نہیں، اور کسی بزرگ کا ہوگا، فی نفسہ یہ بات صحیح ہے کہ دوسرے کے حق میں نصیحت کارگر جب ہوتی ہے کہ ناصح خود بھی اس پر عامل ہو(1)۔

کہا اس کا ہرگز نہ مانے گی دنیا
جو اپنی نصیحت پہ عامل نہ ہوگا

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/۹۰ھ۔

غیر عالم کا تقریر کرنا

سوال[۱۳۷۱]: غیر عالم کے لئے تقریر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غیر عالم کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ کتاب پڑھ کر سنادے، مستقل تقریر نہ کرے، کیونکہ وہ حدود کی رعایت نہیں کرپاتا، اگر حدود کی رعایت کرے اور جو بات کہے مستند کہے تو اس کو اجازت ہے(2)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(1) قال اللہ تعالیٰ: ﴿أتأمرون الناس بالبر وتنسون أنفسکم﴾ (البقرة: ۴۴)

ابن کثیر: "عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنه: قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یقول: مررت لیلة أسری بی علی ناس تقرض شفاههم وألسنتهم بمقاریض من نار، قلت: من هؤلاء یا جبریل؟ قال: هؤلاء خطباء أمتك الذین یأمرون الناس بالبر وینسون أنفسهم، وهم یتلون الکتاب أفلا یعقلون". (ابن کثیر: ۱/۱۲۹، دار الفیحاء دمشق)

(2) "غیر عالم کے لئے درس قرآن یا درس حدیث دینا جائز نہیں"۔ (حسن الفتاوی: ۸/۱۸۳، سعید)

غیر تعلیم یافتہ شخص کی تقریر

سوال [۱۶۰۷]: ایک شخص تعلیم یافتہ نہیں ہے، اس شخص کی تقریر معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بغیر تقریر سنے کیسے بتایا جائے کہ اس کی تقریر کیسی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۷/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۹۲ھ۔

وعظ کہہ کر چندہ مانگنا

سوال [۱۶۰۸]: مسجد میں وعظ وتقریر فرما کر بعد میں جو چندہ کی وصولی کی جاتی ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وعظ کہہ کر مسجد میں چندہ مانگنا اچھی بات نہیں، یہ پیشہ وروں کا کام ہے، اس سے وعظ کا اثر نہیں ہوگا، لوگ سمجھتے ہیں کہ اصل مقصود چندہ وصول کرنا اور پیٹ کی خاطر وعظ کو اس کا ذریعہ بنا رکھا ہے(۱)، اس لئے ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۹۰ھ۔

www.ahlehaq.org

تقریر میں سونے والوں کو جگانا

سوال [۱۶۰۹]: علمائے کرام تقریر کے لئے اٹھے، سامعین کی طرف نظر ڈالی، سب کے سب نیند میں اونگھ رہے تھے، ہوشیار کرنے کے لئے تھوڑی بات ہوئے کہ سب کی نیند ٹوٹ گئی، حدیث وقرآن کی طرف رجوع ہوا اور قرآن وحدیث سننے لگے۔ اس پر کیا فتویٰ ہے؟

---

(۱) "الواعظ إذا سأل الناس شيئاً في المجلس لنفسه، لا يحل له ذلك، لأنه اكتساب الدنيا بالعلم، كذا في التاتارخانية نقلاً عن الخلاصة". (الفتاوى العالمگيرية: ۵/۳۱۹، الباب الرابع في الصلوة والتسبيح، مكتبه رشيديه كوئٹه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نیند سے جگانا اور چیخ کر حاضرین وسامعین کو وعظ سنانا درست ہے مگر اس مقصد کے لئے غلط اور خلاف شرع بات نہ کہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ ۲۱/۹/۹۰ھ

مقرر کو نبی پر قیاس کرنا

سوال [۴۷۵]: بار بار تقریر سے جب فائدہ نہ اٹھائیں تو اگر کوئی مقتدی یہ کہے کہ کہنے والوں میں اخلاص نہیں، اس کے جواب میں امام مسجد یہ کہے کہ ایسے کہنے سے حضرت نوح علیہ السلام اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اعتراض ہوگا کہ ان میں بھی اخلاص نہیں تھا جس کی وجہ سے ابوجہل اور دیگر کفار ایمان نہیں لائے۔ تو مقتدی کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر مقرر کو نبی پر قیاس کرنا صحیح نہیں، نہ ہر مقرر کو مخلص کہا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

تحریر یا تقریر کے ختم پر واللہ اعلم

سوال [۴۷۶]: زید کی عادت ہے کہ خط لکھتے وقت، تحریر مسئلہ کا جواب لکھتے وقت اس کے ختم پر لکھتا ہے: "واللہ اعلم" اور یہ کلمہ بطور ختم کی نشانی کے لکھتا ہے کہ اس کلمہ کو دیکھ کر سمجھا جائے کہ بات ختم ہوگئی۔ تو زید کا یہ طریقہ شرعاً کیسا ہے؟ اسی طرح سبق کے ختم پر کہتا ہے: "واللہ اعلم"۔ جواب مع حوالہ عنایت ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس نیت سے یہ کلمہ کہنا اور لکھنا مکروہ ہے۔ درمختار میں کتاب الحظر والاباحۃ کے ختم پر منظومہ ابن وہبان سے نقل کیا ہے:

"وقد كرهوا والله تعالى أعلم ونحوه لإعلام ختم الدرس حين يقرر"۔

اس کی شرح کرتے ہوئے علامہ شامی نے لکھا ہے: "أما إذا لم يكن إعلاماً بانتهائه

لا یکرہ؛ لأنہ ذکر وتعریض، بخلاف الأول فإنہ استعملہ آلۃ للإعلام". رد المحتار: ۵/۲۷۷(۱)۔

یعنی اگر واللہ اعلم اس لئے کہتا ہے کہ دیکھنے والے کو بات کا ختم ہونا معلوم ہو جائے تو مکروہ ہے کیونکہ اس کلمہ مبارکہ کو اپنے اس مقصد کا آلہ بنا کر استعمال کرنا اسکے عزو شان کے خلاف ہے اور اگر اس سے مقصد اللہ پاک کے علم پر حوالہ کرنا ہے تو مکروہ نہیں، بلکہ درست اور بہتر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

وعظ سنتے وقت وظیفہ میں مشغول ہونا

سوال[۱۴۷۷]: کسی عالم کی تقریر کے وقت یا درسِ حدیث یا کسی دینی کتاب پڑھنے کے وقت اپنے وظیفہ یا کلمہ سوم، استغفار، درود شریف میں مصروف رہنا خلافِ اولیٰ تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح نہ تو تقریر کا پورا فائدہ حاصل کر سکتا ہے، نہ وظیفہ کی طرف پوری توجہ ہو سکتی ہے، بلکہ دونوں کام ادھورے رہتے ہیں۔ فقط۔

بغیر سامعین کے لاؤڈ اسپیکر پر وعظ کہنا

سوال[۱۴۷۸]: ہمارے یہاں ایک امام صاحب فجری اذان کے بعد اور نماز سے قبل لاؤڈ اسپیکر میں اپنے کمرہ میں بیٹھ کر جب کہ سامعین بھی ان کے سامنے نہیں ہوتے وعظ کہتے ہیں۔ ایسے ہی کبھی عشاء کے بعد بھی لوگ اپنے اپنے گھروں اور اپنی اپنی جگہ سے سنتے رہتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وعظ کا یہ طریقہ غیر موزوں ہے، اس میں نہ وعظ کا احترام ہے نہ واعظ کا، نہ ہی وعظ و تذکیر کے فوائد مرتب ہوتے ہیں جو کہ سامعین کے قلوب کو قلبِ واعظ سے ربط کی بناء پر مرتب ہونے چاہئیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۴/۱۳۹۵ھ۔

---

(۱) (رد المحتار مع الدر المختار، آخر کتاب الحظر والإباحۃ: ۶/۴۳۱، سعید)

(وکذا في حاشیۃ الطحطاوي علی الدر المختار: قبیل إحیاء الموات: ۴/۲۱۳، دار المعرفۃ بیروت)

وعظ از ریڈیو اور لاؤڈ اسپیکر سے

سوال [۱۲۷۰]: ریڈیو میں وعظ کہنا شریعت میں کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وعظ سے مقصود چونکہ صرف اعلان وافہام ہی ہوتا ہے، اس لئے اگر دور والے نہ سن سکیں تو مقصود فوت ہو جائے گا، اس لئے ان کو عربی میں کوئی تغیر کرنا مثلاً عربی زبان چھوڑ کر حاضرین کی زبان میں کہنا، یا لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ سے آواز بلند کرنا موجب کراہت نہ ہوگا۔ زیادہ تفصیل کی ضرورت ہو تو مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کے رسالہ جس میں اس کی تفصیل وتحقیق مذکور ہے، دیکھئے (۱)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۵/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد سہارنپوری۔

---

(۱) (آلات جدیدہ، آلہ مکبر الصوت، ص: ۹۰، ادارۃ المعارف)

تفصیل کے لئے دیکھئے (احسن الفتاویٰ، کتاب الحظر والاباحۃ، باب ریڈیو ولاؤڈ اسپیکر: ۸/۲۰۰، سعید)

العظام، ويريد أن يطفئ نور الله بحوله بالوساوس الشيطانية، فبهذه الوجوه تظهر المفسدة عداوته بحيث إذا جلس الإمام على المنبر لخطبة الجمعة يقوم المؤذن للأذان الثاني قدام الإمام عند المنبر في الصف الأول فقال له الإمام: أذن ثبتاً متحرفاً إلى خلفك، وفيه أفيد للحاضرين والغائبين، وأيضاً هكذا السنة متوارثة فوثب المفسد على الفور وقال: أنت وصاحبي الجهال لا تعصي خلفك وأنزل من المنبر واترك الخطبة، وجعل يأخذها من يد الإمام ويقول: إنك تبين أمراً جديداً دائماً مالم يكن من آبائنا وأجدادنا، وكان يأتي عمل آبائنا وأجدادنا أن يؤذن الأذان الثاني في الصف الأول عند المنبر وأنت تقول منحرفاً إلى الباب، وكان يأتي عمل آبائنا وأجدادنا أن يناجي الإمام مع القوم برفع اليدين في كل ترويحة صلوة التراويح وأنت لا تفعل إلا في آخر ترويحة، فأقام فساداً كبيراً على هذين الأمرين أعني الأذان الثاني والمصافحات في كل ترويحة التراويح برفع اليدين، فلما لم يقدر على فساده خرج من بطن المسجد إلى صحنه مع أتباعه وأدى صلوة الجمعة برجل آخر، والإمام أدى مع المصلين الصادقين في موضعه، وقام من ذلك الوقت في انتشار الجماعات للصلوات الخمس بالجهر والأعياد، فبطلت الجماعات التي قامت من مدة طويلة لشرارته (إنا لله وإنا إليه راجعون)۔

س: الولي ما تعريفه؟ هل تجوز البيعة على يد المبتدع تارك الصلوة والصوم ومنكر الشريعة أم لا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

"الولي هو العارف بالله وصفاته حسب ما يمكن، المواظب على الطاعات، المجتنب عن المعاصي، المعرض عن الانهماك في اللذات والشهوات" شرح العقائد النسفية ص: ١٠٤(١)، وهكذا في المنهج الأظهر (٢) شرح فقه الأكبر ص: ٧٩(٣)۔

---

(١) (شرح العقائد، ص: ٢٢٠، سعيد)

(٢) (لم أجد هذا الكتاب)

(٣) (شرح الفقه الأكبر لملا علي القاري، ص: ٧٩، قديمي)

www.ahlehaq.org

ومن أصلها أن الولاية لا تحصل إلا باتباع الشريعة، ومن خالف في هذا فليس من أولياء الله الذين أمر الله باتباعهم، بل إما أن يكون كافراً وإما أن يكون مفرطاً في الجهل اهـ"(۱)۔

مجدد کے شرائط

سوال[۱۴۸۱]: مجدد ہونے کے لئے کیا کیا شرائط ہیں؟ نیز مجدد کو اپنا مجدد ہونا معلوم ہوجاتا ہے یا نہیں؟ ہندوستان میں اب تک کتنے مجدد گزرے ہیں؟ حدیث شریف میں ہے کہ میری امت میں سو سال میں ایک مجدد پیدا ہوگا تو اس اعتبار سے کافی مجدد ہونے چاہئیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجدد کو الہامی طریق پر اور علامات کے ذریعے سے استدلالی طریق پر اپنے مجدد ہونے کا علم ہوتا ہے مگر وہ علم وحی کے برابر نہیں ہوتا، مجدد احکام سنت پر بڑی قوت سے عامل ہوتا ہے، بدعات سے سخت متنفر اور مخالفت کی پرواہ نہیں کرتا۔ اب چودہویں صدی ہے اب تک کافی مجدد ہو چکے (۲)، سب سے پہلے مجدد عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ شمار کئے جاتے ہیں (۳)۔ ہندوستان میں بھی مجدد ہوتے رہے ہیں، رسالہ "الفرقان" کے مجدد نمبر میں زیادہ تفصیل مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۱/۸۸ھ۔

---

(۱) لم أجد رسالة ابن تيمية الحراني.

(۲) "فلا يخلو زمان من رسول يكون فيه، وذلك هو القطب الذي هو محل نظر الحق تعالى من العالم كما يليق بجلاله، ومن هذا القطب يتفرع جميع الأمداد الإلهية على جميع العالم العلوي والسفلي، قال الشيخ محيي الدين: ومن شرطه أن يكون ذا جسم طبيعي وروح، ويكون موجوداً في هذه الدار الدنيا بجسده وروحه الخ" (الفتوحات المكية، باب ٥٣)

(وكذا في إتمام البرهان، ص ۱۹)

(والكبريت الأحمر على هامش اليواقيت والجواهر: ۱/۹۱)

(۳) "إن الله يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها" ..... وقد اعتمد الأئمة هذا الحديث. قال البيهقي في المدخل بسنده إلى الإمام أحمد: إنه كان في المائة الأولى عمر بن عبدالعزيز، =

تحقیقِ مجدد

مصدرِ فیض وکرم جناب مہتمم صاحب مدرسہ مظاہر علوم دامت برکاتہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

[۱۶۹۴۳]: ۱...... حدیثِ مجدد کہ صرف ابوداؤد میں آئی ہے، کیا اس کو علمائے حدیث نے لفظاً صحیح سمجھا ہے؟

۲...... کیا ہر صدی کے ابتداء یا آخر ہی میں مجدد کا ہونا ضروری ہے؟ کیا مجدد...... صدی کے درمیان میں نہیں ہو سکتا؟

۳...... کیا یہ ضروری ہے کہ مجدد ہر صدی میں ضرور ہی ہو؟ کیا مجدد خدائی عہدہ ہے؟ کیا یہ ضروری ہے کہ مجدد اپنے دعویٰ کا اظہار کرے؟

۴...... کیا حدیث شریف کے الفاظ سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ تجدید کا کام ایک جماعت کر سکتی ہے، یہ ضروری نہیں کہ مجدد صرف ایک شخص ہو؟

۵...... علاوہ مندرجہ بالا سوالات کے اگر اور کوئی خاص بات آپ کے علم میں ہو تو وہ بھی ضرور تحریر فرمادیں۔ والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... حدیث "إن الله تعالى يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها". کی حاکم نے مستدرک میں (۱) اور بیہقی نے مدخل میں تصحیح کی ہے (۲)۔ علامہ سخاویؒ نے لکھا ہے: "اتفق الحفاظ على أنه حديث صحيح"۔ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص: ۱/ ۲۴۸، میں فرماتے ہیں: "وسنده صحيح، ورجاله كلهم ثقات" (۳)۔

= وفي الثانية الشافعي الخ". (كشف الخفاء ومزيل الإلباس، للعجلوني: ۱/ ۲۴۳، دار إحياء التراث العربي)

(۱) (المستدرك: ۴/ ۵۲۲، ۵۲۳، كتاب الفتن والملاحم، دار الفكر، بيروت)

(۲) "لم يوجد هذا الحديث في المدخل للبيهقي بل وجد في كتابه: معرفة السنن والآثار: ۱/ ۲۰۸، رقم الحديث: ۴۲۲، باب ذكر مولد الشافعيؒ وتاريخ وفاته، دار الوعي ودار الوفاء، دار قتيبه)

(۳) (مرقاة المفاتيح: ۱/ ۵۰۸، كتاب العلم، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۲۴۷، رشيديه)

"اعلم أن المراد من رأس المائة في هذا الحديث آخرها (إلى قوله) وقال الطيبي: الرأس مجاز عن آخر السنة، وتسميته رأساً باعتبار أنه مبدأ لسنة الأخرى انتهى (إلى أن قال) وما قال بعض السادات الأعاظم: إن قيد الرأس اتفاقي، وإن المراد أن الله يبعث في كل مائة سواء كان في أول المائة أو وسطها أو آخرها، وخيار، فليس بظاهر، بل الظاهر أن القيد احترازي، ولذلك لم يعد كثير من الأكابر الذين كانوا في وسط المائة من المجددين وإن كانوا أفضل من الذي كان على رأس المائة. قال القاري في مرقاة الصعود: قد يكون في أثناء المائة من هو أفضل من المجدد على رأسها. نعم لو ثبت كون قيد الرأس اتفاقياً بدليل صحيح، فكان دائرة المجددية أوسع، ويدخل كثير من الأكابر المشهورين المستجمعين لصفات المجددية في المجددين كالإمام أحمد بن حنبل ومحمد بن إسماعيل البخاري ومسلم بن الحجاج النيسابوري وأبي داود السجستاني وغيرهم من أئمة الهدى اهـ". عون المعبود: ۱۱/۳۸۷(۱)۔

۵۔ "الفوائد الجمعة في من يبعثه الله لهذه الأمة" مؤلفہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور "التنبئة بمن يبعثه على رأس المائة" مؤلفہ علامہ سیوطیؒ کا مطالعہ کیجئے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱/۵/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ربیع الثانی/۵۵ھ۔

مجدد کون ہے؟

سوال [۱۴۸۳]: مجدد کی کیا تعریف ہے، کیا ہر صدی ہجری کے شروع میں یا پوری صدی میں بھی کسی مجدد کا آنا ضروری ہے؟ اور اگر کوئی مجدد وقت کو نہ مانے تو کیا وہ جاہلیت کی موت مرے گا؟ مجدد کس طرح پہچانا جاتا ہے؟ تیرہ صدی ہجری میں جو مجدد آئے ان کا نام تحریر فرمائیے۔ کیا مجدد ایک وقت میں تمام عالم کے لئے آتا ہے یا کہ ایک وقت میں مختلف ممالک میں مختلف مجدد آتے ہیں؟ توجہ فرمائیں۔

(۱) (عون المعبود شرح أبي داود: ۱۱/۳۸۷-۳۹۰، أول كتاب الملاحم، باب ما يذكر في قرن المائة، دار الفكر، بيروت)

www.ahlehaq.org

الجواب حامداً ومصلياً:

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه: فيما أعلم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:

"إن الله يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها". أبوداؤد شريف (١)۔

مجدد وہ شخص ہے جو سنت کی اشاعت کرے، بدعت کو مٹائے، علم کو پھیلائے، اہل علم کی عزت کرے(٢) اس کے لئے ایک صدی کے ختم پر اور دوسری صدی کے شروع میں تجدید دین ضروری ہے(٣)۔ مجدد ہونا کسی کے ماننے پر موقوف نہیں، کوئی شخص مانے یا نہ مانے جو شخص طریق مذکور پر تجدید دین کرے گا وہ مجدد ہوگا۔ جو شخص مجدد کو نہ مانے اس کا جاہلیت کی موت مرنا کسی نص میں میری نظر سے نہیں گزرا، اگر باوجود تجدید دین ظاہر ہونے کے پھر مجدد وقت کو نہ مانا ظاہر ہے کہ حق پوشی جہالت ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ تمام عالم کے لئے مجدد ایک ہوتا ہے یا مختلف۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک ہوتا ہے بعض کی رائے ہے کہ ایک جماعت ہوتی ہے اور اس کا ہر فرد دین کے کسی خاص شعبہ کی تجدید کرتا ہے، کذا فی

---

(١) (سنن أبي داؤد: ٢/٢٣٣، أول كتاب الملاحم، باب ما يذكر في قرن المائة، امداديه، ملتان)

(المستدرك للحاكم: ٤/٥٢٢، كتاب الفتن والملاحم، دار الفكر، بيروت)

(ومشكوة المصابيح، ص: ٣٦، كتاب العلم، الفصل الثاني، قديمي)

(والرفع والتكميل في الجرح والتعديل، للإمام عبدالحي اللكنوي، ص: ٣٣، رقم الحاشية: ١٤، الدعوة الإسلامية، بشاور)

(٢) "(من يجدد لها دينها): أي يبين السنة من البدعة، ويكثر العلم، ويعز أهله ويقمع البدعة ويكسر أهلها". (مرقاة المفاتيح: ١/٥٠٢، كتاب العلم، الفصل الثاني، رقم الحديث: ٢٤٧، رشيديه)

(وكذا في فيض القدير: ٣/١٦٥٩، رقم الحديث: ١٨٤٥، نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

(٣) "(على رأس كل مائة سنة): أي انتهائه أو ابتدائه إذا قل العلم والسنة، وكثر الجهل والبدعة". (مرقاة المفاتيح: ١/٥٠٢، كتاب العلم، الفصل الثاني، رقم الحديث: ٢٤٧، رشيديه)

(وكذا في مجموعة الفتاوى (اردو) لعبد الحي اللكنوي، ص: ١١٨، كتاب العلم والعلماء، مجددین کے زمن کی تفصیل اور ان کے شرائط وعلامات، سعيد)

(وبذل المجهود: ٥/١٠٣، كتاب الملاحم، باب ما يذكر في قرن المائة، معهد الخليل)

www.ahlehaq.org

تجدید دین کی حقیقت

سوال[۱۴۸۵]: تجدید دین یا تجدید احکامِ شریعت کے کیا معنی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شریعت کے جو احکام مردہ ہو رہے ہوں یا غلبۂ ہوا وہوس، مصالح نفس والجنس کی وجہ سے متروک ہوگئے تھے ان کو آشکار کرنا، ان کی طرف توجہ دلانا، ان کو عملی جامہ پہنانا مراد ہے(۱)۔

کیا انتقال کے بعد غوث اپنے مرتبہ پر قائم رہتا ہے؟

سوال[۱۴۸۶]: ولی اور غوث بعد وفات غوثیت پر باقی رہتا ہے جیسا کہ دنیا میں رہتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس شخص کا جس بزرگی اور مرتبہ پر خاتمہ ہوا ہے وہ بزرگی اس سے انتقال کے بعد سلب نہیں کی جاتی، لیکن جس طرح اس دنیا میں کام سپرد ہوتے ہیں انتقال کے بعد یہ بات نہیں ہوتی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۹/۸۷ھ۔

- (وكذا في المقاصد الحسنة للسخاوي، ص: ۱۴۱، حرف الهمزة، رقم الحديث: ۲۳۸، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وفيض القدير: ۳/۱۵۹۵، ۱۴۵۲، رقم الحديث: ۱۸۴۵، نزار مصطفى الباز مكة المكرمة الرياض)

(وكذا في مجموعة الفتاوى لمولانا عبدالحي اللكنوي، ص: ۱۱۸، بزيادة. "نویں صدی کے مجدد جلال الدين سيوطي اور شمس الدين سخاوي رحمهما الله، دسویں صدی کے مجدد شهاب الدين رملي اور ملا علي قاري رحمهما الله ہیں" كتاب العلم العلماء، مجددوں کے ناموں کی تفصیل اور ان کے شرائط وعلامات)

(۱) "المراد بالتجديد بدليل إضافة الدين إليهم في قوله: "من يجدد لهذه الأمة أمر دينها"، أي ما اندرس من أحكام الشريعة، وما ذهب من معالم السنن، وخفي من العلوم الدينية الظاهرة والباطنة". (فيض القدير في أول الخطبة: ۱/۲۰، نزار مصطفى الباز مكة المكرمة، الرياض)

(۲) قال العلامة محمد بخيت المطيعي رحمه الله تعالى: "كرامات الأولياء الأحياء والأموات، إذ الولي لا -

کیا منصور ولی تھے؟

سوال [۱۲۸۷]: حضرت منصور بن حلاج کیا ولی کامل تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کا نام حسین بن منصور ہے، یہ ولی تھے، کذا فی الفتاوی الرشیدیہ: ۱/۷۹(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

☆......☆......☆......☆......☆

www.ahlehaq.org

= ینعزل عن ولایته بالموت کالنبی لا ینعزل عن نبوته بالموت الخ". (الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة: ۱/۲۹۲)

(وکذا فی فتاوی حقانیه: ۲/۲۹۷، کتاب السلوک، المطبعة العربیة لاهور)

(۱) (فتاوی رشیدیه، ص: ۱۰۸، کتاب العقائد، منصور کون تھے؟ سعید)

ما يتعلق بصفات الشيخ وأهمية التزكية

(شیخ کے اوصاف اور تصوف کی اہمیت)

شیخِ طریقت کے اوصاف

سوال[۱۲۸۸]: زید پیرِ طریقت اور بعض اعمال میں نہایت متبع شرع ہے، مگر ایک عمل تو یہ ہے کہ اکثر قیلولہ ایسا کرتے ہیں کہ نمازِ ظہر میں دیدہ و دانستہ اپنی جماعت ثانیہ کرتے ہیں، تقریباً ہمیشہ کا معمول ہے، اگر چہ اشارۃً کہا جاتا ہے کہ جماعتِ اولیٰ کے برابر جماعتِ ثانیہ کا ثواب نہیں ہوتا۔ حافظ ہیں، ظاہراً علمِ حدیث و قرآن کا نہیں، مگر نماز روزہ کے نہایت پابند ہیں اور بظاہر کوئی گناہ کی بات نظر آئی نہ تھی۔ آیا عند الشرع شریف ایسے شخص قابلِ شیخیت ہو سکتے ہیں اور لوگ بیعت ہو سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیعت کے لئے شیخ ایسا ہونا چاہئے جو بقدرِ ضرورت علمِ دین رکھتا ہو، عقائد حقہ، اخلاقِ فاضلہ، اعمالِ صالحہ کے ساتھ متصف ہو، حبِ جاہ، حبِ مال، ریاء، کبر، حسد وغیرہ اخلاقِ رذیلہ کی اصلاح کسی شیخِ محقق کی تربیت میں رہ کر کر چکا ہو اور کسی شیخِ محقق نے اس پر اعتماد کیا ہو، بدعات سے پرہیز کرتا ہو، متبعِ سنت ہو، ان صفات کو دیکھ کر انتخاب کیا جائے (۱)۔ بلا عذر ترکِ جماعت کی عادت کر لینا اور جماعتِ ثانیہ کرنا شرعاً مذموم ہے (۲)، جس مسجد میں امام و نمازی متعین ہوں اور ہمیشہ جماعت ہوتی ہو وہاں جماعتِ ثانیہ مکروہ ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) (فتاویٰ عزیزی: ۲/۱۰۳، ۱۰۵، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

(۲) قال ابن نجيم رحمه الله تعالى: "تارك الجماعة يستوجب إساءة، ولا يقبل شهادته إذا تركها استخفافاً بذلك". (البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۳۶۵، بیروت)

(۳) قال العلامة الحصكفي: "ويكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة لا في مسجد طريق" =

کیا اولیاء بھی معصوم ہوتے ہیں؟

سوال [۱۶۹۹]: کیا اولیاء اللہ انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم ہوتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عصمت تو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا خاصہ ہے، البتہ بہت سے اولیاء کو اللہ پاک گناہوں سے محفوظ رکھتے ہیں، وہ بعض اولیاء کاملین سے بھی گناہ سرزد ہو جاتے ہیں، مگر وہ ہمیشہ گناہ کی حالت میں خائف رہتے ہیں اور گناہ پر اس قدر نادم ہوتے ہیں جس کا دوسرے لوگ اندازہ نہیں کر سکتے حتی کہ ساری عمر ان کو اس کا ملال رہتا ہے۔ عصمت اور حفاظت کا فرق فتاوی رشیدیہ ص: ۱۳۵ میں مذکور ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کامل بزرگ کی پہچان

سوال [۱۷۰۰]: سچے اور کامل بزرگ کی کیا پہچان ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے عقائد قرآن وحدیث کے موافق ہوں، اخلاق نبوی کے ساتھ متصف ہو، ضرورت دین کا علم رکھتا ہو، متبع سنت ہو، دل دنیا کا لالچی نہ ہو، آخرت درست کرنے کی فکر ہر وقت ہو، مخلوق پر شفیق ہو، کسی کامل بزرگ کی صحبت اور تعلیم کے ذریعہ سے پختگی کی اصلاح ہوئی ہو اور ان بزرگ نے اس پر اعتماد کیا ہو، اس کی صحبت میں بیٹھنے والوں کی حالت روز بروز درست ہوتی ہو، حتی کہ دنیا کی رغبت کم ہو اور آخرت کی طرف توجہ زیادہ ہوتی ہو (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= الدر المختار: ۱/ ۵۵۲، کتاب الصلاۃ، سعید

وكذا في رد المحتار: ۱/ ۵۵۲، ۵۵۳، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، سعيد

(۱) "عصمت کے دو معنی ہیں: ایک معنی عصمت کے یہ ہیں کہ گناہ صادر نہ ہو یا صادر ہونے کی قدرت نہ ہو، یہ معنی اہل سنت کے اس امر پر اجماع ہے کہ انبیاء کے سوا کسی اور میں نہیں ہو سکتے۔ اور دوسرے معنی عصمت کے یہ ہیں کہ گناہ سرزد نہ ہو، کسی سے بھی، بقول بعض کے اولیاء کی یہ صفت ہوتی ہے ... صوفیاء اس معنی کو حفاظت کہتے ہیں"۔ (فتاوی رشیدیہ، ص: ۲۵۸، ۲۵۹، سعید)

(۲) "والولي هو العارف بالله تعالى حسب ما يمكن، المواظب على الطاعات، المجتنب عن المعاصي". (شرح العقائد، ص: ۱۲۵، مكتبه خير كثير كراچی)

پیر کیسا ہونا چاہئے

سوال [۱۱۰۴]: کامل پیر کے اوصاف کیا ہیں، کیا پیر کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے مریدوں سے خلوت یا جلوت میں بلا پردہ بات کرے، نیز پیر صاحب کی بیوی کے لئے درست ہے کہ وہ اپنے شوہر کے مریدوں سے بے پردہ بات کرے اور ان سے ہاتھ پیر دبوائے؟

محمد یوسف حسین آزاد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"مرید شدن از آں کسے درست است کہ در آں پنج شرط متحقق باشد: شرطِ اول: علم کتاب و سنت رسول اللہ داشتہ باشد، خواہ خواندہ باشد خواہ از عالم یاد داشتہ باشد۔ شرط دوم: آنکہ موصوف بعدالت و تقوی باشد، و اجتناب از کبائر و عدم اصرار صغائر نماید۔ شرط سوم: آنکہ بے رغبت از دنیا و راغب در آخرت باشد، و بر طاعات مؤکدہ و اذکار منقولہ کہ در احادیث صحیحہ آمدہ اند مداومت نماید۔ شرطِ چہارم: امر معروف و نہی از منکر کردہ باشد۔ شرط پنجم: آنکہ از مشایخ ایں امر گرفتہ باشد و صحبت معتدبہا ایشاں نمودہ باشد۔ پس ہرگاہ ایں شروط در شخصے متحقق شوند، مرید شدن از او درست است اھ"۔ (فتاوی عزیزی: ۱/۱۰۲)(۱)

نامحرم کے سامنے بے پردہ آنا منع ہے، دونوں کے ساتھ خلوت حرام ہے(۲) خواہ وہ پیر ہی کیوں نہ ہو

---

(۱) وقال علی القاری: "الولی ھو العارف باللہ وصفاتہ بقدر ما یمکن لہ، المواظب علی الطاعات، المجتنب عن السیئات، المعرض عن الانہماک فی اللذات والشہوات والغفلات والتہورات" (شرح الفقہ الأکبر، ص: ۹۵، قدیمی)

(وکذا فی النبراس، ص: ۲۹۵، امدادیہ ملتان)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (فتاوی عزیزی: ۲/۱۰۴، ۱۰۵، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

(وتربیت السالک: ۱/۱۰، دار الاشاعت کراچی)

(۱) (فتاوی عزیزی: ۲/۱۰۴، ۱۰۵، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

(۲) قال علیہ الصلاۃ والسلام: "لا یخلون رجل بامرأۃ إلا کان ثالثھما الشیطان" (جامع الترمذی، باب کراھیۃ الدخول علی المغیبات: ۱/۲۰۲، سعید)

شوہر کا مرید ہو، اور اپنے شوہر کے مریدوں سے ملنا چاہتا ہو تو اس کی بے غیرتی بھی ہے اور خود پیر اپنی بیوی کو اس کی اجازت دے وہ بے غیرتی میں اپنی بیوی سے کچھ کم نہیں اور جو پیر نامحرم عورتوں کو مرید کر کے ان سے خلوت کرے اور جلوت میں ان سے بے پردہ ملے، وہ خود اس کا محتاج ہے کہ کسی شیخ متبع سنت صاحب نسبت بزرگ سے اپنے نفس کی اصلاح کرائے، دوسروں کو مرید کرنے کا وہ اہل نہیں، اس کا نفس اس پر غالب ہے وہ اپنے نفس پر غالب نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

پیر کے شرائط یعنی پیر کیسا ہونا چاہئے؟

سوال [۱۲۹۲]: کیا پیر کے لئے جائز ہے کہ مریدنی عورتوں سے بلا پردہ بات چیت کرے جب کہ وہ عورتیں زیورات اور کپڑوں سے آراستہ ہوں اور پیر صاحب اپنے رومال کے ایک کنارہ کو اپنے پیروں کی جانب ڈال دیں اور اس رومال کے لٹکے ہوئے کنارہ کو وہ عورتیں بلا پردہ پیر کے سامنے جا کر چھولیں، پھر جھک کر پیر صاحب کے رومال کو چومتی ہیں اور بوسہ دیتی ہیں اور مریدین کی عورتیں پیر صاحب کے آنے پر تعریف کے گانے گاتی ہیں اور پیر صاحب گانے سن کر مریدین کی عورتوں کو مبارکباد دیتے ہیں۔

ان چیزوں سے پیر صاحب کو روکنا فرض ہے یا نہیں؟ کیا یہ مذکورہ بالا چیزیں پیر صاحب کے لئے جائز ہیں؟ ان تمام افعال ذمیمہ سے مریدین اور مریدین کی عورتوں کو پیر صاحب پر روکنا فرض ہے یا نہیں؟ اور پیر کیوں رکھا جاتا ہے؟ کیا پیر جنت میں مریدین کے بغیر احکام شرعیہ اور فرائض اور واجبات پر عمل کئے تو پیر مع اپنے مذکورہ صفات کے مریدین مرد یا عورتوں کو جنت میں لے جا سکتا ہے؟ گر مریدین نے کسی قسم کے فرائض اور واجبات ادا نہ کئے ہوں تو پیر اپنے مریدین کو جنت میں لے جا سکتا ہے؟ اور پیر مذکورہ صفات کے ساتھ مریدین کو بخشوا سکتا ہے؟

---

(۱) "والولي هو العارف بالله تعالى حسب ما يمكن، المواظب على الطاعات، المجتنب عن المعاصي".

(شرح العقائد، ص: ۱۳۵، مكتبه خير كثير كراچی)

(كذا في شرح الفقه الأكبر، ص: ۷۹، قديمي)

(وفي النبراس، ص: ۲۹۵، امداديه ملتان)

ایسا پیر جس کے ذریعہ دین کا نفع نہ پہنچتا ہو اور تبع سنت نہ ہو، وضع قطع ولباس اسلامی نہ ہو تو ایسے پیر کو چھوڑ کر دوسرا پیر تلاش کرنا چاہیے یا اسی پیر کو پکڑے رکھنا چاہیے؟ مریدین کی کس چیز میں پیر صاحب کا حق ہو سکتا ہے؟ مریدین کی چیزوں کو پیر صاحب کو کب کھانا درست ہے؟ پیر کے اندر کون کون سی چیزیں ہوں کہ وہ پیری کے قابل ہو؟ کیا پیر کا بیٹا پیر بن سکتا ہے؟ کیا پیری ان کے لئے وراثت ہو سکتی ہے؟

اگر کوئی شخص پیر یا سید ہونے کا دعویٰ کرے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین سے کوسوں دور ہو، نہ لباس اسلامی ہو اور نہ وضع قطع اسلامی ہو اور نہ اخلاق واعمال درست ہوں تو کیا ایسا شخص پیر ہو سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

انسان کو عقائد حقہ، اخلاق فاضلہ، اعمال صالحہ کا اختیار کرنا ضروری ہے اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب کہ عقائد باطلہ، اخلاق رذیلہ، اعمال سیئہ سے پرہیز کرے۔ تجربہ ومشاہدہ یہ ہے کہ یہ چیز بغیر مربی کے حاصل نہیں ہوتی، جس مربی کی تربیت سے یہ چیز حاصل ہو سکے وہ پیر بنانے کا قابل ہے، استعداد میں ناقص ہونے کی وجہ سے محض خود کتابیں دیکھ کر ان امور کی تکمیل نہیں ہوتی (۱)۔

پیر کیسے شخص کو بنایا جائے اس کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ میں ہے:

"مرشد شدن ازاں کس درست است کہ دراں پنج شرط متحقق باشد: شرطِ اول: علم کتاب و سنت رسول داشتہ باشد، خواہ خواندہ

www.ahlehaq.org

(۱) "قال العبد الضعيف: تزكية الأخلاق من أهم الأمور عند القوم .... ولا يتيسر ذلك إلا بالمجاهدة على يد شيخ أكمل قد جاهد نفسه، وخالف هواه، وتخلى عن الأخلاق الذميمة، وتحلى بالأخلاق الحميدة، ومن ظن من نفسه أنه يظفر بذلك بمجرد العلم ودرس الكتب فقد ضل ضلالاً بعيداً، فكما أن العلم بالتعلم من العلماء كذلك الخُلق بالتخلق على يد العرفاء، فالخُلق الحسن صفة سيد المرسلين الخ". (إعلاء السنن، كتاب الأدب، باب الترهيب عن مساوي الأخلاق: ۱۸/۴۳۲، ۴۳۳، إدارة القرآن كراچی)

باشد، خواہ از عالم یاد داشتہ باشد. شرط دوم: آنکہ موصوف بعدالت و تقویٰ باشد واجتناب از کبائر وعدم اصرار بر صغائر نماید. شرط سوم: آنکہ بے رغبت از دنیا و راغب در آخرت باشد، و بر طاعات مؤکدہ واذکار منقولہ کہ در احادیث صحیحہ آمدہ اند مداومت نماید. شرط چہارم: آنکہ امر معروف و نہی از منکر کردہ باشد. شرط پنجم: آنکہ از مشایخ ایں امر گرفتہ باشد، و صحبت معتد بہا ایشاں نمودہ باشد پس ہر گاہ ایں شروط در شخصے متحقق شوند، مرید شدن ازاں درست است، چنانچہ در "قول جمیل فی بیان سواء السبیل" تفصیل ایں شروط مذکور است اھ". فتاوی عزیزی (۱).

جس شخص میں یہ شرائط موجود نہ ہوں وہ پیر بنانے کے قابل نہیں، اگر غلطی سے اس کو پیر بنالیا ہے تو وہ کارآمد نہیں، دوسرے شخص کو تلاش کیا جائے جس میں مذکورہ شرائط موجود ہوں (۲)۔ تو اگر کوئی شخص کتاب و سنت پر عمل کرتا ہے اور اپنی زندگی کو سنت کے مطابق بنائے ہوئے ہے مگر کسی پیر سے بیعت نہیں ہے تو اس کو جہنمی یا گمراہ کہنا درست نہیں (۳)، وہ غلط قسم کے پیر کے ایسے مریدوں سے بہت بہتر حالت میں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) (فتاوی عزیزی، جواب سوال سوم، ۲/۲۰۲، مکتبہ رشیدیہ دیوبند)

(۲) (مر تخریجہ تحت عنوان "پیر کیسا ہونا چاہیے")

(۳) (وکذا فی کفایت المفتی، کتاب السلوک والطریقۃ: ۲/۱۰۸، دار الاشاعت کراچی)

"اعلم أن البیعۃ سنۃ ولیست بواجبۃ ۔ ۔ ۔ ولم یدل دلیل علی تأثیم تارکہا، ولم ینکر أحد علی تارکہا" (القول الجمیل، الفصل الثانی، ص: ۱۲، کلکتہ)

پیر کیسا ہونا چاہیے اور مرید ہونے کا حکم

سوال [۱۲۹۳]: بیعت ہونے کا مرد وعورت کے لئے کیا طریقہ ہے؟ اور کیسے پیر سے بیعت ہونا چاہیے؟ اگر کوئی عورت بغیر اپنے خاوند کی اجازت کے بیعت ہو جائے، دو مرد ابھی تک کسی سے بیعت نہیں ہوا تو اس کا ایسا کرنا اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرد کا ہاتھ پیر اپنے ہاتھ میں لے کر توبہ کرادے جس کے الفاظ سورۂ ممتحنہ میں مذکور ہیں اور عورت کا ہاتھ پیر اپنے ہاتھ میں نہ لے بلکہ پردہ کے پیچھے سے اسے کوئی کپڑا، رومال، عمامہ وغیرہ پکڑا کر توبہ کرادے (۱)۔ اگر

---

(۱) "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يمتحن من هاجر إليه من المؤمنات بهذه الآية بقول الله: ﴿يا أيها النبي إذا جاءك المؤمنات يبايعنك على أن لا يشركن بالله شيئاً ولا يسرقن ولا يزنين ولا يقتلن أولادهن ولا يأتين ببهتان يفترينه بين أيديهن وأرجلهن ولا يعصينك في معروف فبايعهن﴾ الآية (الممتحنة: ۱۲) قال عروة: قالت عائشة: فمن أقر بهذا الشرط من المؤمنات قال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم: "قد بايعتك كلاماً". ولا والله ما مست يده يد امرأة قط في المبايعة، ما يبايعهن إلا بقوله: "قد بايعتك على ذلك". (صحيح البخاري: ۲/۷۲۶، كتاب التفسير، سورة الممتحنة، باب قوله: ﴿إذا جاءكم المؤمنات مهاجرات﴾، قديمي)

(ومشكوة المصابيح: ۲/۳۵۳، كتاب الجهاد، باب الصلح، قبيل الفصل الثاني، قديمي)

"(قوله: قد بايعتك كلاماً) أي يقول ذلك كلاماً فقط، لا مصافحة باليد كما جرت العادة بمصافحة الرجال عند المبايعة ... عن الشعبي "أن النبي صلى الله عليه وسلم حين بايع النساء أتي ببرد قطري، فوضعه على يده وقال: "لا أصافح النساء" ... وقد جاء في أخبار أخرى: أنهن كن يأخذن بيده عند المبايعة من فوق ثوب". (فتح الباري: ۸/۸۲۴، كتاب التفسير، باب: ﴿إذا جاءكم المؤمنات مهاجرات﴾، رقم الحديث: ۴۸۹۱، قديمي)

"والحاصل أنها تريد أن مبايعته صلى الله عليه وسلم مع النساء كانت بالكلام لهن، لا بوضع اليد في أيديهن". (مرقاة المفاتيح: ۷/۵۳۵، كتاب الجهاد، باب الصلح، رقم الحديث: ۴۰۴۵، رشيديه)

شیخ محقق کے اوصاف یہ ہیں۔۱: علم ضروری کتاب وسنت کا رکھتا ہو خواہ پڑھ کر خواہ علماء سے سنکر۔

۲: عدالت وتقوی میں پختہ ہو، کبیرہ سے اجتناب رکھتا ہو، صغائر پر مصر نہ ہو۔ ۳: دنیا سے بے رغبت ہو (حب مال وحب جاہ سے خالی ہو) آخرت میں رغبت رکھتا ہو، طاعت موکدہ واذکار منقولہ ومرویہ کا پابند ہو۔ ۴: امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا عادی ہو۔ ۵: سلوک وتزکیہ باطن کو مشائخ معتبر سے حاصل کیا ہو اور ان کی صحبت میں کافی رہا ہو۔ حضرت شاہ عبدالعزیز شاہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاوی: ۲/۱۰۲ میں (۱) یہ تفصیل مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

ایضاً

سوال [۱۴۹۵]: کیا مرید ہونا ہر شخص کیلئے لازم ہے اور پیری مریدی کی کیا حقیقت ہے؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ یہ بے اصل چیز ہے اور اس کی وجہ سے بڑی خرابیاں دین میں پیدا ہوئی ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

نسیم الدین گونڈوی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل یہ ہے کہ عقائد صحیحہ، اعمال صالحہ، اقوال صحیحہ، اخلاق فاضلہ کا اختیار کرنا سب کے ذمہ لازم ہے اور عادۃً یہ مجموعہ بغیر شیخ کامل کی تربیت کے حاصل نہیں ہوتا، اسی تربیت کیلئے تعلق ارادت قائم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے (۲) جیسے امراض بدنیہ کے علاج کیلئے حکیم یا ڈاکٹر کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس طریق کو اختیار کر کے بیشمار خلق نے حسب استعداد کمالات حاصل کئے اور اپنی زندگیوں کو سنت کے مطابق بنایا اور ولی وعارف ہو کر ہدایت خلق کی خدمت انجام دی، کھرے کھوٹے کی تمیز ہر امر میں ضروری ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (فتاوی عزیزی: ۲/۱۰۳، ۱۰۵، مکتبہ رحیمیہ دیوبند، یوپی)

(۲) "لا یلزم البیعة الرسمیة فی طریقة من طرق المشائخ، نعم تستحب فمن أتی بها وفی توفی أجرها، ومن لم یأت بها وسلک الطریق المستقیم أخذاً من الکتاب والسنة و آداب السلف الصالحین لا یخشی علیه سوء الخاتمة الخ". (کفایت المفتی، کتاب السلوک: ۲/۱۰۷، دار الاشاعت کراچی)

(۳) "ولا یتیسر ذلک إلا بالمجاهدة علی ید شیخ کامل قد جاهد نفسه و خالف هواه و تخلی عن =

کیا زانی ولی ہوسکتا ہے؟

سوال[۱۶۱۹]: زید کہتا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ زانی کو ولایت حاصل نہیں ہوسکتی، یہ کس حدیث میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ولی کہتے ہیں خدا کے دوست کو، جو خدائے پاک کا مقرب ہوتا ہے، اس کے لئے متقی ہونا ضروری ہے، جو شخص زنا یا دوسرے کبیرہ گناہ میں مبتلا ہو وہ ولی نہیں ہوسکتا: ﴿إن أولياؤه إلا المتقون﴾(۱)۔

یہ مضمون قرآن کریم اور حدیث شریف سے ثابت ہے۔ مخصوص طور پر زانی کے لئے یہ بات کس حدیث میں ہے، زید سے ہی دریافت کرنے کی ضرورت ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۹۲ھ۔

تارکِ فرائض شیخ سے بیعت

السوال[۱۶۲۰]: ۱... الشيخ الذي يترك الفرائض ويرتكب المنهيات من البدع وغيرها يليق للمشيخة والولاية؟ لأن المحكوم عليه شرعاً لا يمون كيف حقه.

۲... ما الحكم للسالك بعد ما يعتقد أن طريقة هذا الشيخ المذكور حق، ويعدونه بالحفل والسماع والحيوانات لتنتج أيام العرس التي لا يكون فيها إلا الشرك والمعاصي، وهو ... يحضر أيام العرس لانتظامه، وإذا جاء الشيخ في بيته لا ... جنب من الشيخ وروحه لكنه يصلي ويصوم لكونه مريداً جديداً فالمهم هل هو من أهل السنة والجماعة أم كيف؟ ۱۲۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱... هذا الشيخ ليس بشيخ الطريقة المعروفة بل هو شيخ النجد، وليس هو ولي

الأخلاق الذميمة، والتحلي بالأخلاق الحميدة ... فكما أن العلم بالعلوم من الفقه فكذلك التخلق بالتخلق على يد العرفاء الخ" (إعلاء السنن، باب الوجد: ۱۸/۳۳۳، إدارة القرآن كراچی)

(۲) (الأنفال: ۳۴)

الرحمٰن، بل هو ولي الشيطان يجب التباعد عنه على كل الناس، لاحظ له في الإسلام، ولاخلاق له في الآخرة، وهكذا حكم من حذا حذوه، وذهب مذهبه(۱)۔

۲ … هذا فاسق وجاهل بأمور الشريعة والطريقة، يجب تعليمه وتفهيمه، فإنه على شفا حفرة من النار، فمن أنقذه فأجره على الله تعالى (۲)۔

مرتکب کبیرہ پیر کا حکم

سوال[۱۳۹۸]: جو پیر خلاف شرع کام کرتا ہے یعنی نمازوں کا پابند نہیں یا ننگا بیٹھا ہوا ہے یا لوگوں کو گالیاں بکتا ہے، بھنگ، چرس، سگریٹ پیتا ہے، اگر کوئی ان حرکات سے روکے تو کہہ دیتا ہے کہ یہ شریعت میں ناجائز ہیں اور ہم طریقت والے ہیں، طریقت میں جائز ہیں، ہمارا تعلق شریعت سے نہیں بلکہ معرفت سے ہے۔ ایسے پیر سے بہ اوقات خارق عادات چیزیں صادر ہوتی ہیں، اس کو خدا کی طرف سے کرامت کہیں گے یا شیطانی فعل سے تعبیر کریں گے؟ امید ہے ان سوالات کے جوابات کتاب وسنت اور مذہب امام ابوحنیفہ اور ارشادات بزرگانِ دین واکابر دیوبندی روشنی میں دیں گے اور ماہنامہ ”نظام“ ماہ جون یا اس کے بعد شائع فرمادیں گے؟

المرسل: خاکپائے اکابر محمد افضال حسین دیوبندی، خطیب جامع مسجد ومدرس مدرسہ حنفیہ تعلیم القرآن، مقام ہکوٹیں، ڈاکخانہ پاٹھوٹ، تحصیل باغ ضلع پونچھ، آزاد وجموں کشمیر، خریداری نمبر: ۱۳۳۳۔

---

(۱) "ومن لم يكن له (رسول الله صلى الله عليه وسلم) مصدقاً فيما أخبر، ملتزماً لطاعته فيما أمر في الأمور الباطنة التي في القلوب، والأعمال الظاهرة التي على الأبدان لم يكن مؤمناً، فضلاً عن أن يكون ولياً لله تعالى ولو طار في الهواء ومشى على الماء … ولو حصل له من الخوارق ماذا عسى أن يحصل؟ فإنه لا يكون مع تركه الفعل المأمور، إلا من أهل الأحوال الشيطانية المبعدة لصاحبها عن الله تعالى المقربة إلى سخطه وعذابه". (مهذب شرح العقيدة الطحاوية، تحت قول الماتن: ولا نصدق … من يدعي شيئاً يخالف الكتاب والسنة، ص: ۴۱۷، مكتبه الغرباء الجامعة الستارية الإسلاميه، كراچي)

(۲) "فمن اعتقد في البله أو المولهين … مع تركه لمتابعة الرسول في أقواله وأفعاله وأحواله … أنه من أولياء الله … فهو ضال مبتدع مخطأ في اعتقاده … ولا يقال: يمكن أن يكون هذا متبعاً في الباطن وإن كان تاركاً للإتباع في الظاهر، لأن هذا خطأ أيضاً، بل الواجب متابعة الرسول صلى الله عليه وسلم ظاهراً وباطناً الخ". (مهذب شرح العقيدة الطحاوية، تحت قول الماتن: ولا نصدق من يدعي شيئاً يخالف الكتاب والسنة، ص: ۴۲۳، ۴۲۲، مكتبه الغرباء، الجامعة الستاريه، كراچي)

الجواب حامداً و مصلیاً:

ایسا پیر تو ضرور ہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب ہرگز نہیں ورنہ خدا کے فرض اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر خود بھی عمل کرتا دوسروں کو بھی تاکید کرتا، ہرگز فرائض وسنن کو ترک نہ کرتا اور ان ناجائز حرکات سے روکنے پر وہ جواب ہرگز نہ دیتا جو دیا ہے، البتہ شیطان کا نائب ضرور ہے جس کو شیطان کی پیروی کرکے جہنم میں جانا ہو وہ ایسے پیر سے بیعت ہو جائے (۱)۔

شریعت اور طریقت کو جدا جدا کہنے کا حکم "التصوف نمبر" میں مذکور ہے: علامہ شامی نے ردالمحتار شرح در مختار: ۳/۳۹۵ میں لکھا ہے "وهي (أي الحقيقة) والطريقة والشريعة متلازمة اهـ" (۲)۔ خارق عادات

---

(۱) "قال الله تعالى: ﴿ومن يكن الشيطن﴾ والمراد به إبليس وأعوانه الداخلة والخارجة من قبيله، والناس التابعين له أو من القوى النفسانية والهوى وصحبة الأشرار أو من النفس، (له قريناً) أي: صاحباً وخليلاً في الدنيا (فساء قريناً)، لأنه يدعوه إلى المعصية المؤدية إلى النار". (روح المعاني: ۵/۳۰، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

"ومبدأ المعاصي سقوط ثقلها وتفاحشها عن القلب، ومبدأ سقوط الثقل وقرع الأنس بها بكثرة السماع فإذا كان هذا حال ذكر الصالحين والفاسقين فما ظنك بمشاهدتهم؟ بل قد صرح بذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم حيث قال: "مثل الجليس السوء كمثل الكير إن لم يحرقك بشرره علق بك من ريحه". فكما أن الريح يعلق بالثوب ولا يشعر به، فكذلك يسهل الفساد على القلب وهو لا يشعر به .... فإن وجدت جليساً يذكرك الله رؤيته وسيرته فالزمه ولا تفارقه واغتنمه ولا تستحقره فإنها غنيمة العاقل وضالة المؤمن". (إحياء العلوم، كتاب آداب العزلة، الباب الثاني في فوائد العزلة: ۲/۲۱۱، رشيدية)

(۲) (رد المحتار: ۴/۲۳۹، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب في حال الشيخ الأكبر لسيدي محي الدين ابن عربي نفعنا الله تعالى به، سعيد)

قال العلامة ابن حجر الهيتمي: "الطريقة مشتملة على منازل السالكين، و تسمى مقامات النفس، و الحقيقة موافقة للشريعة في جميع علمها وعملها، وأصولها و فروعها، و فرضها و مندوبها، ليس بينهما مخالفة أصلاً" (الفتاوى الحديثية، باب السلوك، مطلب في الفرق بين الحقيقة والشريعة، ص: ۳۰۹، قديمي)

www.ahlehaq.org

چیزیں تو شیطان سے بھی صادر ہوتی ہیں(۱)۔ کرامت ولی سے صادر ہوتی ہے اور ولی ہمیشہ متبعِ سنت اور پابند شریعت ہوتا ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرتکبِ کبائر پیر سے بیعت

سوال [۱۰۲۰۱]: زید تصویر کشی اور تصویروں کی زینت سے اپنے مکانوں کو زیبائش دیتا ہو اور اس کو جائز خیال کرتا ہو اور مرید کرنے میں کسی مذہب وملت کی قید نہ رکھتا ہو، مسلم، ہندو، عیسائی، پارسی کو بلا دعوت اسلام پیش کئے ورنہ بلا توبہ کرائے مرید کرتا ہو اور اس طریق کار کو جائز سمجھتا ہو اور طوائفوں کا گانا سنتا ہو اور ریڈیو پر غزلیں اور گانا بھی سنتا ہو اور نماز باجماعت کا پابند نہ ہو یعنی نماز جماعت کے وقت بیٹھا حال میں تماشہ اور ناچ رنگ دیکھتا ہو اور مریدوں اور دوستوں کی عورتوں کا حلیہ اور خدوخال اور زلفوں کا حال اپنے اخبار میں لکھتا ہو اور اس سے دل چسپی اور مزہ لیتا ہو اور مولویوں کو بھلا برا کہتا ہو اور سجدہ تعظیمی مقابر کو جائز قرار دیتا ہو اور اپنے اخبار میں یہ بھی تحریر کرتا ہے کہ نہ میں سنی اور نہ میں شیعہ ہوں، اپنا مذاق مذہبی تفضیلیت رکھتا ہوں۔

بہت سے امور بدعت کا مرتکب ہو، عورتوں کو بے حجابانہ اپنے سامنے رکھتا ہو اور اپنی اولاد کو مجھ

---

(۱) "والكرامات للأولياء حق، وأما التي تكون لأعدائه مثل: إبليس و فرعون والدجال مما روي في الأخبار أنه كان لهم، فلا نسميها آيات ولا كرامات، لكن نسميها استدراجاً وعقوبة لهم. ففي الحديث: "إذا رأيت الله يعطي العبد ما يحب من النعمة وهو مقيم على المعصية، فإنما ذلك استدراج". (شرح الفقه الأكبر، الكرامات للأولياء حق، ص: ۷۹، ۸۰، قديمي)

(۲) "الولي هو العارف بالله تعالى حسب ما يمكن، المواظب على الطاعات، المجتنب عن المعاصي" (شرح العقائد ص: ۱۳۵، مكتبه خير كثير كراچي)

(كذا في شرح الفقه الأكبر، ص: ۹۰، قديمي)

"الولي هو العارف بالله تعالى وصفاته بقدر ما يمكن له، المواظب على الطاعات، المجتنب عن السيئات، المعرض عن الانهماك في اللذات والشهوات والغفلات واللهوات". (شرح الفقه الأكبر، ص: ۹۰، قديمي)

وفي النبراس: "حتى أنه خرج بالكبيرة وإصرار الصغيرة عن الولاية". (ص: ۲۹۵، مكتبه امداديه ملتان)

سینما دکھاتا ہو اور اپنے مریدوں کو بھی اس کی تعلیم دیتا ہو۔ تو کیا ایسے شخص کی جس کے اندر اس قدر منہیات شرع متذکرہ بالا موجود ہوں اس سے بیعت جائز ہے؟ فقط بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ذی روح کی تصویر کھینچنا اور اس سے مکان کو آرائش کرنا حرام ہے (۱)۔

"عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "أشد الناس عذاباً عند الله المصورون". متفق عليه"(۲)۔

البتہ درخت وغیرہ غیر ذی روح کی تصویر میں مضائقہ نہیں:

"عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "كل مصور في النار، يُجعل له بكل صورة صورها نفساً فيعذبه في جهنم". قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: فإن كنت لابد فاعلاً فاصنع الشجر ومالا روح فيه". متفق عليه"(۳)۔

---

(۱) "ومن أجل هذه الأحاديث والآثار ذهب جمهور الفقهاء إلى تحريم التصوير، واتخاذ الصور في البيوت سواء كانت مجسمة لها ظل، أو كانت غير مجسمة ليس لها ظل، فيقول النووي رحمه الله تعالى تحت حديث الباب: قال أصحابنا وغيرهم من العلماء: تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم، وهو من الكبائر؛ لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث، وسواء صنعه بما يمتهن أو بغيره فصنعه حرام بكل حال لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى". (تكملة فتح الملهم شرح صحيح الإمام مسلم، حكم الصور المجسمة: ۱۵۸/۴، دار العلوم كراچی)

(۲) (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الأول، رقم الحديث: ۴۴۹۷، ۱۳۹/۲، دار الكتب العلمية بيروت، وقديمي، ص ۳۸۵)

(ومسند الإمام أحمد، ۳۴/۹، رقم الحديث: ۲۳۵۹۱، دار احياء التراث)

(۳) (مشكاة المصابيح، باب التصاوير، الفصل الأول، رقم الحديث ۴۴۹۸، ۱۳۹/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(ومسند الإمام أحمد، ۳۰۸/۱، دار احياء التراث)

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن کریم میں مصحف عثمانی کے رسم الخط کی رعایت ومتابعت لازم وضروری ہے، اس کے خلاف لکھنا ناجائز وحرام ہے اور اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے بلکہ علمائے امت میں سے کسی کا اختلاف نہیں، اجماعی مسئلہ ہے، تو غیر عربی، بنگلہ وغیرہ رسم الخط میں لکھنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ اس میں تو جواز کا احتمال ہی نہیں، البتہ ترجمہ بنگلہ زبان میں جائز ہے۔

جس طرح کسی نبی ثابت النبوۃ کی نبوت کا انکار جائز نہیں اسی طرح غیر ثابت النبوۃ کی نبوت کا اقرار بھی جائز نہیں، بعض انبیاء علیہم السلام کے نام قرآن کریم واحادیث شریفہ میں آئے ہیں (ان میں کرشن جی کا نام نہیں) ان کے علاوہ کسی معین شخص کی نبوت پر قرآن کریم نے تعلیم نہیں دی، بلکہ اجمالی طور پر ایمان کا حکم ہے اس طرح کہ جو انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے ان تمام پر ہمارا ایمان ہے۔ جب صورت مسئولہ کا حکم معلوم ہو گیا تو اس میں صرف شدہ رقوم اور کوشش وسعی کا حکم بھی معلوم ہو گیا اور سعی کرنے والے کا حکم بھی واضح ہو گیا۔

بیعت سے مقصود رشد وہدایت ہے نہ کہ اغواء وضلالت (۱)، جو نمونہ آپ نے ذکر کیا وہ نہایت سوختنی اور نامقدس ہے، خدا جانے تمام ترجمہ میں کیا کیا غضب ڈھایا ہوگا، اس کی بندش کیلئے اہل اسلام پر سعی لازم ہے اور اس کی اعانت معصیت ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/جمادی الاولیٰ/۷۰ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/جمادی الثانیہ/۷۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ منظور احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) (فتاویٰ حقانیہ، کتاب السلوک: ۲/۳۴۷، دار العلوم حقانیہ)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ فيعم النهي كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي، الإثم: ترك ما أمرهم به وارتكاب ما نهاهم عنه، والعدوان: مجاوزة ما حده سبحانه لعباده في دينهم وفرضه عليهم في أنفسهم" (روح المعاني، سورة المائدة: ۶/۷۵، دار إحياء التراث)

سلف صالح کا اتباع اور پیروی بہرحال ضروری ہے اور اسی میں ہماری فلاح اور سعادت ہے۔ فقط

زکریا قدوسی۔ غفرلہ۔

الجواب صحیح: بندہ ظہور الحق غفی عنہ، مدرسہ ہذا

الجواب۔ ھو الحق وبالاتباع احق: امیر احمد کاندھلوی کان اللہ لہ۔

الجواب صحیح: عبدالرحمن غفرلہ۔ احقر علیم اللہ مظاہری عفا اللہ عنہ۔

اولیائے کرام کو "میرے پیر بے تکو غیرے" کہنا ہرگز درست نہیں

سوال [۱۵۰۱]: ۱… حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تین روز تک فاقہ میں رہے مگر کچھ کھانے کے لئے بالکل بے بس تھے، اگر استطاعت ہوتی تو بھوکے نہ رہتے۔ حضرت حمزہ، حضرت علی، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہید کردیئے گئے مگر خود سے نہ بچ سکے تو کیا پیرے پیر بے تکو غیرے انبیاء اللہ اور مشائخ تم کو کیا دے سکتے ہیں؟ تو یہ حضرات اگر کچھ نہ دے سکیں تو ہم ان کو "میرے پیر بے تکو غیرے" کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

۲… کیا قوم کے عقائد کے مسلک میں پھوٹ ڈالنا کسی عالم کے لئے زیبا ہے؟

۳… کسی مسلم کو چیلنج کرنا کہ ہمت ہو تو ہم سے مسائل فقہیہ میں گفتگو کرو، علماء کو مناظرہ کے لئے لاکر قوم میں اختلاف پیدا کرنا اچھا ہے؟ چار ولی کہہ کر لوگوں کو گمراہ کرنا ہوتا ہے یا نہیں؟

۴… نماز میں پیروں کو پھیلانا، ایک پیر کو ڈھیلا کرنا، دوسرے پیر پر کھڑا ہونا، کبھی ایڑھیوں اٹھانا، کبھی پنجوں کو اٹھانا، اگر یہ عمل کسی امام سے سرزد ہو تو نماز میں کوئی خلل پیدا ہوگا یا نہیں؟

۵… فقہی مسائل میں اختلاف کی وجہ سے کیا ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے رشتہ ختم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اتنی بات صحیح ہے کہ بغیر علم خداوندی کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ انبیاء علیہم السلام کوئی مسئلہ بھی بغیر اجازت خداوندی نہیں بیان فرماتے تھے، نہ کچھ کسی کو دیتے تھے اور قہار مطلق کی قدرت کاملہ کے سامنے بے بس تھے اور تقدیر الٰہی پر راضی تھے، پھر اولیاء اللہ اور شہداء کا مقام انبیاء علیہم السلام سے کم ہے۔ اولیائے کرام کے متعلق میرے پیر بے تکو غیرے کہنا ہرگز

درست نہیں کہ یہ تحقیر کے الفاظ ہیں۔ حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اور مشائخ عظام کی قبور سے یا ان کی ارواح مبارکہ سے براہ راست و مستقل قرار دے کر مانگنا بھی درست نہیں اس سے بچنا بھی لازم ہے۔

کسی پیغمبر کا مذاق اڑانا، توہین کرنا ہرگز جائز نہیں اس سے ایمان سلب ہو جائے گا۔ صحابہ کرام اور اہل بیت کا پورا پورا ادب لازم ہے، ہرگز کوئی کلمہ ان کی شان میں گستاخی کا کہنا جائز نہیں۔ بزرگان دین کو جو لوگ بعد وفات متصرف مان کر ان سے مرادیں مانگتے ہیں ان کی اصلاح بھی ضروری ہے، بعض لوگ ارواح خبیثہ کا فرہ سے مدد مانگتے ہیں، ان کو ایسے تعبیر سے بخوفی کہنا درست ہے۔ شرک کا دور کرنا اور بزرگان دین کا احترام کرنا دونوں چیزیں اپنے اپنے مقام پر ضروری ہیں، نہ کسی کا مقام حد سے بلند کیا جائے مثلاً مخلوق کے ساتھ وہ معاملہ کیا جانے لگے جو خالق کے ساتھ مخصوص ہے، نہ کسی کا مقام حد سے پست کیا جائے کہ مقربین بارگاہ الٰہی کی تحقیر ہونے لگے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں اپنے چچا ابوطالب کے لئے کس قدر تمنا تھی کہ وہ ایمان لے آئیں مگر اللہ پاک کو منظور نہیں تھا، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے باپ کے ایمان کی تمنا تھی، اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہدایت صرف اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ سب انبیاء بے بس ہیں: ﴿إنك لا تهدي من أحببت ولكن الله يهدي من يشاء﴾ (۱)۔

۳۔ عقائد حقہ کا پیش کرنا اچھے طریقے پر ضروری ہے، غلط عقائد کی اصلاح ضروری ہے، غلط عقائد پیش کر کے جھوٹ اڑانا سخت مذموم ہے، اپنے ولی ہونے کا دعوی کرنا ولی کا کام نہیں۔

۴۔ پیروں کو ہلانا تو لغو ہے، البتہ قیام طویل ہو تو ایک پیر پر بوجھ دیا، وہ تھک جائے تو دوسرے پیر پر بوجھ دینا درست بلکہ بہتر ہے، بلاضرورت بار بار ایسا کرنا خلاف خشوع ہے۔

۵۔ صاف صاف دو مسئلے لکھئے جس کی وجہ سے تعلق توڑ لیا ہے، ہر مسئلہ کی حیثیت یکساں نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۵/۱۳۹۰ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) (القصص: ۵۶)
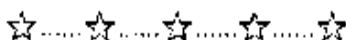
ما یتعلق بسلاسل الصوفیة واصطلاحاتهم

(صوفیاء کے سلاسل اور اصطلاحات)

تصوف کے چار سلسلے

سوال[۱۵۰۱۲]: تصوف کے چار سلسلے کون کون سے ہیں اور یہ سلسلے کن کن بزرگوں کی طرف منسوب ہیں، یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ چار کے علاوہ کیا تصوف کا کوئی اور سلسلہ نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آج کل ہمارے اطراف میں چار سلسلے مشہور ہیں: ۱: چشتی ۲: قادری ۳: نقشبندی ۴: سہروردی۔

۱-خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ اجمیری کی طرف منسوب ہے۔ ۲-دوسرا حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف۔ ۳-تیسرا حضرت بہاؤ الدین نقشبندی کی طرف۔ ۴-چوتھا شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف۔ ان کے علاوہ اور بھی سلسلے ہیں جو دوسرے بزرگوں کی طرف منسوب ہیں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) قال شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ: "وبعد از زمان ایں خانوادہا، خانوادہائے دیگر پیدا شدند، چوں جنابیہ، قادریہ، اکبریہ، سہروردیہ، کبرویہ، او یسیہ. وخانوادۂ خواجگان خانوادۂ معینیہ کہ احیائے طریقۂ چشتیہ است، ونقشبندیہ کہ احیائے خانوادۂ خواجگان است" (همعات، صفحہ: ۵)

قال العلامۃ الشکار پوری رحمہ اللہ تعالیٰ: "إن الطرق إلی اللہ کثیرۃ: کالشاذلیۃ، والسهروردیۃ، والقادریۃ إلی غیر ذلک". (قطب الإرشاد، ص: ۵۳۴، فصل. إن العلماء من المتکلمین والفقهاء والمحدثین الخ)

(وکذا فی شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل، ص: ۳۰، حکمت تکرار بیعت)

(وکذا فی شریعت وطریقت کا تلازم، ص: ۱۵۴، مجاهدات وریاضات صوفیہ، دار الاشاعت)

سلاسلِ صوفیہ کی انتہاء حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیوں ہے؟

سوال[۱۰۳۱۶]: بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ بزرگوں کے چاروں سلسلے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے واسطے سے حضرت علی رحمہ اللہ تعالیٰ تک پہونچتے ہیں اس لئے ان سلاسل کی سند مشکوک معلوم ہوتی ہے اور اس میں روافض کی دسیسہ کاریوں کا شبہ ہوتا ہے، کیونکہ اول تو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات میں اختلاف ہے اور اگر ملاقات ثابت بھی ہو تو کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تصوف اور علم باطن میں کمال نہیں رکھتے تھے، اگر رکھتے تھے اور یقیناً رکھتے تھے تو پھر یہ باطنی سلسلہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے کیوں چلا، دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کیوں نہ چلا؟ امید ہے کہ اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈال کر خلجان کو دور فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو نسبت احسانیہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاصل ہوئی تھی اس کو انہوں نے خلیفۂ اول (صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے پھر خلیفۂ ثانی (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے پھر خلیفۂ ثالث (حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے رائج اور مستحکم کیا تو یوں سمجھئے کہ ان کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے ثلاثہ کے فیضان کا مجموعہ تھی۔ جس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شیخین کے فیضان کا مجموعہ تھی، ان حضرات میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ایسے شخص تھے جن کی تربیت و تکمیل میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا اور کسی انسان کا حصہ نہیں۔

لہٰذا جو سلاسل بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چلے وہ خلفائے ثلاثہ کے فیضان سے خالی نہیں۔ بلاشبہ بعض سلاسل ایسے بھی ہیں کہ جن میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واسطہ نہیں جیسا کہ [illegible] میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ کے جمع کردہ شجرہ سے واضح ہے (۱)۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے

(۱) کلیات امدادیہ کے رسالہ ضیاء القلوب میں چاروں سلسلوں کے شجرے کا ذکر ہے، حضرت [illegible] رضوان اللہ علیہم کے خصوصی کیفیت ہیں، ص: ۱۰۲، ۱۱۱، دارالاشاعت کراچی) =

بھی اس کی تصریح فرمائی ہے (۱)۔ قاضی ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دونوں طرح کی جامعیت کاملہ (ظاہرہ وباطنہ) حاصل تھی اور اعلیٰ درجہ کی جانشینی کے منصب پر فائض تھے اور اس جامعیت میں دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل تھے، اس لئے ان حضرات کے سلاسل اور باطنی فیوض میں برکات بھی زائد ہیں، جن کی بدولت طالب صادق بہت جلد منازل طے کر کے مقامِ معرفت تک پہنچ جاتا ہے، اور دولتِ احسان سے مالا مال ہو جاتا ہے اور اس کا قدم شریعت وطریقت میں نہایت راسخ ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اختلاف کے باوجود چاروں سلسلوں میں بیعت واجازت کی وجہ

سوال [۱۵۰۴]: چاروں سلسلے کے طریقہ اصلاح وتربیت میں کوئی اختلاف ہے یا نہیں، اگر اختلاف ہے تو بعض بزرگوں کے یہاں جو یہ دستور ہے کہ ایک ہی شخص کو چاروں سلسلے میں بیعت کرتے اور اجازت دیتے ہیں تو آخر اس کی کیا صورت ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تربیت واصلاح میں کچھ اختلاف بھی ہے مگر مقصود سب کا ایک ہی ہے، اس لئے یہ اختلاف کچھ مضر نہیں (۲) اور چاروں سلسلوں میں بیعت کی اجازت دینا ایسا ہی ہے جیسے کسی شخص کو طبِ یونانی، ہومیو پیتھک، ایلو پیتھک، ویدک میں مہارت ہونے پر جملہ طرقِ معالجہ میں اس کو ڈگری دے دی جائے اور وہ مریضوں کے امراض وطبائع ومواسم کی رعایت کرتے ہوئے جو طریقہ علاج جس کے حق میں مفید سمجھے اس کو اختیار کرے، ان طرقِ معالجہ میں اختلافِ کثیر کے باوجود مقصود سب کا ایک ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= (ایضاً کلیاتِ امدادیہ، رسالہ ارشادِ مرشد، ص: ۹۸، ۹۹، دار الاشاعت کراچی)

(۱) مترجم "القول الجمیل"، ص: ۱۲۵، ۱۲۶، مگر جس سلسلہ کا ذکر ہے اس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر نہیں ہے، سلمان اکیڈمی، لاہور)

(۲) "ولا بأس أن يلقنه فيقول: قل خترت الطريقة النقشبندية أو القادرية أو الجشتية الخ". (القول الجميل، الفصل الثاني في البيعة، ص: ۱۲، کلکته)

"نیز حضرت مجدد رحمہ اللہ تعالیٰ کو اجازت بیعت تمام طرق: چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ، کبرویہ، مداریہ، قلندریہ سے تھی"۔ (کلیاتِ امدادیہ، ضیاء القلوب، ص: ۷۶، دار الاشاعت)

۸..... کیفیت مذکورہ کے علاوہ مطلق ذکر اذکار بہ ہیئت اجتماعی بعد از نماز یا کسی بھی وقت مسجد میں یا مسجد کے علاوہ کسی مقام پر کرنا بدعت ہے یا مستحب؟

۹.....ذاکرین میں سے ایک فرد کا کہنا ہے کہ ہمارا مرشد چھ مہینے کے بعد پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کراسکتا ہے، یہ از روئے شریعت کہاں تک درست ہے؟

نوٹ: ان ذاکرین میں سے اگر کوئی یہ کہے کہ ہم ترقی کرنے کے بعد یہاں ان مساجد میں نماز نہیں پڑھیں گے بلکہ نماز حرم شریف میں پڑھیں گے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جس طرح علم حدیث مستقل فن ہے(۱) اس کی اصطلاحات ہیں، اس کا طریق روایت ہے، حدیث کو قبول ورد کرنے کے لئے اصول ہیں، جرح وتعدیل کے ائمہ ہیں۔ اسی طرح تزکیۂ باطن مستقل فن ہے، اس کے اصول ہیں، طریق کار ہے، اس کے ائمہ ہیں، بہر ودیہ طالبین سے کچھ ریاضتیں کرائی جاتی ہیں کہ ان کو اپنے دھیان پر قابو ہو جائے اور یکسوئی میسر آسکے، یہ در حقیقت معالجات ہیں، ہر معالجہ کا قرآن کریم اور حدیث شریف سے ثابت و منقول ہونا ضروری نہیں بلکہ معالجہ کا مدار زیادہ تجربات پر ہے جیسا کہ طبیب اور ڈاکٹر علاج کرتے ہیں، دوا اور انجکشن وآپریشن وغیرہ کا منقول ہونا لازم نہیں، البتہ تزکیۂ باطن کے معالجات کے لئے یہ ضروری ہے کہ کوئی چیز قرآن کریم، حدیث شریف کے خلاف نہ ہو(۲)۔

---

(۱) ضیاء القلوب میں تیسرا باب حضرات نقشبندیہ کے اذکار واشغال کی مکمل تفصیل ملاحظہ ہو: (کلیات امدادیہ، ص: ۴۵، دار الاشاعت کراچی)

(۲) "قال الشافعي رحمه الله تعالى: ما أحدث مما يخالف الكتاب أو السنة أو الأثر أو الإجماع فهو ضلالة، و ما أحدث من الخير مما لا يخالف شيئاً من ذلك فليس بمذموم" (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام: ۱/۳۶۸، رشيديه)

وفي إعلاء السنن: "وبهذا اتضح ما يراد بعض الناس على الصوفية بأنهم اخترعوا أذكاراً من أنفسهم لا أصل لها في السنة كذكر الإثبات بلفظ إلا الله، إلا الله، فالأذكار التي اخترعها المشايخ وإن لم تكن مذكورة، فإنها مقدمات لقبول القلب وصلاحيته للذكر المذكور". (باب الذكر: ۱۸/۴۵۳، ۴۵۲، ادارة القرآن كراچی)

(وكذا في كفاية المفتي، كتاب السلوك والطريقة: ۲/۱۱۰، دار الاشاعت كراچی)

جو چیزیں بصورت مستقلہ کی جاتی ہیں ان کا منقول ہونا ضروری ہے، ان کو اپنی طرف سے ایجاد نہیں کیا جا سکتا (۱)، یہ فرق ہے معاملات وعبادات میں، ایک کو دوسرے پر قیاس کرکے دلیل نقلی کا مطالبہ بے محل ہے۔ اللہ کا ذکر منہ سے ہو یا ناک سے ہو سب درست ہے، بلکہ ذکر قلبی، ذکر روحی، ذکر سری بھی کیا جاتا ہے۔ آخر قرآن کریم میں یہ تو صاف مذکور ہے: ﴿وإن من شيء إلا يسبح بحمده ولكن لا تفقهون تسبيحهم﴾ الآية (۲) ہر شی تسبیح پڑھتی ہے، ناک و منہ بھی تسبیح پڑھتے ہیں تو اس میں کیا اشکال ہے، بلکہ ہر ہر عضو کی تسبیح بھی مسموع ہو سکتی ہے۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

بذکرش ہر چہ بینی در خروش است   دلے داند دریں معنی کہ گوش است

نہ بلبل بر گلش تسبیح خوانیست   کہ ہر خارے بہ تسبیحش زبانیست

اگر دوسرے لوگوں کو اس طرز سے بعد و وحشت ہو تو مناسب یہ ہے کہ یہ عمل مسجد میں نہ کیا جائے بلکہ کسی اور مکان میں جہاں سب اسی قسم کے لوگ ہوں وہاں کیا جائے، دھیان ایک طرف لگائے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آدمی طواف میں لگ لے، قرب و معیت کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے: ﴿إن الله معنا﴾ (۳) اور ﴿ونحن أقرب﴾ (۴) وغیرہ ان آیات کے معانی کا بھی مراقبہ کیا جائے (۵) اس طرح یکسوئی حاصل ہونے میں بڑی

www.ahlehaq.org

---

(۱) "قال القاضي: فالمعنى من أحدث في الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفي، ملفوظ أو مستنبط، فهو مردود عليه ...... وفي رواية لمسلم: (من عمل عملاً) أي من أتى بشيء من الطاعات أو بشيء من الأعمال الدنيوية والأخروية سواء كان محدثاً أو سابقاً على الأمر (ليس عليه أمرنا): أي وكان من صفته أنه ليس عليه إذننا، بل أتى به على حسب هواه (فهو رد): أي مردود غير مقبول".

قال تعالى: ﴿ونزلنا عليك الكتاب تبياناً لكل شيء﴾: أي مما يحتاج إليه من أمر الدين والدنيا والعقبى، كالعلوم الاعتقادية والأعمال الشرعية والأخلاق البهية والأحوال السنية وغيرها".

(مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب: ۱/۳۶۶، رشيدية)

(۲) (سورة الإسراء، آية: ۴۴)

(۳) (سورة التوبة، آية: ۴۰)

(۴) (سورة ق، آية: ۱۶)

(۵) (کلیات امدادیہ ضیاء القلوب ص: ۳۰، مراقبہ قربیت، دار الاشاعت کراچی)

مداخل ہے۔

مادیات سے ہٹ کر آدمی معنویات اور روحانیت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جس سے اس کو نسبت حاصل ہوجاتی ہے۔ نقشبندیہ کے یہاں لطائف پر زیادہ زور دیا جاتا ہے اور وہ حضرات اس فن میں کامیاب ہوتے ہیں جب کہ "لطیفۂ قلب"، "لطیفۂ روح"، "لطیفۂ سر"، "لطیفۂ خفی"، "لطیفۂ نفس" اور پھر "لطیفۂ ذات بحت" یہ سب لطائف جاری ہوجاتے ہیں اور ذکر کرتے ہیں اور ان لطائف کے علوم بھی حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ (۱)، خواجہ محمد معصوم کے کلام میں بہت کچھ تفصیلات مذکور ہیں۔ بعد میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔ چیدہ چیدہ امور کو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ذکر فرمایا ہے۔

ذکر کا حکم قرآن کریم میں ہے: ﴿یا ایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکراً کثیراً﴾ الآیۃ ﴿وسبحوہ بکرۃ و اصیلاً﴾ (۲) الآیۃ نیز حدیث پاک میں ہے: "لا یزال لسانک رطباً من ذکر اللہ" (۳) اور حدیث قدسی میں ہے کہ "میرا بندہ جب اپنے جی میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اپنے جی میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور جب وہ مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں، میری مجلس اس کی مجلس سے بہتر ہے" (۴)۔ نیز حدیث پاک میں ہے: "قیامت قائم نہیں ہوگی اس وقت تک جب تک اللہ کا ذکر کرنے والے

---

(۱) "بکوشش ہوش بشنو کہ چون سالک بعد از تصحیح نسبت ...... ہر آئینہ سیر آفاقی را تمام کردہ باشد، جمعے ازیں طائفہ دریں مقام باعتبار ورزیدہ اند، و ہر لطیفہ از لطائف سبعہ انسانی را در عالم بصورت نورے از انوار مناسبۂ آں قرار دادہ اند ...... الخ". (مکتوبات امام ربانی، مکتوب چہل و دوم، دفتر دوم ص: ۱۰۱، حصہ ششم، محترم لالہ اسرار محمد خان صاحب، ۳۷۰ گارڈن کراچی)

(۲) (سورۃ الأحزاب، آیت: ۴۱، ۴۲)

(۳) (مشکاۃ المصابیح، کتاب الدعوات، باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب إلیہ: ۱/۶۲۹، رقم الحدیث: ۲۲۷۹، مکتبہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۴) "وعن أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: وربما ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "إذا تقرب العبد منی شبراً تقربت منہ ذراعاً، وإذا تقرب إلی ذراعاً تقربت منہ باعاً، وإذا أتانی مشیاً أتیتہ ھرولۃً".

(صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۲/۱۱۰۵، قدیمی) —

www.ahlehaq.org

موجود رہیں گے"(۱) اس لئے ذکر جماعت کے ساتھ ہو یا تنہا ہو مامور و منقول ہے، البتہ اتنا لحاظ چاہئے کہ دوسرے کے لئے باعث اذیت نہ ہو مثلاً: اس کی وجہ سے نمازیوں کی نماز میں خلل آئے یا سونے والوں کی نیند میں خلل آئے(۲)۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بعض بندوں کو کشف قبور بھی عطا فرماتے ہیں کہ وہ ان احوال سے واقف ہوجاتے ہیں، وہ ان سے بات چیت بھی کرلیتے ہیں(۳)، ناواقف لوگوں کو خبر بھی نہیں ہوتی، مگر یہ یاد رہے کہ کشف میں اگر کوئی شخص طواف کرے بلکہ سارا حج کرلے تو اس سے فریضۂ حج ادا نہیں ہوگا، اسی طرح جو کچھ بھی کشف میں دیکھے وہ حجت شرعی نہیں، اگر حجت شرعی کے خلاف ہے تو اس کشف کو قبول نہیں کیا جائے گا(۴) الخ

=(وکذا في الصحيح لمسلم، كتاب الذكر، باب فضل الذكر والدعاء والتقرب إلى الله تعالى وحسن الظن به: ۲/۳۴۳، قديمي)

(۱) "وعن أنس رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "لا تقوم الساعة على أحد يقول: الله الله".

(مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، باب لا تقوم الساعة إلا على شرار الناس، ص: ۴۸۰، قديمي)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان "ذکر جہری کا ثبوت")

(۳) دیکھئے: (شرح الصدور في شرح القبور للسيوطي، باب: ۴۹، "ان لوگوں کا بیان جنہوں نے مردوں کو خواب میں دیکھا اور بات کی"، اس میں کافی روایات نقل کی ہیں جن میں مردوں کے احوال اور ان سے بات چیت کرنے کے متعلق بیان۔ (شرح الصدور في شرح القبور، ص: ۳۱۰، دار الاشاعت کراچی)

قال عليه الصلاة والسلام: ...... "فلولا أن لا تدافنوا لدعوت الله أن يسمعكم من عذاب القبر الذي أسمع منه" أي الذي أسمعه من القبر ..... "أن يوصل إلى آذانكم أصوات المعذبين في القبر، فإنكم لو سمعتم ذلك تركتم التدافن من خوف قلع صياح الموتى أفئدتكم، أو خوف الفضيحة في القرائب لئلا يطلع على أحوالهم". وهذا الحديث مثل قوله عليه السلام: "لو علمتم ما أعلم لضحكتم قليلاً، ولبكيتم كثيراً" وفيه أن الكشف بحسب الطاقة، ومن كوشف بما لا يسعه يطيح ويهلك". (مرقاة المفاتيح، شرح مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب عذاب القبر: ۱/۳۲۶، رشيديه)

(۴) "ولا يخفى أن مبنى الاعتقاد لا يكون إلا على الأدلة اليقينية ..... ولهذا لم يعتبر أحد من الفقهاء جواز العمل في الفروع الفقهية بما يظهر للصوفية من الأمور الكشفية، أو من الحالات المنامية، =

کر دیا جائے گا۔ کوئی شخص اگر کشف کو تسلیم نہ کرے تو اس پر سخت حکم نہیں لگایا جائے گا جیسے کہ قرآن کریم اور حدیث شریف کو تسلیم نہ کرنے سے سخت حکم لگایا جاتا ہے اور کشف کو ہر کس و ناکس کے سامنے بیان بھی نہیں کرنا چاہئے۔

"پاس انفاس" بھی قرآن وحدیث سے ثابت کرنا دشوار ہے، سانس کے ساتھ ہوتا ہے، جس طرح ناک سے کرتے ہیں اسی طرح منہ سے بھی کرتے ہیں، زبان کو تالو سے لگا کر جب سانس اندر جائے تو "اللہ" کہا جائے اور جب باہر آئے تو "ھو" کہا جائے، زبان کو حرکت نہ ہو، یہی پاس انفاس ہے۔ نقشبندیہ ناک سے کرتے ہیں، چشتیہ منہ سے کرتے ہیں (۱)۔ درحقیقت یہ تو سب ورزش سے متعلق ہیں، مگر بعض حضرات ناک سے سانس لے کر کرتے ہیں، بعض منہ سے، اور یہ بھی بطور معالجہ یکسوئی حاصل کرنے کے لئے ہے۔ مراقبہ اور یکسوئی کی مشق سے یہ بھی ممکن ہے کہ اس مراقبہ میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جائے (۲)، اور اسی حالت میں بیعت سے بھی مشرف ہو جائے، مگر اس بیعت کا وہ درجہ نہیں جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں بیعت کا حکم ہے اور یہ شخص صحابی کہلانے کا مستحق نہیں ہے، نہ ان کے

= ولو كانت منسوبة إلى الحضرة النبوية على صاحبها أفضل الصلاة الخ" (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الفتن: ۸/۵۰۸، رشيدية)

"و كشف ارباب باطن اثبات فرض و سنت نمايد" (مكتوبات امام رباني، مكتوب - ۵۵، ۲/۵۰، [illegible] كراچي)

(۱) (کلیات امدادیہ، ارشاد مرشد، ص: ۲۰، دار الاشاعت کراچی)

(۲) قال العلامة الآلوسي: "فقد وقعت رؤيته صلى الله تعالى عليه وسلم بعد وفاته لغير واحد من الكاملين من هذه الأمة، والأخذ منه يقظة ... والذي يغلب على الظن أن رؤيته صلى الله عليه وسلم بعد وفاته بالبصر ليست كالرؤية المتعارفة عند الناس من رؤية بعضهم بعضا، وإنما هي جمعية حالية، وحالة برزخية، وأمر وجداني لا يدرك حقيقته إلا من باشره، ولشدة شبه تلك الرؤية بالرؤية البصرية المعروفة يشتبه الأمر على كثير من الرائين، فيظن أنه رآه صلى الله عليه وسلم ببصره الرؤية المتعارفة، وليس كذلك" (روح المعاني: ۲۲/۳۶، سورة الأحزاب، آيت: ۴۰، دار الفكر)

(وكذا في الحاوي للفتاوى: ۲/۲۶۳، القول في إمكان رؤية النبي في اليقظة)

www.ahlehaq.org

دیدہ کو پہنچ سکتا ہے(۱)۔

جو شخص اپنے مراقبہ میں فرض نماز حرم شریف میں پڑھے اور یہاں رہنے کے باوجود اپنے جسم سے ادا نہ کرے تو اس کا فرض ادا نہیں ہوا، وہ تارکِ فرض ہے، یہاں پڑھنا ضروری ہے۔ مراقبہ کی نماز تو قلب وروح کی لذت کے لئے ہے ادائے فرض کے لئے نہیں، اگر یہاں نماز ادا نہیں کی جائے گی بلکہ مراقبہ کی نماز پر کفایت کی جائے گی کہ ہم تو حرم شریف میں نماز پڑھ چکے تو اس سے بد دینی پھیلے گی اور زندقہ کھلائے گا جس کی وجہ سے فرائض کا اہتمام ختم ہو کر ترک اور انکار کا موقع ملے گا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، [illegible]/۱۴۰۰ھ۔

مضمون جواب مکمل وصحیح ہے صرف تقریبِ فہم کے لئے سوال کے نمبروں کے اعتبار سے نمبروار کچھ توضیح کردی جاتی ہے یہ توضیحات مندرجہ ذیل سطور پر ملاحظہ فرمائیں۔ فقط

بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱۱/۱۴۰۰ھ

---

(۱) "الصحابي من لقي النبي ﷺ أي رأى النبي ﷺ أو رآه النبي ﷺ مؤمناً به، ومات على الإسلام ... وهل يدخل من رآه ميتاً قبل أن يدفن ... والراجح عدم الدخول، ولا يعد من أن يرى جسده المكرم وهو في قبره المعظم ولو في هذه الأعصار، وكذلك من كشف له عنه من الأولياء، فرآه كذلك على طريق الكرامة، إذ حجة من الصحبة لمن رآه قبل دفنه أنه مستمر الحياة، وهذه الحياة ليست دنيوية وإنما هي أخروية. ... وكذا لا يدخل من رآه في المنام الخ" (إمعان النظر شرح شرح نخبة الفكر، تحقيق تعريف الصحابي: ۲۰۸، ۲۰۹)

وفي المرقاة: "لكن لا يبتنى عليه الأحكام ليصير به من الصحابة" (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الرؤيا: ۸/۳۷۹، رشيديه)

(۲) "ولا يصل العبد ما دام عاقلاً بالغاً إلى حيث يسقط عنه الأمر والنهي لعموم الخطابات الواردة في التكاليف يعني أن النصوص من الأمر والنهي وردت عامة لكل عاقل بالغ في جميع أحوالهم، والقول بالسقوط إنكار لعمومها وإجماع المجتهدين على ذلك: أي على عدم السقوط ... فإن أكمل الناس في المحبة والإيمان هم الأنبياء عليهم السلام ... مع أن التكاليف في حقهم أتم وأكمل".

(النبراس شرح شرح العقائد النسفية، ص: ۵۲۲، محمدی پریس لاہور)

توضیح موجود حسب ترتیب نمبر سوال

۱... ان اشغال ومراقبات کی بابت فی نفسہ کلام نہیں البتہ ان سب کو ضروری ولازمی یا واجب بالاصل نہیں کہہ سکتے۔ یہ چیزیں معالجات وتربیت کے باب سے متعلق ہیں بعض مریض کے اعتبار سے واجب لغیرہ، بعض مریض کے اعتبار سے ناجائز بھی ہوسکتی ہیں اور مباح شرعی کو جب واجب شرعی بالاصل قرار دیا جانے لگے، اس کے ساتھ واجب شرعی اور اصل جیسا معاملہ کیا جانے لگے تو اس مباح کا ترک یا اس کی اصلاح کرنا واجب ہوجاتا ہے (۱) اس وہاں کے جیسے حالات ہوں گے ویسا ہی حکم ہوگا۔

۲... اس نمبر کا حکم بھی وہی ہے جو نمبر ۱ میں مذکور ہے۔

۳... کسی خاص طالب ومریض کے بارے میں اگر کوئی شیخ محقق ومتبع سنت ہونے کے ساتھ ساتھ عالم ربانی بھی ہو اور وہ اس علاج میں اس مریض کی صحت منحصر سمجھ کر ضروری قرار دے تو تا حصول صحت وعدم درمیان معالجہ یا اصرار کرنا بھی درست ہوسکتا ہے اور در صورت دیگر ناجائز وممنوع بھی ہوسکتا ہے (۲)۔

۴، ۵... اس کا بھی وہی حکم ہے جو نمبر ۱، ۲، ۳ میں مذکور ہے۔ باقی ان اشغال میں فساد زمانہ کی وجہ سے منافع کے اعتبار سے خطرات ونقصانات زیادہ ہیں، اس لئے ان سب کا عام حکم دینا خلاف تحقیق ہوگا بخلاف اس کے طریق سنت چونکہ زیادہ محفوظ ومضبوط ہوتا ہے اس لئے وہ انسب واحوط ہوگا۔ "کما أشار إلیه قوله علیه السلام: "ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما: کتاب الله وسنة رسوله" (۳)۔ نیز طریق سنت حسب ارشاد بالت: "ما أنا علیه وأصحابي" (۴) کا سے زیادہ الی ومضبوط ہونا مقدم ہے۔

---

(۱) "من أصر علی أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم یعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال، فکیف بمن أصر علی بدعة أو منکر". (مرقاة المفاتیح: ۳/۳۱، کتاب الصلوة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول، رقم الحدیث: ۹۴۶، مکتبه حبیبه کوئٹه)

(وکذا في السعایة علی شرح الوقایة، باب صفة الصلوة، قبیل فصل في القرآءة: ۲/۲۶۳، سہیل اکیڈمی)

(۲) (انظر فتاوی حقانیه: ۲/۲۷۰، کتاب السلوک، المطبعة العربیه لاهور)

(۳) (مشکاة المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة: ص: ۳۱، قدیمی)

(والموطا للإمام مالک، باب قول النبي في القدر، ص: ۷۰۲، میر محمد کتب خانه)

(۴) (مشکاة المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة: ۱/۳۰، قدیمی)

۶..... بزرگان کاملین کے نزدیک ان احوال ومشاہدات میں استغراق کبھی کشود کار میں موجب بنتا ہے اور کبھی وصول الی المطلوب میں حائل ومانع بنتا ہے لہٰذا شیخ کی نظر اس پر بھی رہنا ضروری ہے۔ حاصل یہ نکلا کہ سب کو ایک ہی لکڑی سے ہانکنا مفید نہ ہوگا بلکہ " طریق الوصول إلی اللہ بعدد أنفاس الخلائق " بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہوگا۔

۷..... یہ مقصود نہیں بلکہ صرف ذریعۂ مقصود ہے اس لئے اس میں بھی غلو شغل اور مراقبات میں غلو کے مضر فی المقصود ہوگا، باقی اس کی کیا صورت ہوتی ہے، اصل جواب میں مذکور ہے۔

۸..... بیعت اجمالی سے کیا مراد ہے اگر یہ مراد ہے کہ سب بیٹھ کر ذکر اپنے اپنے طور پر کررہے ہیں مگر مکان واحد ہونے کی وجہ سے ہیئت اجتماعی معلوم ہوتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر اس سے حلقہ بنا کر مروجہ اجتماعی طریقہ مراد ہے تو اس کا حکم نمبر ۱ میں گزر چکا ہے۔

۹..... یہ بیعت اس عالم کی بیعت نہیں ہوگی اور نہ اس کی اجازت اس عالم کی اجازت ہوگی اور نہ کہ یہ وہ ثمرات مرتب ہوں گے جو اس عالم کی بیعت پر مرتب ہوتے ہیں۔

۱۰..... مساجد میں سے کسی مسجد میں جماعت کے وقت موجود رہے گا اور پھر اس مسجد میں نماز نہ پڑھے گا، اور مذکورہ دعویٰ کرے گا تو یہ قول عند الشرع زندقہ کا صورت شمار ہوگا، اور اگر بیان نہ کرے گا تو درجۂ حال وشغل میں داخل شمار ہوگا(۱)۔

نوٹ: مشائخ متقدمین کے تحت تخت مجاہدات کے متحمل نہ تو اس زمانہ کے قویٰ ہیں، ورنہ ان کا اب سہارا رہا، پھر ان کی تکمیل کے بعد عجب وکبر میں ابتلاء کا شائبہ بھی نہیں، نیز خیانت کی وجہ سے مظنون ہوجاتا ہے اور نسبت احسان جو طریق باطن کی اساس ہے اور جس کی تحصیل کی سعی تا قیامت تک کے لئے حدیث احسان(۲) کے

---

(۱) "كل حقيقة ردته الشريعة فهو زندقة". (مكتوبات امام ربانی ۱۰۲/۱، دفتر اول، مکتوب: ۴۳)

(وكذا في مكتوبات شاه غلام علي، ص: ۱۳، مكتوب هفتاد و پنجم)

(وكذا في قطب الإرشاد، ص: ۱۳، مقدمه)

(۲) "وعن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنهما قال: بينما نحن عند رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ذات يوم، إذ طلع علينا رجل شديد بياض الثياب .... قال: فأخبرني عن الإحسان، قال: "أن =

www.ahlehaq.org

تحت جو مختلف ومتناسب ہے۔ نیز اسی وجہ سے مشائخ متأخرین کے محققین نے طریقۂ علاج میں احیاء العلوم (۱) وغیرہ میں لکھے ہوئے سخت سخت مجاہدوں کو ختم کر کے عبدیت کاملہ جو اصل مقصود ہے، معاون ہے کے تحت انکسار قلوب کے مشاغل ومجاہدات کے ذریعہ سلوک باطن کے طرق متعین فرمانے اور تکمیل سلوک میں مشغول ہوگئے۔ اس میں نہ عجب وکبر کا شائبہ ہوتا ہے، نہ خلاف مقام عبدیت (خرافات وغیرہ) کی جانب رجحان ہوتا ہے اور راہ تربیت دو چند ہو جاتی ہے۔ اس تجدیدی کارنامہ میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کو بہت دخل ہے، پھر ان کے اصحاب میں سے حضرت گنگوہی اور حضرت تھانوی رحمہما اللہ تعالیٰ نے اس تجدیدی کارنامہ کو پروان چڑھایا اور تکمیل فرمادی، مکاتیب رشیدیہ وتصانیف حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس پر شاہد ہیں، رسالہ "مبادی التصوف" کا مطالعہ بہت زیادہ حصول بصیرت کا ذریعہ بنے گا۔ فلیراجع الیہ۔ فقط واللہ اعلم۔

العبد نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۹/۶/۱۴۰۰ھ۔

اس تحریر میں حضرت مفتی نظام الدین صاحب نے روشنی ڈال کر بہت وضاحت فرمادی۔

العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۸/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

شریعت، معرفت، طریقت اور حقیقت کیا ہیں؟

سوال [۱۰۵۰]: شریعت، معرفت، طریقت اور حقیقت کیا چیز ہے؟ اور ان چاروں کا مطلب کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ الگ الگ چیزیں نہیں، ارباب شریعت اور حقیقت ہی کہتے ہیں، البتہ شریعت وطریقت کا فرق ظاہر ہے، وہ یہ کہ جو احکام انسان کے ظاہر سے متعلق ہوں وہ شریعت ہے اور تربیت باطن کا نام طریقت ہے اور یہ دونوں

---

(۱) "تعبد اللہ کأنک تراہ، فإن لم تکن تراہ فإنہ یراک" "قال: فأخبرني عن الساعة" الحدیث

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، ص: ۱۱، قدیمی)

(ومسند الإمام أحمد: ۱/۲۷، رقم الحدیث: ۳۶۹، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(۲) "ومن أنفع أسباب العلاج أن تطلب صحبة عبد من عباد اللہ مجتہد في العبادۃ، فتلاحظ أقوالہ و تقتدي بہ الخ" (کتاب المراقبۃ والمحاسبۃ، المرابطۃ الخامسۃ: المجاہدۃ: ۴/۴۸۳، مکتبہ حقانیہ پشاور)

چیزیں ایک دوسرے کی ضد نہیں بلکہ معاون ومددگار ہیں (۱)۔ ان میں سے ایک کی تکمیل دوسرے سے ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱/۹۲ھ۔

شریعت وطریقت میں فرق

سوال [۱۰۵۰۷]: یہ کہنا کہ شریعت اور ہے طریقت اور ہے کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ شریعت اور طریقت کے احکام الگ الگ ہیں جیسے دو حکومتوں کے قانون الگ الگ ہوتے ہیں کہ ایک حکومت میں مثلاً بندوق رکھنا درست ہے، دوسری حکومت میں جرم ہے۔ اسی طرح کچھ چیزیں شریعت میں حرام ہیں: جیسے شراب پینا، ننگے پھرنا، نماز روزہ وفرائض کو چھوڑنا، قبروں کو سجدہ کرنا، اکابر کو گالیاں دینا، پیروں سے مرادیں مانگنا، ساز کا گانا سننا، اور قوالی میں سر دھننا وغیرہ وغیرہ اور طریقت میں یہ سب درست اور جائز ہیں تو یہ اعتقاد سراسر باطل اور گمراہی اور انتہائی بددینی ہے۔

اگر یہ مطلب ہے کہ شریعت میں احکامِ ظاہرہ: نماز، روزہ، زکوۃ، حج، بیع، شراء، نکاح، طلاق وغیرہ

---

(۱) "الطريقة مشتملة على منازل السالكين، وتسمى مقامات اليقين، والحقيقة موافقة للشريعة في جميع علمها وعملها، أصولها وفروعها، وفرضها ومندوبها، ليس بينهما مخالفة أصلاً". (الفتاوى الحديثية، ص: ۳۰۹، قديمي)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "یہ دونوں ایک ہی ہیں، ظاہر میں عمل کرنا شریعت ہے اور جب قلب میں حکم شرع کا داخل ہو کر طبعاً عمل شرع پر ہونے لگے وہ طریقت ہے، دونوں کا حکم قرآن وحدیث سے ہے، ادنیٰ درجہ شرع ہے، اس کا اعلیٰ درجہ طریقت کہلاتی ہے"۔ (فتاوی رشیدیہ، شریعت وطریقت کا فرق، ص: ۱۹۱، تالیفات رشیدیہ، ادارہ اسلامیات لاہور)

(وکذا في امداد الفتاوی: ۱۹۵/۵، مکتبہ دار العلوم کراچی)

وقال ابن عابدين: "الطريقة سلوك طريق الشريعة، والشريعة: أعمال شرعية محدودة، وهما والحقيقة ثلاثة متلازمة". (رد المحتار، مطلب: يجوز تقليد المفضول مع وجود الأفضل، المقدمة: ۱/۴۰، سعيد)

کے احکام بیان کئے جاتے ہیں اور طریقت میں احکامِ باطنہ صبر، شکر، رضا، تسلیم، تفویض، توکل، اخلاص وغیرہ کے احکام بیان کئے جاتے ہیں، یعنی شریعت ظاہر کی اصلاح کرتی ہے اور طریقت باطن کی اصلاح کرتی ہے تو یہ صحیح ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کیا حقیقت اور شریعت الگ الگ ہے؟

سوال[۱۲۰۸]: عوام میں بعض جاہل لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص کسی پیر کا مرید نہ ہو اور مرجائے تو اس کی بخشش نہ ہوگی، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ شریعت کا راستہ اور حقیقت کا راستہ الگ الگ ہے اور جو فقیر جانے اس کو شریعت سے کیا، یا ایسی فقیری کی رمز کا مولوی کیا جانے، کیسے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ جہالت در جہالت ہے(۲)، ایسے لوگ خود بھی گمراہ ہیں، دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں، ان کی صحبت سخت قاتل ہے۔ مرید ہونے کی غرض تو یہی ہوتی ہے کہ شریعت پر عمل کرنا آسان ہو جائے اور نفس و شیطان کے مکر سے بچ سکے (۳)۔ جس حقیقت کا راستہ شریعت سے جدا ہو وہ ہرگز اللہ و رسول کی مرضی کے موافق نہیں، وہ شیطان کا راستہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، [illegible] ۲۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) "قال الشيخ المجدد للألف الثاني في مكتوباته، دفتر اول، مكتوب: ۲۷۶: "ظاهر و باطن شريعت که عبارت از حقیقت است متحقق و متزین گردد، چه حقیقت و طریقت عبارت از حقیقت شریعت است، و طریقت نه آنکه شریعت امری دیگر است و طریقت و حقیقت دیگر که این الحاد و زندقه است" (فتاویٰ حقانیہ ۲/۲۳۳، کتاب السلوک، دارالعلوم حقانیہ)

(۲) (وكذا في كفاية المفتي: ۲/۴۰۵، كتاب السلوك، دارالاشاعت)

(وكذا في القول الجميل، الفصل الثاني، ص: ۱۰، كراچی)

(۳) (تقدم تخريجه سابقاً تحت عنوان: "[illegible]")

طریق توبہ

سوال[۱۵۰۱]: جب زید القلوب سے اپنے تمام گزشتہ گناہوں کی توبہ کرے اور معافی مانگے تو زید اپنے گناہوں سے توبہ کرنے اور معافی مانگنے کیلئے بہتر طریقہ کونسا اختیار کرے اور توبہ کیلئے کون سے الفاظ زبان سے بولے یعنی اپنی زبان سے یا اردو یا فارسی سے صرف ایسے الفاظ کہے کہ "یا اللہ میں اپنے تمام کبیرہ گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور معافی مانگتا ہوں، اے اللہ! اپنے فضل وکرم سے میرے تمام گناہوں کو معاف فرما دیجئے اور میری توبہ قبول کر لیجئے"۔ اور اس کے ساتھ ساتھ زید اپنے دل میں بھی شرمندہ و نادم ہوتا ہے، اس کے علاوہ شرعی احکام کے مطابق گناہوں سے توبہ کرنے اور معافی مانگنے کا جو اور کوئی بہتر طریقہ ہو یعنی زبان سے الفاظ ادا کرنا اور دل میں تصور اور نیت کرنا اور ہاتھ پاؤں سے عمل کرنا ان سب طریقوں سے مطلع فرمایا جائے جس کے ذریعہ توبہ قبول ہونے کی توقع ہو سکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اول وضو کرے اور اچھی طرح کرے، بعدہ دو رکعت نفل پڑھے پھر توبہ استغفار کرے، اگر کوئی خاص گناہ کیا ہو تو اس سے ورنہ سب گناہوں سے دل سے توبہ کرے یعنی دل سے جس قدر ندامت کر سکتا ہے کرے اور آئندہ کیلئے اس سے بچنے کا پختہ ارادہ کرے۔ اگر کسی کا کوئی حق ہو تو اس کی توبہ کیلئے اس کی ادائیگی یا اس سے معافی مانگنا شرط ہے(۱)، مذکورہ الفاظ بھی کافی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) "ثم اعلم أن التوبة لغةً هي الرجوع .... وفي الشريعة هي الندم على المعصية من حيث هي معصية مع عزم أن لا يعود إليها إذا قدر عليها .... وأيضاً قد نصوا على أن أركان التوبة ثلاثة: الندامة على المعاصي، والإقلاع في الحال، والعزم على عدم العود في الاستقبال الخ". (شرح الفقه الأكبر للقاري، ص: ۱۵۸، قديمي)

"في بعض الآثار: تسبيغ الوضوء، وشد حل المسجد، ويصلي ركعتين الخ". (إحياء العلوم: ۴/۵۹، كتاب التوبة، حقانيه بشاور)

www.ahlehaq.org

تصورِ شیخ

سوال [۱۰۱۵۰]: تصورِ شیخ کا کیا مطلب ہے اور یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بعض لوگوں پر خطرات و وساوس کا ہجوم ہوتا ہے جو کہ عبادت میں بھی مخل ہوتا ہے اور ایمان میں بھی، ان کی وجہ سے بہت مشغول ہو جاتا ہے اور کوئی دوسری تدبیر فوری طور پر کارگر نہیں ہوتی تو ان کے لئے تجویز کیا جاتا ہے کہ اپنے پیر کا تصور کریں یہاں تک کہ کوئی خطرہ اور وسوسہ باقی نہ رہے اور یکسوئی حاصل ہو جائے اور عبادات پورے سکون سے ادا ہو سکیں اور ایمان میں اضمحلال نہ ہو(۱) لیکن اس میں دوسرا اندیشہ بھی ہوتا ہے جو بہت نقصان دہ ہے، اس لئے آج کل عام طور پر اس سے منع کیا جاتا ہے اور دوسری تدابیر کو اختیار کیا جاتا ہے اگرچہ ان کا اثر دیر میں ہو، اس کے ان میں مضرت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

نماز میں پیر صاحب کا تصور

سوال [۱۰۱۵۱]: مطلب نماز میں پیر صاحب کا دھیان کرنا کیسا ہے؟ پیر صاحب نے کہا ہے کہ جائز ہے اور حوالہ دیا کہ سورۂ لہب میں ابولہب کا تذکرہ ہے اس کی تو نماز میں یاد آتی ہے اور اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے، اسی طرح اگر میرا بھی نماز میں دھیان آجائے تو اس سے نماز میں خلل نہ ہوگا اور نہ نماز فاسد ہوگی۔

---

(۱) حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

"تصورِ شیخ کوئی خاص شغل نہیں، بلکہ اس کی حقیقت وہی ہے جو لفظ سے مفہوم ہوتی ہے بلکہ اس کا وہ وقت ہے کہ ذکر کے ساتھ خطرات فاسدہ کا ہجوم ہو اور دفع کرنے سے مدفع نہ ہوتے ہوں تو شیخ کی کا تصور زیادہ توجہ الی اللہ کرتا ہے کیونکہ جب نفس کو ایک طرف توجہ ہو جاتی ہے تو حسب قاعدہ عقلی "النفس لا تتوجه إلى شيئين في آن واحد" دوسری طرف نہ رہے گی، ... جب سے تصور شیخ کو ناجائز سمجھا گیا ہے کہ اس کو محسوس کیا ہے وہ مجھ بھی ہے"۔ وامداد الفتاویٰ: ۵/۱۷۸، مکتبہ دارالعلوم)

(وکذا فی فتاوی رشیدیہ از تالیفات رشیدیہ، کتاب السلوک، ص: ۱۹۸، ادارہ اسلامیات لاہور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

حالتِ نماز میں یہ تصور کیا جائے کہ اللہ پاک کے سامنے حاضری ہے (۱)، اس وقت قصداً پیر صاحب کا دھیان کرنا کہ ان کے سامنے حاضری ہے ہرگز نہیں چاہئے، ویسے جو کچھ بھی نماز میں پڑھا جائے گا اس کے معنی کا دھیان آئے گا مگر یہ حاضری کا تصور نہیں۔ پیر صاحب کے تصور کو ابولہب کے تصور پر قیاس کرنا پیر صاحب کی بے ادبی ہے، ابولہب خدا کا دشمن اور جہنمی ہے، اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت کر کے اذیت پہنچائی ہے اور گمراہی پھیلائی، ہدایت سے روکا (۲) پیر صاحب کا مقام کچھ اور ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۹/۲/۵ھ۔

فقراء کے رموز کا حکم

سوال [۱۵۱۲]: مشہور ہے کہ فقیروں کے رموز کوئی کیا جانے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو رموز شریعت کے موافق ہے اس کا حکم خود شریعت نے بیان کر دیا ہے، جو خلافِ شرع ہے وہ ضلالت

---

(۱) "عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالیٰ عنه ..... قال: فأخبرني عن الإحسان: قال: "أن تعبد الله كأنك تراه، فإن لم تكن تراه فإنه يراك". (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، الفصل الأول: ۱۱/۱، سعيد)

(۲) قال ابن كثير رحمه الله عليه: "واسمه عبد العزى بن عبد المطلب .... وكان كثير الأذية لرسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم، والبغضة له، والازدراء به، والتنقص له ولدينه". (تفسير ابن كثير: ۷۱۱/۴، دار السلام)

(۳) "لأن غاية التصوف حصول القرب والرضا من الله في الآخرة، وحصول بشاشة الإيمان ومخالطتهما بالقلب في الدنيا، وهي المعروفة عندهم بالنسبة مع الله ..... وهذه النسبة لا تكاد تحصل إلا بصحبة المشايخ الكمل الذين استنارت قلوبهم بنور هذه النسبة العظمى، وهي التي لم تزل تنتقل من قلب إلى قلب الخ". (إعلاء السنن، باب الذكر والدعاء: ۴۵۳/۱۸، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراچي)

ما یتعلق بالاستخلاف

(خلیفہ بنانے کا بیان)

شرائطِ خلافت

سوال [۵۱۲]: زید حافظ حفظِ قرآن ہے، حاجی مولوی ہے، پابند صوم وصلوٰۃ بھی ہے، تقریباً چالیس پچاس سال سے خدمتِ دینی بطور سلسلہ بیعت قادری مسلک میں جاری کئے ہوئے ہے۔ زید بہت بزرگ سے خود کو بیعت بتاتا ہے اور زید کے پیر ومرشد شیخ طریقت سلسلہ عالیہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ میں خلافت حاصل کئے ہوئے تھے۔ زید کا یہ قول معتبر ہے کہ وہ شیخ طریقت کی صحبت میں بچپن سے رہا، تعلیم وتربیت بھی شیخ طریقت کے پاس پائی اور بڑا ہوا ہے، انہیں کے قائم کردہ مدرسہ میں تعلیم حفظ القرآن میں معلم رہا، زید کا بیان ہے کہ ان میں بھی ایسے ہیں جو شیخ طریقت کا کہنا ہے۔

زید نے شیخ طریقت کے وصال کے بعد ایک دوسرے مقام پر جنگل میں دوسرے صوبہ میں شیخ طریقت کے آستانہ وخانقاہ کی طرح آستانہ وخانقاہ قائم کی، مسجد تعمیر کی، مدرسہ قائم کیا اور پھر تقریباً بیس پچیس سال کے بعد حسبِ ملکیت وقف کردی جامع مسجد وآستانہ ومدرسہ، وقف نامہ میں تحریر کیا کہ تاحیات زید خود متولی رہے گا اور بعد انتقال میرا کوئی وارث نہ ہو تو اس جائداد کا حقدار رجوع دار ہوگا۔ نہ کہ متولی، بلکہ جو پیر ومرشد شیخ کے آستانہ کا متولی ہوگا وہی اس آستانے کا متولی ہوگا، خواہ وہ خود انتظام کرے یا کسی نائب سے کرائے۔ یہ وقف نامہ چالیس پچاس سال پہلے کا ہے یا لکھا تھا اور رجسٹری شدہ ہے، وقف نامہ میں "ملک زید بن فلاں" کی جگہ "مسمیٰ زید مرید خاص شیخ طریقت مذکور" تحریر کیا ہے، اس لئے کہ شیخ مذکور نے بھی جو وقف نامہ تحریر کیا تھا اس میں بھی "ابن" کی جگہ "مرید" تحریر کیا ہے اور اپنے شیخ طریقت کا نام تحریر کیا ہے، یہ بھی رجسٹر شدہ ہے۔

زید کے پاس یا شیخ طریقت مذکور سے [illegible] کوئی سند نہیں۔ [illegible] زید [illegible] ہوگئی ہے، اب سوائے اس کے کہ جب زید آستانہ شیخ طریقت مذکور میں زیرِ تعلیم تھا تو [illegible] زید کے نام سے [illegible] کے

گاؤں کا نام تحریر کیا جاتا تھا جیسے دہلوی، کیرانوی وغیرہ، لیکن بعد میں اس رجسٹر میں زید کے نام کے ساتھ گاؤں کا نام نہیں بلکہ قادری تحریر ہے، رجسٹر بہت پرانا بوسیدہ ہے اور موجود ہے، لہذا کیا زید کو شیخ طریقت کا مرید تسلیم کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب زید کہتا ہے کہ میں فلاں بزرگ سے مرید ہوں تو بلاوجہ اس کی تکذیب کیوں کی جائے اور یہ قول کوئی شرعی حکم نہیں، جس کا تسلیم کرنا واجب ہو، ایک شخص اپنے ایک حال کی خبر دیتا ہے، آثار سے وہ صادق معلوم ہوتا ہے تو صحیح مان لیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۳/۱۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۲/۹۲ھ۔

خلافت کسے کہتے ہیں؟

سوال [۱۵۱۰]: شریعت میں خلافت اور وصیت کی کیا حقیقت ہے اور خائن اور فاسق وفاجر کسے کہتے ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"خلافت": کسی کو اپنا جانشین بنانا، مثلاً: کوئی صاحبِ نسبت بزرگ اپنے کسی مرید کی تربیت واصلاح کر کے اس کو اپنے قائم مقام بنادیں کہ ان سے بیعت ہو کر اپنی اصلاح کرایا کرو اور طریقِ تربیت سکھا کر فرمادیں کہ بجائے میرے تم اصلاح کیا کرو(۱)۔ "وصیت": کسی مال میں کسی تصرف کیلئے ہدایت دینا کہ میرے انتقال کے بعد یہ تصرف کیا جائے، مثلاً: میرے ذمہ نماز، روزہ، حج باقی ہے، فدیہ دیا جائے یا حج بدل کرایا جائے(۲)۔ "خائن": جو شخص امانت کی حفاظت نہ کرے اس میں بے جا تصرف کرے(۳)۔ "فاسق"

---

(۱) "الخلافة: خلف فلان مكان أبيه يخلف خلافة إذا كان في مكانه ولم يصر فيه غيره الخ". (لسان العرب: ۹/۸۵، نشر مكتبه دار صادر)

(۲) "أوصى الرجل وصاه: عهد إليه". (لسان العرب: ۱۵/۳۹۴، بيروت دار صادر)

(۳) "وقد خانه العهد والأمانة". (لسان العرب: ۱۳/۱۴۴، دار صادر)

جو کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے (۱)۔ "فاجر" کا درجہ اس سے بڑھ کر ہے جو کھلم کھلا بے دھڑک بڑے بڑے گناہ کرتا ہو (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۲/۳/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۱۴/۳/۹۲ھ۔

آستانۂ شیخ کی تولیت

سوال [۱۵۱۵]: کیا زید آستانۂ شیخ طریقت کا متولی وسجادہ منتخب کیا جاسکتا ہے جب کہ کوئی خلیفہ حیات نہ ہو، البتہ دوسرے مریدین حیات ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کے شیخ طریقت کے آستانہ کی تولیت کے لئے کیا شرائط ہیں، اگر وہ شرائط زید میں ہوں تو وہ بھی متولی ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

دوسرے کے مرید کو اجازت دینا

سوال [۱۵۱۶]: کیا خلیفہ مجاز اور سجادہ نشین کو اپنے پیر بھائی کو مندرجہ خلافت نامہ بنانا جائز ہے یا اپنے پیر بھائی کے مرید کو اجازت بیعت دے سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خلیفہ جب کہ اپنے شیخ کی طرف سے اہلیت وصلاحیت کی بنا پر خلیفہ ومجاز ہے اور اس کے شیخ طریقت نے اس کو اس کی اجازت دی ہے تو وہ بھی اجازت دے سکتا ہے، اپنی طرف سے بھی اور اپنے شیخ کی طرف سے بھی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۶/۷/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "الفسق العصيان والترك لأمر الله عز وجل، والخروج عن طريق الحق". (لسان العرب: ۱۰/۳۰۸، ط دار صادر)

(۲) "وهو المنبعث في المعاصي والمحارم". (لسان العرب: ۵/۴۲، نور، دار صادر)

(۳) (سيأتي تخريجه تحت عنوان: "دوسرے پیر سے خلافت قبول کرنا")

شیخ کی طرف سے بیعت واجازت

سوال[۱۵۱۷]: کیا کوئی تحریر کرسکتا ہے یا زبانی پڑھوا سکتا ہے کہ پیرومرشد شیخ طریقت کے دست مبارک پر بیعت کیا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعض مشائخ اپنے خلفاء اور معتقدین کو فرمادیتے ہیں کہ تم جس کو اہل سمجھو اس کو میری طرف سے اجازت بیعت دیدو، تو ان کی طرف سے بھی اجازت بیعت ہوسکتی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۷/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

بغیر اجازت وخلافت کے بیعت کرنا

سوال[۱۵۱۸]: زید حضرت مولانا شاہ وصی اللہ کا مرید ہے مگر اب وہ کچھ کام بدعت کے کرتا ہے مثلاً: قوالی سنتا ہے، گاگر (مٹی سے بنے ہوئے چڑھاوے کا ظرف) اٹھاتا ہے، غرضیکہ تمام بدعت جو بریلوی خرافات کرتے ہیں، مگر زید سب بھی اپنے آپ کو دیوبندی کہتا ہے اور بغیر خلافت ملے لوگوں کو مرید کرتا ہے۔ کیا ان بدعات پر اس کو شیخ ومقتدی یا حق کہا جاسکتا ہے؟ کیا وہ مرید کرنے کا بھی حق رکھتا ہے؟ کیا زید دعا وتعویذ کا پیسہ لے سکتا ہے؟ لہٰذا صحیح صورت حال جو ہو وہ احادیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ اس کو اجازت بیعت حاصل نہیں ہے اور وہ بدعات میں مبتلا ہے، اس سے بیعت ہونا درست نہیں ہے، کیونکہ بیعت کا مقصود اصلاح نفس اور تزکیۂ باطن ہے، شخص مذکور خود اصلاح کا محتاج ہے، وہ کسی کی کیا اصلاح کرے گا، بلکہ جن غیر شرعی امور میں مبتلا ہے اس سے مرید ہونے والے بھی ان میں مبتلا ہوں گے اور بجائے اصلاح کے نفس میں خرابی پیدا ہوگی(۲)۔ جو شخص متبع سنت نہیں اور بدعات سے متنفر نہیں وہ دیوبندی

---

(۱) (سیأتی تخریجه تحت عنوان: "دوسرے پیر سے خلافت لینا")

(۲) (سیأتی تخریجه تحت عنوان: "تقویٰ")

مسلط پڑھیں۔ مگر وہ تعویذ جو شباب اور فریب نہیں کرتا ہے، تعویذ میں کوئی ناجائز بات نہیں کرتا ہے تو تعویذ کی اجرت اس کو لینا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

دوسرے پیر سے خلافت قبول کرنا

سوال[۱۹۵۱]: اگر کسی ایک سلسلہ میں خلافت مجاز عطا ہوئی تو پھر دوسرے سلسلے کے پیر کی طرف سے بھی خلافت عطا ہو تو کیا خلافت لے سکتے ہیں۔ اس کی کیا صورت ہے؟ کیا ایک سلسلہ سے خلافت کافی نہیں ہوتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل مقصود تو خلافت نہیں ہے اور اس کے لئے جد وجہد بھی نہیں چاہئے کہ اس میں مشیخت کی طلب ہے جو کہ راہِ سلوک کے خلاف ہے۔ ہاں اگر کوئی بزرگ اجازت وخلافت دیں خواہ دوسرے سلسلے کے کیوں نہ ہوں تو ان کے اخلاص وشفقت کے پیشِ نظر قبول کرلینا چاہئے، مگر ان سے نہ طلب کی جائے نہ دل میں اس کی خواہش ہونی چاہئے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۱۳۹۶ھ۔

---

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه أن ناساً من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم أتوا على حي من أحياء العرب، فلم يقروهم، فبينما هم كذلك، إذ لُدغ سيد أولئك، فقالوا: هل معكم دواء أو راق؟ فقالوا: إنكم لم تقرونا، ولا نفعل حتى تجعلوا لنا جعلاً، فجعلوا لهم قطيعاً من الشاء، فجعل يقرأ بأم القرآن ويجمع بزاقه ويتفل، فبرأ، فأتوا بالشاء، فقالوا: لا نأخذه حتى نسأل النبي صلى الله عليه وسلم، فسألوه فضحك وقال: "وما أدراك أنها رقية، خذوها واضربوا لي بسهم"". (صحيح البخاري، كتاب الطب، باب الشرط في الرقية بقطيع الغنم: ۲/۸۵۴، قديمي)

وقال ابن عابدين: "لأن المتقدمين المانعين الاستئجار مطلقاً جوّزوا الرقية بالأجرة ولو بالقرآن كما ذكره الطحاوي". (رد المحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار على التلاوة الخ: ۶/۵۷، سعيد)

(۲) "اعلم أن البيعة المتوارثة بين الصوفية على وجوه: أحدها بيعة التوبة من المعاصي، والثاني بيعة التبرك به

اپنے مرشد کی طرف سے اجازت دینا

سوال[۱۵۲۰]: اگر کوئی مرشد صاحب اپنے وقتِ آخر کسی خلیفہ کو ہدایت کرے کہ میرے فلاں مرید کا سلوک مکمل ہونے کے بعد ان کو میری طرف سے خلافت دیدینا، یعنی وہ مرشد صاحب جو بعد کو وصال کر گئے ان کی طرف سے خلافت ہو سکتی ہے؟ جو بزرگ وصال کر گئے ان کا خلیفہ کہلائے گا یا جس نے خلافت دی ان کا خلیفہ ہوگا؟ ہمارے سلف کا کیا طریقہ رہا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی نظیریں موجود ہیں کہ ایک طالب کی اصلاح کی مگر استحکام کا انتظار رہا کہ مرشد کا وقت آگیا تو اپنے خلیفہ سے کہہ دیا کہ استحکام ہونے پر میرے بعد تم فلاں شخص کو اجازت وخلافت دیدینا، وہ اجازت بھی میری طرف سے ہوگی۔ اس صورت میں ایسے شخص کو اصل مرشد کا خلیفہ کہا جائے گا مگر بالواسطہ۔

ایضاً

سوال[۱۵۲۱]: اگر کسی مرشد نے اپنے کسی خلیفہ کو یہ ہدایت نہیں کی کہ میرے فلاں مرید کو میری خلافت دیدو تو کیا مرشد کے انتقال کے بعد بغیر ہدایت کے ان کا خلیفہ مرحوم کے مرید کو خلیفہ بنا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرشد جب کسی کی تربیت کے بعد اس کو خلیفہ بناتے ہیں تو خلافت دینے کیلئے بھی بناتے ہیں، مرید کرنے کیلئے بھی بناتے ہیں، اب یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ میرے لوگوں میں سے جس کو اہل سمجھو میری طرف سے خلافت دیدینا، ایسے وہ بھی مرشد ہی کا خلیفہ شمار ہوتا ہے مگر بالواسطہ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۶/۱۴۰۲ھ

- "في سلسلة أهل الحق ... ولا بأس أن يلقنه بقول: قل ... عن حضرت الطريقة النقشبندية أو القادرية أو الجنيدية الخ". (القول الجميل، الفصل الثاني في سبب البيعة، ص: ... ، ملک)

"حضرت کو اجازت بیعت از طریق چشتیہ ... حاصل تھی"۔ (کلیات امدادیہ، ضیاء القلوب، ص: ... ، دارالاشاعت کراچی)

(۱) ومر تخريجه تحت عنوان: "مرید ... خلافت ..."

ایضاً

سوال [۱۵۲۲]: کوئی خلیفہ اپنے مرید کو یا کسی دوسرے پیر بھائی کے مرید کو (ایک ہی سلسلہ کے) اپنے مرشد کی طرف سے خلافت دے سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی نظیریں ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ذی الحجہ/ ۱۴۰۶ھ۔

حاجی صاحب کے پیر اور خلفاء

سوال [۱۵۲۳]: حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے پیر و مرشد کا کیا نام ہے؟ حاجی صاحب عرس، فاتحہ، ایصالِ ثواب، میلاد وقیام کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے تھے؟ ان کے کتنے خلفاء تھے؟ ان میں کون کون اکابر ومشاہیر خلیفہ ہوئے ہیں ان کے کیا عقائد تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر ومرشد کا نام حضرت نور محمد جھنجھانوی نور اللہ مرقدہ ہے (۲)۔ "فیصلہ ہفت مسئلہ" اور اس کے ضمیمہ میں لکھا ہے کہ یہ افعال فی نفسہٖ مباح ہیں اور قیود زائد ہیں یعنی قابلِ ترک ہیں (۳)۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ کے بہت سے خلیفہ تھے ضیاء القلوب میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے متعلق بہت اونچے الفاظ تحریر فرمائے ہیں اور اپنے متعلقین کو نصیحت ووصیت فرمائی ہے کہ "ان دونوں کو میری جگہ سمجھیں، اگرچہ مجھ سے بیعت نہ ہوئے تو بھی

(۱) (مر تخریجہ تحت عنوان: "دوسرے پیر سے خلافت قبول کرنا")

(۲) (کلیات امدادیہ، ضیاء القلوب، ص: ۷۸-۷۳، ابتدائیہ از مصنف، دارالاشاعت)

(۳) (پہلا مسئلہ مجلسِ مولد، ص: ۷۹، دوسرا مسئلہ فاتحہ مروجہ، ص: ۸۱، تیسرا مسئلہ عرس، ص: ۸۲، (کلیاتِ امدادیہ، رسالہ ہفت مسئلہ"، ص: ۷۶-۸۲، دارالاشاعت)

ان سے بیعت ہو جائے مگر معاملہ برعکس ہو گیا کہ وہ پہلے بیعت ہو گئے ان کے تقویٰ اور علم سے باہر نہ جائیں"(۱)۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ کے متعلق ایک جگہ فرمایا ہے کہ "میرے سلسلے کے فخر ہیں"۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے متعلق بھی بہت تعریف واعتماد کے الفاظ مذکور ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۰/۱۴۰۰ھ۔

کیا خلافت دینے کیلئے مرید ہونا ضروری ہے؟

سوال [۱۵۲۴]: خلافت دینے کیلئے مرید کرنا ضروری ہے یا خلافت دینے والے کا ہی مرید ہونا ضروری ہے، یا اپنے کسی پیر بھائی کے مرید کو بھی خلافت دی جا سکتی ہے (ایک ہی سلسلے کے) کسی دوسرے سلسلے کے بھی مرید کو بغیر مرید کئے خلافت دے سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر تزکیۂ باطن کر لیا اور احسان وحضوری کی کیفیت حاصل ہو گئی تو اس کو بھی اجازت دے سکتے ہیں (۳)، مرید ہی ہونا ضروری طور پر لازم نہیں (۴)، البتہ مرید ہونے سے نفع زیادہ ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۱۴۰۶ھ۔

شیخ کا نافرمان کیا سجادہ نشین بننے کا مستحق ہے؟

سوال [۱۵۲۵]: خلفاء اور مریدین میں ہر وہ شخص جو اپنے پیرو مرشد کا نافرمان ہو مرید ہو آں وصیت کے

---

(۱) (تحیات امدادیہ، دفیات القلوب ص: ۷۲، نصیحت اور وصیت آمیز کلمے، دار الاشاعت)

(۲) "حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی جو ہمارے حضرت پر عنایتیں تھیں ان کا تذکرہ خود حضرت والا فرما رہے تھے اسی میں فرمایا: "کہ زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ کسی وقت کسی موقع پر حضرت کو میری طرف سے کسی قسم کی کوئی گرانی نہیں ہوئی اور حضرت حاجی صاحب میرے متعلق یہ سمجھتے تھے اور فرماتے بھی تھے کہ یہ بالکل میرے مذاق کے موافق ہے، بس جو میرا مذاق ہے وہی اس کا ہے"۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۰/۲۱۴، ملفوظ نمبر: ۱۸۹، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(۳) (مر تخریجہ سابقاً تحت عنوان: "دوسرے شیخ سے خلافت قبول کرنا")

(۴) (کفایت المفتی، کتاب السلوک والطریقۃ: ۲/۱۰۸، دار الاشاعت کراچی)

(وکذا القول الجمیل، الفصل الثانی، ص: ۱۴، کلکتہ)

دے سکتا ہے، دونوں طرح درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

حضرت غوث پاک کا چور کو قطب بنادینا

سوال[۱۰۵۲۷]: حضرت غوث پاک کے دربار میں ایک چور چوری کے ارادہ سے داخل ہوا، مگر وہ چوری کرتے ہوئے گرفتار ہوگیا، جب اسے حضرت غوث پاک کے سامنے پیش کیا گیا تو اس وقت آپ نے فرمایا کہ میرے دربار سے کوئی شخص خالی ہاتھ نہیں گیا ہے، اس لئے جا تجھے شہر قطب کی جگہ مقرر کیا جاتا ہے، یہ سن کر تمام حاضرین مجلس دم بخود رہ گئے۔ یہ واقعہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بزرگ حضرات اکثر اپنے ستانے والوں پر احسان کیا کرتے ہیں، کسی عادی چور کا دم میں توبہ کرکے اصلاح پذیر ہوجانا بعید نہیں، حق تعالیٰ مقلب القلوب ہیں، جب چاہیں کسی ذلیل کو عزت کا تاج پہنا دیں، اس کے برعکس بھی ہوسکتا ہے(۲)۔ اس قسم کے واقعات دنیا میں بکثرت پیش آتے ہیں، ممکن ہے کہ واقعہ مسئولہ بھی پیش آیا ہو۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) (مر تخریجہ سابقاً تحت عنوان: "دوسرے پیر سے خلافت قبول کرنا")

(۲) لقولہ تعالیٰ: ﴿وتعز من تشاء وتذل من تشاء، بیدک الخیر، إنک علی کل شيء قدیر﴾ (آل عمران: ۲۶)

"وعن عبد اللہ بن عمرو قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "إن قلوب بني آدم کلها بین إصبعین من أصابع الرحمن کقلب واحد یصرفه کیف یشاء" ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "اللّٰهم مصرف القلوب! صرف قلوبنا علی طاعتک". رواہ مسلم" (مشکوۃ المصابیح، ص: ۲۰، باب الإیمان بالقدر، الفصل الأول، قدیمی)

(والصحیح لمسلم: ۲/۳۳۵، کتاب القدر، باب تصریف اللہ تعالیٰ القلوب کیف شاء، قدیمی)

(ومسند الإمام أحمد: ۲/۲۸۱، مسند ابن عمرو، رقم الحدیث: ۶۵۳۳، دار إحیاء التراث العربي، بیروت)

ما یتعلق بالبیعۃ

(بیعت کا بیان)

قرآن وحدیث سے بیعت کا ثبوت

سوال[۱۵۷۸]: بندہ ایک بزرگ سے مرید (بیعت) ہے، پہلے یہ حال تھا کہ کبھی نماز پڑھی کبھی نہیں، زبان کو گالی کی عادت تھی، جھوٹ کثرت سے بولتا تھا، جھوٹی قسمیں بھی کھالیا کرتا تھا، قرآن شریف کی تلاوت صرف رمضان میں بھی کرلیا کرتا تھا، آمدنی میں حرام، حلال کی تمیز بالکل نہیں کرتا تھا، بڑوں بوڑھوں کا ادب لحاظ نہیں تھا، پڑوسیوں سے اکثر لڑائی اور بدسلوکی ہوتی تھی۔ بیعت کے بعد الحمد للہ ان سب خطاؤں اور گناہوں کی آہستہ آہستہ اصلاح ہوئی جس کا احساس میرے ملنے والوں کو بھی ہے، نماز کی پابندی نصیب ہوئی اور ایسا دل لگتا ہے جیسے بالکل اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہے اور اپنے پیر صاحب کی خدمت میں حاضری کے وقت گذشتہ گناہ یاد آکر رونا آتا ہے اور توبہ کی توفیق ہوتی ہے، بندہ سمجھتا ہے کہ یہ سب بیعت کی برکت ہے۔

ایک صاحب نے کہا کہ یہ پیری مریدی تو جوگیوں اور بدمذہب والوں کا طریقہ ہے کہ وہ ایمانی کام کم کراتے ہیں عملی کام زیادہ کراتے ہیں، بلکہ ان کے یہاں سب عملی ہی عملی تعلیم ہے کہ فلاں کام نہیں کرنا، بس آدمی کو عضو معطل ومفلوج بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ غرض اس طریقہ میں کوئی خوبی نہیں اور یہ کتاب وسنت سے ثابت بھی نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اسلام کی بیعت ثابت ہے کہ وہ کافروں کو مسلمان بناتے تھے، نہ یہ کہ وہ مسلمانوں کو بیعت کیا کرتے تھے۔ بندہ ان کا جواب نہیں دے سکا، مرید ہونے کا فائدہ خود کو تو محسوس ہو رہا ہے لیکن ان صاحب کا جواب دینے کے لئے اپنے پاس سامان نہیں۔

آپ سے گزارش ہے کہ جواب عنایت فرمائیں، اندیشہ یہ ہے کہ ان صاحب کا اعتراض دل میں جم نہ جائے جس سے نقصان پہنچے۔ فقط والسلام

مفتی ابراہیم صالح جی، مدرسہ تعلیم الدین، ڈربن جنوبی افریقہ، ۶/۹/۱۴۱۰ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان صاحب سے عرض کردیں کہ وہ سورۃ الفتح پڑھیں، اس میں ارشاد ہے: ﴿إن الذين يبايعونك إنما يبايعون الله﴾ الآية (۱) پھر چند آیات کے بعد یعنی تیسرے رکوع کے شروع میں ہے: ﴿لقد رضي الله عن المؤمنين إذ يبايعونك تحت الشجرة﴾ الآية (۲) یہاں مؤمنین بلکہ اعلیٰ درجہ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بیعت لی گئی جن میں وہ حضرات بھی ہیں جو مکہ مکرمہ میں اسلام لاچکے تھے اور وہاں اسلام کی خاطر بڑی تکالیف برداشت کرچکے تھے اور ان کا شمار مہاجرین اولین میں ہے اور غزوات میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برابر شریک رہتے تھے، یہ بیعت اسلام قبول کرنے کے لئے نہیں تھی، اسلام تو ان کو بہت پہلے سے حاصل تھا جب کہ نہایت قوی تھا۔

اور سورۂ ممتحنہ پڑھیں جس میں ارشاد ہے: ﴿يا أيها النبي إذا جاءك المؤمنات يبايعنك على أن لا يشركن بالله شيئاً ولا يسرقن ولا يزنين ولا يقتلن أولادهن، ولا يأتين ببهتان يفترينه بين أيديهن وأرجلهن، ولا يعصينك في معروف، فبايعهن﴾ الآية (۳)" اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ

---

(۱) (سورة الفتح: ۱۰)

وقد قال ابن كثير: "وهذه بيعة الرضوان، وكانت تحت شجرة سمر بالحديبية، وكان الصحابة رضي الله عنهم الذين بايعوا رسول الله صلى الله عليه وسلم يومئذ قيل: ألفاً وثلثمائة" (تفسير ابن كثير: ۴/۲۳۴، مكتبه دار السلام الرياض)

(۲) (سورة الفتح: ۱۸)

(۳) (سورة الممتحنة: ۱۲)

قال البخاري: "عن عائشة رضي الله تعالى عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يمتحن من هاجر إليه من المؤمنات بهذه الآية ﴿يا أيها النبي إذا جاءك المؤمنات يبايعنك﴾ إلى قوله ﴿غفور رحيم﴾ قال عروة عن عائشة رضي الله تعالى عنها: فمن أقر بهذا الشرط من المؤمنات قال لها رسول الله: "قد بايعتك" كلاماً، ولا والله ما مست يده يد امرأة قط في المبايعة" الحديث. (صحيح البخاري، باب الطلاق، باب قول الله ﴿ولا تنكحوا المشركات﴾: ۲/۷۹۶، قديمي)

"وقال الإمام أحمد: "عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالى عنه قال كنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم في مجلس فقال: "بايعوني على أن لا تشركوا بالله شيئاً، ولا تسرقوا، ولا تزنوا، ولا تقتلوا أولادكم، =

نے چھ چیزوں پر بیعت لینے کا حکم فرمایا ہے وہ سب سلبی ہیں، اگر غور کریں تو سمجھ میں آئے کہ چھٹی چیز تمام ایجابیات کو حاوی ہے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی معروف میں نافرمانی نہ کریں، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر فرمان کی اطاعت کریں، یہ صورۃً سلب ہے درحقیقت سب سے بڑا ایجاب ہے، اس کے علاوہ بعض صحابہ سے اور بھی کسی خاص چیز پر بیعت لینا ثابت ہے۔ بزرگانِ دین جو بیعت لیتے ہیں وہ جوگیوں اور بدھ مذہب والوں کی پیروی نہیں کرتے بلکہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں کہ چند گناہوں سے صراحۃً توبہ کراتے ہیں اور ہر نافرمانی سے روک کر اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر آمادہ کرتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں صاف صاف موجود ہے:

"عن عبادة بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ وحوله عصابة من أصحابه: "بايعوني على أن لا تشركوا بالله شيئاً، ولا تسرقوا، ولا تزنوا، ولا تقتلوا أولادكم، ولا تأتوا ببهتان تفترونه بين أيديكم وأرجلكم، ولا تعصوا في معروف، فمن وفى منكم فأجره على الله، ومن أصاب من ذلك شيئاً فعوقب به في الدنيا فهو كفارة له، ومن أصاب من ذلك شيئاً ثم ستره الله فهو إلى الله إن شاء عفا عنه وإن شاء عاقبه" فبايعناه على ذلك اهـ". متفق علیه" (مشکوٰۃ شریف)[1]

مشائخ تصوف چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی سب کے یہاں بیعت کا طریقہ یہی ہے اور بہت بڑی مخلوق کو اس کے ذریعہ تزکیۂ باطن ہو کر نسبت سلسلہ حاصل ہوتی ہے، اخلاقِ رذیلہ دور ہو کر اخلاقِ فاضلہ نصیب ہوتے ہیں۔ فقط واللہ الموفق لما یحب ویرضیٰ۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ نزیل جوہانسبرگ جنوبی افریقہ ۱۰/۶/۱۴۱۰ھ

= في الآية التي أخذت على النساء: ﴿إذا جاءك المؤمنات﴾ فمن وفى منكم فأجره على الله، ومن أصاب من ذلك شيئاً فعوقب به فهو كفارة له، ومن أصاب من ذلك شيئاً فستره الله فهو إلى الله إن شاء عذبه وإن شاء عفا عنه" أخرجاه في الصحيحين". (تفسير ابن كثير: ۴/۴۵۳، مكتبة دار السلام الرياض)

(ومشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان: ۱/۱۳، قدیمی)

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان: ۱/۱۳، قدیمی)

(وکذا رواه البخاري أیضاً في کتاب الإیمان، باب بدون ترجمة: ۱/۷، قدیمی)

پیر یا ولی کی ضرورت

سوال [۱۵۲۹]: ۱- کیا خدا تک پہونچنے کے لئے پیریوں کا سہارا ضروری ہے؟

۲- جب خداوند کریم شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے تو سہارے کی ضرورت کیوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱- اگر راستہ بغیر پیر اور ولی کے معلوم ہو اور چلنے کی قدرت بھی ہو تو پھر سہارا ضروری نہیں جیسے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حال ہوتا ہے۔

۲- اس لئے کہ شہ رگ کا اور اس سے زیادہ قرب کا طریقہ معلوم کرتے، انسان ایسے ہیں جو اپنی شہ رگ کو بھی نہیں جانتے تو وہ اس اوصاف وصفات وقرب کو کیا جانیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۹۰ھ۔

مقاصدِ بیعت

سوال [۱۵۳۰]: کسی بزرگ سے بیعت ہونے کا کیا مطلب ہوا کرتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیعت کے مقصد متعدد ہوتے ہیں (۱)۔

۱- توبہ کرنا: جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ طالب کسی بزرگ کے ہاتھ پر پچھلے گناہوں سے توبہ اور عہد کرتا ہے کہ آئندہ گناہ نہیں کروں گا اور ان بزرگ کو اپنی توبہ کا گواہ بناتا ہے اور ان سے دعاء توبہ کا خواستگار ہوتا ہے جس کی برکت سے اپنی توبہ پر قائم رہے۔

۲- تبرک: جس کا یہ حاصل ہے کہ کسی بزرگ کے ہاتھ پر محض داخل سلسلہ ہونے کے لئے بیعت ہوجاتے کہ ان بزرگ اور ان کے سلسلہ سے محبت ہے، اللہ تعالیٰ ان بزرگ کے ساتھ قیامت کو محشور فرمائے۔

---

(۱) "اعلم أن البيعة المتوارثة بين الصوفية على وجوه: أحدها: بيعة التوبة من المعاصي، والثاني: بيعة التبرك في سلسلة الصالحين". (القول الجميل، الفصل الثاني: سنة البيعة، ص: ۱۲، کلکته)

(کلیات امدادیہ، رسالہ ضیاء القلوب، ص: ۱۰، دار الاشاعت کراچی)

نابالغ بچوں کو عامۃً اسی مقصد کے لئے بیعت کرادیا جاتا ہے۔

۳- جہاد: جس کا حاصل یہ ہے کہ اعلائے دین کے لئے خدائے پاک کی دی ہوئی تمام صلاحیتوں اور قوتوں: جان، مال، عزت، طاقت وغیرہ کو خدا کے راستے میں ان بزرگ کی تجویز کے مطابق خرچ کرنا۔

۴- سلوک: جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کی معرفت ورضامندی حاصل کرنے کے لئے اس کی راہ میں حائل ہونے والے اخلاقِ رذیلہ واعمالِ سیئہ کو چھوڑ کر اخلاقِ فاضلہ واعمالِ صالحہ کے ساتھ متصف ہونے کی کوشش کرنا اور جس قدر مجاہدہ وریاضت، تزکیۂ نفس، واصلاحِ نفس کے لئے شیخ تجویز کریں اس کو بطیبِ خاطر اختیار کرے، جس سے نفس کو فانی مالوفات کی بے محل رغبت باقی نہ رہے، بلکہ خدائے پاک کی ذات وصفات سے گہرا اور دائمی تعلق واستحضار قائم ہوجائے، شیخ اپنے مشائخ کے واسطے سے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے۔

کیا بیعت کے بغیر کامل اصلاح نہیں ہوسکتی؟

سوال[۱۰۵۳]: کسی بزرگ سے تعلق قائم کئے بغیر کیا براہِ راست شریعت پر عمل کرکے کامل اصلاح نہیں ہوسکتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی ولیِ کامل سے رابطہ قائم کئے بغیر اول تو عامۃً پوری طرح احکامِ شریعت پر عمل ہوتا ہی نہیں، دوسرے اس میں اخلاص نہیں پیدا ہوتا۔ اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، وعلیٰ ہذا رابطہ قائم کیا اور بیعت ہوئے اور یہ بیعت صرف امرِ خلافت میں اطاعت کے لئے نہیں تھی، بلکہ تزکیۂ باطن کے اہتمام کے لئے بھی ہوتی تھی اور یہی وجہ ہے کہ ہر زمانے کے اکابر علماء نے باوجود مہارتِ علمیہ کے بیعت کی ضرورت محسوس کی (۱) جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے خاندان کے علماء کا حال معلوم ہے۔ اخیر دور میں مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا نانوتوی، مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہم نے

---

(۱) (سیأتی تخریجہ تحت عنوان: "کیا بیعت ہونا ضروری ہے؟" وتحت عنوان: "کیا شیخ صالح کے ہاتھ بیعت ضروری ہے؟")

وخلافت عطاء ہو یا نہ ہو اس کیلئے پوری جدو جہد کی ضرورت ہے، اگر ایک شیخ کی نگرانی میں احسان (حضوری کی کیفیت مستحکم نہ ہو اور اجازت وخلافت مل جائے تب بھی کام میں لگے رہنا چاہئے اور شیخ کا انتقال ہو جائے تو پھر دوسرے شیخ کی طرف رجوع کرنا چاہئے، اگر اسی سلسلے کے دوسرے شیخ ہوں تو بہتر ہے(۱)۔

اگر کوئی شخص اپنے شیخ کی عطا کردہ تعلیمات نیز اجازت وخلافت پر قناعت کر کے بیٹھ جائے اور آگے کوئی ترقی کرنا منظور نہ ہو تب بھی وہ گنہگار نہیں، صوفیاء کا مقولہ مشہور ہے۔

شعر

اے برادر بے نہایت درگہیست ہر چہ بروے می رسی بروے مایست

اکابرین میں بھی دونوں قسم کے ذوق کے حضرات گذرے ہیں اور موجود بھی ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، ۱۳/۷/۱۴۰۶ھ۔

ایک بزرگ کے بعد دوسرے سے بیعت کرنا

سوال [۱۵۳۶]: اگر کوئی شخص ایک بزرگ سے بیعت ہو گیا اور پھر کچھ دنوں کے بعد اپنی کم فہمی یا کسی دوست کے کہنے سے دوسرے بزرگ سے بیعت ہو گیا، بعد بیعت ہونے کے اس کو معلوم ہوا کہ ایک بزرگ سے بیعت ہونے کے بعد دوسرے بزرگ سے بیعت نہیں ہونا چاہئے، اب اس کو کیا کرنا چاہئے جبکہ وہ دوسرے بزرگ سے بیعت ہو گیا ہو؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسا شخص استغفار کرے کہ یا اللہ مجھ سے غلطی ہو گئی، اب جس سے نفع پہونچنا میرے لئے مقدر ہے میرے دل میں اس کو ڈالدے اور اسی سے نفع پہونچا اور دوسرے کی طرف سے میرے دل کو اس مقصد سے خالی

---

(۱) "فإن كان بظهور خلل فيمن بايعه فلابأس، وكذلك بعد موته أو غيبة منقطعة، وأما بلاعذر فإنه يشبه المتلاعب ويذهب بالبركة ويصرف قلوب الشيوخ عن تعهده". (القول الجميل، الفصل الثاني، ص: ۲۰، كلكته)

"ولابأس أن يلقنه فيقول: قل أخذت الطريقة النقشبندية أو القادرية أو الجشتية الخ"
(القول الجميل، الفصل الثاني، ص: ۱۲، كلكته)

اس کا حاصل تجدیدِ توبہ ہے جس کا بار بار کرتے رہنا نصوص سے ثابت ہے "کلکم خطاؤن وخیر الخطائین التوابون" (الحدیث) نماز اور خارجِ نماز میں بکثرت توبہ واستغفار منقول ہے، کسی شیخ کے ہاتھ پر توبہ کرنے سے زیادہ خیال رہتا ہے، بیعت مجاہدہ وریاضت میں ایک ہی شیخ سے عادۃً نفع ہوتا ہے (س) اس کی تلافی توبہ واستغفار ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۱/۸۹ھ۔

کیا محض عقیدت کی بنا پر کسی کو مرید کہا جاسکتا ہے؟

سوال[۱۵۳۸]: حضرت سید محمد المعروف بہ پیر محمد شاہ المتخلص اقدس بن شاہ امین الدین بن شاہ علاء الدین قادری حسنی حسینی قدس سرہ ایک باکمال ولایت ذات بزرگ احمد آباد زین البلاد میں گزرے ہیں جن کا مزار بھی اسی جگہ واقع ہے، آپ کو متفرق خانوادوں سے خرقۂ خلافت حاصل تھا اور زیادہ تر قادریہ سلسلہ میں تحریر کرتے تھے۔ آپ نے کسی کو اپنا جانشین یا خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا اس لئے آپ کی وفات ۱۱۹۳ھ کے بعد آپ کا سلسلہ پیری مریدی ختم ہوجانا چاہئے، لیکن معرفت آگاہ حضرت پیر محمد شاہ صاحب کی سوانح عمری (مذکورہ اقدس) جو مولانا سید ابو ظفر صاحب ندوی بایمائے جناب شیخ احمد بن شیخ حافظ محمد عثمان گھکوری والے صدر انتظامیہ کمیٹی درگاہ حضرت پیر محمد شاہ وعقیدہ تحریر لائے ہیں اس میں مولانا موصوف ص:۵۵ پر حضرت پیر محمد شاہ کے مریدین کے سلسلہ میں اس طرح رقمطراز ہیں:

"اب قدرتی امر ہے کہ لوگوں کے دلوں میں ایک سوال پیدا ہوا کہ مریدین کس کو کہتے ہیں جب کہ قبر سے مرید نہیں ہوتے اور آپ کا خلیفہ کوئی ہے نہیں تو صحیح بات یہ ہے کہ وہ ہر شخص جو حضرت کا عقیدت مند اور ارادت مند ہو وہ مرید تھے، چنانچہ مریدین حضرات آپ کے اس شعر سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

گر ولے درویش خالی شدہ   شمس القدس ہست شاہ بے نظیر

---

(۱) "وعن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "التائب من الذنب کمن لاذنب لہ". (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الدعوات، باب التوبۃ والاستغفار: ۱/۲۰۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس شعر کے معنی کچھ بھی ہوں مگر ان کے عقیدت مندوں کا خیال یہ ہے کہ آخری مصرعہ سے یہ ثابت ہوا کہ آپ کا کوئی وزیر یعنی خلیفہ نہ ہوگا، فقط عقیدت کافی ہے۔ لیکن جس زمانہ میں یہ کہی گئی ہے میرے خیال میں مریدوں کی اصطلاح کر دی گئی ہے یعنی ہر وہ شخص جس کے آباء واجداد میں سے کوئی حضرت اقدس کا مرید ہوا ہے ورنسلاً بعد نسل یہ ارادت آج تک چلی آئی ہے“۔ لہٰذا مذکورہ بالا اقتباس، نیز عقائد ارادت مندان پیر سے چند سوالات پیدا ہوتے ہیں:

۱... مرید کس کو کہتے ہیں؟

۲... کیا کسی مرید کی اولاد میں سے کوئی شخص جو حضرت اقدس کا مرید نہ ہوا ہو مرید کہا جا سکتا ہے؟

۳... کیا ارادت مندی کی بنا پر کسی کو کسی بزرگ کا مرید کہہ سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... جو کسی سے تعلق اصلاح وعقیدت رکھتا ہو اور اس کے ہاتھ پر بیعت ہو جائے یا اس سے اصلاح نفس اور تزکیہ اخلاق میں تربیت کا تعلق رکھتا ہو(۱)۔

۲... جس نے بیعت نہیں کی وہ اصطلاح میں مرید نہیں کہا جاتا۔

۳... جب تک تعلق بیعت واصلاح نہ ہو محض ارادت کی بنا پر اصطلاحاً اس کو مرید نہیں کہہ سکتے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حاجی امداد اللہ صاحب کے مریدین میں کیا مولوی احمد رضا بھی ہیں؟

سوال[۱۵۳۹]: حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے کتنے جید مرید تھے؟ مولوی احمد رضا خان بریلوی بھی ان کے مریدوں میں سے تھے؟ کیا بحیثیت علم کے مثلاً: حدیث، فقہ، تفسیر وغیرہ کے ماہر تھے؟

---

(۱) "اعلم أن البيعة المتوارثة بين الصوفية على وجوه: أحدها بيعة التوبة من المعاصي الخ". (القول الجميل، الفصل الثاني ص: ۲۰، کمکمد)

وفي إعلاء السنن: "تزكية الأخلاق من أهم الأمور عند القوم ولا يتيسر ذلك إلا بالمجاهدة على يد شيخ كامل قد جاهد نفسه وخالف هواه". (إعلاء السنن، كتاب الأدب والتصوف، باب الترهيب عن مساوي الأخلاق: ۱۸/ ۴۴۲، ۴۴۳، إدارة القرآن)

صاحب کا پایہ علم میں مولانا حاجی حافظ رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ ومولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ بانی مدرسہ دیوبند وحضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ سے زیادہ تھا، یا حاجی صاحب کا پایہ صرف فقر اور بزرگی اور پیری ومرشدی میں بڑا تھا اور علم شرعی میں پایہ اپنے مریدوں سے کم تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مولوی احمد رضا خان صاحب جہاں تک مجھے علم ہے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے مرید نہیں تھے۔ حضرت حاجی صاحب کے بڑے بڑے مریدین وخلفاء حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری، حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ بعض حضرات ان میں سے بیعت بھی حاجی صاحب سے ہوئے اور خلافت بھی ان کو حاصل ہوئی، بعض صرف بیعت ہوئے اور پھر خلافت ان کو حضرت حاجی صاحب کے بعض خلفاء سے حاصل ہوئی اور بعض بیعت ہوئے حضرت حاجی صاحب کے بعض خلفاء سے پھر خلافت ان کو حاصل ہوئی حضرت حاجی صاحب سے (۱)۔

پایہ اور مرتبہ بیان کرنا بڑوں کا کام ہے۔ امداد المشتاق، ضیاء القلوب، مرقومات امدادیہ، شمائم امدادیہ وغیرہ (۲) کے مطالعہ سے ممکن ہے کہ شاید آپ بھی کچھ سمجھ لیں اور پوری کیفیت بغیر ذوق کے معلوم نہیں ہو سکتی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

بیعت کے بعد پھر ارتکاب معاصی

سوال [۱۵۴۰]: میرا ایک دوست ہے، وہ سنگاپور میں رہتا ہے، اس کے خاندان کے لوگ ہندوستان میں ہیں، مدت دراز سے بری صحبت میں پڑ کر بگڑ گیا، شراب نوشی، زنا کاری، حتی کہ جتنی برائیاں ہیں سب اس میں تھیں، دوسال قبل وہ ہندوستان گیا تھا وہاں پر ایک بزرگ سے بیعت ہوا اور ان کے ہاتھ پر توبہ کی، مگر یہاں سنگاپور

---

(۱) (تفصیل کے لئے دیکھئے: (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے خلفاء" تالیف: ڈاکٹر فیوض الرحمن، مجلس نشریات اسلام، کراچی)

(۲) (کلیات امدادیہ مصنفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ دار الاشاعت میں یہ رسائل موجود ہیں)

۲... اگر کسی میں شرائط موجود ہوں، تو اس قسم کی بیعت جائز ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ "قول جمیل" (۱) کے حوالے سے پیر طریقت کے لئے پانچ شرطیں بیان کی ہیں:

"مرید شدن از آنکس درست است که در آن پانچ شرائط متحقق باشد: شرط اول: علم کتاب و سنت رسول داشته باشد، خواه خوانده باشد، خواه از عالم یاد داشته باشد۔ شرط دوم: آن که موصوف بعدالت و تقوی باشد، و اجتناب از کبائر و عدم اصرار بر صغائر نماید۔ و شرط سوم: آنکه بے رغبت از دنیا و راغب در آخرت باشد، و بر طاعات مؤکده و اذکار منقوله – که در احادیث صحیحه آمده اند – مداومت نماید۔ شرط چهارم: امر بالمعروف و نهی از منکر کرده باشد۔ و شرط پنجم: آنکه از مشایخ این امر گرفته باشد، و صحبت معتدبها ایشان نموده باشد، پس هرگاه این شروط در شخصے متحقق شوند، مرید شدن از آنکس درست است"۔ فتاوی عزیزی ۲/۱۰۴ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۹۲ھ۔

حکم بیعت

سوال [۱۵۴۴]: بیعت ہونے کی کیا شرطیں ہیں اور کیسے آدمی سے بیعت ہونا چاہئے اور بعض آدمی یہ کہتے ہیں کہ جو بغیر بیعت کے مرجائے گا اس کی شفاعت نہ ہوگی اور شریعت اور طریقت کا رشتہ الگ الگ ہے، یہ بھی بعض جاہل فقیر ہی کہتے ہیں کہ اللہ میں فقیر اور فقیر میں اللہ؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جاہل فقیروں کا یہ مقولہ الحاد و زندقہ ہے، شریعت طریقت کا رشتہ الگ الگ ہونے کا مطلب

---

(۱) "البیعة المتوارثة بین الصوفیة علی وجوه: أحدها بیعة التوبة من المعاصي، والثاني: بیعة التبرک في سلسلة الصالحین اھ"۔ (القول الجمیل، الفصل الثاني، ص: ۱۹، کلکته)

(۲) (فتاوی عزیزی، جواب سوال سوم، ص: ۱۰۴، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند، یوپی)

کیا ہے(۱)۔ بیعت ہونے کے لئے پیر کی ضرورت ہے، اس کی شرطیں "امداد السالکین، القول الجمیل، الشفعۃ" میں دیکھئے (۲) اس مختصری جگہ میں نہیں آسکتی۔ شفاعت ہر مسلم کی ہوگی، مقدم وموخر کا فرق ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

بیعت کا حکم

سوال [۱۵۳۴]: پیر کامل سے مرید ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح مسئلہ سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عقائد حسنہ، اخلاق فاضلہ، اعمال صالحہ کی تحصیل ہر شخص پر واجب ہے خواہ اس تذہ سے، خواہ کتابوں سے پڑھ کر یا بزرگان دین کی صحبت میں رہ کر ہو یا خواہ بذریعہ مطالعہ ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جو حضرات بحالت ایمان حاضر ہوئے تو برکت صحبت سے ان کو یہ چیز حاصل ہوگئی، ان کے باطن میں ایک نور پیدا ہوگیا جس کے ذریعہ سے وہ حضرات حق وباطل، صحیح وغلط میں بے تکلف فرق کر لیتے تھے، اتباع تقویٰ

---

(۱) "قال العلامة ابن عابدین: "الطریقۃ سلوک طریق الشریعۃ، والشریعۃ أعمال شرعیۃ محدودۃ، وهما والحقیقۃ ثلاثۃ متلازمۃ" (رد المحتار، المقدمۃ: ۱/۴۲، سعید)

"ظاهر را بظاهر شریعت و باطن را باطن شریعت که عبارت از حقیقت است متحلی و مزین دارند، چه حقیقت و طریقت عبارت از حقیقت شریعت است، و طریقت آن حقیقت، نه آنکه شریعت امرے دیگر است، و طریقت و حقیقت دیگر که الحاد و زندقہ است" (مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب: ۳۶، ۱/۴۳)

(وکذا فی المرقاۃ شرح مشکوۃ: ۱/۴۲۳، کتاب العلم، الفصل الثالث، رشیدیہ)

(۲) "کما قال الشاه ولی الله الدهلوی رحمه الله تعالیٰ: "فشرط من یأخذ البیعۃ أمور: أحدها علم الکتاب والسنۃ. والشرط الثانی العدالۃ والتقوی، والشرط الثالث: أن یکون زاهداً فی الدنیا راغباً فی الآخرۃ، والشرط الرابع: أن یکون آمراً بالمعروف ناهیاً عن المنکر، والشرط الخامس: أن یکون صحب المشایخ وتأدب بهم دهراً طویلاً، وأخذ منهم النور الباطن والسکینۃ". (شفاء العلیل ترجمۃ القول الجمیل، ص: ۲۳ - ۲۰، الفصل الأول، ایچ ایم سعید)

(وکذا فی مکتوبات شاه غلام علی، ص: ۹۰، مکتوب هشتاد وپنجم، رسالہ اولی)

(وکذا فی مرصاد العباد للشیخ نجم الدین کبری، ص: ۱۵۸)

قلب میں پیدا ہو جاتا تھا کہ عمومی حالات میں بھی نفس وشیطان پر قابو رکھتے تھے، بعد میں آپ کے خلفاء اور دیگر صحابہ کے فیض صحبت سے دوسروں کو اس نوع کا نفع حاصل ہوتا رہا، پھر بعد زمانہ اور تغیر ماحول کی بنا پر اس مقصد کی تحصیل کے لئے مجاہدہ وریاضت کی ضرورت پیش آئی۔

جن حضرات نے اس نسبت کو حاصل کیا اب بھی ان کی صحبت سے بہت نفع پہونچتا ہے اور اب اس دور میں عموماً استعداد اتنی ضعیف ہو چکی ہے کہ بغیر پیر کامل سے رابطہ کئے اور بغیر ان کی ہدایت پر عمل کئے اخلاق رذیلہ زائل نہیں ہوتے اور اخلاق فاضلہ حاصل نہیں ہوتے، تاہم آج بھی کوئی سلیم الفطرۃ (جو لاکھوں میں سے ایک ہوگا) اپنے عقائد، اخلاق، اعمال کو حضرت نبی اکرم ﷺ کے ارشادات کے مطابق خود ہی بنالے تو اس کو بیعت ہونے کی ضرورت نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۱/۸۹ھ۔

جواب صحیح ہے اور ان تمام باتوں کے باوجود بیعت سنت ضرور ہے، اس کی سنیت سے انکار درست نہ ہوگا۔

بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

عورتوں کو ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت کرنا

سوال[۱۵۴۴]: جس پیر کے سامنے غیر محرم عورتیں بے پردہ آتی ہوں اور ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت ہوتی ہوں، ایسا پیر مسند الشرع پیر کہلانا مستحق ہے یا شیطان ہے، ایسے پیر کی عزت کرنی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پیر اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی ہدایت پر عمل کرنے کی برکت سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے اتباع کی سعادت نصیب ہو جاوے، جو شخص خود خلاف سنت کام کرتا ہو، یہاں تک کہ بیعت بھی خلاف سنت کرتا ہو اس سے بیعت ہو کر تو سارے ہی کام خلاف سنت ہوں گے اور کبھی بھی اتباع سنت کی توفیق نہ ہوگی، ایسے شخص کو پیر نہ بنایا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی نامحرم عورتوں کو ہاتھ میں ہاتھ لے

---

(۱) (مر تخریجہ تحت عنوان: "کیا بیعت ہونا ضروری ہے؟")

www.ahlehaq.org

کر بیعت نہیں فرمایا اور پردہ کی بہت سخت تاکید فرمائی ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

نامحرم کا ہاتھ پکڑ کر مرید کرنا

سوال[۱۵۲۵]: ایک شخص عورتوں کو مرید کرتے ہے عورتیں بے پردہ ہوکر مرید ہوتی ہیں اور ہاتھ میں ہاتھ پکڑ کر کہتا ہے کہ خوب زور سے پکڑو، پاؤں دبواتا ہے، سر میں تیل ڈلواتا ہے، ایسا کرنے والے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا شخص فاسق ہے اس سے بیعت ہونا ناجائز ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کسی اجنبی عورت کو ہاتھ نہیں لگایا، کسی عورت کے ہاتھ کو ہاتھ میں لیکر بیعت نہیں فرمایا(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

عورت کا مرید کرنا

سوال[۱۵۲۶]: عورتوں کے اجتماع میں اس مسئلہ پر بڑی کشمکش چل رہی ہے، ایک فریق کہتا ہے کہ پیری مریدی مرد و عورت دونوں کیلئے جائز ہے، دوسرا فریق کہتا ہے کہ صرف مردوں کیلئے درست ہے، تیسرا فریق کہتا ہے کہ پیری مریدی نہ عورتوں کیلئے درست ہے نہ مردوں کیلئے۔ اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها زوج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قالت: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يمتحن من هاجر إليه من المؤمنات بهذه الآية: ﴿يا أيها النبي إذا جاءك المؤمنات يبايعنك﴾ (إلى قوله) ﴿غفور رحيم﴾ قال عروة: قالت عائشة رضي الله عنها: فمن أقر بهذا الشرط من المؤمنات قال لها رسول الله: "قد بايعتك" كلاماً، ولا والله ما مست يده يد امرأة قط في المبايعة". (صحيح البخاري، كتاب الطلاق، باب قول الله: ﴿ولا تنكحوا المشركات﴾: ۲/۷۹۴، قديمي)

(۲) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس طرح مردوں سے جہاد اور احکام کے علاوہ تزکیہ باطن کی بیعت لی، اسی طرح عورتوں سے بھی تزکیہ باطن اور تعمیر ظاہر، اعمال و امور کے اعتبار سے بیعت لی، لیکن بیعت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت کے ہاتھ کو ہاتھ مبارک نہیں لگایا، کما تقدم في الحاشية الأولى. بعد ازاں کسی نے ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت کے لئے عرض بھی کیا لیکن حضرت نے انکار فرمایا، کما قال العلامة الآلوسي: "قلنا: الله ورسوله أرحم بنا من أنفسنا، يا رسول الله ألا تصافحنا؟ قال: "إني لا أصافح النساء" الخ". (روح المعاني: ۲۸/۸۱، تحت آية الممتحنة، رقم: ۱۲)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصلاحِ نفس کی ضرورت مردوں کو بھی ہے اور عورتوں کو بھی ہے، اسی مقصد کیلئے مرید ہونے کی ضرورت ہوتی ہے(۱)، مگر دوسروں کی اصلاح کرنا اور مرید کرکے ذکر و شغل کی تلقین کرنا یہ کام مردوں کیلئے مخصوص ہے، معمولی پڑھی ہوئی مستورہ عورت بھی دوسرے کو مرید نہیں کر سکتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱/۵/۹۰ھ۔

عورت سے بیعت

سوال[۱۰۴۲۱]: عورتوں کے ہاتھ پر بیعت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے ہاتھ پر کسی نے بیعت نہیں کی، خلفائے راشدین اور بعد کے اکابر اہل اللہ کے یہاں بھی یہ دستور نہیں ملتا، اس لئے عورت کو پیر بنا کر اس کے ہاتھ پر بیعت نہیں چاہئے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۲/۸/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۲/۸/۹۲ھ۔

---

(۱) "عن عبادة بن الصامت رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وحوله عصابة من أصحابه: "بايعوني على أن لا تشركوا بالله شيئاً، ولا تسرقوا، ولا تزنوا، ولا تقتلوا أولادكم" الخ.

(مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، ص: ۱۳، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب بلا ترجمة: ۱/۷، قديمي)

وقال الله تعالى: "يا أيها النبي إذا جاءك المؤمنات يبايعنك على أن لا يشركن بالله شيئاً ولا يسرقن ولا يزنين" الآية. (سورة الممتحنة، آية: ۱۲)

(۲) "حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "بیعت اہلِ تصوف کے نزدیک عورت کو درست نہیں، اگر ہاں کسی کو شغل وظیفہ بتادیا جاوے تو جائز ہے"۔ (فتاوی رشیدیہ، ص: ۱۲۴، سعید)

خلاق با عبادت اور عبادت بد اخلاق کا تقابل

سوال [۱۵۳۸]: ایک شخص مسلمان ہے از روئے عقیدہ پختہ حنفی المذہب ہے، قرآن پاک کی تلاوت مع ترجمہ خوب کرتا ہے، نیک خصلت ہے، جھوٹ سے نفرت ہے، معصیت وبداخلاقی سے محفوظ رہنے کی حتی الامکان بہت کوشش کرتا ہے، یہاں تک کہ کوئی عادت رذیلہ اس سے دیکھی نہیں گئی، مگر صرف پنج نماز وروزہ سے غافل ہے یعنی تارک ہے۔

دوسرا شخص بھی مسلمان ہے، پختہ حنفی ہے، عامل پنج نماز وروزہ میں پورا ہے، پیشانی پر نماز کے نشانات بھی موجود رہتے ہیں، ریش مبارک بھی ہے، مرید بھی ہے، تلاوت بھی معمول ہے، مگر جھوٹ بہت بولتا ہے، جھوٹی گواہی دیتا ہے، یتیم کا مال خوب کھاتا ہے، وعدہ خلافی اس کا شعار ہے، جس سے قرض لیتا ہے ادا نہیں کرتا ہے، غرضیکہ بداخلاقی کا پتلا ہے۔

۱۔ ان کی حالت موجودہ دونوں میں کون اچھا ہے، کون ترقی کے قابل ہے؟ ادلہ کے ساتھ مفصل فرمایئے۔

۲۔ معیار نجات اخلاق ہیں یا عبادت؟

۳۔ اخلاق کو عبادت پر فوقیت ہے یا عبادات کو اخلاق پر؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز دین کا ستون ہے(۱)، جو شخص نماز کا تارک ہے وہ بہت بڑی معصیت میں مبتلا ہے(۲)، حتی کہ اگر نماز کو چھوڑ دے اور لوٹانے کی نیت نہ ہو اور خوف عتاب بھی نہ ہو تو کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے(۳)، پھر ایسے

---

(۱) "الصلوة عماد الدين". (الكاف الشاف في تخريج أحاديث الكشاف لابن حجر، والدرر المنتثرة للسيوطي، ص: ۱۰۳)

(۲) "وعن بريدة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "العهد الذي بيننا وبينهم الصلوة، فمن تركها فقد كفر". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، ص: ۵۸، قديمي)

"إن بين الرجل وبين الشرك والكفر ترك الصلوة". (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة: ۱/۶۱، قديمي)

(۳) "وأما تارك الصلاة فإن كان منكراً لوجوبها، فهو كافر بإجماع المسلمين خارج عن ملة الإسلام، إلا أن يكون قريب عهد بالإسلام ... وإن كان تركه تكاسلاً مع اعتقاده وجوبها كما هو حال كثير من =

دوسرے شخص کا بھتہ یا یتیم کا مال ناحق کھانا وغیرہ بھی کبیرہ گناہ ہیں (۱)، قیامت میں ہر بات کی بازپرس ہوگی (۲)۔

حقوق العباد سر پر ہوتے ہوئے محض نماز روزے سے عذاب سے چھٹکارا نہ ہوگا، حقوق العباد جس کے ذمہ ہیں اور ادا نہیں کرتا اس کی حالت زیادہ خطرناک ہے، اس شخص سے جس کے ذمہ حقوق اللہ ہیں اور حقوق العباد سے سبکدوش ہے (۳)۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إن الذین یأکلون أموال الیتمٰی ظلماً إنما یأکلون فی بطونهم ناراً وسیصلون سعیراً﴾ (سورة النساء، پ: ۴، آیة: ۱۰)

"آیة المنافق ثلاث: إذا حدث کذب الخ" (مشکوة المصابیح، کتاب الإیمان، ص: ۱۷، قدیمی)

"لأنهم نصوا علی کبائر کثیرة، والحد فیها کأکل الربا ومال الیتیم والعقوق ... وشهادة الزور" (الزواجر عن اقتراف الکبائر: ۱/۸، دار الفکر بیروت)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿من یعمل سوءً ا یجز به﴾ (سورة النساء، پ: ۵، آیة: ۱۲۳)

"قال الآلوسی رحمه الله: "عاجلاً وآجلاً" (روح المعانی: ۵/۱۵۲، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۳) "قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: "الغیبة أشد من الزنا". قالوا: یا رسول اللہ! کیف الغیبة أشد من الزنا؟ قال: "إن الرجل لیزنی فیتوب، فیتوب اللہ علیه" وفی روایة: "فیتوب فیغفر اللہ له، وإن صاحب الغیبة لا یغفر له حتی یغفرها له صاحبه" وفی روایة: "صاحب الزنا یتوب، وصاحب الغیبة لیس له توبة" (مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، ص: ۴۱۵، الفصل الثالث، قدیمی)

قال القاری: "(لیس له توبة) أی غالباً؛ لأنه یحسبه هیناً وهو عند اللہ عظیم، لکن التوبة إذا صحت طابت، أو لیس له توبة مستقلة تؤثر فی صحتها علی رضا صاحبها" (مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، الفصل الثالث: ۸/۶۱۰، رشیدیه)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (شرح النووی علی صحیح مسلم: ۲/۳۲۳، قدیمی)

۲... اخلاقِ حسنہ، عبادات دونوں نبی کے لئے کمال ضروری ہے، عبادات بلا اخلاق یا اخلاق بلا عبادات نبوت کے لئے کافی نہیں (۱)۔

۳... جن کو شریعت نے اخلاقِ حسنہ بتایا ہے وہ عبادات ہی ہیں، پھر فوقیت کا سوال بیکار اور لغو ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح عبداللطیف عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا، ۱۹/شعبان/۵۲ھ۔

"نخلع و نترک من یفجرک" پر عمل کی صورت

سوال [۱۰۵۴۹]: ہم جو دعاء میں "نخلع و نترک من یفجرک" پر کس طرح عمل پیرا ہو سکتے ہیں،

---

(۱) "عن مالک بلغه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "بعثت لأتمم حسن الأخلاق" (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الرفق والحياء وحسن الخلق، ص: ۴۳۲، قديمي)

"عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أمرهم أمرهم من الأعمال بما يطيقون، قالوا: إنا لسنا كهيئتك يا رسول الله! إن الله قد غفر لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر، فيغضب حتى يعرف الغضب في وجهه ثم يقول: "إن أتقاكم وأعلمكم بالله أنا" (صحيح البخاري، كتاب الإيمان: ۱/۷، قديمي)

قال القاري رحمه الله: "قال الإمام فخر الدين تحت قوله تعالى: ﴿أولئك الذين هدى الله فبهداهم اقتده﴾ الآية دالة على فضله عليه الصلاة والسلام؛ لأنه تعالى أمره بالاقتداء بهداهم، ولا بدله من امتثاله لذلك الأمر، فوجب أن يجتمع فيه جميع خصالهم وأخلاقهم المتفرقة" (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الرفق والحياء وحسن الخلق، الفصل الثالث، رقم الحديث: ۵۰۹۶: ۸/۸۱۴، رشيديه)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وإنك لعلى خلق عظيم﴾ (سورة القلم، پ: ۲۹، آيه: ۴)

"قالت عائشة رضي الله عنها: كان خلقه القرآن: أي ما فيه من مكارم الأخلاق، وإنما استعظم خلقه؛ لأنه جاد بالكونين وتوكل على خالقهما" (تفسير المدارك: ۴/۲۷۰، قديمي)

"قال ابن عباس: معناه على دين عظيم، لادين أحب إلي ولا أرضى عندي الخ". (تفسير الخازن: ۴/۳۱۵، حافظ كتب خانه)

(وكذا في التفسير المظهري: ۱۰/۴۰، حافظ كتب خانه)

رہبانیت کے علاوہ اور صورت بھی ہو سکتی ہے؟ مگر اسلام رہبانیت کی بھی اجازت نہیں دیتا۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

بطور پر حسبِ استطاعت تغیر کرنے سے اس پر عمل ہو جائے گا (۱)، جیسے کہ اگر بچہ نجاست میں ملوث ہو تو اس کی وجہ سے بچے کو نہیں چھوڑا جاتا، نہ بچے کو اس کی وجہ سے نجاست میں ملوث کیا جاتا ہے بلکہ حسنِ تدبیر سے اس کی نجاست سے بچتے ہوئے اس کو بھی نجاست سے پاک کیا جاتا ہے، یہی تقاضائے شفقت و رحمت ہے اور یہی تقاضائے طہارت و نظافت ہے اور یہی تقاضائے عبودیت و طاعت ہے اور یہی تقاضائے اتباعِ سنت ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه عن رسول الله ﷺ قال: "من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، و ذلك أضعف الإيمان" ..... والمعنى أن أعلاها ثمرةً، فمن غير المراتب مع القدرة، كان عاصياً، و من تركها بلا قدرة، أو يرى المفسدة أكثر ويكون منكراً بقلبه، فهو من المؤمنين ..... ثم اعلم أنه إذا كان المنكر حراماً وجب الزجر عنه، و إذا كان مكروهاً ندب، والأمر بالمعروف أيضاً تبع لما يؤمر به ..... و شرطهما أن لا يؤدي إلى الفتنة الخ".

(مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۸/۸۶۲، ۸۶۳، رشيديه)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة و جادلهم بالتي هي أحسن﴾ الآية (سورة النحل: ۱۲۵)

ما یتعلق بمجالس الصوفیة و أذکارهم

(صوفیاء کی مجالس اور ان کے وظائف کا بیان)

ایک پیر صاحب کے وظیفے

سوال [۱۰۵۵۱]: یہاں چند لوگ ایک فقیر کے مرید ہیں جن کا وظیفہ ہدایت یہ ہے کہ بعد نماز عشاء جہراً ورزاً کہتے ہیں: "أنت الهادي أنت الحق ليس الهادي إلا هو"۔ دوسرا وظیفہ یہ ہے "حسبي ربي جل الله، ما في قلبي غير الله، نور محمد صلى الله لا إله إلا الله"۔ تیسرا وظیفہ "حسب ربي كل نور به محمد، محمد رسول الله، لا إله إلا الله"۔ ان کے مریدین جن کا خلیفہ کہتے ہیں وہ "حق" وہ جہر ہیں، کہتے ہیں کہ مجھے حالت بیداری میں بزرگان دین اولیاء کرام کی زیارت ہوتی ہے اور پیر صاحب عورتوں کو جماعت سے خود نماز پڑھاتے ہیں، روبرو بغیر حجاب بٹھا کر حلقہ کراتے ہیں اور مستورات باواز بلند چیخ پکار کرتی ہیں۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ "ہمارے حلقہ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں"، یہ پیر صاحب قادری خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان اوصاف کے حامل بزرگ کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورتوں کو ذکر جہری کرانا جس سے ان کی آواز نامحرموں تک جائے اور وہ چیخ پکار کریں، نیز ان کو بے حجاب سامنے بٹھا کر حلقہ کرانا سلسلہ قادریہ میں درست نہیں(۱)۔ اس سلسلے کے امام حضرت سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ ہیں، شریعت کے پابند تھے، خلاف سنت امور سے بہت دور تھے۔ مذکورہ طریقہ پر حلقہ کرنا ان کے طریقہ کو بدنام کرنا ہے، حدیث پاک کی مخالفت ہے(۲)۔ داڑھی منڈانا حرام ہیں: "يحرم على الرجل

---

(۱) "ان صوت المرأة عورة". (رد المحتار: ۳۶۹/۶، کتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس
والدر المختار: ۴۰۶/۱، کتاب الصلوة، شروط الصلوة، سعید)

(۲) "وعن عائشة رضي الله عنها قالت: كانت المؤمنات إذا هاجرن إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم –

قطع لحیتہ اھ" در مختار: ۲۶۶/۴ (۱)۔

بیداری میں آنکھیں بند کرکے یا کھول کر جو زیارت ہوتی ہے وہ کشف کی ایک صورت ہے جس کیلئے نہ بزرگ ہونا ضروری ہے نہ متقی ہونا بلکہ مسلمان ہونا بھی ضروری نہیں (۲)، میری خود ایسے لوگوں سے ملاقات ہوئی ہے جنھوں نے اپنے حالات ایسے بیان کئے ہیں، بعض ہندو اور سکھوں کو بھی ایسی صورت پیش آتی ہے، کبھی دماغی تخیلات سے بھی ایسا ہوتا ہے، کبھی امراض سے بھی ہوتا ہے، غرض خدائے پاک کی بارگاہ میں تو وہ چیزیں مقبول ہیں جو اتباعِ سنت کے ساتھ ہوں ورنہ مقبول نہیں اور اس کی حیثیت شعبدہ بازی و نظر بندی سے زیادہ نہیں، یہ بحث اس وقت ہے جبکہ اس شخص کو صادق مانا جائے، "یا محمد، یا رسول اللہ" پکارنا درست نہیں، بالکل منع ہے۔ غرض ایسے شخصوں اور ایسے پیروں سے جدا رہنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۹/۸۷ھ۔

کیا بزرگوں سے رہبانیت ثابت ہے؟

سوال [۱۵۵۱]: ۱ – اسلام میں رہبانیت نہیں ہے تو عبدالقادر جیلانی نے جنگل میں ۲۵ سال کیوں گزارے؟

۲ – کیا وہ حضرات اس سے مستثنیٰ ہیں؟

۳ – لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ پچیس سال تک پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غارِ حرا میں عبادت

= قالت لهن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "انطلقن فقد بايعتكن"، ولا والله ما مست يد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يد امرأة قط غير أنه بايعهن بالكلام" الخ. (صحيح البخاري، كتاب الطلاق، باب قول الله تعالى: ﴿ولا تنكحوا المشركات حتى يؤمن﴾: ۲/۷۹۴، قديمي)

(۱) "ولذا يحرم على الرجال قطع لحيته". (الدر المختار: ٦/٤٠٧، فصل في البيع، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(۲) حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: حضرت سے کشف کے کمال ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو جواب میں فرمایا: "کمال معتبر نہیں، اگر یہ کمال ہو تو کیونکہ یہ امر مشترک ہے مومن وکافر میں، تو مومن ہوکر غیر سے تمیز ہے اور شرع سے"۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۲۰۵، سعید)

(تالیفات رشیدیہ، ص: ۲۰۰، ادارۂ اسلامیات، لاہور)

www.ahlehaq.org

ذکر کے لئے اجتماع

سوال [۱۵۵۱]: سنا ہے کہ کتاب الصلوٰۃ ترغیب وترہیب کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ بروز قیامت ایک جماعت نور کے منبروں پر بیٹھی ہوگی، انبیاء ومرسلین اس جماعت پر رشک کریں گے، اس جماعت کا کوئی رشتہ ناطہ آپس میں نہ ہوگا بلکہ سب ایک دوسرے کے غیر ہوں گے اور محض اللہ کے ذکر اور یاد کے لئے دور دراز سے سفر کرکے جمع ہوتے ہوں گے۔ یہ بات کہاں تک صحیح ہے؟

ریاض الحق کاپانوی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ روایت ترغیب وترہیب ( ) کی میری نظر سے نہیں گزری، البتہ یہ موجود ہے کہ جو لوگ ندعیری

- أسرار الله تعالى . . . الفائدة الثانية: التخلص بالعزلة عن المعاصي التي يتعرض الإنسان لها غالباً بالمخالطة ويسلم منها في الخلوة، وهي أربعة: الغيبة، والنميمة، والرياء، والسكوت عن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، ومسارقة الطبع من الأخلاق الرديئة . . . الفائدة الثالثة: الخلاص من الفتن والخصومات، وصيانة الدين والنفس عن الخوض فيها والتعرض لأخطارها . . . الفائدة الرابعة: الخلاص من شر الناس، فإنهم يؤذونك مرة بالغيبة ومرة بسوء الظن . . . الفائدة الخامسة: أن ينقطع طمع الناس عنك وينقطع طمعك عن الناس . . . الفائدة السادسة: الخلاص من مشاهدة الثقلاء والحمقى الخ اهـ" (إحياء علوم الدين، كتاب آداب العزلة، الباب الثاني في فوائد العزلة الخ: ۲/۲۲۶، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، دار المعرفة)

(۱) "وعن أبي الدرداء رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ليبعثن الله أقواماً يوم القيامة في وجوههم النور على منابر اللؤلؤ، يغبطهم الناس، ليسوا بأنبياء ولا شهداء". قال: فجثا أعرابي على ركبتيه فقال: يا رسول الله حلّهم لنا نعرفهم؟ قال: "هم المتحابون في الله من قبائل شتى وبلاد شتى، يجتمعون على ذكر الله يذكرونه".

"وعن عمرو بن عبسة رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "عن يمين الرحمن، وكلتا يديه يمين، رجال ليسوا بأنبياء ولا شهداء، يغشى بياض وجوههم نظر الناظرين، يغبطهم النبيون والشهداء بمقعدهم وقربهم من الله عز وجل". قيل: يا رسول الله! من هم؟ قال: "هم جماع من نوازع القبائل يجتمعون على ذكر الله فينتقون أطايب الكلام كما ينتقي آكل التمر أطايبه". (الترغيب -

رات میں دوسرے جماعت کی نماز پڑھنے مسجد میں آتے ہیں ان کے لئے نور کے منبروں کی بشارت ہے(۱)۔ اور جمع الفوائد: ۲/ ۴۱۲ پر یہ روایت بھی کچھ فرق کے ساتھ موجود ہے جو سوال میں درج ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

"(أبو الدرداء) رفعه: "ليبعثن الله أقواماً يوم القيامة في وجوههم النور على منابر اللؤلؤ، يغبطهم الناس، ليسوا بأنبياء ولا شهداء، قال: فجثى أعرابي على ركبتيه فقال: يا رسول الله! صلى الله عليه وسلم صفهم لنا نعرفهم، قال: "هم المتحابون في الله من قبائل شتى وبلاد شتى، يجتمعون على ذكر الله يذكرونه" (۲) للكبير اور مشكوة المصابيح ص: ۴۲۶ (۳) میں انبیاء کے رشک کا بھی تذکرہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی ۲۳/۳/۵۳ھ

صحیح: عبد اللطیف، ۲۶/ ربیع الاول/ ۵۳ھ۔

= (الترغيب: ۲/ ۲۶۰، کتاب الذكر والدعاء، الترغيب في حضور مجالس الذكر والاجتماع على ذكر الله، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في رسائل الكبرى: ۳/ ۲۸۳، ۲۸۵، رسالة "مساحة الكبير في الجهر بالذكر"، ص: ۲۸، ۲۹، إدارة القرآن، كراچی)

(۱) "وعن أبي أمامة رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: "بشر المدلجين إلى المساجد في الظلم بمنابر من النور يوم القيامة، يفزع الناس ولا يفزعون". (الترغيب والترهيب: ۱/ ۲۱۲، ۲۱۳، كتاب الصلوة، الترغيب في المشي إلى المساجد سيما في الظلم وما جاء في فضلها، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) (جمع الفوائد: ۲/ ۴۱۲، رقم الحديث: ۹۰۰۱، كتاب الأذكار والأدعية، فضل الذكر والدعاء، إدارة القرآن)

(۳) "وعن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "إن من عباد الله لأناساً ما هم بأنبياء ولا شهداء يغبطهم الأنبياء والشهداء يوم القيامة بمكانهم من الله". قالوا: يا رسول الله! تخبرنا من هم؟ قال: "هم قوم تحابوا بروح الله على غير أرحام بينهم" الحديث". (مشكوة المصابيح، ص: ۴۲۶، باب الحب في الله ومن الله، الفصل الثاني، قديمي)

بشوش جهر هم بالذكر على نائم أو مصل أو قارئ قرآن كما هو مقرر في كتب الفقه اهـ". الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۸۵ (۱)۔

"وقد حرر المسئلة في الخيرية و حمل ما في فتاوی قاضي خان على الجهر المضر، وقال: إن هناك أحاديث اقتضت طلب الجهر و أحاديث طلب الإسرار، والجمع بينهما بأن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، فالإسرار أفضل حيث خيف الرياء أو تأذي المصلين أو النيام، والجهر أفضل حيث خلا مما ذكر؛ لأنه أكثر عملاً و يتعدى فائدته إلى السامعين، و يوقظ قلب الذاكر، فيجمع همه إلى الفكر، و يصرف سمعه إليه، و يطرد النوم، و يزيد النشاط اهـ". رد المحتار: ۴۸۴/۵ (۲)۔

عبارات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر بلا اختلاف جائز بلکہ مستحب ہے، البتہ کسی عارض کی وجہ سے ممنوع ہو جائے گا، مثلاً: نمازیوں یا تلاوت کرنے والوں کو اذیت ہو یا ریا کا خوف ہو تو ایسی حالت میں آہستہ ذکر کرنا چاہیے (۳)۔

سلسلۂ قادریہ و چشتیہ کے اکابر بھی حق بزرگ تھے اور ان میں بہت بہت بڑے بڑے اہل اللہ اور اولیاء اللہ ہوئے ہیں اور اب بھی موجود ہیں، جو شخص یہ کہتا ہے کہ ان میں داخل ہونے والا شیطان کی جماعت میں شرکت کرتا ہے اور داخل ہوتا ہے اگر وہ ان کے اکابر اور بزرگوں کے حسد کی وجہ سے کہتا ہے تو وہ خود شیطان ہے اور مردود ہے، اگر ان کے بعض افراد کے خلاف شرع کام کو دیکھ کر کہتا ہے تب بھی اس کے لئے ایسا کہنا جائز نہیں، ایک دو شخص کے افعالِ قبیحہ کی وجہ سے تمام سلسلہ کو شیطان کی جماعت کہنا حرام ہے۔ شخص مذکور کو توبہ لازم ہے (۴) اور

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۳۱۸، قديمي)

(۲) (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۹۸/۶، سعيد)

(۳) (حاشية الطحطاوي على المراقي، المصدر السابق آنفاً)

(۴) قال الله تعالى: ﴿يأيها الذين آمنوا توبوا إلى الله﴾ من الذنوب، (توبة نصوحاً)۔ ... ولم يختلف أهل السنة وغيرهم في وجوب التوبة على أرباب الكبائر ... . وعبارة المازري: اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، و أنها واجبة على الفور، و لا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً". (روح المعاني: ۱۵۸/۲۸، ۱۵۹، دار إحياء التراث، بيروت)

بزرگوں سے بدعقیدہ رہنا اور ان کو برا کہنا خدائے تعالیٰ کے بڑے غصہ کا سبب ہے(۱)۔

بزرگوں کی ارواح کو عالم میں متصرف ماننا کہ جو کچھ دنیا میں ہوتا ہے وہ سب بزرگوں کی ارواح کرتی ہیں اور خدا کے حکم کو کہیں دخل نہیں اور ان سے مدد مانگنا کہ وہ ہماری آواز کو براہِ راست سنتے ہیں اور ہماری مدد کرتے ہیں چاہے خدا کا حکم ہو یا نہ ہو مشرکانہ عقیدہ ہے(۲) اس سے بھی توبہ لازم ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۹/ربیع الاول/ ۵۸ھ۔

فجر کے بعد ہوا خوری افضل ہے یا اوراد و وظائف؟

سوال[۱۵۵۴]: فجر میں دعا کے بعد اگر فجر کا وقت باقی ہے تو اس وقت اوراد و وظائف حمد و نعت، صلوٰۃ وسلام یا تلاوت کلام پاک میں لگ جانا افضل ہے یا ہوا خوری کے لئے نکل جانا افضل و ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہوا خوری کی ضرورت صحت کو برقرار رکھنے کے لئے ہے تو اس سے بھی منع نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس کی رعایت بھی قابلِ اہتمام ہے(۴)۔

---

(۱) "وعن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن الله تعالىٰ قال: (من عادىٰ لي ولياً، فقد آذنته بالحرب)". الحديث. (مشكاة المصابيح، كتاب الدعوات، باب ذكر الله عز وجل والتقرب إليه، الفصل الأول: ۱/ ۱۹۷، قديمي)

وفي مرقاة المفاتيح: "(فقد آذنته بالحرب): أي محارب إياه لأجل ولي ... . فكأنه محارب لي، قال الأئمة: ليس في المعاصي من توعد الله أربابها بأنه محاربه إلا عدو أكل الربا .... وهذا يدل على عالي خطر المصلحين من عظم الخطر، إذ محاربة الله للعبد تدل على سوء خاتمته، لأن من حاربه الله لا يفلح أبداً". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح، كتاب الدعوات، الفصل الأول: ۵/ ۳۱، رشيديه)

(۲) "قال علماؤنا: من قال: أرواح المشايخ حاضرة يكفر". (الفتاوى البزازية، باب ألفاظ يكون كفراً من المسلم وما لا يكون، النوع الثاني فيما يتعلق بالله تعالىٰ: ۶/ ۳۲۴، رشيديه)

(۳) (راجع ص: ۴۲۹، رقم الحاشية: ۳)

(۴) "وحاصل الكلام أن ترويح القلب وتفريحه وكذا تمرين البدن من الارتفاقات المباحة والمصالح الشرعية التي لا تمنعها الشريعة السمحة برأسها، نعم! تمنع الغلو والانهماك فيها بحيث يضر بالمعاني =

ذکر وتلاوت وغیرہ کے افضل ہونے کے متعلق تو مستقل دلائل موجود ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے ذکر جہری کی ممانعت

سوال [۱۵۵۵]: کاٹھیاواڑ میں بعد نماز عشاء تمام مسجد میں روزانہ پابندی وغیرہ پر درود شریف، آیت کریمہ کا وظیفہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے تمام مصلیان پیتے ہیں اور وظیفہ نہ پڑھنے والے اور پانی نہ پینے والے کو بُرا جانتے ہیں۔ یہ بدعت ہے یا نہیں؟ اس بارے میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہ کون سی حدیث ہے جس میں آپ نے ذکر کرنے والی جماعت کو منع فرمایا ہے، نیز بدعت کہا ہے، یہ حدیث کونسی کتاب میں ہے؟

عبد اللہ مفتی جونا گڑھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

درود شریف کی ترغیب وتاکید قرآن کریم (۲) اور حدیث شریف سے ثابت ہے (۳)، یہ بڑی

= أو للمعاد، وهذا هو السر في إباحة بعض الملاهي في بعض الأحيان، فإن هذا اللهو على هذه النية والغرض لم يبق لهواً بل عاد مصلحة وفائدة". (تكملة فتح الملهم، كتاب الشعر، حكم الألعاب في الشريعة ۳/۴/۴۳۳، ط: مكتبه دار العلوم)

(۱) "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يجيئ القرآن يوم القيامة كالرجل الشاحب فيقول: أنا الذي أسهرت ليلك وأظمأت نهارك". (ابن ماجه، أبواب الأدب، باب ثواب القرآن، ص: ۲۶۸، قديمي)

"عن أبي الدرداء رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم قال: "ألا أنبئكم بخير أعمالكم وأرضاها عند مليككم وأرفعها في درجاتكم، وخير لكم من إعطاء الذهب والورق ومن أن تلقوا عدوكم فتضربوا أعناقهم ويضربوا أعناقكم؟" قالوا: وما ذاك يا رسول الله؟ قال: "ذكر الله" (ابن ماجه، أبواب الأدب، باب ثواب القرآن، ص: ۲۶۸، قديمي)

(۲) قال الله تعالى: ﴿إن الله وملائكته يصلون على النبي، يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليماً﴾ (الأحزاب: ۵۶)

(۳) "عن كعب بن عجرة قال: قلنا: يا رسول الله! السلام عليك قد عرفناه، فكيف الصلاة عليك؟ قال: قولوا: اللهم صلّ على محمد وعلى آل محمد كما صليت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم، =

ذکر بالجہر

سوال[۱۵۵۱]: کیا ذکر بالجہر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ ہے؟ اگر ایسا ہے تو حنفی بزرگ اس کی کیوں اجازت دیتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ذکر بالجہر بعض صورتوں میں بلا کراہت درست ہے، بعض صورتوں میں مکروہ ہے۔ تفصیل "سباحۃ الفکر" میں ہے(۱)۔ جو مشائخ احناف ذکر واوراد وتسبیح وغیرہ کو بالجہر فرماتے ہیں وہ درحقیقت علاجاً ہے کہ اس سے قلب پر ضرب لگتی ہے اور حرارت پیدا ہوتی ہے جو کہ اس راہ میں معین ہے اور جس کے لئے اس کی ضرورت نہیں اس کو جہر سے منع فرمادیتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ذکر اللہ کا طریقہ

سوال[۱۵۵۲]: ایک پیر صاحب "لا" کو لمبا کر کے پڑھنے کو کہتے ہیں یعنی "اللہ" کی "ہ" پیش(۲) کے ساتھ استعمال کرتا ہے جس سے غلط ہوتا ہے لیکن ایک دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ یہ طریقہ غلط ہے، بلکہ صحیح "اللہ" ہے۔ جواب تحریر فرمائیں۔

---

(۱) صح عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه أنه أخرج جماعة من المسجد يهللون ويصلون على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم جهراً، وقال: ما أراكم إلا مبتدعين.

لیکن اس کے بعد کہا ہے، لکھا ہے: "الحديث يحتمل أنه لم يكن للرفع مصلحة ... وأما رفع الصوت بالذكر فجهر، كما في الأذان والخطبة والجمعة والحج" (تفصيل في البيع ۲/۴۹۸، سعيد)

(۱) "فهذه أحاديث صحيحة يظهر منها ومن مأثورها صراحةً أو شرفاً أن الكراهة في الجهر بالذكر، بل فيها ما يدل على جوازه واستحبابه، كيف لا، والجهر بالذكر له أثر في ترقيق القلوب ما ليس في السر.

نعم الجهر المفرط ممنوع شرعاً، وكذا الجهر الغير المفرط إذا كان فيه إيذاء لأحد من نائم أو مصل، أو حصلت فيه شبهة رياء، أو لو حظت فيه خصوصيات غير مشروعة أو التزم كالتزام الملتزمات الخ" (سباحة الفكر في الجهر بالذكر، ص: ۳۳، الباب الأول في حكم الجهر بالذكر، رسائل اللكنوي: ۳/۴۰۴، إدارة القرآن، كراچي)

دوسرے کا نہیں ملے گا۔ دونوں کو پڑھنے سے دونوں کا ثواب ملے گا اور دونوں جز علیحدہ علیحدہ قرآن شریف میں مذکور ہیں (۱)۔

البتہ بعض دفعہ مشائخ کسی خاص طریقے سے کلمہ کا ذکر اپنے مریدین کے لئے تجویز کرتے ہیں اس میں ہر دفعہ "لا الہ الا اللہ" کے ساتھ "محمد رسول اللہ" کے پڑھنے کو بھی نہیں بتاتے بلکہ کچھ تعداد مقرر کرتے ہیں کہ اتنی مرتبہ "لا الہ الا اللہ" پڑھ کر ایک مرتبہ "محمد رسول اللہ" پڑھو، اس کو تجویز کرنے میں مخصوص منافع ہیں جن کو مشائخ جانتے ہیں اور وہ مخصوص منافع اس کے خلاف کرنے سے حاصل نہیں ہوتے (۲)۔ لیکن ثواب بہرصورت حاصل ہوتا ہے اور ایمان تازہ ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا اس کے عبادت ہونے کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

۲... جب کلمات قرآن شریف وحدیث شریف میں موجود ہیں تو بس اتنا کافی ہے یہ ظاہر بات ہے کہ دوم، سوم وچہارم، پنجم عربی کے الفاظ ہی نہیں بلکہ فارسی کے الفاظ ہیں، نہ یہ لفظ قرآن شریف میں آئے۔

---

(۱) "اللہ لا إلہ إلا ھو" (سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۵۵، جزء: ۳)

(وسورۃ آل عمران آیت: ۱، جزء: ۳)

(وسورۃ "طہ" آیت: ۸، جزء: ۱۶)

"لا إلہ إلا ھو" (سورۃ "آل عمران" آیت: ۱۸، جزء: ۳)

(وسورۃ "التوبۃ" آیت: ۱۲۹، جزء: ۱۱)

(وسورۃ "المؤمنون" آیت: ۱۱۶، جزء: ۱۸)

"محمد رسول اللہ" (سورۃ "الفتح" آیت: ۲۹، جزء: ۲۶)

(۲) "وسئل: فی "صحیح البخاری": کانت عائشۃ تحدث أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بعد ما دخل بیتہ واشتد وجعہ: "أھریقوا علیّ من سبع قرب لم تحلل أوکیتھن" ... (الحدیث) ما الحکمۃ فی ذلک وفی تخصیص السبع؟"

فأجاب بقولہ: إنما طلب ذلک؛ لأن الماء البارد ینفع بعض الأمراض ... فی الحدیث إشارۃ إلی أنہ ینبغی صب الماء البارد علی المریض حیث کان ینفعہ بمعرفۃ نفسہ، أو بقول طبیب عدل بنیۃ التداوی وقصد الشفاء. وحکمۃ السبعۃ أن ھذا العدد فیہ برکۃ بالاستقراء". (الفتاوی الحدیثیۃ، ص: ۳۶۲، ۳۶۳، مطلب فی قولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: "أھریقوا علیّ من سبع قرب لم تحلل أوکیتھن". قدیمی)

نہ حدیث شریف میں البتہ ان کے مضامین کی رعایت سے یہ ترتیب ہے۔

۳..... ایسے شخص پر عتاب ہوگا اور اس کے لئے قیامت میں شفاعت سے محرومی کی وعید ہے اور سنت ظاہرہ کو استخفافاً ترک کرے تو یہ کفر ہے (۱)۔

۴ بظاہر یہ شخص ناواقفیت سے ایسا کہتا ہے اس کو پورے طور پر مسئلہ سمجھا دیا جائے، ورمعمولی چیز وں میں نزاع وفساد کرنا بہت بری بات ہے اس سے اجتناب لازم ہے۔ امام کو بھی چاہیے کہ مسئلہ کسی عالم شخص سے باقاعدہ سمجھے اور اس پر کاربند رہے۔ اور مقتدیوں کو بھی چاہیے کہ ذرا ذرا سی بات میں اختلاف پیدا نہ کریں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۹/شوال/ ۵۷ھ۔

ذکر بالجہر والجماعۃ

سوال [۱۵۵۹]: "دلیل الخیرات فی ترک المنکرات" مولفہ جناب مولانا مولوی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی ادام اللہ فیوضہم مصدقہ علماء اطراف واکناف میں روایت دیکھی گئی ہے جو درج کی جاتی ہے:

---

(۱) "(وسنته) ..... وحكمها (أي السنة) ما يؤجر على فعله ويلام على تركه".

"قوله: (ويلام) أي يعاتب - بالتاء - لا يعاقب كما أفاده في البحر والنهر لكن في "التلويح": ترك السنة المؤكدة قريب من الحرام يستحق حرمان الشفاعة لقوله عليه الصلوة والسلام: "من ترك سنتي لم ينل شفاعتي اهـ". وفي "التحرير" إن تاركها يستوجب التضليل واللوم اهـ".

(رد المحتار: ۱/ ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، كتاب الطهارة، مطلب في السنة وتعريفها، رشيديه، كوئته)

قال ابن الهمام: "إلا أن يستخف فيقول: هذا فعل النبي صلى الله عليه وسلم وأنا لا أفعله، فحينئذ يكفر. وفي النوازل: ترك سنن الصلوة الخمس إن لم يرها حقاً كفر، وإن رآها وترك قيل: لا يأثم، والصحيح أنه يأثم؛ لأنه جاء الوعيد بالترك". (فتح القدير: ۱/ ۳۸۹، كتاب الصلوة، باب النوافل، مصطفى البابي الحلبي)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله ورسوله ولا تنازعوا، فتفشلوا وتذهب ريحكم واصبروا، إن الله مع الصابرين﴾. (سورة الأنفال، آيت ۴۶)

"اخبر عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بالجماعة الذین یجلسون بعد المغرب وفیہم رجل یقول: کبروا اللہ کذا وکذا، واحمدوا اللہ کذا وکذا، فیفعلون، فحضرہم، فلما سمع مایقولون، قام فقال: أنا عبداللہ بن مسعود فوالذی لاإلہ غیرہ! لقد جئتم ببدعة ظلماء، أولقد فضلتم علی أصحاب محمد علیہ الصلوٰة والسلام علماً". (مجالس الأبرار)(۱).

دوسری عبارت "نفائس مرغوبہ" مؤلفہ مفتی علامہ دہلوی میں بحوالہ "واقعات" و "بحرالرائق" حسب ذیل درج ہے:

"قال فی الواقعات: قرأة الفاتحة بعد المکتوبة لأجل المہمات وغیرہا مکروہة؛ لأنہا بدعة لم ینقل عن الصحابة والتابعین. وفی بحر الرائق: عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ أنہ سمع قوماً اجتمعوا فی المسجد یہللون ویصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم جہراً، فراح إلیہم، فقال: ما عہدنا ذلک فی عہدہ صلی اللہ علیہ وسلم، وما أراکم إلا مبتدعین". (۲) اس روایت میں تسبیح وتہلیل کے علاوہ درود کا ذکر بھی ہے۔

مفتی صاحب نے دلیل الخیرات کے صفحہ ۱۰ میں روایت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تشریح فرمائی ہے کہ اس روایت سے واضح ہوا کہ ان لوگوں کا فعل باوجودیکہ ذکر الٰہی وتسبیح وتہلیل تھا مگر چونکہ اس کی وضع اور ہیئت انکی مقرر کی ہوئی تھی جس کا وجود شریعت مطہرہ سے نہ تھا، اس وجہ سے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو بدعت قرار دیا (۳)۔ اور احادیث میں ذکر بالجماعت کی فضیلت بہت سے ایک دو روایات نقل کی جاتی ہیں۔

"إن للہ ملٰئکة یطوفون فی الطرق یلتمسون أہل الذکر، فإذا وجدوا قوماً یذکرون اللہ عزوجل، تنادوا: ہلموا إلی حاجتکم، قال: فیحفونہم بأجنحتہم إلی السماء الدنیا". (مسلم شریف)(۴).

---

(۱) (مجالس الابرار (اردو) ص: ۱۶۵، رقم المجلس: ۱۸، بدعت اور اس کے اقسام اور حکم، دار الاشاعت)

(۲) (النفائس المرغوبة فی الدعا بعد المکتوبة للمفتی محمد کفایت اللہ، ص: ۳۵، مصدقہ علمائے سورت، راندیر وگجرات، از مدرسہ اشرفیہ ولواء الاسلام راندیر، میر محمد کتب خانہ، کراچی)

(۳) (دلیل الخیرات، للمفتی کفایت اللہ صاحب، ص: ۱۰، بدعت کی اور ایک عموم ہوتی ہے کہ گناہ کی چیز ہے، سعید کمپنی، قلمی تحریر رسائل، کراچی)

(۴) (الصحیح لمسلم: ۲/۳۴۴، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل مجالس الذکر، قدیمی)

دوسری حدیث: "لا یقعد قوم یذکرون اللہ إلا حفتهم الملائكة، وغشيتهم الرحمة، ونزلت عليهم السكينة، وذكرهم الله فيمن عنده". (مسلم شریف)(۱)، (ترمذی شریف)(۲) (ابن ماجہ شریف)(۳)۔

"جمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها، إلا أن يشوش جهرهم على نائم أو مصلي أو قاري". (شامی، ج: ۱، مطبوعہ میمنہ مصر، ص: ۴۶۳)(۴)۔

اور احادیث نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بدعت کی تشریح یہ ہے: "البدعة الشرعية وهي ما ليس له دليل شرعي، وكل ما فعله الشارع عليه السلام، أو أمر به فهو ليس ببدعة شرعية" (۵)۔

پس احادیث اور عبارت شامی سے ذکر بالجماعت کی فضیلت ثابت ہوئی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے بدعت معلوم ہوا نبی کریم علیہ السلام کے امر سے جماعت کے ساتھ ذکر کرنے کی ترغیب ہے، کیا روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور عبارت بحر الرائق اور روایت شامی اور احادیث میں وجہ تطبیق کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل یہ ہے کہ ذکر اللہ خواہ انفراداً ہو خواہ اجتماعاً، جائز امر مستحسن ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ نصوص قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے(۶) البتہ عوارض کی وجہ سے بعض اوقات ممانعت کی جاتی ہے مثلاً

---

(۱) (الصحيح لمسلم: ۲/۳۴۵، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر، قديمي)

(۲) (سنن الترمذي: ۲/۱۷۵، أبواب الدعوات، باب ما جاء في القوم يجلسون فيذكرون الله ما لهم من الفضل، سعيد)

(۳) (سنن ابن ماجة: ۲/۲۷۴، أبواب الأدب، باب فضل الذكر، مير محمد كتب خانه)

(۴) (رد المحتار: ۱/۶۶۰، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في رفع الصوت بالذكر، سعيد)

(۵) (الاعتصام للشاطبي، ص: ۳۳، باب في تعريف البدع وبيان معناها وما اشتق منه لفظاً، دار المعرفة، بيروت)

(۶) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا اذكروا الله ذكراً كثيراً وسبحوه بكرة وأصيلاً﴾ (سورة الأحزاب: ۴۲)

وقال تعالى: ﴿فاذكروني أذكركم واشكروا لي ولا تكفرون﴾ (سورة البقرة: ۱۵۲)

کسی خاص ہیئت، وضع وتاریخ وغیرہ جن کا ثبوت شرعی نہیں ہے ان کا التزام کرنا، تارک پر ملامت سب وشتم کرنا یا ریا کا پایا جانا یا جہر مفرط کا ہونا جس سے نائم، مصلی، قاری وغیرہ کو تشویش ہو۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ممانعت ان عوارض پر ہی محمول ہے، بحرالرائق وغیرہ کا نص بھی یہی ہے۔ بسا اوقات ایک مباح بلکہ مندوب شئی اصرار والتزام سے مکروہ ہو جاتی ہے:

"الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة".

"من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال" سعاية، ص: ٢٦٣، ٢٦٥ (١)۔ اور یہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ماخوذ ہے کما فی الطیبی شرح مشکوٰۃ (٢)۔

شامی نے جواز ذکر پر علامہ حموی سے بحوالہ امام شعرانی حنفی اجماع نقل کیا ہے اس میں بھی ان عوارض کا استثناء موجود ہے (٣) چنانچہ امام شعرانی نے "ذکر الذاکر للمذکور والشاکر للمشکور" میں اس کی تصریح کی ہے (٤)۔ اجتماعاً وانفراداً ذکر میں کسی کا اختلاف نہیں، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ذکر جہر افضل ہے یا سراً۔

---

* قال عليه الصلوة والسلام: "لا يقعد قوم يذكرون الله إلا حفتهم الملائكة، وغشيتهم الرحمة، ونزلت عليهم السكينة، وذكرهم الله فيمن عنده". (الصحيح لمسلم: ٢/٣٤٥، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الاجتماع على تلاوة وعلى الذكر، قديمي)

(وجامع الترمذي: ٢/١٧٥، أبواب الدعوات، باب ما جاء في القوم يجلسون فيذكرون الله ما لهم من الفضل، سعيد)

(١) (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية: ٢/٢٦٣، ٢٦٥، وعلى طريق لف ونشر غير مرتب، باب صفة الصلوٰة، ومنها استحباب الانصراف عن أحد الجانبين قبيل الفصل في القراءة، سهيل اكيدمي، لاهور)

(٢) (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوٰة، باب التشهد، الفصل الأول: ٣/١٤٣، رشيدية)

(٣) "وفي حاشية الحموي عن الإمام الشعراني: أجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها، إلا أن يشوش جهرهم على نائم أو مصل أو قارئ الخ". (رد المحتار: ١/٦٦٠، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها، مطلب في رفع الصوت بالذكر، سعيد)

(٤) لم أطلع على هذا الكتاب

www.ahlehaq.org

علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مراقی الفلاح ص: ۱۸۵، میں فریقین کے دلائل ذکر کئے ہیں(۱) ان اختلافات اور دلائل کو اس سے بھی زیادہ تفصیل اور بسط سے دیکھنا ہو تو "سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر" کو دیکھئے، اس میں ص: ۴۸ پر لکھا ہے:

"الباب الأول في حكم الجهر بالذكر: اعلم أنهم اختلفوا في ذلك، فجوزه بعضهم وحرمه بعضهم، وجعله بعضهم بدعةً إلا في مواضع ورد الشرع بالجهر فيها" (۲).

پھر ممانعت جہر کی روایات کو ذکر کرکے جوابات دیئے ہیں اس کے بعد دلائل جواز جہر کی تخریج کی ہیں: "خلاصة المرام في هذا المقام أنه لا ريب في كون السر أفضل من الجهر للتضرع والخيفة، وكذا لا ريب في كون الجهر المفرط ممنوعاً لحديث: "أربعوا على أنفسكم"، وأما الجهر الغير المفرط فالأحاديث متظافرة، والآثار متوافقة على جوازه، ولم نجد دليلاً يدل صراحةً على حرمته أو كراهته، والظاهر أن مراد من قال: الجهر حرام هو الجهر المفرط، ومن قال: إنه بدعة أراد به على وجه مخصوص والتزام، فالتزام ما لم يعهد في الشرع"، ص: ۱۰۲ (۳).

---

(۱) "الفروع: اختلف هل الإسرار في الذكر أفضل؟ فقيل: نعم، لأحاديث كثيرة تدل عليه: منها "خير الذكر الخفي، وخير الرزق ما يكفي". ولأن الإسرار أبلغ في الإخلاص، وأقرب إلى الإجابة. وقيل: الجهر أفضل لأحاديث كثيرة: منها ما رواه ابن الزبير: "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سلم من صلاته قال بصوته الأعلى: "لا إله إلا الله وحده لا شريك له". وتقدم وقد كان صلى الله عليه وسلم يأمر من يقرأ في المسجد أن يسمع قراءته. وكان ابن عمر يأمر من يقرأ عليه وعلى أصحابه وهم يستمعون. ولأنه أكثر عملاً وأبلغ في التدبر، ونفعه متعد لإيقاظ قلوب الغافلين" (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۳۱۸، كتاب الصلوة، باب الإمامة، فصل في صفة الأذكار، قديمي)

(۲) (رسالة سباحة الفكر في الجهر بالذكر، ص: ۹، الباب الأول، مجموعه رسائل اللكنوى ۳/۴۲۵، إدارة القرآن، كراچی)

(۳) "فاستمع أن القائلين بمنع الجهر بالذكر استدلوا بوجوه ...... وأما القائلون بجواز نفس الجهر فاحتجوا بوجوه قوية ...... إلى قوله: وخلاصة المرام ... الخ". (مجموعة رسائل اللكنوى، ۳/۴۱۲ — ۳۸۰ – ۳۹۵، ورسالة سباحة الفكر في الجهر بالذكر، ص: ۱۵ – ۳۹، إدارة القرآن، كراچی)

اور سب روایات کے درمیان جمع اس طرح کیا ہے۔

"إن هناك أحاديث اقتضت طلب الإسرار، والجمع بينهما بأن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، كما جمع بين الأحاديث الطالبة للجهر والطالبة للإسرار بقراءة القرآن، ولا يعارض ذلك حديث: "خير الذكر الخفي"، لأنه حيث خيف الرياء أو تأذى المصلين أو النيام" (١)۔

اسی طرح علامہ شامی نے جمع کیا ہے (۲)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/ ۸/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ شعبان/ ۱۳۵۷ھ۔

آواز ملا کر ذکر بالجہر

سوال [۱۰۰۱۰]: بمبئی کے اندر ایک مسجد ہے اور اس مسجد میں کچھ آدمی مل کر ذکر بالجہر کرتے ہیں، ذکر یہ ہے جو پیر صاحب نے بتلایا ہے "سبحان اللہ، الحمد للہ، لا إله إلا الله" وغیرہ اور اسی وقت کرتے ہیں جب عشاء کی نماز کے بعد نمازی فرض سے فارغ ہو کر سنت پڑھتے ہیں، عشاء کی فرض سے تقریباً ۱۰/ یا ۱۵/ منٹ کے بعد حلقہ والوں نے آواز بلند ذکر شروع کر دیا تو اب آپ ہمارے مہربانی پر تحریر کر دیجئے کہ اگر کوئی نمازی بھول جائے تو اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟ ایسے وقت میں حلقہ کر کے مل کر آواز بلند کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

فی نفسہ ذکر اللہ بہت مبارک ہے، قرآن کریم اور حدیث شریف میں اس کی کثرت سے ترغیب آئی ہے (۳)، جو کلمات سوال میں مذکور ہیں ان کی بڑی فضیلت وارد ہے، ان کو آہستہ اور جہر سے پڑھنا ہر طرح ٹھیک

---

(١) (مجموعہ رسائل لکھنوی: ۳/ ۲۲۹، رسالہ: سباحة الفكر في الجهر بالذكر، ص: ۳۱، الباب الأول في حكم الجهر بالذكر، ادارة القرآن)

(٢) (رد المحتار: ١/ ٦٦٠، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب في رفع الصوت بالذكر، سعيد)

(٣) قال الله تعالى: ﴿الذين يذكرون الله قياماً وقعوداً وعلى جنوبهم ويتفكرون في خلق السموات﴾ =

ہے، مگر مناسب یہ ہے کہ ان کو آہستہ پڑھا جائے اور انفرادی طور پر پڑھا جائے، حلقہ کی صورت سے آواز ملا کر پڑھنے سے پرہیز کیا جائے، بسا اوقات اس میں تان کی صورت پیدا ہو جاتی ہے، اپنا اپنا الگ پڑھیں، اگر ایسے وقت کوئی نماز کے لئے آئے اور وہیں پڑھنا چاہے تو اس کو موقع دیا جائے تا کہ اس کی نماز میں خلل نہ آئے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۳ھ۔

= والأرض﴾ الآية. (سورة آل عمران: ۱۹۱)

وقال تعالیٰ: ﴿فاذكروني أذكركم﴾ (سورة البقرة: ۱۵۲)

وقال تعالیٰ: ﴿ولذكر الله أكبر﴾ (سورة العنكبوت: ۴۵)

"عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "يقول الله عزوجل: أنا عند ظن عبدي بي، وأنا معه حين يذكرني، إن ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي، وإن ذكرني في ملأ ذكرته في ملأ هم خير منهم".

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يسير في طريق مكة، فمر على جبل يقال له: جمدان، فقال: "سيروا، هذا جمدان، سبق المفردون" قالوا: وما المفردون يا رسول الله؟ قال: "الذاكرون الله كثيراً والذاكرات". (أخرجهما مسلم في صحيحه: ۳۴۳/۲، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب الحث على ذكر الله تعالىٰ، قديمي)

(۱) "وحمل ما في فتاوى القاضي على الجهر المضر، وقال: إن هناك أحاديث اقتضت طلب الجهر، وأحاديث طلب الإسرار، والجمع بينهما بأن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، فالإسرار أفضل حيث خيف الرياء أو تأذي المصلين أو النيام، والجهر أفضل حيث خلا مما ذكر؛ لأنه أكثر عملاً، ولتعدي فائدته إلى السامعين، ويوقظ قلب الذاكر ليجمع همه إلى الفكر، ويصرف سمعه إليه، ويطرد النوم، ويزيد النشاط". (رد المحتار: ۳۹۸/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في سباحة الفكر في الجهر بالذكر، ص: ۱۳ في ضمن مجموعة رسائل اللكنوي: ۴۲۹/۳، ۴۳۰، الباب الأول في حكم الجهر بالذكر، إدارة القرآن كراچی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے لئے عمل

سوال [۵۶۱] : میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا چاہتا ہوں، کونسا عمل بہتر ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر چیز میں سنت کا اتباع (۱) اور درود شریف کی کثرت (۲)۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۹۵ھ۔

پے درپے مصائب کا علاج ذکر واستغفار ہے

سوال [۵۶۲] : ۱ ... جب پے درپے مصیبتیں آرہی ہوں تو کیا ان کا کوئی علاج ہے؟

۲ ... جب مصیبت اور پریشانی بہت زیادہ ہو تو اس وقت کیا پڑھنا چاہئے اور کونسا عمل کرنا چاہئے جس سے مصیبت دور ہو جائے؟

۳ ... میں مقروض ہوں اور ہر عمل میں نے کیا ہے، اللہ رب العزت کے دربار میں میری کوئی دعا مقبول نہیں ہوتی اور نہ کوئی عمل قبول ہوتا ہے، آپ نے بھی ایک وظیفہ بتایا تھا "اللہم اکفنی بحلالک

---

(۱) "لا یؤمن أحدکم حتی یکون هواه تبعاً لما جئت به" (مشکوٰة المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ص: ۳۰، قدیمي)

"المحبوب (تبعاً لما جئت به) من الشریعة الغراء والملة السهلة البیضاء، حتی تصیر همومه المختلفة وخواطره المتفرقة التي تبعث عن هوی النفس وبین الطبع هماً واحداً" (مرقاة المفاتیح، شرح رقم الحدیث: ۱۶۷، ۱/۳۶۲، رشیدیه)

(وأیضاً صحیح البخاري، کتاب الإیمان، باب حب الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم من الإیمان: ۱/۷، قدیمي کتب خانه)

(۲) "إن الله وملئكته يصلون على النبي يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليماً" (الأحزاب: ۵۶، پ: ۲۲)

"عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "إن أولى الناس بي يوم القيامة أكثرهم علي صلاة" (جامع الترمذي، أبواب الوتر، باب ما جاء في فضل الصلوة على النبي صلی الله علیه وسلم: ۱/۱۱۰، سعید)

(تفصیل کے لئے دیکھئے: فضائل درود شریف، مؤلفہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب، مرتبہ: کتب خانہ یحیوی)

عن حرامك، واغنني بفضلك عمن سواك" (۱) ہر نماز کے بعد گیارہ گیارہ بار پڑھتا ہوں لیکن یہ بھی قبول اور منظور نہیں ہوتی ہے، درود شریف کے ساتھ پڑھتا ہوں اور عاجزی بھی اللہ تعالیٰ سے بہت کرتا ہوں؛ لیکن عاجزی بھی منظور نہیں ہوتی ہے اور مصیبت پر مصیبت آرہی ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... مصیبتوں کا علاج گناہوں سے توبہ واستغفار اور حقوق کا ادا کرنا ہے (۲)۔

۲..... استغفار ودرود شریف زیادہ سے پڑھا جائے اور صدقہ دیا جائے اور جس جس کا حق اپنے ذمہ ہو اس کو ادا کیا جائے یا معاف کرایا جائے (۳)۔

۳..... جو شخص یہ کہتا ہے کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی، اس کی دعا واقعۃً اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتے، اس لئے ایسا ہرگز نہ کہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر چیز کا وقت مقرر ہے، ہر چیز اپنے وقت پر ہوتی ہے، اس لئے جلدی کا تقاضا نہیں کرنا چاہئے بلکہ سمجھنا چاہئے کہ دعا کے قبول ہونے میں جو تاخیر ہو رہی ہے تو اس میں بھی مصلحت ہے (۴)۔ پھر یہ کہ دعا کے قبول ہونے کے لئے شرائط بھی ہیں: کھانا حلال ہو، پینا حلال ہو، لباس

---

(۱) (مشكوة المصابيح، باب الدعوات في الأوقات، ص: ۲۱۵، قديمي)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: من لزم الاستغفار جعل الله له من كل ضيق مخرجاً، ومن كل هم فرجاً، ورزقه من حيث لا يحتسب". (مشكوة المصابيح، باب الاستغفار، ص: ۲۰۴، قديمي)

"وعن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أحب أن يبسط له في رزقه وينسأ له في أثره فليصل رحمه". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، باب البر والصلة، ص: ۴۱۹، قديمي)

(۳) "إن الصدقة لتطفئ غضب الرب الخ". (جامع الترمذي، أبواب الزكاة، باب ما جاء في فضل الصدقة)

"وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "قال الله تعالى: يا ابن آدم! انفق انفق عليك". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، ص: ۱۶۴، قديمي)

(۴) "عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يستجاب للعبد ما لم يدع بإثم، أو قطيعة رحم ما لم يستعجل". قيل: يا رسول الله! ما الاستعجال؟ قال: "يقول قد دعوت وقد دعوت، فلم أر يستجاب لي، فيستحسر عند ذلك ويدع الدعاء". (مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، ص: ۱۹۶، قديمي)

حلال ہو، کمائی حلال ہو، دل حاضر ہو غافل نہ ہو(۱) وغیرہ وغیرہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۹/۹۰ھ۔

حال، وجد

سوال[۱۰۵۹۳]: محفل سماع میں جوان عورتوں کو حال آنا اور اپنے پیر سے لپٹنا اور نامحرم مردوں کا ان کو سنبھالنا، ایسے امور کے متعلق شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ جملہ امور حرام ہیں:

"وأما الرقص والتصفيق والصريخ وضرب الأوتار والصنج والبوق الذي يفعله بعض من يدعي التصوف، فإنه حرام بالإجماع؛ لأنها زي الكفار كما في سكب الأنهر". طحطاوي، ص: ۱۸۵(۲)۔

جب مردوں کے لئے یہ حکم ہے تو عورتوں کے لئے ممانعت شدید تر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

محاسبہ

سوال[۱۰۵۹۴]: محاسبہ کرنا چاہئے یا نہیں، اگر کریں تو کیا کریں؟ اگر اسے جماعتی طور پر کریں تو

— (وجامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب ما جاء في من يستعجل في دعائه: ۱۷۹/۲، سعيد)

(۱) "وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ادعوا الله وأنتم موقنون بالإجابة، واعلموا أن الله لا يستجيب دعاء من قلبه غافل لاه". (مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، ص: ۱۹۵، قديمي)

(۲) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في صفة الأذكار، ص: ۳۱۹، قديمي)

وفي الحديث: "نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن الصوتين الأحمقين: النائحة والمغنية". (الهداية، كتاب الشهادة، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل: ۱۶۳/۳، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وسيأتي أيضاً تخريجه تحت عنوان "مجلس سماع")

کیسا ہے؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ بدعت ہے، لہذا جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

ہر شخص کو اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہئے، اپنی کوئی جانچ ذرا اگر کسی نہ جاننے والے کو رکھنے کے لئے اس کا محاسبہ کرے یا اپنے ماتحت اور زیر تربیت سے محاسبہ کرائے تو اس کی بھی اجازت ہے(1)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۷/۲/۹۳ھ۔

مجلس سماع

سوال [۱۵۲۵]: مجلس سماع جو شیوخ کے یہاں منعقد ہوتی ہے جائز ہے یا نہیں؟ صاف صاف تفسیر فرمادیں۔

المستفتی: محمد عبدالشکور دھارواڑی، ۲۱ شوال المکرم۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

مجلس سماع جس میں مزامیر بھی ہوں بالاتفاق ناجائز ہے، بغیر مزامیر کے خصوصاً خوش الحانی سے اللہ پاک کی حمد میں یا حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت مبارک میں کوئی نظم پڑھنا جب کہ وہ صحیح مضامین پر مشتمل ہو درست ہے۔

"كما قال المقري: نقل القرطبي عن أبي بكر الطرطوشي رحمهما الله تعالى أنه سئل عن قوم يجتمعون في مكان يقرؤون شيئاً من القرآن، ثم ينشد لهم منشد شيئاً من الشعر، فيرقصون ويطربون ويضربون بالدف والشبابة، هل الحضور معهم حلال أم حرام؟

فأجاب: مذهب السادة الصوفية أن هذا بطالة وجهالة وضلالة إلى آخر كلامه.

---

(۱) قال الإمام الغزالي رحمه الله تعالى: "اعلم أن العبد كما يكون له وقت في أول النهار يشارط فيه نفسه على سبيل التوصية بالحق، فينبغي أن يكون له في آخر النهار ساعة يطالب فيها النفس و يحاسبها على جميع حركاتها وسكناتها ... الخ". (كتاب المراقبة والمحاسبة، بيان حقيقة المحاسبة بعد العمل، إحياء علوم الدين: ۴/۴۸۰، مكتبه حقانيه پشاور)

قلت: وقد رأیت لبعض أصحاب یحفظ عن هذا وهو: أنه قال: مذهب الصوفیة بطالة وجهالة وضلالة، وما الإسلام إلا کتاب الله وسنة رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم. وأما الرقص والتواجد فأول من أحدثه أصحاب السامری لما اتخذ لهم عجلاً جسداً له خوار، فقاموا یرقصون حوله ویتواجدون، فهو دین الکفار وعباد العجل، وإنما کان مجلس النبی صلی الله تعالی علیه وسلم مع أصحابه کأنما علی رؤسهم الطیر من الوقار، فینبغی للسلطان أن یمنعهم من الحضور فی المساجد وغیرها، ولا یحل لأحد یؤمن بالله والیوم الآخر أن یحضر معهم ولا یعینهم علی باطلهم، هذا مذهب مالک رحمه الله تعالی والشافعی وأبی حنیفة وأحمد رحمه الله تعالی وغیرهم من أئمة المسلمین" (۱).

معلوم ہوا کہ مجالسِ متعارفہ سماع کے حرام وناجائز ہونے پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے (۲)۔ ایسی مجالس میں شرکت کی قطعاً اجازت نہیں، بلکہ شرکت حاصل ہو تو قوت سے ایسی مجلس کو روکنا لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

قوالی

سوال [۱۹۱۵]: بعض لوگ جو اپنے کو سلسلۂ چشتیہ سے وابستہ بتاتے ہیں ان کے یہاں ڈھولک اور ہارمونیم کے ساتھ بڑے بزرگوں پر قوالی ہوتی ہے، ان کا کہنا ہے کہ چونکہ خواجہ اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے قوالی کی

---

(۱) (حیاة الحیوان، تحت لفظ العین المهملة "العجل": ۲/۵۳۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) "الغناء بالملاهی معصیة فی جمیع الأدیان" (العنایة علی هامش فتح القدیر، کتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل: ۶/۴۸۲، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

وفی الحدیث: "نهی رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم عن الصوتین الأحمقین النائحة والمغنیة". (الهدایة، کتاب الشهادة، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل: ۳/۱۲۲، مکتبہ شرکة علمیہ ملتان)

قال رحمه الله تعالی: "السماع والقول والرقص الذی یفعله المتصوفة فی زماننا حرام لا یجوز القصد إلیه والجلوس علیه، وهو والغناء والمزامیر سواء" (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو وسائر المعاصی: ۵/۳۵۲، رشیدیه)

ہے اس لئے ہم بھی سمجھتے ہیں، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قوالی چشتیہ کا اہم ترین جزو ہے اس کے بغیر چشتیت نا تمام رہتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا واقعی خواجہ اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ساز قوالی سنی ہے یا اس کی اجازت دی ہے؟ شریعت کی رو سے قوالی کا کیا حکم ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ڈھولک، ہارمونیم وغیرہ کسی قسم کے باجے کے ساتھ محفل منعقد کرنا شرعاً جائز نہیں، چشتیت کی ترجمانی کار آمد نہیں۔ حضرت خواجہ اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت کسی سند صحیح کے ساتھ ثابت نہیں، جس چیز کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صاف صاف منع فرما دیا ہو اس کو کوئی جائز نہیں کرسکتا (۱)۔ حضرات اولیاء تو رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خود بھی اتباع کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اتباع کی تلقین کرتے ہیں۔ خود بھی نافرمانی سے بچتے ہیں دوسروں کو بھی بچاتے ہیں۔ ہوا پرستوں نے اپنی خواہش نفسانی پوری کرنے کے لئے کچھ غلط باتیں بزرگوں کی طرف منسوب کردی ہیں وہ ہرگز قابل التفات نہیں (۲)۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے "حجۃ اللہ البالغہ" (۳) میں علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "تنقیح الفتاوی الحامدیہ ۲/ ۳۵۵" (۴) میں اس کو منع لکھا ہے۔ علامہ حصکفی ملتقی الابحر ۲/ ۵۵۱ میں لکھتے ہیں:

---

(۱) "التغني باللهو معصية في جميع الأديان. ... وعلل بأنه يجمع الناس على ارتكاب كبيرة" (العناية على هامش فتح القدير، كتاب الشهادة، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل: ۶/ ۴۸۲، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

وفي المبسوط: "نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن الصوتين الأحمقين: النائحة والمغنية" (الهداية، كتاب الشهادة، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل: ۳/ ۱۶۲، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۲) "السماع والقول والرقص الذي يفعله المتصوفة في زماننا حرام، لا يجوز القصد إليه والجلوس عليه، وهو والغناء والمزامير سواء". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/ ۳۵۲، الباب السابع عشر في الغناء واللهو وشبهه)

(۳) "فالملاهي نوعان: محرم، وهي الآلات المطربة كالمزامير، المزامير جمع مزمار وهي آلة موسيقية تعتمد على النفخ وهي أنواع كثيرة" (حجة الله البالغة، الملاهي: محرم ومباح: ۲/ ۱۶۲، قديمي)

(۴) تنقيح الفتاوى الحامدية: ۲/ ۳۵۵، في سماع الآلات المطربة، حاجي عبد الغفار وپسران =

"لا أصل له في الدين، وفي الجواهر: وما يفعله متصوفة زماننا حرام، لا يجوز القصد والجلوس إليه، ومن قبلهم لم يفعله كذلك"(۱)۔

یعنی اس قوالی کی دین میں کوئی اصل نہیں ہے اور ہمارے زمانہ کے نام نہاد صوفیاء جس طرح قوالی کرتے ہیں وہ حرام ہے، اس کا قصد کرنا اور قوالی کی محفل میں بیٹھنا جائز نہیں، پہلے بزرگوں نے ہرگز یہ کام نہیں کیا۔

علامہ دمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ابتداء اس طرح نقل کی ہے:

"ونقل القرطبي عن أبي بكر الطرطوشي أنه سئل عن قوم يجتمعون في مكان، يقرؤون شيئاً من القرآن، ثم ينشد لهم منشد شيئاً من الشعر، فيرقصون ويطربون ويضربون بالدف والشبابة، هل الحضور معهم حلال أم لا؟ فأجاب: مذهب السادة الصوفية أن هذا بطالة وجهالة وضلالة إلى آخر كلامه. قلت: وقد رأيت أنه أجاب بلفظ غير هذا وهو: أنه قال: مذهب الصوفية بطالة وجهالة وضلالة، وما الإسلام إلا كتاب الله وسنة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، وأما الرقص والتواجد فأول من أحدثه أصحاب السامري لما اتخذ لهم عجلاً جسداً له خوار، قاموا يرقصون حوله ويتواجدون، فهو دين الكفار وعباد العجل. وإنما كان مجلس النبي صلى الله تعالى عليه وسلم مع أصحابه كأنما على رؤوسهم الطير من الوقار، فينبغي للسلطان ونوابه أن يمنعوهم من الحضور في المساجد وغيرها، ولا يحل لأحد يؤمن بالله واليوم الآخر أن يحضر معهم ولا يعينهم على باطلهم، هذا مذهب مالك والشافعي وأبي حنيفة وأحمد وغيرهم من أئمة المسلمين اهـ"(۲)۔

ترجمہ: "ابوبکر طرطوشی سے دریافت کیا گیا کہ کچھ لوگوں کا یہ طریقہ ہے کہ کسی جگہ جمع ہو کر پہلے تو

■ ناشران کتب ارگ بازار قندھار افغانستان

(۱) "وفي الجواهر: وما يفعله متصوفة زماننا حرام، لا يجوز القصد والجلوس إليه" الخ. ([illegible] في المحظورات ۴/۳۵۲، دار احياء التراث العربي بيروت [illegible])

(۲) (كتاب حياة الحيوان ۲/۳۴۵، تحت لفظ العين المهملة "العجل"، دار الكتب العلمية بيروت)

کچھ قرآن پڑھتے ہیں، اس کے بعد کوئی گویا کوئی شعر پڑھتا ہے جس پر وہ لوگ ناچنے لگتے ہیں، ان پر مستی سوار ہوجاتی ہے اور دف وغیرہ بھی بجاتے ہیں تو کیا ایسوں کی مجلس میں حاضر ہونا جائز ہے؟ اس پر علامہ ابوبکر نے جواب دیا کہ یہ طریقہ جہالت، گمراہی اور باطل پرستی ہے، اسلام کی بناء تو صرف کتاب وسنت پر ہے اور ان باتوں کا کتاب وسنت سے دور کا بھی تعلق نہیں، یہ رقص اور مستانگی سامری کے ماننے والوں کی ایجاد ہے جو بچھڑے کو معبود بنا کر ان کے گرد ناچتے اور کودتے تھے، لہٰذا جاہل صوفیوں کا یہ طریقہ دراصل کافروں اور مشرکوں کا طریقہ ہے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں اس درجہ وقار اور سکون ہوتا تھا کہ معلوم ہوتا کہ صحابہ کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ لہٰذا بااختیار اور ذمہ داروں کو چاہئے کہ ایسے ناچنے، ورنگانے بجانے والے پیروں کو مسجد میں آنے تک سے روک دیں اور خدا پرست مسلمان کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ ان کی مجلس میں قدم رکھے اور ان کی باطل پرستی میں کوئی بھی حصہ لے"۔

اس کے ناجائز ہونے پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے، علامہ کردری نے فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب "وجیز" (۱) میں اس پر تفصیلی کلام کیا اور اس کے ناجائز ہونے پر نہایت قوی دلائل قائم کئے ہیں۔ اسلاف میں سے اگر کسی نے اضطراری خصوصی حالت کی وجہ سے قوالی سنی بھی تو ان کا یہ فعل قابل حجت نہیں بن سکتا، حجت شرعیہ تو قرآن پاک ہے، حدیث شریف ہے اور ان دونوں کی تشریح و تفصیل فقہ ہے، اور بس۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

قوالی

سوال [۵۹۷۱]: قوالی سننے کی کیا کیا شرطیں ہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

قوالی میں ڈھول، باجے وغیرہ ہوں تو کسی شرط سے سننا جائز نہیں، محض اشعار بلا مزامیر کے کسی ایسے شخص سے کبھی کبھی سننا جس میں کسی قسم کا فتنہ اور کوئی امر خلاف شرع نہ ہو، درست ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) لم أظفر علی هذا الكتاب

(۲) قال العلامة الآلوسي: "اعلموا ان الشعر باب من الكلام حسنه حسن و قبيحه قبيح، و في الحديث: =

قوالی اور خنزیر کھانے کی حرمت میں فرق

سوال [۱۵۹۸]: فتویٰ ۹۴۴/ب موصول ہوا، اس میں تحریر ہے کہ "جس چیز کو قرآن کریم میں حرام قرار دیا گیا، اس کی حرمت لعینہ ہے اور شدید ہے، بعض دفعہ ایک حرام کا ارتکاب متعدی ہوتا ہے"۔ اس کے بعد تحریر ہے کہ "جس جگہ جس قسم کی حرمت ہوگی اس پر اسی حیثیت سے نکیر کی جائے گی، لہٰذا قوالی مع معازف، مزامیر اور گانے کی حرمت قرآن کریم میں ﴿ومن الناس من یشتری لهو الحدیث﴾ الخ (۱) ﴿واستفزز من استطعت منهم بصوتك﴾ الخ (۲) سے لعینہ ثابت ہوئی، لہٰذا یہ حرمت شدید ہوئی اور اس حرام کا ارتکاب متعدی بھی ہے اس لئے باعث اشد ہوا۔ چونکہ حرمت اس کی بھی قرآن کریم سے ثابت ہے بایں وجہ اس پر شدید نکیر ہونی چاہیے، اس میں تعدیہ ہے۔

خنزیر، شراب اور زنا میں تعدیہ نہیں، اس لئے قوالی بمقابلہ خنزیر و شراب اور زنا کے زیادہ کیا سخت ہوئی اور اس کا گناہ بھی زیادہ ہوا؟ اس کا مرتکب بہ نسبت ان کے زیادہ لعن وطعن کا مستحق ہوا؟ نیز جس طرح خنزیر و شراب وزنا کی حرمت کا قائل کافر ہے اسی طرح اس کی حلت وجواز کا قائل کافر ہوا؟ جس طرح خنزیر وغیرہ قسم کی

= "إن من الشعر لحكمة" ولقد سمع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الشعر وأجاز عليه وله بعد صفحات. وما أحسن قول الماوردي: الشعر في كلام العرب مستحب ومباح ومحظور. فالمستحب ما حذر من الدنيا ورغب في الآخرة وحث على مكارم الأخلاق. والمباح ما سلم من فحش أو كذب. والمحظور نوعان: كذب وفحش". (روح المعاني: ۸/۱۹/۱۰۴، (تفسير سورة الشعراء)، دار إحياء التراث العربي)

قال الحافظ: "والذي يتحصل من كلام العلماء في حد الشعر الجائز أنه إذا لم يكثر منه في المسجد، وخلا عن هجو، وعن الإغراق في المدح والكذب المحض، والتغزل بمعين لا يحل. وقد نقل ابن عبد البر الإجماع على جوازه إذا كان كذلك. وأخرج الطبري من طريق ابن جريج قال: سألت عطاء عن الحداء والشعر والغناء، فقال: لا بأس به ما لم يكن فحشاً". (فتح الباري: ۱۰/ ۶۶۰، ۶۶۱، كتاب الأدب، باب ما يجوز من الشعر والرجز والحداء، قديمي)

(۱) (لقمان: ۶)

(۲) (الإسراء: ۶۴)

اعانت کبیرہ گناہ ہے اسی طرح یہ بھی ہے؟ فقط۔

سائل قاری محمد انس صاحب ایم اے، ڈرائی کلین نینی تال۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

قوالی کی معتبر تمثیل نسواز کے اقتباسات سے آپ نے تحریر فرمایا ہے مگر ان کے مقتضی سے خنزیر، شراب و زنا کی خرابی کو غیر متعدی قرار دے کر بہت ہلکا کر دیا حالانکہ حرام غذا سے جو خون پیدا ہو کر دل و دماغ اور جوارح میں پہنچتا ہے پھر اس سے جیسے نظریات اور اعمال ظہور پذیر ہوتے ہیں ان کی طرف نظر نہیں گئی، نیز شراب پی کر عقل کھو کر جو خرابیاں رونما ہوتی ہیں (۱) ان کی جانب دھیان نہیں گیا اور زنا کی حالت میں ایمان کا جدا ہونا بھی حدیث شریف میں موجود ہے (۲) اور اس سے اگر استقرار حمل ہو جائے تو پھر زنا کا اثر کس قدر متعدی ہے؟

---

(۱) قال العلامة الآلوسي تحت قوله تعالى: ﴿يسئلونك عن الخمر والميسر﴾ الآية [البقرة: ۲۱۹]: "الخمر تزيل العقل الذي هو أشرف صفات الإنسان، وإذا كانت عدوة للأشرف لزم أن تكون أخس الأمور؛ لأن العقل إنما سمي عقلاً لأنه يعقل، أي يمنع صاحبه عن القبائح التي يميل إليها الطبع، فإذا شرب زال ذلك العقل المانع عن القبائح وتمكن إلفها، وهو الطبع، فارتكبها وأكثر منها، وربما كان ضحكة للصبيان ..... وربما يقع القتل بين الشاربين في مجلس الشرب ..... فإنه إذا اختل العقل حصلت الخبائث بأسرها ..... والميسر إن فيه أكل الأموال بالباطل، وإنه يدعو كثيراً من المقامرين إلى السرقة، وتلف النفس، وإضاعة العيال، وارتكاب الأمور القبيحة والرذائل الشنيعة، والعداوة الكامنة والظاهرة، وهذا أمر مشاهد لا ينكره إلا من أعماه الله وأصمه". (روح المعاني: ۲/ ۱۱۵، دار إحياء التراث العربي)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا يزني العبد حين يزني وهو مؤمن، ولا يسرق حين يسرق وهو مؤمن، ولا يشرب حين يشرب وهو مؤمن، ولا يقتل وهو مؤمن". قال عكرمة: قلت لابن عباس: كيف ينزع الإيمان منه؟ قال: هكذا - وشبك بين أصابعه ثم أخرجها - فإن تاب عاد إليه هكذا وشبك بين أصابعه". (صحيح البخاري، كتاب المحاربين، باب إثم الزناة: ۲/ ۱۰۰۶، قديمي)

کیسے کیسے بے حیائی کے اخلاق کا مبدأ ہے؟ ان سب پر بھی غور کیجئے تو اندازہ ہوگا پھر توازن قائم کرنے میں سہولت ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۹۵ھ۔

غناپر استدلال اور اس کا جواب

سوال[۱۵۶۹]: جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گانا سنا ہے اور انصار کی لڑکیوں کو اجازت دی ہے اور حبشی کا کھیل مسجد میں دیکھا ہے، وہ گانا تھا تو یہ فعل ابد تک ہونا چاہئے، حضرت کی شان سے بعید ہے، کیا ہم کو مستحب کہیں گے یا مباح، یا نسخ کی حدیثیں بعد کی ہیں جس سے جواز منسوخ سمجھا جائے؟ طبل جنگ اور رمضان شریف میں سحری کے لئے نقارہ بجانا جائز ہے تو کیوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

انصار کی چھوٹی بچیاں کچھ گارہی تھیں، آپ نے ان کو منع نہیں فرمایا(۱)، اس سے بالغین کے گانے پر استدلال بعید ہے کیونکہ وہ بچیاں غیر مکلف تھیں(۲)۔ حبشی کا کھیل مسجد میں کیا تھا، وہ لڑائی کے ہاتھ دکھانا تھا(۳)، آج بھی اگر کوئی لڑائی کے ہاتھ دکھائے، نیزہ تلوار وغیرہ چلائے یا بندوق کا نشانہ لگائے یا تیراندازی کرے تو نہ اس فعل کی ممانعت ہے نہ اس کے دیکھنے کی، بلکہ احادیث میں تیراندازی وغیرہ کی ترغیب آئی ہے

---

(۱) "عن الربيع بنت معوذ بن عفراء قالت: جاء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فدخل حين بني علي، فجلس على فراشي كمجلسك مني، فجعلت جويريات لنا يضربن بالدف ويندبن من قتل من آبائي يوم بدر، إذ قالت إحداهن: وفينا نبي يعلم ما في غد. فقال: "دعي هذه، وقولي بالذي كنت تقولين".

(صحيح البخاري: ۲/۷۷۳، كتاب النكاح، باب ضرب الدف في النكاح والوليمة، قديمي)

(۲) قال علي القاري: "قيل: تلك البنات لم تكن بالغات حد الشهوة، وكان دفهن غير مصحوب بالجلاجل". (مرقاة المفاتيح: ۶/۳۰۰، كتاب النكاح، باب إعلان النكاح والخطبة والشرط، الفصل الأول، رشيديه)

(۳) "قال الزين بن المنير: سماه لعباً وإن كان أصله التدريب على الحرب، وهو من الجد لما فيه من شبه اللعب، لكونه يقصد إلى الطعن ولا يفعله ويوهم بذلك قرنه ولو كان أباه أو ابنه". (فتح الباري: ۲/۵۵۳، كتاب العيدين، باب الحراب اه، رقم الحديث: ۹۴۹، قديمي)

یعنی فن سپہ گری مستحسن ہے کیونکہ معین علی الجہاد ہے(۱)۔

طبلِ غازی اور نقّارۂ سحری کی شرعاً اجازت ہے، اس سے مقصود اعلان واطلاع ہے، نہ کہ حظِ نفس(۲) جیسا کہ قوالی اور سماع میں ہوتا ہے، باقی قوالی اور سماع کی روایت جیسا کہ بعض صوفیہ بیان کرتے ہیں وہ قطعاً غیر معتبر ہے، "حق السماع" اور "آثار الأبرار في حرمة الغناء والمزامير" وغیرہ میں اس کے عدم جواز پر دلائل قائم کئے ہیں، علامہ دمیری نے بحوالہ قرطبی نقل کیا ہے کہ رقص وتواجد کی ابتداء اصحاب سامری سے ہوئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "عن عقبة بن عامر رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على المنبر يقول: ﴿وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة﴾ ألا إن القوة الرمي، ألا إن القوة الرمي، ألا إن القوة الرمي". رواه مسلم".

"وعنه (أي عقبة بن عامر) قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "ستفتح عليكم الروم، ويكفيكم الله، فلا يعجز أحدكم أن يلهو بأسهمه". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، ص: ۳۳۶، باب إعداد آلة الجهاد، الفصل الأول، قديمي)

قال الملا علي القاري تحت هذا الحديث: "أي كل ما يتقوى به في الحرب في عددها . قال النووي: فيه وفي الأحاديث بعده فضيلة الرمي، والمناضلة والاعتناء بذلك بنية الجهاد في سبيل الله، والمراد بهذا التمرن على القتال والتدرب فيه ورياضة الأعضاء بذلك". (مرقاة المفاتيح: ۷/ ۳۳۴، باب إعداد آلة الجهاد، رقم الحديث: ۳۸۶۱، الفصل الأول، رشيدية)

(۲) "وإذا كان الطبل لغير اللهو فلا بأس به، كطبل الغزاة والعرس، لما في الأجناس: ولا بأس أن يكون ليلة العرس دف يضرب به ليعلن به النكاح، وفي الولوالجية: وإن كان للغزو أو القافلة يجوز". (رد المحتار: ۶/ ۵۵، باب الإجارة الفاسدة، مطلب في الاستئجار على المعاصي، سعيد)

"وينبغي أن يكون بوق الحمام يجوز كضرب النوبة ... . أقول: وينبغي أن يكون طبل المسحر في رمضان لإيقاظ النائمين للسحور كبوق الحمام، تأمل". (رد المحتار: ۶/ ۳۵۰، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في اللبس، سعيد)

www.ahlehaq.org

قوالی اور پختہ قبر وغیرہ

سوال [۱۵۴۰]: قبروں کو چومنے، گچ سے پختہ قبے تعمیر کرنا، روشنی کرنا، عرس کرنا، قوالی گانا وغیرہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ سب چیزیں ناجائز اور معصیت ہیں:

"لما روى جابر رضي الله تعالى عنه نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن تجصيص القبور وأن يكتب عليها وأن يبنى عليه" رواه مسلم اهـ". (۱) شامی: ۱/۶۰۱(۲)۔

"أما اللعب المعتاد الذي يحرك الساكن ويهيج الكامن الذي فيه وصف محاسن النسوان والمرد ونحوها من الأمور المحرمة، فلا يختلف في تحريمه اهـ". تنقيح الفتاوى الحامدية، ص: ۲/۳۵۹(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/۹/۹۰ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) (الصحيح لمسلم، كتاب الجنائز، فصل في النهي عن تجصيص القبور والقعود الخ: ۱/۳۱۲، قديمي)
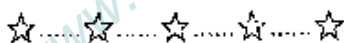
(۲) (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صلاة الجنائز: ۲/۲۳۷، سعيد)

(۳) (تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الحظر والإباحة، مطلب: من البدع المنكرة إيقاد القناديل الكثيرة: ۲/۳۵۹، المكتبة الميمنية، مصر)

منكرات الصوفية

(جاہل صوفیاء کے منکرات)

پیر کا نام بطورِ وظیفہ پڑھنا اور مرید سے نذرانہ لینا

سوال[۱۵۷۱]: پیر صاحب کا نام بطورِ وظیفہ پڑھنا کیسا ہے؟ نیز پیر صاحب کا مریدین سے نذرانہ لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وظیفہ کے طور پر پیر صاحب کا نام لینا جائز نہیں(۱)، مرید اگر خوشی سے ہدیہ پیش کرے اور وہ حلال مال کا ہو تو اس کا دل خوش کرنے کیلئے قبول کرنا درست ہے(۲)، اسکی مرضی کے خلاف بطورِ ٹیکس کے اس سے نذرانہ وصول کرنا جائز نہیں، حرام ہے(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۰/۸۹ھ۔

پیر اپنا نذرانہ لیتا ہے مریدین کی اصلاح نہیں کرتا

سوال[۱۵۷۲]: ریاست کشمیر میں ہر ایک خاندان کے پیر صاحب صدیوں سے مقرر ہیں، بعضے بعد عرصہ ایک سال بعض سال میں چند دفعہ مرید کے گھر میں آکر خورد ونوش کرتے ہیں اور کچھ شب گزار کر اس

---

(۱) (انظر تالیفات رشیدیہ، کتاب الإیمان والکفر، ص: ۷۶، ۷۷، ادارہ اسلامیات)

(وکذا النہر الفائق، کتاب القاضی، کتاب الحدود، باب التعزیر: ۳/۱۵۶، رشیدیہ)

(وشرح المجلة: ۱/۹۲، دارالکتب)

(۲) قال علیه السلام: "ألا لا تظلموا، ألا لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه". (مشکوٰۃ المصابیح، باب الغصب والعاریة، ص: ۲۵۵، قدیمی)

(۳) "والإسلام یجعل مال الغیر حرمة، فلا یجوز أخذه منه، إلا من طریق مبادلة مشروعة أو عن طیب نفس منه بهبة أو صدقة". (الحلال والحرام لیوسف القرضاوی، ص: ۲۵۰، بیروت)

www.ahlehaq.org

مرید سے ہدیہ حاصل کر کے واپس جاتے ہیں، علاوہ ازیں مرید پیر صاحب سے اسلام کی کوئی بات پوچھتے ہی نہیں، مسائل بھی نہیں، بلکہ مرید بھی بے نمازی، کسب حرام خور ہو کر بیٹھے ہیں، اور پیر اپنا مقرر کردہ ہدیہ لیتے رہتے ہیں، اس کمائی کا کیا نام ہے؟"

الجواب حامداً ومصلیاً:

پیر کسی بزرگ متبع سنت، صاحب سنت کو بنایا جاتا ہے، اور پیر بنانے کا مقصد یہ ہے کہ مرید کے نفس کی اصلاح ہو، حرام کاموں سے توبہ کرے، شریعت کا ہر حکم مانے، فرائض، واجبات کا اہتمام کرے، اپنی پوری زندگی کو سنت کے مطابق بنائے (۱)۔ پیر کے ذمہ مرید کی اصلاح وتربیت واجب ہے، اگر مرید حرام کاموں میں مبتلا ہے اور پیر سب کچھ جانتا ہے مگر مرید کی اصلاح نہیں کرتا ہے اور اس کو حرام کاموں سے نہیں روکتا ہے اور مرید حرام کاموں سے نذرانہ دیتا ہے اور پیر جان بوجھ کر اس کو قبول کرتا ہے تو وہ پیر حرام خور ہے، اپنا فریضہ نہیں ادا کرتا ہے، اس طرح سے مرید کی ہرگز اصلاح نہ ہوگی (۲)، حرام مال پیر کو دینے سے مرید کو ثواب نہیں ہوگا (۳)۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱/۹۵ھ۔

---

(۱) "التصوف عبارة عن عمارة الظاهر والباطن، أما عمارة الظاهر فبالأعمال الصالحة، وأما عمارة الباطن فبذكر الله وترك الركون إلى ما سواه، وكان يتيسر ذلك للسلف بمجرد الصحبة الخ" (إعلاء السنن، كتاب الأدب والتصوف: ۱۸/۴۳۸، إدارة القرآن)

(۲) حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شیخ کامل کی علامات ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "وہ شیخ تعلیم وتلقین میں اپنے مریدوں کے حال پر شفقت رکھتا ہو اور ان کی کوئی بری بات دیکھے یا سنے تو ان کو روک ٹوک کرتا ہو، یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے"۔ (تربیت السالک، حصہ اول، ص: ۱۰، ادارہ اشاعت)

(۳) "إذا تصدق بالمال الحرام القطعي، أو بنى من الحرام بعينه مسجداً ونحوه مما يرجو به التقرب، مع رجاء الثواب الناشئ عن استحلاله، كفر، لأن استحلال المعصية كفر، والحرام لا ثواب فيه" (الفقه الإسلامي وأدلته، أحد عشر: التصدق من المال الحرام: ۳/۵۸، ۲۰، رشيديه كوئٹه)

(وكذا في الدر المختار ورد المحتار، مطلب: التصدق بالمال الحرام: ۲/۲۹۲، سعيد)

مریدوں سے ہدیہ لینا

سوال [۱۵۴۲]: مرید سے روپیہ پیسہ وغیرہ لینا پیر کے واسطے درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مرید بطیب خاطر دیتے ہیں تو جائز ہے اور اگر جبراً دیتے ہیں تو ناجائز ہے "إذ لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي" عالمگیری: ۲/۱۶۷ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۲/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/صفر/۵۵ھ۔

ایک پیر صاحب کے حالات تصوف

سوال [۱۵۴۳]: ایک عالم نے پندرہ سال گاؤں میں آکر تصوف کا بہت بڑا مدرسہ کھولا ہے اس میں مریدوں کا نام لکھ کر درج کرتے ہیں، روزانہ مریدوں کا نام پکارا جاتا ہے اور حاضری اور غیر حاضری کا نشان لگایا جاتا ہے، سال میں دو مرتبہ: ایک مرتبہ سات دن اور دوسری مرتبہ پانچ دن مدرسہ کھولا جاتا ہے۔ مجموعہ بارہ دن سال میں اپنے مریدوں کو تصوف کی تعلیم دیتے ہیں اور ایصالِ ثواب کی مجلس کرتے ہیں اور وعظ کرتے کراتے ہیں، اور علم تصوف کو بلا ضرورت فرض عین بتاتے ہیں۔ علم شریعت بدون معرفت عمل نہیں ہوتا ہے اور مریدوں سے حسب مقدور روپیہ پیسہ، چاول، گھی، بکری، مرغی وغیرہ لے کر مریدوں اور دور دراز کے وعظ سننے والوں کو کھلاتے ہیں، بچے ہوئے روپیہ میں سے کچھ غریبوں کو دیتے ہیں اور کچھ خود وقت کی بات پیر صاحب لے لیتے ہیں، عوام کو شبہ ہوتا ہے کہ پیر صاحب نے بہت اچھی تجارت بنائی ہے۔ ایسے طریقہ کے ساتھ تصوف کی تعلیم دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۲/۱۶۷، فصل في التعزير، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير، باب حد القذف: ۵/۶۸، رشيدية)

(وكذا في شرح المجلة، سليم رستم باز: ۱/۳۶۲، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ نے روپیہ کمانے اور تجارت کرنے کا طریقہ تو سب لکھ دیا لیکن یہ نہیں لکھا کہ وہ تصوف کی کیا تعلیم دیتے ہیں تاکہ اس کے جواز وعدم جواز پر غور کیا جاتا اور معلوم ہوتا کہ ایسا تصوف قرآن میں ہے یا نہیں اور بغیر اس کی معرفت کے علم شریعت مکمل ہے یا غیر مکمل۔ جو روپیہ پیسہ مریدوں سے لیتے ہیں وہ اگر توبہ کرانے کا معاوضہ ہے تب تو حرام ہے(۱) اگر مرید اپنی خوشی سے بطور ہدیہ پیش کرتے ہیں تو اس میں گنجائش ہے(۲)۔ وعظ سننا نہ صرف جائز بلکہ ثواب ہے بشرطیکہ اس میں خلاف شرع کوئی شی نہ ہو(۳)۔ ایصال ثواب بھی اچھی بات ہے لیکن اس میں اگر تاریخ وغیرہ کی تعیین مثل عرس کے ہو اور کسی ہیئت خاصہ غیر ثابتہ کا التزام ہو(۴) جیسے کھانا سامنے رکھ کر

---

(۱) "ولا تصح الإجارة لعسب التيس ... ولا لأجل الطاعات" (الدر المختار، كتاب الإجارة، ۶/۵۵، سعيد)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "تهادوا فإن الهدية تذهب وغر الصدر" (مسند أحمد بن حنبل رحمه الله تعالى: ۳/۲۲۴، دار إحياء التراث العربي)

وقال عليه السلام: "ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". (مشكوة المصابيح، باب الغصب والعارية: ۱/۲۵۵، قديمي)

"والإسلام يجعل مال الغير حرمة، فلا يجوز أخذه منه إلا من طريق مبادلة مشروعة أو عن طيب نفس منه هبةً أو صدقةً". (الحلال والحرام في الإسلام ليوسف القرضاوي، ص: ۲۵۰، بيروت)

"لا يجوز أخذ مال مسلم بغير سبب شرعي". (النهر الفائق، كتاب الحدود، باب التعزير: ۳/۱۶۵، رشيديه)

(۳) قوله: "فليغيره" أي فليغيره بالقول وتلاوة ما أنزل الله من الوعيد عليه وذكر الوعظ والتخويف والنصيحة ... ثم اعلم أنه إذا كان المنكر حراماً وجب الزجر عنه، وإذا كان مكروهاً ندب. وشرطهما أن لا يؤدي إلى الفتنة". (المرقاة شرح مشكوة المصابيح: ۸/۸۶۲، ۸۶۳، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، رقم الحديث: ۵۱۳۷، رشيديه)

(۴) قال العلامة اللكنوي: "فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروهاً الخ". (سباحة الفكر، ص: ۳۳، في ضمن مجموعة رسائل اللكنوي: ۳/۳۰۹، إدارة القرآن)

www.ahlehaq.org

فاتحہ وغیرہ پڑھایا مزار پر چڑھاوا چڑھایا جاتا ہو یا غیر اللہ کی نذر مانی جاتی ہو یا وہ مجلس خلافِ امیر، رقص، سرود وغیرہ منکرات پر مشتمل ہو یا یہ مجلس ریا و فخر کے لئے کی جاتی ہو پھر شرعاً ناجائز اور ممنوع ہے اس کا ترک کرنا واجب ہے اس میں شرکت گناہ ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۵/۶۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۱/۵/۶۰ھ۔

پیر کا بخشش کروانا

سوال [۱۵۵۵]: ۱...... کیا پیر اپنے مرید کی بخشش کرا سکتا ہے؟

۲...... جو اس دنیا سے چل بسا وہ زندوں کے کام آ سکتا ہے یا نہیں؟

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو مردود". (مشكوة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ١/٢٧، سعيد)

وقد قال الله تعالىٰ: ﴿وقد نزل عليكم في الكتاب أن إذا سمعتم آيت الله يكفر بها و يستهزأ بها، فلا تقعدوا معهم حتى يخوضوا في حديث غيره، إنكم إذاً مثلهم﴾. (سورة النساء: ١٤٠)

"أي إنكم إذا ارتكبتم النهي بعد وصوله إليكم ورضيتم بالجلوس معهم في المكان الذي يكفر فيه بآيات الله و يستهزأ و ينتقص بها و أقررتموهم على ذلك، فقد شاركتموهم في الذي هم فيه، فلهذا قال الله تعالىٰ: ﴿إنكم إذاً مثلهم﴾ في المأثم، كما جاء في الحديث: "من كان يؤمن بالله واليوم الآخر، فلا يجلس على مائدة يدار عليها الخمر". (تفسير ابن كثير: ١/٧٥٣، ٧٥٤، دار السلام)

وفي روح المعاني: ﴿وإذا رأيت الذين يخوضون في آياتنا فأعرض عنهم﴾ الآية، و هذا يقتضي الانزجار عن مجالستهم في تلك الحالة القبيحة، فكيف بمؤالاتهم والاعتزاز بهم". (روح المعاني، ٥/١٧٢، دار إحياء التراث العربي)

و قال الضحاك تحت آية "﴿وقد نزل عليكم﴾ الخ عن ابن عباس رضي الله عنهما: "دخل في هذه الآية كل محدث في الدين و كل مبتدع إلى يوم القيامة". (تاليفات رشيديه، شركت مجالس بدعت، ص: ١٤٣، ادارهٔ اسلاميات لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ اللہ کی اجازت سے کرا سکتا ہے(۱)۔

۲۔ کلام سے کیا مراد ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۸/۱۴۰۰ھ۔

پیسہ پیر کے غلط حالات

سوال[۱۷۶۰]: ضلع کشمیر ضلع مظفر آباد میں ایک شخص بدعوئی پیری آیا ہوا ہے اپنا سلسلہ نقشبندی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ علمی قابلیت میں عربی میں خلاصہ کیدانی بھی نہیں پڑھا ہے البتہ اردو میں تحریر و تقریر جو تا ہے وہ خود دستخط کرتا ہے جو کہ مطابق شرع ہوتی ہے، اس کا عامانہ پہنتا ہے صرف شملہ چھوڑتا ہے، داڑھی مطابق شرع ہے، ڈھول وغیرہ سے اعراض کرتا ہے اسی طرح منکرات سے بچنے کے لئے خوب وعظ کہتا ہے۔ سب ایسی ہمہ اوصاف جب جہاں جاتا ہے ایک مرید کے ہاں قیام کرتا ہے۔ مسجد محلہ میں باجماعت نماز کم تر پڑھتا ہے اگرچہ وہ وہاں قدم پوشی کیوں نہ ہو، البتہ اپنے جائے قیام پر مریدوں کے ساتھ اذان واقامت ادا کرتا ہے، لوگوں کو بلا بلا کر مرید کرتا ہے کوئی شخص مرید ہونا خود زبان سے توبہ کرتا ہے ورنہ کسی معتبر مرید کے ذریعہ اس کو دیکھا کرتا ہے۔ جب ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کو جاتا ہے تو خود گھوڑے پر سوار ہوتا ہے اور دوسرے مریدوں کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ آگے پیچھے ذکر جہر کرتے چلیں۔ مٹی پر بیٹھنا پسند نہیں کرتا، گوا کرسی یا چوکی پر بیٹھتا ہے، بعض اوقات خود کرسی پر بیٹھ کر ذکر کراتا ہے۔ جس مرید کے مکان میں اقامت اختیار کرتا ہے اس کے گھر کی مستورات سے بے پردہ ملتا ہے۔ ہندوؤں کے ساتھ بہت تعلق رکھتا ہے، بعض اوقات ان کے ساتھ مجلس کرتا ہے ان کے پاس جا کر ریڈیو گراموفون وغیرہ سے بھی کبھی کبھی شغل کرتا ہے۔ اس کے یہاں مراتب کا خاص خیال ہے یعنی غریبوں کی تو عزت نہیں کرتا، امیروں کی کرتا ہے۔ مریدوں سے نقد جنس وصول کرتا ہے لیکن اللہ کی راہ میں کچھ خرچ نہیں کرتا۔ غذا عمدہ پر تکلف کھاتا ہے معمولی غذا نہیں کھاتا، اس کا اثر یہ ہے کہ مرید کچھ مدت تک ذکر وشریعت کے پابند رہتے ہیں۔ بے نمازی، فاسق، فاجر، ورشوت خوروں تک کو مرید کرلیتا ہے۔ مریدوں کو مجمع عام میں بٹھا کر کہتا ہے کہ منہ کو بند کرکے "اللہ" دل میں اور "ہو" کو سانس کے ساتھ ناک سے نکالیں، مرید ایسے

(۱) قال تعالیٰ: ﴿يومئذ لا تنفع الشفاعة إلا من أذن له الرحمن ورضي له قولاً﴾ (سورة طٰه: ۱۰۹)

درج ہیں (۱) اور تصوف کو سلوک کہتے ہیں۔ پیر کامل کی بہت بڑی علامت یہ ہے کہ اس کے تعلق کے بعد روز بروز اللہ تعالیٰ کی محبت و اتباعِ سنت میں ترقی ہو اور گناہوں سے نفرت (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ایک پیر صاحب کے خلافِ شرع حالات

سوال [۱۰۰۵]: یہاں ایک فقیر آئے ہیں جو نامحرم عورتوں کو لے کر اپنے ساتھ بیٹھتے ہیں اور ان عورتوں سے پیر، ہاتھ، پیر دبانے کی خدمت بھی لیتے ہیں، وہ عورتیں فقیر کی قدم بوسی کرتی ہیں۔ فقیر کہتے ہیں کہ اس کے بغیر مرید فیض یاب نہیں ہوتے۔ فقیر اور ان کے اصحاب محلہ کی مسجد میں جماعت کے اندر شریک نہیں ہوتے حالانکہ مسجد اور مکان کے درمیان دو تین منٹ کی مسافت ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ تمام مسجد ناپاک ہے کیونکہ اس میں تیل سے بتی جلتی ہے۔ فقیر اور ان کے اصحاب نہایت سخت آواز سے ذکر کرتے ہیں اور یا شیخ عبدالقادر کہہ کر پکارتے ہیں اور اثنائے ذکر خوب زور و شور سے زانو پر ہاتھ مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ طریقہ قادریہ اور چشتیہ کا ہے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر مرید نہیں کیا (۳)، کسی نامحرم کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے (۴)، جماعت کی نماز سنتِ مؤکدہ ہے، واجب کے درجہ میں ہے۔ بلا عذرِ شرعی ترکِ جماعت شرعاً بہت مذموم ہے اور اس کی عادت ڈالنا فسق ہے اور نفاق کی علامت ہے، ایسے

---

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "مرید اور شیخ میں فرق")

"والولي هو العارف بالله تعالى حسب ما يمكن المواظب على الطاعات المجتنب عن المعاصي". (شرح العقائد، ص: ۱۶۵، مكتبه خير كثير كراچي)

(۲) "حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "شیخ کامل کی علامت میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی صحبت میں چند بار بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور حق تعالیٰ کی محبت میں ترقی محسوس ہوتی ہو"۔ (تربیت السالک، دار الاشاعت کراچی)

(۳) "قال عروة: فقالت عائشة رضي الله عنها: فمن أقر بهذا الشرط من المؤمنات قال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم: "قد بايعتك" كلاماً، ولا والله ما مست يده يد امرأة قط في المبايعة، ما يبايعهن إلا بقوله: "قد بايعتك على ذلك"". (صحيح البخاري، باب إذا جاءكم المؤمنات مهاجرات: ۲/۲۶۷، قديمي)

(۴) "لا يخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان". (جامع الترمذي، باب كراهية الدخول على المغيبات: ۱/۲۲۱، سعيد)

آدمی مردود الشہادۃ ہو جاتا ہے(۱)۔ ذکر میں بیچ بیچ کر جدے پیر کو پکارنا نہایت بیجا غلط طریقہ ہے، حضرت شیخ شہاب الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے عوارف المعارف میں اس پر کلام کیا ہے(۲)۔ جو پیر تبع سنت نہ ہو وہ خود پیر کا محتاج ہے وہ اس لائق نہیں کہ کوئی اس سے مرید ہو، کوئی طالب حق اپنے آپ کو خراب نہ کرے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۲/۸۹ھ۔

اپنے پیر پر جھوٹا مقدمہ چلانا

سوال [۱۵۷۸]: ایک مرید کا تعلق اپنے پیر سے کیسا ہونا چاہیے؟ ایک شخص اپنے بڑے بھائی سے مرید ہے اور ان کے خلاف جھوٹا مقدمہ چلاتا ہے اور پیر کے خلاف حلفیہ جھوٹا الزام لگاتا ہے اور پیر کے خلاف جھوٹی گواہی دیتا ہے، لوگوں کے کہنے پر جواب دیتا ہے کہ ہم نے بھائی پر مقدمہ چلایا ہے، پیر پر نہیں۔ یہ مرید کا قول کہاں تک درست ہے؟ اس صورت میں مرید فاسق وفاجر ہے یا نہیں؟ اور بیعت پیر سے باقی ہے یا نہیں؟ اور مرید کے ہاتھ پر بیعت جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرید کا تعلق پیر سے ایسا ہونا چاہیے کہ وہ اپنے ذہن میں اعتقاد رکھے کہ اصلاح نفس اور تزکیۂ باطن

---

(۱) "تارک الجمعة يستوجب إساءة، ولا يقبل شهادته إذا تركها استخفافاً بذلك". (البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۶۱۲، بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، سعيد)

(۲) دیکھئے: (إحياء علوم الدين، كتاب عوارف المعارف، الباب الثالث والعشرون في القول في السماع رداً وإنكاراً: ۵/۱۵۲، ۱۵۹، مكتبه حقانيه، پشاور)

(۳) "والولي هو العارف بالله وصفاته بحسب ما يمكن له، المواظب على الطاعات، المجتنب عن السيئات، المعرض عن الانهماك في اللذات والشهوات والغفلات والنهوات". (شرح الفقه الأكبر، ص: ۷۹، قديمي)

وفي النبراس: "حتى أنه يخرج بالكبيرة وإصرار الصغيرة عن الولاية". (ص: ۵۹۵، امداديه ملتان)

قرار دیا گیا ہے (۱)۔

تنبیہ: بیعت ہونے سے پہلے پیر کی خوب جانچ کرلی جائے کہ وہ بیعت کے قابل ہے بھی یا نہیں، اس کی علامات فتاوی عزیزیہ (۲) وغیرہ میں درج ہیں۔ بہر حال شخص مذکور کے لئے اپنے بھائی پیر سے فیض کا دروازہ تو بند ہو گیا ہے اور بیعت بھی برائے بیعت رہ گئی حقیقۃً باقی نہیں رہی۔ واقعات کو صحیح صحیح بیان کرنا سائل کی ذمہ داری ہے، مسائل کے بیان سے ہی جواب مرتب ہوتا ہے۔ اگر واقعات اس کے خلاف ہوں گے تو جواب بھی کچھ اور ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۹/۸۷ھ۔

بزرگوں کے اس عمل کا اتباع جو کتاب وسنت کے خلاف ہے

سوال [۱۵۷۹]: دینی امور میں صرف بزرگوں کے عمل کو اہمیت دینی چاہئے یا قرآن وسنت کو معیار حق تصور کیا جائے؟ کیونکہ معاملہ میں ہمارے بعض بزرگوں کے عمل ایسے بھی آجاتے ہیں کہ وہ باتیں سراسر طریقۂ سنت سے متصادم نظر آتی ہیں تو ایسے موقعوں پر بزرگوں کے عمل کو حجت مانا جائے یا قرآن وسنت پر عمل کیا جائے کیونکہ باقتضائے بشریت بزرگوں سے لغزشات کے امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ ایسی صورت میں عمل کس پر کیا جائے؟ بینوا توجروا یوم الحساب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل سرچشمۂ ہدایت قرآن کریم ہے، عوام کے لئے بھی "ھدی للناس" خواص کے لئے "ھدی

(۱) "وعن سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "حق کبیر الإخوۃ علی صغیرھم حق الوالد علی ولدہ". (مشکوۃ المصابیح، باب الشفقۃ والرحمۃ، ص: ۴۲۱، قدیمی)

(وکذا فی شعب الإیمان للبیہقی: ۶/۲۱۰، رقم الحدیث: ۷۹۲۹، الهند)

(۲) دیکھئے (فتاوی عزیزی: ۲/۱۰۴، ۱۰۵، مکتبہ رحیمیہ دیوبند یوپی)

(وتربیت السالک: ۱/۰، دار الاشاعت کراچی)

بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے۔ یا خلاف سنت طریقہ پر بیٹھتا ہے تو وہ اپنے عمل میں معذور ہوگا اور ترکِ سنت کے وبال سے محفوظ رہے گا (۱) اور دوسروں کو اس کا اتباع درست نہیں ہوگا (۲) نہ اس پر اعتراض درست ہوگا (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۳/۱۴۰۱ھ۔

کلام مشائخ میں خلافِ شرع بات ہو تو کیا کیا جائے

سوال [۱۵۸۰]: مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ، محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور بہت سے دوسرے اہلِ حق بزرگوں کے کلام میں ایسے اقوال اور رموز بھی ملتے ہیں جو بظاہر شریعت کے خلاف معلوم ہوتے ہیں، ان کے بارے میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے؟ رد کرے یا سکوت

= المحمدية فإنه كاذب في دعواه في نفس الأمر حتى يتبع الشرع المحمدي، والدين النبوي في جميع أقواله وأفعاله وأحواله، كما ثبت في الصحيح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: "من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد" ولهذا قال: ﴿قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله﴾ ...... ثم قال تعالى: ﴿ويغفر لكم ذنوبكم والله غفور رحيم﴾ باتباعكم الرسول صلى الله عليه وسلم يحصل لكم هذا كله من بركة سفارته، ثم قال تعالى آمراً لكل أحد من خاص وعام: ﴿قل أطيعوا الله والرسول فإن تولوا﴾ خالفوا عن أمره: ﴿فإن الله لا يحب الكفرين﴾ فدل على أن مخالفته في الطريقة كفر، والله لا يحب من اتصف بذلك، وإن ادعى وزعم في نفسه أنه محب لله ويتقرب إليه حتى يتابع الرسول النبي الأمي ...... لو كان الأنبياء بل المرسلون بل أولوا العزم منهم في زمانه ما وسعهم إلا اتباعه والدخول في طاعته واتباع شريعته". (تفسير ابن كثير: ۱/۴۷۷، دار السلام)

(۱) "وإذا تعذر على المريض كل القيام أو تعسر بوجود ألم شديد أو خاف زيادة المرض ...... صلى قاعداً بركوع وسجود لما روى عن عمران بن حصين قال: كانت بي بواسير، فسألت النبي صلى الله عليه وسلم عن الصلاة فقال: "صل قائماً، فإن لم تستطع فقاعداً، فإن لم تستطع فعلى جنب". (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب صلاة المريض، ص: ۴۳۰، ۴۳۱، قديمي)

(۲) اس لئے کہ معذور اور تندرست کے احکام میں فرق ہے، عذر کی وجہ سے جو تخفیف معذور کو حاصل ہے وہ تندرست کو نہیں حاصل ہوتی۔

(۳) اس لئے کہ جب وہ معذور ہے اور معذور پر کوئی تنگی نہیں تو اعتراض کرنا بھی درست نہ ہوا۔

اختیار کرے؟ اس مسئلہ میں جناب کی رہنمائی کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب کہ آپ ان کو اہل حق بزرگ تسلیم کرتے ہیں تو ان کے کلام میں خلاف شریعت اقوال کیسے ہو سکتے ہیں، کیونکہ بزرگی کی اولین شرط اتباع شریعت ہے(۱)۔ اصل یہ ہے کہ ہر فن کی اصطلاحات ہوتی ہیں جن کو اہل فن ہی جانتے ہیں جب تک ان اصطلاحات کو اہل فن سے حاصل نہ کیا جائے ان کا سمجھنا دشوار ہوتا ہے۔ حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تفسیر، کلام، فرائض، اسماء رجال، معانی، بیان، بدیع، صرف، نحو، حساب، منطق، فلسفہ، تاریخ، جغرافیہ، ریاضی وغیرہ وغیرہ جملہ علوم وفنون کا یہی حال ہے کہ اگر ان کو بغیر استاد کے محض اپنے مطالعہ سے حاصل کیا جائے تو وہ اصل فن نہیں ہوگا، بلکہ غلطیوں کا انبار ہوگا(۲)۔

شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہماری کتابوں کا مطالعہ اس شخص کے لئے جائز نہیں جو ہماری اصطلاحات سے واقف نہ ہو۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول سے جو غلط فہمی پھیلی اور پھیلائی گئی

---

(۱) "والولی هو العارف بالله تعالیٰ حسب ما يمكن، المواظب على الطاعات، المجتنب عن المعاصي".
(شرح العقائد ص: ۱۲۵، مکتبہ خیر کثیر کراچی)

وفي النبراس: "حتى أنه خرج بالكبيرة و إصرار الصغيرة عن الولاية". (ص: ۴۹۵، امدادیہ ملتان)

"ہر وہ مسلمان جو شریعت کا پابند ہو، متقی، پرہیزگار ہو، صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو وہ ولی اللہ ہے، قال حکیم الأمة التهانوي رحمه الله: "هو العارف بالله تعالیٰ و صفاته حسب ما يمكن، المواظب على الطاعات، المجتنب عن المعاصي، المعرض عن الانهماك في اللذات والشهوات". (فتاوی حقانیہ، کتاب السلوک: ۲/۲۵۵، دار العلوم حقانیہ)

(۲) "ينبغي للإنسان أن يعرض عنها بكل وجه أمكنه، فإنها مشتملة على حقائق يعسر فهمها إلا على العارفين المتضلعين من الكتاب والسنة، والمطلعين على حقائق المعارف و عوارف الحقائق، فمن لم يصل لهذه المرتبة يخشى عليه منها مزلة القدم، والوقوع في مهاوٍ، والوقوع في مهامه الحيرة والندم كما شاهدناه في أناس جهال أرادوا مطالعتها ... وأيضاً ففي تلك الكتب مواضع عبر عنها بما لا =

اور ان کے کلام میں ایسی چیزیں داخل کردی گئی ہیں جو خلاف شریعت ہیں ان کو تفصیل کے ساتھ شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ "الیواقیت والجواہر" اور "کبریت احمر" میں بیان کیا ہے۔ نیز مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "التنبیہ الطربی فی تنزیہ ابن العربی" میں ان چیزوں کو واضح کیا ہے۔ ان کے مطالعہ کے بعد شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ کا کلام بالکل بے غبار ہوجاتا ہے۔ مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں جو اقوال خلاف شریعت معلوم ہوں ان کو سمجھنے کے لئے مثنوی کی شرح کلید مثنوی کافی اور شافی ہے، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا کلام خود اس قدر مبسوط ہے کہ اگر ایک جگہ کچھ غلجان ہوتو دوسری جگہ اس کی تشریح مل جاتی ہے جیسا کہ ان کی کتب "الخیر الکثیر"، "البدور البازغہ"، "ازالۃ الخفاء"، "حجۃ اللہ البالغہ" اور "تفہیمات الٰہیہ" وغیرہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے ان اکابر کے جس کلام کا صحیح محمل سمجھ میں نہ آئے اور الفاظ ظاہرہ سے خلاف شریعت مطلب نکلتا ہوتو نہ اس مطلب پر عمل کیا جائے کیونکہ وہ خلاف شریعت ہے نہ اس مطلب کو ان حضرات کی طرف منسوب کیا جائے بلکہ ظاہری مطلب کو غلط تصور کرتے ہوئے یہ سمجھنا چاہئے کہ اس کا کوئی اور مطلب ہے جس کو ہم نہیں سمجھ سکے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

فقیری جماعت میں داخل کرنے کے لئے تمام جسم پر استرہ

سوال [۱۵۸۱]: اس علاقہ میں قوم فقیر جب کسی شخص کو اپنی فقیری جماعت میں داخل کرتی ہے تو اس فقیری جماعت کا پیر یا بزرگ شخص شریک ہونے والے شخص کے تمام بدن کے بال استرے سے منڈوانے کا حکم دیتا ہے وہ اس کے حکم پر تمام بدن کے بال ماسور شخص استرے سے بالکل منڈوا دیتا ہے یہاں تک کہ اگر کسی شخص نے پہلے سے چہرے پر سنت یا غیر سنت کے مطابق داڑھی رکھ لی ہے تو اس کو بھی منڈوا دیتے ہیں اور جماعت فقیر میں شریک ہوجاتا ہے۔ اور یہ مشہور کر رکھا ہے کہ یہ دستور اور سلسلہ خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا تھا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح سے فقیری جماعت میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟ اور خواجہ حسن بصری

= يطابقه ظواهر عباراتها، اشكالاً على اصطلاح مقرر عند واضعها، فيفهم مظاهرها ظواهرها الغير المرادة، فيضل ضلالاً مبيناً الخ". (الفتاوى الحديثية، ص: ٣٨٨، ٣٨٩، قديمي)

رحمہ اللہ تعالیٰ کا حوالہ دیا گیا ہے؟ اس کی کیا حقیقت ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

یہ طریقہ حرام اور سخت معصیت ہے(۱) حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کو منسوب کرنا صریح بہتان ہے، ان پر افتراء ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲/۵/۱۳۹۹ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

www.ahlehaq.org

---

(۱) قال الإمام الغزالي: "عن سهل بن عبد الله: "كل وجد لا يشهد له الكتاب والسنة فباطل". (إحياء علوم الدين، كتاب عوارف المعارف: ۵/۸۴، مكتبه حقانيه، پشاور)

وقال مجدد الألف الثاني رحمه الله تعالى: "كل حقيقة ردته الشريعة، فهو زندقة".

(مكتوبات: ۱/۱۱۳، دفتر اول مكتوب: ۳۳، سعيد)

"قال الشافعي رحمه الله تعالى: ما أحدث مما يخالف الكتب أو السنة أو الأثر أو الإجماع فهو ضلالة". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الإعتصام: ۱/۳۶۸، رشيديه)

کتاب السیر والتاریخ

باب فی شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(شمائلِ نبوی صلی اللہ علیٰ صاحبہا وسلم کا بیان)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کسی کا علم نہیں

سوال [۱۵۸۲]: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم میں اور ابلیس لعین کے علم میں کس کا علم زیادہ ہے؟ اور زیادتی کماً (مقدار میں) یا کیفاً (کیفیت میں) ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے اپنی ذات اور صفات کے متعلق اور شان نبوت کے لائق (مثلاً علم جنت، لوح محفوظ، کرسی، عرش، امور برزخ وآخرت وغیرہ) کا، جو علم عنایت فرمایا کسی اور نبی کو یا ورشتہ کو دیا بلکہ اولین وآخرین کے علم کا مجموعہ بھی اس کے برابر نہیں ہو سکتا (۱)۔ ان علوم میں کوئی بھی آپ کے مقابلہ میں نہیں ہو سکتا، ان علوم میں کسی کو بھی آپ کے مقابلہ میں نہیں لایا جا سکتا، کسی کو بھی یہ

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا أمرهم ... إلى أن قالت: ثم يقول: "إن أتقاكم وأعلمكم بالله أنا". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "أنا أعلمكم بالله": ۱/۷، باب أنا أعلمكم بالله، قديمي)

قال ابن حجر في شرحه: "قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أنا أعلمكم بالله" ظاهر في أن العلم بالله درجات، وأن بعض الناس فيه أفضل من بعض، وأن النبي منه في أعلى الدرجات، والعلم بالله يتناول ما بصفاته وما بأحكامه وما يتعلق بذلك". (فتح الباري: ۱/۹۶، كتاب الإيمان، قديمي)

وفي امداد الفتاوى: "وأن سيدنا وشفيعنا محمداً صلى الله تعالى عليه وسلم أعلم الخلق وأفضلهم جميعاً". (۴/۳۴۷، مكتبه دار العلوم)

فضل وکمال حاصل نہیں ہے۔ پھر ابلیس لعین کو مقابلہ میں ذکر کرنا انتہائی ذاتی بغض اور علم وشرف سے تہی دستی اور شان اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی واقفیت سے بے مائیگی پر مبنی ہے۔ رہا خبیث وگندی چیزوں کا علم تو یہ مدار فضل وکمال نہیں، موجب قرب الٰہی نہیں، باعث رفع درجات نہیں، اگر یہ علوم ابلیس یا اس کی ذریت یا کسی جنوں کو حاصل ہوں تو ان کا حال ایسا ہے جیسے کسی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مائۃ حاضرہ حضور پرنور کے مقابلہ میں خنزیر کو پاخانہ کے ذائقہ کا علم حاصل ہوجائے، کوئی ادنیٰ فہم والا بھی یہ نہیں کہے گا کہ اس سے خنزیر کا مقام بلند ہوگیا یا وہ بڑا عالم ہوگیا اور اعلیٰ حضرت کا مقام پست ہوگیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کوئی عیب نہیں

سوال [۱۵۸۳] : جس طرح اللہ تعالیٰ پاک اور بے عیب ہے ایسے ہی ہمارے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پاک اور بے عیب ہیں یا ان کے اندر کوئی عیب ہے؟ یعنی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اندر کوئی عیب ہے یا نہیں؟ اور روز حشر میں ان کا حساب لیا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس قدر صفات محمودہ کسی محبوب ومقبول کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہیں وہ سب ہی حضرت اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں موجود تھے اور کوئی عیب آپ میں موجود نہیں تھا (۱)۔

---

(۱) "فهو تعالى وصف الأنبياء بالأوصاف الحميدة ثم قال لمحمد صلى الله تعالى عليه وسلم: ﴿أولئك الذين هدى الله فبهداهم اقتده﴾ أمره بأن يقتدي بهم بأسرهم فيكون آتياً به، وإلا يكون تاركاً للأمر وتارك الأمر عاص، ومن أنه ليس كذلك، وإذا أتى بجميع ما أتوا به من الخصال الحميدة فقد اجتمع فيه ما كان متفرقاً فيهم، فيكون أفضل منهم" (أصول الدين للرازي، ص: ۱۰۳)

"إن أفضل المخلوقات في الدنيا والآخرة هو سيدنا محمد صلى الله تعالى عليه وسلم الذي جمع كل خلال الخير ونعوت الكمال، وبعثه صلى الله تعالى عليه وسلم عامة لجميع المكلفين، وتفضيله صلى الله تعالى عليه وسلم على جميع المخلوقات مما أجمع عليه المسلمون لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أنا أكرم الأولين والآخرين على الله ولا فخر"" (الكوكب الأزهر شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۲۳)

www.ahlehaq.org

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا حساب لیا جاتا آپ کی شفاعت سے دوسروں کا حساب معاف ہوگا(۱)اور مختلف قسم کی سہولتیں ملیں گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ دار العلوم دیوبند، ۱۲/ ۷/ ۹۵ھ۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نسیان

سوال[۱۵۸۴]: بعض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی نسیان نہیں ہوا، جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نسیان ثابت کرے اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سخت توہین کی، گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبی نہیں مانتا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم سحر (جادو) تمام کا تمام دیا گیا تھا مگر آپ نے عمل سحر نہیں کیا، کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جس طرح تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں"(۲)اتنی بات ضرور ہے کہ دینی امور میں آپ سے بھول نہیں ہوتی تھی اگر کبھی اتفاقیہ بھول ہوئی ہے تو فوراً آپ کو متنبہ کر دیا گیا(۳)۔

---

(۱) "فيأتوني فأنطلق فأستاذن على ربي فيؤذن، فإذا رأيت ربي وقعت له ساجداً، فيدعني ما شاء، ثم يقال: ارفع رأسك وسل تعطه، وقل تسمع، واشفع تشفع، فأرفع رأسي فأحمده بتحميد يعلمنيه، ثم أشفع فيحد لي حداً فأدخلهم الجنة، ثم أعود إليه، فإذا رأيت ربي مثله ثم أشفع فيحد لي حداً فأدخلهم الجنة، ثم أعود الرابعة فأقول: ما بقي في النار إلا من حبسه القرآن ووجب عليه الخلود الخ". (صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب قول الله: وعلم آدم الأسماء كلها: ۲/ ۶۴۳، قديمي)

(۲) "ولكن إنما أنا بشر مثلكم أنسى كما تنسون، فإذا نسيت فذكروني الخ". (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب التوجه نحو القبلة حيث كان: ۱/ ۵۸، قديمي)

"قوله: (قال: وما ذاك) وفيه دليل على جواز وقوع السهو من الأنبياء عليهم السلام في الأفعال". (فتح الباري، كتاب الصلاة، باب التوجه نحو القبلة حيث كان: ۱/ ۶۲۴، قديمي)

(۳) "وظاهر قوله صلى الله تعالى عليه وسلم (إنما أنسى لأسن) أنه يورد عليه النسيان من قبل الله سبحانه وتعالى (ليقتدى به) إلا أنه لا يقر عليه فيما هو أمر ديني لكن ينبه". (المسامرة بشرح المسايرة: —

سحر سے بچنا واجب ہے(۱) اور ساحر کے متعلق فقہاء نے کلام کیا ہے کہ اگر اس کے سحر میں کفر ہے تو اس کو قتل کر دیا جائے (۲) اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم قرآن دیا گیا تھا کہ اس کے ذریعہ سے سحر کو بھی دفع فرمایا تھا علم سحر نہیں دیا گیا (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۳/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

مہر نبوت اور جسم اطہر پر مکھی نہیں بیٹھی

سوال[۱۵۹۵]: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ دریافت طلب ہے کہ مہر نبوت کی اصلیت کیا ہے اور اس کا نام مہر نبوت کس نے رکھا اور مکھی آپ کے جسم اطہر پر بیٹھی تھی کہ نہیں؟

= ۲۳۳، المکتبة المحمودیة التجاریة بمصر)

"والمعصية عندنا مع الكبائر بعد البعثة مطلقاً، والصغائر عمداً لا سهواً، لكن لا يصرون ولا يقرون بل يتنبهون فينتهون" (شرح المقاصد، المقصد السادس في السمعيات، فصل في النبوة: ۵/۵۰، دار الكتب العلمية)

(۱) "السحر حرام بلا خلاف بين أهل العلم، واعتقاد إباحته كفر". (رد المحتار، باب المرتد، مطلب في الساحر والزنديق: ۴/۲۴۰، سعيد)

"وتعلم السحر حرام بلا خلاف بين أهل العلم، واعتقاد إباحته كفر" (فتح القدير، باب المرتد: ۶/۹۹، مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر)

(۲) "وإنما إذا كان سحراً هو كفر، ليقتل الساحر لا الساحرة؛ لأن علة القتل الردة والمرتدة لا تقتل". (شرح الفقه الأكبر للملا علي القاري، ص: ۲۳۶، قديمي)

(۳) "ثم بعث علياً والزبير وعمار بن ياسر فنزحوا ماء البئر كأنه نقاعة الحناء، ثم رفعوا الصخرة وأخرجوا الجف، فإذا فيه مشاطة رأسه وأسنان من مشطه، وإذا فيه وتر معقود فيه اثنا عشر عقدة مغروزة بالإبر، فأنزل الله تعالى السورتين، فجعل كلما قرأ آية انحلت عقدة، ووجد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم خفة حين انحلت العقدة الأخيرة" (تفسير ابن كثير، [سورة الفلق]: ۴/۷۴۳، مكتبه دار الفيحاء)

www.ahlehaq.org

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہت سی احادیث میں خاتم نبوت کا ذکر آیا ہے اس کی مثال بیان کی گئی ہے کہ وہ بیضوی شکل میں کبوتر کے بیضے کے برابر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان سرخ رسولی کی طرح تھی بعض احادیث میں ہے کہ اس پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر ولادت ہی کے وقت سے تھی اور وصال کے بعد وہ نہیں رہی تھی۔ فتح الباری (۱)، نووی (۲)، جمع الوسائل (۳)، وغیرہ میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے۔ اور جسم اطہر پر بلکہ لباس مبارک میں مکھی نہ بیٹھنے کی روایت خصائص کبری (۴)، اور فتح العزیز وغیرہ میں موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مختون پیدا ہوئے؟

سوال [۱۰۸۹۶]: انبیاء میں چند پیغمبروں کا مولود مختون ہونا شامی کے پانچویں جز میں ۷۲۷ میں ہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مختون مولود ہوئے یا نہیں؟

---

(۱) "وعن الجعد بن عبد الرحمن قال: سمعت السائب بن يزيد قال: ذهبت بي خالتي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقالت: يا رسول الله! إن ابن اختي وقع، فمسح رأسي، ودعالي بالبركة، وتوضأ فشربت من وضوئه، ثم قمت خلف ظهره فنظرت إلى خاتم النبوة بين كتفيه". قوله: باب خاتم النبوة: أي صفته، وهو الذي كان بين كتفي النبي صلى الله عليه وسلم وكان من العلامات التي كان أهل الكتاب يعرفونه بها، وادعى عياض هنا أن الخاتم هو أثر شق الملكين لما بين كتفيه الخ". (فتح الباري، باب خاتم النبوة: ۶/ ۶۹۲، قديمي)

(۲) شرح المسلم للنووي رحمه الله عليه: ۲/ ۲۵۹، باب إثبات خاتم النبوة الخ، قديمي)

(۳) جمع الوسائل في شرح الشمائل لملا علي القاري: ۱/ ۴۲، باب ما جاء في خاتم النبوة، إدارة التاليفات أشرفية، ملتان)

(۴) "ذكر القاضي عياض في الشفاء والعزفي في مولده أن من خصائصه صلى الله عليه وسلم أنه كان لا ينزل عليه الذباب، وذكره ابن سبع في الخصائص بلفظ: أنه لم يقع على ثيابه ذباب قط الخ". (الخصائص الكبرى، باب ما كان لا ينزل الذباب عليه: ۱/ ۶۸، دار الكتب العلمية)

الجواب حامداً ومصلیاً:

"قد اختلف الرواة والحفاظ في ولادة نبينا صلى الله عليه وسلم مختوناً، ولم يصح فيه شيء، وأطال الذهبي في رد قول الحاكم: إنه لو تواترت به الرواية وقد شت عند هم صحة الحديث. وقال بعض المحققين من الحفاظ: الأشبه بالصواب أنه لم يولد مختوناً".

(رد المحتار جلد خامس، مسائل شتی)(۱)۔ خصائص کبریٰ میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ختنہ کیا تھا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

معراج سے واپسی براق پر ہوئی

سوال[۱۵۹۷]: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر بذریعہ براق تشریف لے گئے مگر واپسی کس طرح ہوئی؟

---

(۱) (رد المحتار: ۶/۲۲۶، ۷۵۶، مسائل شتی، سعید)

(۲) "ما وجدت هذا القول في الخصائص الكبرى إلا أنه ذكر في روايات عديدة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان مختوناً. وقال صلى الله عليه وسلم: "من كرامتي على ربي أني ولدت مختوناً ولم ير أحد سوأتي". بل ذكر في تاريخ الخميس وقد حصل من الاختلاف في ختانه صلى الله عليه وسلم ثلاثة أقوال كما أشرنا إليه سابقاً" (الخصائص الكبرى: باب الآية في ولادته صلى الله تعالى عليه وسلم مختوناً: ۱/۵۰، المكتبة الحقانية پشاور)

"الأول: أنه ولد مختوناً كما تقدم، الثاني: أنه ختنه صلى الله عليه وسلم جده عبد المطلب يوم سابعه وصنع له مأدبة، وسماه محمداً. رواه وليد بن مسلم بسنده إلى ابن عباس وحكاه ابن عبد البر في التمهيد وابن الأثير في أسد الغابة. والثالث أنه ختن عند حليمة كذا ذكره ابن القيم والدمياطي ومغلطاي، قالا: إن جبريل ختنه حين طهر قلبه، وكذا أخرجه الطبراني في الأوسط وأبو نعيم من حديث أبي بكرة. وقال الذهبي: وهذا منكر". (تاريخ الخميس، ذكر ختانه صلى الله عليه وسلم: ۱/۲۰۳، ۲۰۴، مؤسسة شعبان للنشر والتوزيع بيروت)

(وانظر التفصيل في تحفة المولود بأحكام المولود للحافظ ابن القيم، الفصل الثالث عشر في ختان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۱۵۸، ۱۶۳، دار الكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس طرح تشریف لے گئے اسی طرح واپسی ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۲/۱۳ھ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے صدقہ کی حرمت کی تفصیل

سوال[۱۵۸۸]: زید کہتا ہے کہ صدقہ خواہ فرض ہو کہ نفل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا حرام تھا، اور بکر کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صدقہ فرض یا نفل کھانا حلال تھا، بکر کی دلیل یہ ہے: "عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان في بريرة ثلث سنن: إحدى السنن أنها عتقت فخيرت في زوجها، وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الولاء لمن اعتق" ودخل رسول الله صلى الله عليه وسلم والبرمة تفور بلحم فقرب إليه خبز وأدم من أدم البيت، فقال: "ألم أر برمة فيها لحم؟" قالوا: بلى! ولكن ذلك لحم تصدق به على بريرة رضي الله عنها، وأنت لاتأكل الصدقة، قال: "هو عليها صدقة، ولنا هدية" متفق عليه". مشكوة شريف، ص: ۱۶۱(۱)۔

بکر یہ حدیث بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صدقہ کھانا حرام تھا تو کیوں حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے گوشت صدقہ کا کھاتے کس کا قول صحیح ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بکر نے اپنے دعویٰ پر جو حدیث دلیل میں پیش کی ہے اس میں تقریب تام نہیں، اس لحم کا صدقہ ہونا حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر ختم ہو گیا، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے خدمتِ اقدس میں ہدیہ ہو کر پیش کیا گیا نہ کہ صدقہ ہو کر، عام دستور تھا کہ کوئی چیز بطورِ صدقہ پیش کی جاتی تو مستحقین صدقہ، اصحابِ صفہ وغیرہ کو عنایت فرما دیتے خود نوش نہیں فرماتے تھے(۲)۔

---

(۱) (مرقاة المفاتيح: ۳۳۷/۴، رقم الحديث: ۱۸۲۵، باب من لاتحل له الصدقة، رشيديه)

(۲) "قال حدثنا بهز بن حكيم عن أبيه عن جده، قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا أتي بالشيء سأل: "أهدية هو أم صدقة"؟ فإن قالوا: هدية بسط يديه، وإن قالوا صدقة قال لأصحابه "كلوا". (شرح معاني الآثار: ۱/۱۵، باب الصدقة على بني هاشم، سعيد)

(وكذا في مرقاة المفاتيح: ۳۳۷/۴، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلياً:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں ایک نام نور بھی ہے بصرح بہ ابن القیم وغیرہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کی تصریح شفائے قاضی عیاض (١)، خصائص کبریٰ (٢)، فتح العزیز، مدارج النبوۃ (٣) وغیرہ بہت سی کتابوں میں ہے، ان حضرات نے وہی استدلال کیا ہے جو کہ سائل نے لکھا ہے، مگر کوئی روایت مرفوع پیش نہیں کر سکے جیسا کہ دیگر معجزات سے متعلق مرفوع روایات موجود ہیں، البتہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ایک واقعہ نقل کیا ہے، اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوپہر کے وقت تشریف لانا اور آپ کے سایہ مبارک ہونا صاف مذکور ہے: "فقالت بينما أنا يوماً بنصف النهار إذا أنا بظل رسول الله صلى الله عليه وسلم مقبل الخ" (مسند أحمد: ٥/١٣٢ (٤)۔

---

(١) "و من ذلك ...... أنه كان لا ظل لشخصه في شمس و لا قمر؛ لأنه كان نوراً": أي بنفسه وانور لا ظل له لعدم جرمه، و هذا معنى ما في النوادر، و لفظها: "لم يكن له ظل في شمس و لا قمر" و نقله الحلبي عن ابن سبع أيضاً". (شرح الشفاء، الباب السابع، فصل و من ذلك ما ظهر من الآيات عند مولده: ١/٣٥٤، دار الكتب)

(٢) "أخرج الحكيم الترمذي عن ذكوان أن رسول الله ﷺ لم يكن يرى له ظل في شمس و لا قمر، قال ابن سبع: من خصائصه أن ظله كان لا يقع على الأرض و أنه كان نوراً، فكان إذا مشى في الشمس أو القمر لا ينظر له ظل، قال بعضهم: و يشهد له حديث قوله ﷺ في دعائه: "و اجعلني نوراً". (الخصائص الكبرى، باب الآية في أنه ﷺ لم يكن يرى له ظل: ١/١٢٢، المكتبة الحقانية بشاور)

(٣) "حضور اکرم ﷺ کا سایہ نہ تھا، نہ آفتاب کی روشنی میں نہ چاندنی میں۔ اسے حکیم ترمذی نے ذکوان سے نوادر الاصول میں روایت کیا ہے، ان بزرگوں پر تعجب ہے کہ چراغ کی روشنی کا ذکر نہ فرمایا، نور آپ کے اسمائے مبارکہ میں سے ایک نام ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا"۔ مولانا جامی نے خوب کہا

ای دو گیتی دان علام   بے سایہ و سائبان عالم

(مدارج النبوة (مترجم) حصہ اول: ١/٣٣، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

(٤) مسند أحمد: ٦/١٣٢، حديث السيدة عائشة، رقم الحديث: ٢٤٣٨١، دار إحياء التراث العربي)

نیز حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی یک روایت حادی الأرواح إلى بلاد الأفراح جلد اول، باب اول، ص: ۴۲ میں ہے(۱) جس میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک کو خود ملاحظہ فرمانا منقول ہے "لقد رأیت ظلی" دونوں روایتیں مرفوع ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو قتل کیا؟

سوال [۱۵۰۰]: حدیث: "اشتد غضب اللہ علی من قتله النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سبیل اللہ" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے لوگوں کو فی سبیل اللہ قتل فرمایا ہے، اور وہ کون ہیں؟ مع حوالہ کے جواب عنایت فرمائیں تو کرم ہوگا۔ محمد نور اللہ دربھنگوی، متعلم دارالعلوم دیوبند۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اُبی ابن خلف ایک مرتبہ گھوڑے پر سوار غزوۂ احد میں ایسے وقت قریب پہنچا کہ شیطان نے آواز لگائی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقتول (شہید) ہو گئے، (حالانکہ آپ صرف مجروح ہوئے تھے) اور پہلے سے اس نے یہ کہا تھا کہ میں قتل کروں گا، جیسے ہی وہ سامنے آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن صمہ انصاری رضی اللہ عنہ سے نیزہ لے کر اس کے مارا جو اس کے گلے پر لگا جس سے وہ بدحواس و بےتاب ہو کر بھاگا، لوگوں نے اس کو تسلی بھی دی کہ معمولی خراش لگی ہے، اس نے کہا کہ یہ خراش اگر تمام اہل حجاز کے لگ جائے تو سب مرجائیں، اسی خراش سے وہ "سرف" میں جا کر مر گیا، بس یہ ایک ہی شخص اپنی خصوصیت وملعونیت میں منفرد ہے، جس پر اشد ار غضب کی یہ وعید ہے، یہ واقعہ تفصیل سے زاد المعاد جلد دوم، ص: ۱۳۰ میں مذکور ہے(۲)۔

---

(۱) "عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم صلاة الصبح، ثم مد یدہ ثم أخرها، فلما سلم قیل له: یا رسول اللہ! قد صنعت فی صلوتک شیئا لم تصنعه فی غیرہ؟ قال: ... "حتی لقد رأیت ظلی وظلکم فرمأت إلیکم أن استأخروا الخ". (حادی الأرواح إلى بلاد الأفراح لابن قیم الجوزیة: ۱/۴۲، باب اول)

(وکذا فی نظام الفتاوی ۲/۳۵۴، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(۲) "ویقول: أنا علیه محمد، فبلغ ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فقال: "بل أنا أقتله إن شاء اللہ تعالیٰ" فلما طعنه تذکر عدو اللہ تعالیٰ قوله: "أنا قاتله" فأیقن بأنه مقتول من ذلک الجرح، فمات منه فی طریقه بسرف مرجعه إلی مکة". (زاد المعاد، فصل فی غزوة أحد ص: ۴۸۰، دار الفکر بیروت)

نیز شروح بخاری فتح الباری (۱)، عمدۃ القاری (۲)، ارشاد الساری (۳) وغیرہ میں بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۳/۹۳ھ۔

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۹۰/سال تھی؟

سوال [۶۵۹۱]: خلاصۃ الانبیاء ترجمہ قصص الانبیاء مؤلف مولوی نذیر حسین صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک نوے برس بتائی ہے جس میں سے ۶۳/سال کی مدنی زندگی اور ۲۷/سال معراج کی زندگی بتائی ہے جبکہ دیگر فقہ وحدیث کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ایک رات میں ہوئی، پھر معراج میں ۲۷ برس گذرنے سے کیا مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف نوے برس بتانا غلط ہے، (۴) معراج کی عمر ۲۷ برس نہیں ہے، وہ تو بہت جلد ایک ہی شب کے کچھ حصہ میں ہوگئی تھی، اس میں ۲۷/برس صرف نہیں ہوئے (۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۹/۹۶ھ۔

---

(۱) "قوله: (اشتد غضب الله على رجل يقتله رسول الله في سبيل الله) زاد سعيد ابن منصور من مرسل عكرمة "يقتله رسول الله بيده" الخ". (فتح الباري، كتاب المغازي، باب ما أصاب النبي صلى الله عليه وسلم من الجراح يوم أحد: ۷/۴۷۲، قديمي)

(۲) "قال في ذلك الوقت: "اشتد غضب الله على رجل يقتله رسول الله صلى الله عليه وسلم" الخ". (عمدة القاري، كتاب المغازي، باب ما أصاب النبي صلى الله عليه وسلم من الجراح يوم أحد: ۱۷/۱۰۴، مكتبة إدارة الطباعة المنيرية دمشق)

(۳) (إرشاد الساري، باب ما أصاب النبي صلى الله عليه وسلم من الجراح يوم أحد: ۹/۱۰۸، دار الكتب العلمية)

(۴) "عن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم مات وهو ابن ثلث وستين سنة". (الشمائل الترمذية، ص: ۲۴۹، باب ما جاء في سن رسول الله صلى الله عليه وسلم، مكتبة الشيخ كراچی)

"عن أنس بن مالك رضي الله عنه أنه سمعه يقول: ... بعثه الله على رأس أربعين سنة، فأقام بمكة عشر سنين وبالمدينة عشر سنين، وتوفاه الله وليس في رأسه ولحيته عشرون شعرة بيضاء". (صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب صفة النبي صلى الله عليه وسلم: ۱/۵۰۲، قديمي)

(۵) "(ليلاً) ظرف لأسرى، وفائدته الدلالة بتنكيره على تقليل مدة الإسراء، وأنها بعض من أجزاء الليل" —

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کسی پتھر پر منقوش تھے مثل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے، مجھ سے اس کے بارے میں پوچھا تھا میں نے لا نصدق ولا نکذب سے جواب دیا، چونکہ مجھے اس کا علم نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی پتھر پر قدم مبارک رکھنے سے پتھر میں قدم مبارک کا نقش اتر آنا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کا نقش اتر آیا تھا، کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱/۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/محرم/۶۸ھ۔

کھانے اور سونے کا معمول

سوال [۱۵۹۴]: رات کے کھانے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیلولہ کا کیا معمول تھا؟ سوتے تھے یا کچھ دیر بعد اور کتنی دیر قیلولہ فرمایا کرتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس دور میں کھانے کا آج کل کی طرح طول طویل قصہ تھا اور نہ تکلف تھا بلکہ کثرت فاقے کی نوبت رہتی تھی کہ کھجور کھالی، پانی پی لیا، روٹی گوشت کی نوبت بہت کم آتی تھی، نہ کھانے اور سونے کی تعیین و پابندی تھی: کبھی سویرے کھانے کو موقع مل گیا، کبھی دیر میں، کبھی بالکل نہ کھانا غائب ہو گیا صبح کو کھا لیا تو شام کو نہ ملا، شام کو کھا لیا تو صبح کو نہیں، دو وقت مسلسل کم ہی نوبت آتی ہوگی (۱)۔

---

(۱) "عن عائشة رضي الله عنها أنها قالت: ما شبع آل محمد صلى الله عليه وسلم من خبز الشعير يومين متتابعين حتى قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم".

"وعن ابن عباس رضي الله عنهما قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يبيت الليالي المتتابعة طاوياً هو وأهله لا يجدون". (شمائل الترمذي، باب ما جاء في صفة خبز رسول الله صلى الله عليه وسلم ص: ۸۴، ۸۵، مكتبة الشيخ)

(والمسند للإمام أحمد: [illegible]، رقم الحديث: [illegible]، دار إحياء التراث)

پھر سردی کے ایام میں تعجیل تو ہوتا تھا اور ظہر کی نماز زوال کے بعد ہی ادا فرما لیتے تھے اور گرمی کے دنوں میں قیلولہ دیر تک فرماتے تھے اور ظہر کی نماز بھی زوال سے دیر بعد ہوتی تھی، جمعہ کے روز کیا؟ اور قیلولہ کا موقع نماز جمعہ کے بعد ہوتا تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۷/ ذی قعدہ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۱/ ۵/ ۸۷ھ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کس رنگ کا لباس پسند تھا؟

سوال [۱۵۵۵]: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کونسا لباس پسند تھا، سفید اور ہرے رنگ کا یا لال اور زرد رنگ کا؟ ایک صاحب نے تجرید بخاری کا حوالہ دیکر ارشاد فرمایا کہ آپ کو زرد اور لال رنگ زیادہ محبوب و پسند تھا۔ نیز تجرید بخاری کی صحت پر رائے تحریر فرمائیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

خاص سفید لباس پسند تھا، کذا فی شمائل الترمذی (۱) لال سیاہ دھاری دار بھی استعمال فرمایا ہے، خالص سرخ اور خالص زرد کو منع فرمایا ہے (۲)۔

بخاری شریف کی احادیث کو مختصراً تجرید میں لیا گیا ہے، بخاری شریف میں کوئی حدیث موضوع

---

(۱) "عن سمرة بن جندب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "البسوا البياض فإنها أطهر وأطيب، وكفنوا فيها موتاكم". (شمائل الترمذي، باب ماجاء في لباس رسول الله صلى الله عليه وسلم، ص: ۵، مكتبة شيخ كراچي)

وذكر ابن القيم الجوزية رحمه الله تعالى في "زاد المعاد": "وكان أحب الألوان إليه البياض، وقال: هي من خير ثيابكم، فالبسوها، وكفنوا فيها موتاكم". (ص: ۵۲، فصل في ملابسه، دار الفكر)

(۲) "ولبس حلة حمراء، والحلة إزار ورداء، ولا تكون الحلة إلا اسماً للثوبين معاً، وغلط من ظن أنها كانت حمراء بحتاً لا يخالطها غيره، وإنما الحلة الحمراء بردان يمانيان منسوجان بخطوط حمر مع الأسود، وإلا فالأحمر البحت منهي عنه أشد النهي". (زاد المعاد، ص: ۵۳، فصل في ملابسه، دار الفكر)

نہیں (۱)، البتہ بعض روایت کو بعض پر فوقیت ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بخاری شریف کی کسی روایت پر غیر بخاری کی روایت کو ترجیح ہو (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۹/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۹/۹۱ھ۔

پیراہن مبارک کی لمبائی چوڑائی

سوال [۱۵۰۶]: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتا کیسا ہوتا تھا، کلیاں ہوتی تھیں یا نہیں؟ کتنا چوڑا ہوتا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عرب میں عام کلیوں کا دستور نہیں، ظاہر ہے کہ پیراہن مبارک بھی ایسا ہی ہوگا، لمبائی نصف ساق تک یا کچھ زیادہ معمولی تھی، ٹخنوں سے اوپر تک۔ آستین گٹوں تک اور انگلیوں تک، دونوں طرح ثابت ہیں، چوڑائی جسم مبارک کے مناسب (ڈھیلی ڈھالی) (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱ھ۔

---

(۱) "أما الصحيحان فقد اتفق المحدثون على أن جميع ما فيهما المرفوع صحيح بالقطع، وأنهما متواتران إلى مصنفيهما، وأنه كل من يهون أمرهما فهو مبتدع متبع غير سبيل المؤمنين". (حجة الله البالغة، مبحث في طبقة كتب الحديث: ۱/۲۴۲، مير محمد)

(۲) "وكون معارضه في البخاري لا يستلزم تقديمه بعد اشتراكهما في الصحة، بل يطلب الترجيح من خارج الخ". (فتح القدير، باب النوافل: ۱/۳۳۵، مصطفى البابي الحلبي مصر)

وانظر هذا البحث مفصلاً في: (كشف الباري، آخر مقدمة الكتاب: ۱/۱۸۵، ۱۸۹، مكتبه فاروقيه كراچي)

(۳) "عن أسماء بنت يزيد قالت: كان كم قميص رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى الرسغ".

"عن معاوية بن قرة عن أبيه قال: أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في رهط من مزينة لنبايعه، وإن قميصه لمطلق، أو قال: زر قميصه مطلق، قال: فأدخلت يدي في جيب قميصه، فمسست الخاتم".

(شمائل الترمذي، باب ما جاء في لباس رسول الله صلى الله عليه وسلم، ص: ۴، مكتبة السعيد)

"عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبس قميصاً قصير اليدين والطول".

نعلین شریفین کیسے تھے؟

سوال [۱۵۵۷]: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوتہ مبارک کیسا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سبتی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نیزہ کا طول وعرض

سوال [۱۵۵۸]: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نیزہ کا طول وعرض کیا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانچ نیزے تھے، بعض بڑے تھے بعض چھوٹے تھے، کسی کو نماز کے لئے سترہ بنایا جاتا تھا، کوئی قتال وغیرہ کے کام میں آتا تھا۔ زاد المعاد (۲)۔

"عن حذيفة رضي الله عنه قال: أخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بأسفل عضلة ساقي أو ساقه، فقال: "هذا موضع الإزار، فإن أبيت فأسفل، فإن أبيت فأسفل، فإن أبيت فلا حق للإزار في الكعبين".

"عن العلاء بن عبد الرحمن عن أبيه قال: قلت لأبي سعيد: هل سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئاً في الإزار؟ قال: نعم، سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "إزرة المؤمن إلى أنصاف ساقيه، لا جناح عليه ما بينه وبين الكعبين، وما أسفل من الكعبين" ... الحديث". (سنن ابن ماجه، كتاب اللباس و متعلقاته، ص: ۲۶۳، مير محمد كتب خانه)

وراجع للتفصيل: (شرح شمائل الترمذي، باب ما جاء في لباس رسول الله صلى الله عليه وسلم، ص: ۳۵، مكتبة الشيخ)

(۱) "عن قتادة قلت لأنس بن مالك: كيف كان نعل رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال: لهما قبالان". (شرح شمائل الترمذي، باب ما جاء في نعل رسول الله صلى الله عليه وسلم، ص: ۳۶، مكتبة الشيخ)

(وكذا في المشكوة، باب في النعال، ص: ۳۷۹، وابن ماجة، باب صفة النعال، ص: ۲۶۹، مير محمد كتب خانه)

(۲) "كانت له خمسة أرماح، يقال لأحدهم: المثوي، والآخر: المثنى، وحربة يقال لها: النبعة، وأخرى كبيرة تدعى: البيضاء، وأخرى صغيرة شبه العكاز يقال لها: العنزة يمشي بها أحياناً". (زاد المعاد ص ۵۱)

اور علامہ عینی وفتح الباری (۱) میں ان چیزوں کے نام بھی لکھے ہیں، اگر ایک ہی چیز ہوتا تو اس کے طول وعرض کو تلاش کیا جاتا، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر متعدد مقام پر کلام کیا ہے مگر طول نہیں لکھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۹۲ھ۔

بغل مبارک میں بال نہیں تھے

سوال[۱۵۹۹]: بغل کے بالوں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف کیا تھا؟ نیز بغل میں بال تھے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بغل مبارک میں بال نہیں تھے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

= مصباح في ذكر سلاح وآلاته صلى الله عليه وسلم، دار الفكر)

(۱) قال الحافظ ابن حجر رحمه الله تعالى: ويذكر عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم "جعل رزقي تحت ظل رمحي، وجعل الذلة والصغار على من خالف أمري". (فتح الباري: ۶/۱۲۲)

(وأيضاً فتح الباري، كتاب الصلاة، باب سترة الإمام سترة من خلفه: ۱/۵۷۲، قديمي)

(وأيضاً فتح الباري، كتاب الصلاة، باب الصلاة إلى العنزة: ۱/۵۷۶، قديمي)

(وأيضاً فتح الباري، كتاب الصلاة، باب السترة بمكة وغيرها: ۱/۵۸۵، قديمي)

(وأيضاً فتح الباري، كتاب العيدين، باب الصلاة إلى الحربة يوم العيد: ۱/۵۸۸، قديمي)

(۲) "عن أنس رضي الله عنه قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يرفع يديه في الدعاء حتى يُرى بياض إبطيه يعني في الاستسقاء الخ". (دلائل النبوة، ص: ۱/۲۴۲، باب صفة كفي رسول الله صلى الله عليه وسلم وقدميه وإبطيه وذراعيه وساقيه وصدره، دار الكتب العلمية)

(صحيح البخاري: ۱/۵۰۳، كتاب المناقب، باب صفة النبي صلى الله عليه وسلم، قديمي)

قال ابن حجر: "(بياض إبطيه) واختلف في المراد بوصف إبطيه بالبياض فقيل: لم يكن تحتهما

ناک شریف میں بال نہیں تھے

سوال [۱۲۰۰]: ناک کے بالوں سے متعلق آپ کا عمل شریف کیا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بال نہیں تھے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استرے سے بالوں کی صفائی

سوال [۱۲۰۱]: موئے زیر ناف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز سے صاف فرماتے تھے؟ اور بغل کے بال وغیرہ، ان وغیرہ کے بالوں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل کیا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

استرے سے موئے زیر ناف صاف کرنے کا عام معمول تھا، بقیہ مواقع مسئولہ میں بالوں کا ہونا منقول نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

رخسار مبارک پر بال

سوال [۱۲۰۲]: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار پر بال تھے یا نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منڈواتے تھے یا نہیں؟

---

(۱) "شعر منكبيه كلون جسده، ثم لون ذلك كلون تحت إبطه شعر نبت الخ" (فتح الباري، كتاب المناقب، باب صفة النبي صلى الله عليه وسلم، قديمي)

"وكان بطنه صلى الله عليه وسلم لا شعر عليه. قاله القرطبي" (شرح الزرقاني: ۶/۱۹۶، الفصل الرابع ما اختص به صلى الله عليه وسلم من الفضائل والكرامات، عباس أحمد الباز)

(۱) "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پر خاص خاص حصوں کے علاوہ سینے پر دو چھاتیوں پر اور پیٹ پر ان کے علاوہ کہیں بال نہیں تھے" (شرح شمائل ترمذی، شیخ الحدیث مولانا زکریا، باب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کا بیان، مکتبہ شیخ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہاں تھے(۱)۔ خط بنوانے کا معمول نہیں تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۔

کیا کسی وقت ننگے سر رہنے کا معمول تھا؟

سوال[۱۶۰۳]: آنحضرت ﷺ کھانے پینے کے وقت سر پر ٹوپی رکھا کرتے تھے یا نہیں؟ نماز کے علاوہ حالتوں میں آپ سر ڈھکے رہتے، یعنی سر پر کچھ ہوتا، سونے کے علاوہ چلتے پھرتے مجلسوں میں بیٹھنے، ملاقاتوں سے ملاقات، بات چیت کرنے میں آپ ٹوپی پہننے کا اہتمام کرتے تھے یا نہیں؟ اس سلسلہ کی احادیث کو بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ٹوپی پہننا، عمامہ باندھنا پسند تھا، اس کے خلاف کبھی کبھی ہوتا تھا(۲) ننگے سر رہنے کا فیشن جو آج کل رائج ہے یہ طریقہ نہیں تھا، جمع الوسائل شرح شمائل ترمذی میں روایت مذکور ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گدھے پر سواری فرمانا

سوال[۱۶۰۴]: ۱- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دائی حلیمہ سعدیہ دودھ پلانے کیلئے مدینے

---

(۱) "عن حسن بن علي رضي الله عنهما قال: سألت خالي هند بن أبي هالة -وكان وصافاً عن حلية رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأنا أشتهي أن يصف لي شيئاً أتعلق- فقال: "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم فخماً مفخماً، يتلألأ وجهه ... كث اللحية، سهل الخدين ... الخ" (شمائل الترمذي، باب ما جاء في خاتم النبوة، ص: [illegible]، سعيد)

(۲) (شمائل الترمذي، باب ما جاء في لباس رسول الله ﷺ، ص: [illegible]، سعيد)

(۳) (بذل المجهود شرح أبي داود، كتاب اللباس، باب ما جاء في حل الأزرار: ۵/۴۲، معهد الخليل كراچی)

(وسنن ابن ماجة، كتاب اللباس، باب ما جاء في حل الأزرار، رقم الحديث: ص ۳۶۸۳)

(وكذا في الشمائل المحمدية، باب ما جاء في لباس رسول الله ﷺ، ص: ۴۰، دار الكتب العلمية بيروت)

لے گئی تھیں یا اونٹنی پر؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ گدھے پر لے گئی تھیں۔ آپ پوری حقیقت پر روشنی ڈال دیں کہ کونسی سواری پر لے گئی تھیں؟ مع کتاب کے حوالے کے۔

۲... کبھی آپ نے گدھے پر سواری کی ہے یا نہیں؟ اگر آپ نے گدھے پر سواری کی ہے تو کون سے موقع پر کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... عرب میں گدھے پر سوار ہونا کوئی عیب نہیں تھا، اونچی حیثیت کے حضرات بھی سوار ہوتے تھے، جامعہ ازہر کے شیخ کی تنخواہ کے ساتھ ان کے گدھے کی بھی تنخواہ دی جاتی تھی جس پر وہ سوار ہو کر مکان سے تشریف لاتے تھے۔ حلیمہ سعدیہ بھی گدھے پر سوار ہو کر اپنے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے گئی تھیں، سیرت پاک کی کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے: "قالت (حليمة): ثم خرجت وركبت أتاني وحملته عليها معي، فوالله لقطعت بالركب ما يقدر عليها شيء من حمرهم، حتى إن صواحبي ليقلن لي: يا ابنة أبي ذؤيب! ويحك! اربعي علينا، أليست هذه أتانك التي كنت خرجت عليها؟ فأقول لهن: بلى والله إنها لهي هي، فيقلن: والله إن لها لشأناً، قالت: ثم قدمنا منازلنا من بلاد بني سعد الخ". (سيرت ابن هشام: ۱/۱۸۸)(۱)۔

۲... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مرتبہ گدھے پر سواری کی ہے، حدیث شریف میں صراحۃً موجود ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۹۱ھ۔

---

(۱) (السيرة النبوية لابن هشام، شرح حال حديث الرضاع من الأخبار والآيات: ۱/۱۰۱، مكتبه حديث اكادمی فيصل آباد پاکستان)

(۲) "عن بريدة يقول: بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم يمشي جاء رجل ومعه حمار، فقال: يا رسول الله! اركب، وتأخر الرجل، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أنت أحق بصدر دابتك مني إلا أن تجعله لي"، قال: فإني قد جعلته لك، فركب". (أبو داود، باب رب الدابة أحق بصدرها: ۱/۳۴۵، امداديه)

عن قيس بن سعد قال: أتانا النبي صلى الله عليه وسلم، فوضعنا له غسلاً فاغتسل ... ثم أتيناه بحمار ليركب، فقال: "صاحب الحمار أحق بصدر حماره"، فقلت: يا رسول الله! فالحمار لك". (مسند أحمد ...)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کا خون پاک ہے

سوال[۵۰۶۰]: جنگ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر کچھ زخم آیا تھا اور اس زخم سے نکلا ہوا خون کسی صحابی نے پی لیا تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی کہ اس پر جہنم کی آگ حرام ہے جس کے جسم میں میرا خون ہو۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خون کو حرام قرار دیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ واقعہ شروح حدیث میں موجود ہے اور معتبر ہے(۱)، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ خصائص ہیں ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسروں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ بول کے متعلق بھی مواہب لدنیہ (۲)، عمدۃ القاری (۳)،

= حديث قيس بن سعد بن عبادة رضي الله عنه: ۱۳/۷، دار احياء التراث العربي)

(۱) "وإن مالك بن سنان مص الدم من وجنته صلى الله عليه وسلم، ثم ازدرده، فقال صلى الله عليه وسلم: "من مس دمي دمه، لم تصبه النار". (عمدة القاري، كتاب المغازي، باب ليس لك من الأمر شيء أو يتوب عليهم: ۲۰۹/۱۷، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في فتح الباري، كتاب المغازي، باب: ليس لك من الأمر شيء أو يتوب عليهم): ۷/۳۶۶، قديمي)

(وكذا في إرشاد الساري، كتاب المغازي، باب ما أصاب النبي صلى الله عليه وسلم من الجراح يوم أحد: ۱۰۸/۹، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في المواهب اللدنية مع شرحه للعلامة الزرقاني، الفصل الأول في كمال خلقته وجمال صورته: ۵/۵۴۹، عباس احمد باز مكة المكرمة)

(۲) "وفي هذه الأحاديث دلالة على طهارة بوله ودمه صلى الله عليه وسلم، قال النووي في شرح المهذب: واستدل من قال بطهارتهما بالحديثين المعروفين: أن أبا طيبة الحجام حجمه صلى الله عليه وسلم وشرب دمه ولم ينكر عليه، وأن امرأة شربت بوله صلى الله عليه وسلم فلم ينكر عليها اهـ" (المواهب اللدنية مع شرحه للعلامة الزرقاني، الفصل الأول في كمال خلقته وجمال صورته: ۵/۵۵۱، عباس احمد باز مكة المكرمة)

(۳) "ولئن سلمنا أن المراد هو الماء الذي يتقاطر من أعضائه الشريفة، فأبو حنيفة ينكر هذا ويقول بنجاسة ذلك -حاشاه منه- وكيف يقول ذلك وهو يقول بطهارة بوله وسائر فضلاته" (عمدة القاري، كتاب الوضوء، باب استعمال فضل وضوء الناس: ۱۱۸/۳، رقم الحديث: ۱۹۰، دار الكتب العلمية، بيروت)

www.ahlehaq.org

مرقاۃ (۱) جمع الوسائل (۲) وغیرہ کتب میں طہارت کی تصریح کی گئی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۷/۱۴۰۶ھ۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بول کا پینا

سوال [۱۰۰۶] : بیلوری صاحب نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ "سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بول مبارک نوش جان فرمایا کرتے تھے اور پیشاب بھی ازواجِ مطہرات بڑی قدر سے نوش فرمایا کرتی تھیں"۔ کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"أما البول فشهد غير واحد، وشربته بركة أم أيمن مولاته صلى الله تعالى عليه وسلم، وبركة أم يوسف خادمة أم حبيبة صحبتها من أرض الحبشة، وكان له قدح من عيدان تحت سريره يبول فيه، فشربته بركة الثانية، فقال لها: "صححت يا أم يوسف" فلم تمرض سوى مرض موتها".

"وصح عن بركة الأولى قالت: قام رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من الليل إلى فخارة في جانب البيت، فبال فيها، فقمت من الليل وأنا عطشانة، فشربت ما فيها وأنا لا أشعر، فلما أصبح صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "يا أم أيمن! قومي فأهريقي ما في تلك

---

(۱) "والفتوى على أن أنواع المستعمل طاهر في مذهب أبي حنيفة .... ومن ثم اختار كثيرون من أصحابنا طهارة فضلاته عليه الصلاة والسلام". (مرقاة المفاتيح، كتاب الطهارة، باب أحكام المياه، الفصل الأول: ۲/۱۳۰، رقم الحديث: ۴۷۹، رشيدية)

(۲) "وهذا مما يؤيد القول الأول، إذ لا ضرورة لحمله على المعنى الثاني المختلف في جوازه، مع أن المستعمل في فرض الوضوء لا في التجديد وهو غير معلوم، ويحتمل أن يكون من خصوصياته صلى الله عليه وسلم كما قيل في فضلاته". (جمع الوسائل في شرح الشمائل، باب ما جاء في خاتم النبوة: ۱/۵۸، إدارة تاليفات اشرفية، ملتان)

(وكذا في الخصائص الكبرى للسيوطي، باب الاستشفاء ببوله صلى الله عليه وسلم: ۲/۱۲۲، المكتبة الحقانية، پشاور)

القارورة" فقلت: والله شربت ما فيها، فضحك صلى الله تعالى عليه وسلم حتى بدت نواجذه، ثم قال: "أما والله لا يتجعن بطنك أبداً".

"قال ابن حجر: وبهذا استدل جمع من أئمتنا المتقدمين وغيرهم على طهارة فضلاته صلى الله تعالى عليه وسلم، وهو المختار وفاقاً لجمع من المتأخرين، فقد تكاثرت الأدلة عليه، وأعده الأئمة من خصائصه، وقيل: سببه شق جوفه الشريف، وغسل باطنه صلى الله تعالى عليه وسلم اهـ". كذا في جمع الوسائل شرح الشمائل: ۲/۳۷۶ (۱)۔

ان روایات سے ثابت ہوا کہ دو مرتبہ اس کے پینے کی نوبت آئی ہے، عمومی طور پر ایسا نہیں ہوتا تھا۔ مواہب لدنیہ (۲)، عینی شرح البخاری (۳) شرح اشباہ وغیرہ میں بھی یہی چیز موجود ہے (۴) اور یہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے (۵) تھوک بلغم کا درجہ تو بہت ہلکا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۱/۸۸ھ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پاک ہے

سوال[۱۰۰۷]: ایک عالم نے اپنے وعظ میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن میں

---

(۱) (جمع الوسائل في شرح الشمائل: ۲/۳۰۳، باب ما جاء في تعطر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ادارة تاليفات اشرفيه)

(۲) (المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني: ۵/۵۴۸-۵۵۳، المقصد الثالث، الفصل الأول في كمال خلقته وجمال صورته، عباس أحمد الباز مكة المكرمة)

(۳) (عمدة القاري: ۳/۴۲، كتاب الوضوء، باب الماء الذي يغسل به شعر الإنسان، دار الكتب العلمية)

(وكذا في فتح الباري: ۱/۳۶۱، كتاب الوضوء، باب الماء الذي يغسل به شعر الإنسان، قديمي)

(۴) (عمدة ذوي البصائر لحل مهمات الأشباه والنظائر للبيري، إبراهيم بن حسين بن أحمد البيري)

(۵) "(تنبيه) صحح بعض أئمة الشافعية طهارة بوله صلى الله تعالى عليه وسلم وسائر فضلاته، وبه قال أبو حنيفة ..... وعد الأئمة ذلك من خصائصه صلى الله تعالى عليه وسلم، ونقل بعضهم عن شرح المشكاة لملا علي القاري أنه قال: اختاره كثير من أصحابنا". (رد المحتار: ۱/۳۱۸، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، مطلب في طهارة بوله صلى الله تعالى عليه وسلم، سعيد)

پیشاب کیا اور حضور کو پھینک دینے کیلئے دیا وہ دوسری جگہ پر جاکر اس کو پی گئے، جب واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ پھینک دیا تو انہوں نے جواب دیا کہ پی گیا، میرے پیٹ میں درد تھا وہ ٹھیک ہوگیا، اس پر آپ مسکرائے اور کہا کہ اب درد نہیں ہوگا، اس بات پر چند مسلمین نے اعتراض کیا کہ آپ نے روایت غلط بیان کی اگر اس قسم کی روایت غیر مسلم تک پہنچ جائے تو وہ اسلام پر سخت اعتراض کرسکتے ہیں کہ حضور کے پیشاب پینے پر کیوں نہ کہا جائے، اس پر مولوی صاحب نے جواب دیا کہ یہ روایت شفاء شریف میں ہے۔
دریافت طلب یہ ہے کہ شفاء شریف کس کی تصنیف ہے؟ اس روایت کا درجہ کیا ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ طاہر واطہر ہیں، آپ کی کوئی چیز نجس نہیں، دوسرے آدمیوں کو آپ پر قیاس کیا جاتا ہے، جو روایت آپ نے سوال میں نقل کی ہے وہ شفاء میں بھی موجود ہے (۱)۔

---

(۱) "وقد روي نحو من هذا عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم في امرأة شربت بوله، فقال لها: "لن تشتكي وجع بطنك أبداً" ولم يأمر واحداً منهم بغسل فمه ولا نهاه عن عودة. وقيل: هي أم أيمن وكانت تخدم النبي صلى الله عليه وسلم، قالت: وكان لرسول الله صلى الله عليه وسلم قدح من عيدان يوضع تحت سريره يبول فيه من الليل، فبال فيه ليلة ثم افتقده، فلم يجد فيه شيئاً، فسأل بركة (اسم هذه المرأة) عنه فقالت: قمت وأنا عطشانة فشربته وأنا لا أعلم (أي أنه بوله) روى حديثها ابن جريج وغيره" (شرح الشفاء للقاضي عياض مع شرحه لملا علي القاري، الباب الثاني في تكميل الله تعالى له المحاسن خلقاً وخلقاً، فصل: وأما نظافة جسمه وطيب ريحه وعرقه عليه السلام: [illegible]، دار الكتب العلمية، بيروت)

"وأخرجه الحسن بن سفيان في مسنده والحاكم والدارقطني والطبراني وأبو نعيم من حديث أبي مالك النخعي عن الأسود بن قيس عن نبيح العنزي عن أم أيمن قالت: قام رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من الليل إلى فخارة في جانب البيت، فبال فيها، فقمت من الليل وأنا عطشانة، فشربت ما فيها وأنا لا أشعر، فلما أصبح النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "يا أم أيمن! قومي فأهريقي ما في تلك الفخارة" قلت: والله! شربت ما فيها، قالت: فضحك رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حتى بدت =

یہ کتاب قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے بڑی معتبر ہے (۱) اسی طرح زرقانی شرح مواہب لدنیہ (۲)

= نواجذه ثم قال: أما والله لايبجعن بطنك أبداً". (شرح الزرقاني على المواهب اللدنية: ۵/۳۹۴، الفصل الأول في كمال خلقته و جمال صورته، عباس احمد الباز)

(۱) اس کتاب (الشفاء) کے معتبر ہونے پر عبداللہ محمد الحلبی کے کلمات ملاحظہ ہوں، وہ فرماتے ہیں: "امـا بـعـد فإن كتاب "الشفاء بتعريف حقوق المصطفى" للقاضي عياض من الكتب التي عدها كثيرٌ من العلماء و المحققين من خير الكتب في موضوعه، فقد قال عنه المقري في أزهار الرياض: لما كمل تاليفه - رضوان الله عليه - و "الشفاء" الذي بلغ فيه الغاية القصوى وفضائل هذا الكتاب لا تستوفى، ولا يمترى من سمع كلامه العذب السهل المنور في وصف النبي صلى الله عليه وسلم وقال القنوي: كتاب "الشفاء" في شمائل صاحب الاصطفاء أجمع ما صنف في بابه مجملاً في الاستيفاء". (تقديم العلامة عبدالله محمد الحلبي على الشفاء: ۱/۳، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) اس بارے میں دو روایتیں ہیں اور دونوں مواہب لدنیہ میں مذکور ہیں اور اس کی شرح میں علامہ زرقانی نے ان کی تخریج فرمائی ہے ملاحظہ ہو: "عن ام أيمن قالت: قام رسول الله صلى الله عليه وسلم من الليل إلى فخارة (جرة) في جانب البيت فبال فيها، فقمت من الليل وأنا عطشانة، فشربت ما فيها وأنا لا أشعر (انه بول لطيب رائحته) فلما أصبح النبي صلى الله عليه وسلم قال: "يا أم أيمن! قومي فأهريقي ما في تلك الفخارة". فقلت: قد والله شربت ما فيها، قالت: فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى بدت نواجذه، ثم قال: "أما والله لا يبجعن (أي لايصيب) بطنك (وجع) أبداً".

"وعن ابن جريج قال: أخبرت أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يبول في قدح من عيدان، ثم يوضع تحت سريره، فجاء، فإذا القدح ليس فيه شيء، فقال لامرأة يقال لها بركة، كانت تخدم أم حبيبة، جاءت معها من أرض الحبشة: "أين البول الذي كان في القدح؟" قالت: شربته، قال: "صحة" أي جعله الله صحة". وصح أبي دحية أنهما قصتان وقعتا لامرأتين". (المواهب اللدنية مع شرحه للعلامة الزرقاني، الفصل الأول في كمال خلقته وجمال صورته: ۵/۳۴۸، ۵۴۵، عباس احمد الباز مكة المكرمة)

اور شرح شفا(۱) اور شامی، درمختار وغیرہ میں بھی ہے(۲) البتہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود اس کی اجازت کسی کو مرحمت نہیں فرمائی، کسی نے غلبۂ محبت وعقیدت کی بناء پر ایسا کرلیا تو اس کو مجرم و مستحق سزا قرار نہیں دیا بلکہ دوسرے شفاء کی بشارت دی(۳)، جو اعتراض غیر مسلموں سے آپ نقل کر رہے ہیں ذرا غور کریں تو اس کا جواب ظاہر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۲/۸/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

حضرت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طہارت

سوال[۱۰۸۹]: حدیث شریف میں ہے جس کو شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نے بھی حکایات صحابہ میں نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خون کو ایک صحابی نے پی لیا اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے بدن میں میرا خون گیا اس پر آگ جہنم حرام ہے۔ اس پر اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ خون کے بارے میں قرآن میں حرمت آئی ہے تو پھر آپ نے اس کے شرب پر نکیر نہ فرمائی بلکہ بشارت دی تو خون رسول کی طہارت پر آپ کی تحقیق کیا ہے از روئے احادیث؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قاضی عیاض نے ”کتاب الشفاء“ میں اس کو نقل کیا ہے جو شکایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

---

(۱) (راجع، ص: ۴۹۶، رقم الحاشیة: ۱)

(۲) "(تنبيه) صحح بعض أئمة الشافعية طهارة بوله صلى الله تعالى عليه وسلم وسائر فضلاته، وبه قال أبو حنيفة كما نقله في المواهب اللدنية عن شرح البخاري للعيني، وصرح به البيري في شرح الأشباه، وقال الحافظ ابن حجر: تظافرت الأدلة على ذلك، وعد الأئمة ذلك من خصائصه صلى الله تعالى عليه وسلم، ونقل بعضهم عن شرح المشكوة لملا علي القاري أنه قال: اختاره كثير من أصحابنا، وأطال في تحقيقه في شرحه على الشمائل في باب ما جاء في تعطره عليه الصلاة والسلام". (رد المحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، مطلب في طهارة بوله صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۳۱۸، سعيد)

(۳) جیسا کہ حدیث مذکور میں ”لن تشتکی وجع بطنک“ کے الفاظ اور ان جیسے دوسرے الفاظ سے ظاہر ہے۔

خونِ مبارک طاہر ہو جیسا کہ شربِ بول کا واقعہ "دار قطنی" وغیرہ نے نقل کیا ہے یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ پاک نے اس کی ماہیت ہی بدل دی ہو جیسے مشک کی کیفیت ہوتی ہے۔ چنانچہ پینے والے سے جب دریافت کیا گیا کہ خون کا مزہ کیسا تھا "کیف وجدت طعم الدم" تو جواب دیا کہ مزہ شہد کا تھا اور خوشبو مشک کی تھی "فقال: أما الطعم فطعم العسل، والرائحة فرائحة المسك، أقول: هذا من باب قلب الأعيان الذي عد من معجزات الأنبياء عليهم الصلوة والسلام"۔ پھر اعتراض ونزاع کا موقع ہی ختم ہو گیا۔ "و بهذا يندفع نزاع الفقهاء اهـ" "شرح شفاء" میں یہ سب موجود ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۲/۱/۴ ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایلچی کا لفظ

سوال [۱۰۴۱]: جو شخص احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایلچی بتاتا ہے، آپ اس کے بارے میں حدیث وفقہ سے جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ایلچی کے معنی ہیں قاصد، پیغام پہنچانے والا۔ حضور اکرم فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تبارک وتعالیٰ کا پیغام مخلوق کو پہنچانے کیلئے تشریف لائے گذشتہ کتابوں میں یہ لفظ اسی اعتبار سے اسی معنی میں مذکور ہے ترکی لفظ ہے (۲)۔ ہمارے اردو میں یہ کچھ اونچا لفظ نہیں، معمولی آدمی جو پیغام یا خط لے کر جائے اس کو بھی ایلچی کہہ

---

(۱) "شرب عبد الله بن الزبير رضي الله تعالى عنه دم حجامته فقال له عليه السلام: "ويل لك من الناس وويل لهم منك". ولم ينكر عليه ...... قال الشمني: فقيل لابن الزبير كيف وجدت طعم الدم؟ فقال: أما الطعم فطعم العسل، وأما الرائحة فرائحة المسك. أقول: فهذا من باب قلب الأعيان الذي عُدّ من معجزات الأنبياء عليهم السلام وبهذا يندفع نزاع الفقهاء". (شرح الشفاء للملا علي القاري: ۱/۱۰۷، فصل وأما نظافة جسمه)

"فقد قال: قوم من أهل العلم بطهارة هذين الحدثين منه صلى الله تعالى عليه وسلم".

(الشفاء للقاضي عياض مع شرحه: ۱/۱۹۸، فصل وأما نظافة جسمه)

(۲) (فیروز اللغات، باب الف، ص: ۱۵۰) ورمعنی بیان کرنے سے قبل حرف "ت" سے لفظ کے ترکی ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، ص: ۱۵۰۔

دیتے ہیں، اس لئے سرورِ کائنات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے یہ لفظ بولا جائے کہ اس میں کچھ خاص بلندی ورفعت مفہوم نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱/۶/۹۵ھ۔

آپ علیہ السلام کا صاحبزادی کو دفن کرنے کیلئے ایسے شخص کا تجویز فرمانا جس نے رات صحبت نہ کی ہو

سوال [۱۰۲۰]: حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کا انتقال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم میں سے قبر میں وہ شخص اترے جس نے آج کی رات اپنی بیوی سے قربت نہ کی ہو"، اس وقت حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! وہ میں ہوں، پس حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اترے، حالانکہ حضور خود سراپا نور تھے، کیا وجہ تھی؟ جیسا کہ مشکوٰۃ شریف ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ قصہ حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا کا نہیں بلکہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا ہے جو کہ زوجہ تھیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں ایک لطیف تنبیہ ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کہ انہوں نے اسی شب اپنی ایک جاریہ سے صحبت کی تھی، چونکہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا دیر سے بیمار تھیں اور یہ خیال نہ تھا کہ آج ان کی وفات ہوجائے گی۔ کذا فی مجمع البحار: ۲/۳۶۳(۱) وفتح الباری (۲)۔

---

(۱) "ونعل العذر لعثمان أنه طال مرضها ولم یکن یظن أنها تموت لیلتئذ" (مجمع بحار الأنوار، قرف: ۴/۲۵۵، دائرۃ المعارف العثمانیۃ بحیدر آباد الدکن۔ الهند)

وایضاً اللمعات شرح المشکوٰۃ، کتاب الجنائز، باب دفن المیت: ۴/۳۰۵، مکتبۃ المعارف العلمیۃ لاہور)

(۲) "قوله: (شهدنا بنتاً للنبی صلی اللہ علیه وسلم) هی ام کلثوم زوج عثمان رضی اللہ عنه رواہ الواقدی عن فلیح بن سلیمان بهذا الإسناد وأخرجه ابن سعد فی الطبقات فی ترجمۃ أم کلثوم رضی اللہ عنها الخ" (فتح الباری، کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیه وسلم "یعذب المیت ببعض بکاء أهله الخ": ۳/۲۰۸، قدیمی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خود قبر میں دفن فرمانے کیلئے تشریف نہ لے جانا کسی عذر کی وجہ سے تھا، کذا فی شرح
مسلم للنووی واللمعات شرح المشکوٰۃ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ۷/ ۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/ شعبان/ ۶۱ھ۔

پتھر میں اسم مبارک صلی اللہ علیہ وسلم قدرتی طور پر نکلا اس کو کیا جائے؟

سوال [۱۱۱۰]: یہاں ضلع راجوری کے قصبہ تھنہ منڈی میں جہاں پر ہمارا مدرسہ ہے یہاں سے
تقریباً چار میل دور ایک گاؤں ہے عظمت آباد، جو بہت ہی پسماندہ اور غیر مشہور ہے، وہاں پر چند نوجوان ہیں جن
کو دین کی کوئی واقفیت نہیں ہے ظاہری طور پر فاسق وفاجر ہیں۔

ایک سال سے انھوں نے وہاں پر جامع مسجد بنانے کا پروگرام بنایا ہے اور کام شروع بھی کرادیا ہے،
تعمیری نگرانی میری ہی ہے، لیکن ہمارے مدرسہ کی ہے، مشورہ وغیرہ ہم سے لیتے ہیں، کام وہ خود اپنی مرضی سے
کرتے ہیں۔

چند مہینے ہوئے وہاں دریا میں سے پتھر چیرتے ہوئے ایک پتھر چیرا گیا تو اس کے دو ٹکڑے صاف ہوگئے
اور درمیان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی قدرتی طور پر کندہ نکلا، شروع میں الف بھی ہے لیکن صاف
ظاہر نہیں ہے، یہ ایک قدرتی سفید لکیر ہے کسی کے ہاتھ کے لکھے وغیرہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہاں پر دور
دراز سے لوگ زیارت کے لئے آرہے ہیں، بعض لوگ نیاز وغیرہ بھی چڑھارہے ہیں، ریڈیو اور اخبارات میں بھی
نشر ہوا ہے، یہاں پر بعض آدمی پیسے بٹورنے کے لئے ایسا کرتے ہیں کہ یہ پوجا کا مرکز بنے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ
اگر قدرتی تھا تو صاف لکھنا چاہئے تھا۔

اس سلسلہ میں کافی فضلائے دیوبند بھی آئے، انھوں نے بھی تقریریں کیں اور کہا کہ یہ ایک معجزہ ہے، عام

---

(۱) "قال النووی رحمہ اللہ تعالیٰ: "الاحتمال أنہ صلی اللہ علیہ وسلم وعثمان کان لہما عذر منعہما نزول
القبر ... الخ" (لمعات التنقیح، کتاب الجنائز، باب دفن المیت: ۳/ ۴۶۵، مکتبۃ المعارف العلمیۃ، لاہور)

لوگوں کی مختلف آراء ہیں کوئی کہتا ہے کہ اس کا نام حجرِ عظمت رکھا جائے، کوئی کہتا ہے کہ اس کا نام حجرِ نور یا حجرِ نورانی وغیرہ رکھا جائے۔ اس پتھر کے لگانے کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔

گاؤں کے مقتدی لوگ کافی اہمیت دے رہے ہیں، اکارکنانِ مسجد کو برائے تعمیر زر معقول آمدنی بھی بن گیا ہے، وہ اس کے خلاف ذیک لفظ سننا نہیں چاہتے ہیں اور امکان ہے کہ چندہی یوم میں یہاں پر لڑائی نہ ہو جائے۔ اس پتھر کے رکھنے کے لئے اس وقت بہت بڑے بڑے پروگرام بن رہے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ اس کے لئے علیحدہ حجرہ تعمیر کرادو، کوئی کچھ کہتا ہے، ہم نے پہلے یہ تجویز رکھی تھی کہ مسجد کے دروازہ پر دیوار میں لگوادیں، لیکن عام شہرت نے حالات کو بدل دیا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس پتھر کو مسجد کی تعمیر میں کس جگہ لگایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس پتھر کو مسجد کی تعمیر میں بلندی پر نمایاں کر کے لگوایا جائے کہ دیکھنے والے اس کو دیکھ سکیں، بظاہر تو یہ قدرتی طور پر پتھر کی ساخت ہے، نامِ مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کی اگر صورت نمودار ہوگئی ہے تو اس سے سبق لینا ہے کہ لوگ بیش از بیش حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے علوم کو حاصل کریں اور آپ کے دین کو سیکھیں اور پھیلائیں، واللہ الموفق۔ درحقیقت یہی قدر دانی ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف کے لئے ہر زبان میں نعت کہنا جائز ہے

سوال[۱۶۱۲]: حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں کشمیری زبان میں نعت پڑھنا کیسا ہے؟

---

(۱) ﴿إن في خلق السموٰت والأرض واختلاف الیل والنهار لأیٰت لأولي الألباب﴾ (آل عمران: ۱۹۰، پ: ۴)

"فاعتبروا یا أولي الأبصار" (سورة الحشر، آیت: ۲، پ: ۲۸)

"قال العلامة الآلوسي رحمه الله: "لأیٰت" أي دلالات علی وحدة الله تعالیٰ وکمال علمه وقدرته". (روح المعاني سورة آل عمران: ۴/۱۵۹، دار إحیاء التراث العربي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احوالِ مقدسہ اور اوصافِ عالیہ کو نظم کر کے نعت بنالینا اور اس کا پڑھنا بھی درست ہے، کشمیری زبان میں ہو یا کسی اور زبان میں۔ مگر مضمون صحیح حدیث شریف کے موافق ہونا چاہیے۔ کوئی غلط بات نہ ہو، نیز پورا ادب ملحوظ رہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/۲/۸۸ھ۔
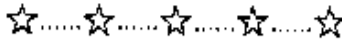
(۱) "عن أبي هريرة (رضي الله عنه) أن عمر مر بحسان وهو ينشد الشعر في المسجد فلحظ إليه، فقال: قد كنت أنشد وفيه من هو خير منك، ثم التفت إلى أبي هريرة، فقال: أنشدك الله أسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "أجب عني، اللهم أيده بروح القدس؟ قال: اللهم نعم".

قال النووي رحمه: "فيه جواز إنشاد الشعر في المسجد إذا كان مباحاً، واستحبابه إذا كان في ممادح الإسلام وأهله، أو في هجاء الكفار والتحريض على قتالهم، أو تحقيرهم ونحو ذلك". (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب فضائل حسان بن ثابت رضي الله عنه: ۲/۳۰۰، قديمي)

"عن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "لأن يمتلى جوف أحدكم قيحاً خير له من أن يمتلى شعراً". قال الحافظ رحمه: ظاهره العموم في كل شعر، لكنه مخصوص بما لم يكن مدحاً حقاً كمدح الله ورسوله، وما اشتمل على الذكر والزهد وسائر المواعظ مما لا إفراط فيه".

(فتح الباري، كتاب الأدب، باب مايكره أن يكون الغالب على الإنسان الشعر حتى يصده عن ذكر الله والعلم والقرآن: ۱۰/۶۷۱، ۶۷۲، قديمي)

باب التاریخ

(تذکرۂ انبیاءِ کرام تاریخ کی روشنی میں)

حضرت آدم علیہ السلام کا مرد ہونا اور حوا کا عورت ہونا کیا دنیا میں آکر ہوا یا جنت میں؟

سوال [۱۱۱۳]: حضرت آدم علیہ السلام نے جب دانۂ گندم بہشت میں کھایا اس کے بعد رفع حاجت کی ضرورت ہوئی، چند لوگ یہاں کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام وحضرت حوا علیہا السلام کے رفع حاجت کی جگہ یعنی اندام نہانی وغیرہ نہیں تھی جس کی وجہ سے پیٹ پھٹ گیا اور شیطان لعین نے ان پر ہنسنے لگا، اس کے بعد جنت سے نکالے گئے۔ اس کے بہت مدت بعد جب قصور معاف ہوا تب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام اکٹھے ہوئے اور اندام نہانی کی جگہ جدہ میں ہوئی یعنی مذکر ومؤنث جدہ میں ہوئے۔ اس کا صحیح واقعہ کیا ہے؟ کیا مذکر ومؤنث جدہ میں ہونے کے بعد نسل انسانی شروع ہوئی، کیا حضرت آدم علیہ السلام کا جب پتلہ بنایا تو وہ انسانی مجسمہ مذکر نہ تھا؟ چونکہ دیہات کا واقعہ ہے، جاہل لوگ اس پر یقین رکھتے ہیں، ان کا شک مٹانے کیلئے یہ فتوی دریافت کیا گیا، صحیح واقعہ بیان فرمادیجئے تاکہ ان کو سمجھا دیا جائے۔

ظفر محمد خاں، موضع مرلی پوسٹ اوراں ضلع کانپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مذکر ومؤنث ہونے کی یہ تفصیل کسی معتبر کتاب میں نہیں دیکھی، بظاہر یہ اسرائیلیات میں سے ہے یعنی یہودیوں نے اپنی طرف سے گھڑ کر اپنی کتابوں میں درج کرلیا ہے، جس کو اور بھی بعض لوگوں نے بیان کرنا شروع کردیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۹/رمضان/۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/رمضان المبارک/۶۷ھ۔

www.ahlehaq.org

قبر آدم علیہ السلام

سوال [۲۲۱۴]: حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کہاں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کے متعلق ایسا سنا ہے کہ مکہ معظمہ میں بیت اللہ شریف کی دیوار کے نیچے حطیم میں ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ۔

حضرت آدم وحوا کی قبریں کہاں ہیں؟

سوال [۲۲۱۵]: مولوی محمد علی صاحب رضوی بریلوی نے اپنی کتاب بہار شریعت حصہ ششم میں مسئلہ ذیل لکھا ہے، یہ کتاب بزرگوں کے یہاں معمول بہ ہے مگر مجھ کو غلط معلوم ہوتی ہے، آپ تصحیح فرمادیں، غلط ہو تو تردید لکھ دیں۔

جن لوگوں نے حضرت امّ حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار مبارک کا بنا رکھا ہے، وہاں بھی زیارت کو نہ جائیں کہ بے اصل ہے (فقط)۔ جناب سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ حضرت حوا رضی اللہ عنہا کا مزار، حضرت آدم علیہ السلام کا مزار کہاں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"روضۃ الصفا" جلد اول میں لکھا ہے کہ "وفات حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام در روز جمعہ در مکہ واقع شد، و حواء بعد از و یک سال، و بقولی ہفت سال رحلت نمود،

---

(۱) قال الحافظ ابن كثير: "واختلفوا في موضع دفنه فالمشهور أنه دفن عند الجبل الذي أهبط منه في الهند، وقيل: بجبل أبي قبيس بمكة، ويقال إن نوحاً عليه السلام لما كان زمن الطوفان حمله هو وحواء في تابوت فدفنهما ببيت المقدس، حكى ذلك ابن جرير، وروى ابن عساكر عن بعضهم أنه قال رأسه عند مسجد إبراهيم ورجلاه عند صخرة بيت المقدس". (البداية والنهاية، ذكر وفاة آدم: ۱/۹۸، دار الفكر بيروت)

www.ahlehaq.org

و در جنب آدمؑ مدفون شد" (۱)۔ بعض کتب تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ و حضرت حواء کا مزار سراندیپ میں ہے (۲)۔ تحقیقی علم دشوار ہے۔

ملا علی قاری نے محمد بن الجزری سے نقل کیا ہے کہ "لا یصح تعیین قبر نبی غیر نبینا صلی الله علیه وسلم. نعم! سیدنا إبراهیم علیه الصلوة والسلام في تلك القرية لا بخصوص تلك البقعة. انتهى. ولكنه قد يقال: إن لا وجود لنور القمر ومحو الكواكب بعد ظهور ضياء الشمس، ويشير إلى نسخ سائر الأديان في خصوص الأماكن والأزمان، ولهذا يشار لأحد في زيارته لبعضها". انتهى. موضوعات کبیر (۳)۔

---

(۱) (روضة الصفاء، ذكر انتقال حضرت آدم عليه السلام: ۱/۵۱، طبع مقبول جهان لكهنؤ)

(۲) "وتوفي بمكة يوم الجمعة، وصلى عليه جبريل، واقتدى به الملائكة وبنو آدم، وفي رواية: صلى عليه شيث بأمر جبريل، ودفن بمكة في غار، لحد له في غار أبي قبيس، وهو غار يقال له: غار الكنز، قاله وهب. وفي العرائس: قال ابن إسحاق في مشارق الفردوس ويحكى الطبري عن ابن عباس أنه قال: لما فرغ آدم من الحج رجع إلى الهند، فمات على نوذ بالهند ودفن بها، وعن ثابت البناني: حفروا لآدم ودفنوه في سرنديب من الهند، وصححه الحافظ عماد الدين". (تاريخ الخميس، قصة عنق وابنها عوج: ۱/۶۳، مؤسسة شعبان، بيروت)

(وكذا في روح المعاني: ۱/۲۳۴، سورة البقرة: ۳۶، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

وفي البداية والنهاية: "واختلفوا في موضع دفنه، فالمشهور أنه دفن عند الجبل الذي أهبط منه في الهند، وقيل: بجبل أبي قبيس بمكة، ويقال: إن نوحاً عليه السلام لما كان زمن الطوفان حمله هو وحواء في تابوت، فدفنهما ببيت المقدس، حكى ذلك ابن جرير، وروى ابن عساكر عن بعضهم أنه قال: رأسه عند مسجد إبراهيم ورجلاه عند صخرة بيت المقدس، وقد ماتت بعده حواء بسنة واحدة".

(البداية والنهاية، ذكر وفاة آدم ووصيته إلى ابنه شيث عليه السلام: ۱/۹۱، دار الفكر، بيروت)

(وكذا في تاريخ الطبري، ذكر وفاة آدم عليه السلام: ۱/۱۰۸، ۱۰۹، مؤسسة الأعلمي، بيروت)

(۳) (الموضوعات الكبرى للملا علي القاري، فصول في تحقيق بعض المسائل التي اشتهرت والصواب خلافها: ۲۵۰، قديمي)

آدم علیہ السلام کہاں پیدا ہوئے؟

سوال[۱۶۰۷]: حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش زمین میں ہے یا آسمان میں؟ اگر آسمان پر ہے تو وہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جمع الفوائد میں: ۱۰۹ ج ۲ میں حدیث نمبر: ۸۱۰۹ بحوالہ مسلم موجود ہے:

(أنس رضي الله عنه رفعه): "لما صور الله آدم في الجنة تركه ما شاء الله أن يتركه، فجعل إبليس يطيف به وينظر إليه، فلما رآه أجوف عرف أنه خلق لا يتمالك". (مسلم)(۱) اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں تخلیق ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند۔

حضرت حوا علیہا السلام کی پیدائش بائیں پسلی سے

سوال[۱۶۰۸]: حضرت حوا علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا ہوئیں، کیا اس پر نص موجود ہے؟ نص سے مراد عام ہے خواہ قطعی ہو یا ظنی؟

---

(۱) (جمع الفوائد، كتاب بدء الخلق وعجائبه: ۳/۱۰۹، إدارة القرآن كراتشي)

"عن أنس رضي الله عنه قال: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "لما صور الله آدم في الجنة". الحديث. (تاريخ الخميس، ذكر ابتداء خلق آدم: ۱/۳۴، مؤسسة شعبان بيروت)

وقال القاضي: الأخبار متظاهرة على أن الله خلق آدم من تراب قبض من وجه الأرض ... لكن لا ينافي ذلك تصويره في الجنة لجواز أن تكون طينته ... واستعدت لقبول الصورة الإنسانية حملت إلى الجنة، فصورت ونفخ فيها الروح". (التاريخ الخميس، ذكر ابتداء خلق آدم: ۱/۳۴، مؤسسة شعبان للنشر والتوزيع، بيروت)

(وكذا في شرح الطيبي على مشكوة المصابيح، كتاب أحوال القيامة، باب بدء الخلق وذكر الأنبياء: ۱۰/۲۹۹، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي)

www.ahlehaq.org

الجواب حامداً ومصلیاً:

عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "استوصوا بالنساء خيراً فإنهن خلقن من ضلع أعوج". الحديث بكسر الضاد وفتح اللام وتسكن، واحد الأضلاع، وهو عظم معوج، استعير للمعوج صورةً أو معنًى: أي خلقن خلقاً فيه اعوجاج فكأنهن خلقن من أصل معوج. وقيل: ذلك؛ لأن أمهن أول نساء هي حواء خلقت من أعوج ضلع من أضلاع آدم عليه الصلوٰة والسلام وهو الضلع الأعلی الخ". (مرقاة المفاتيح: ٦/٢٦٣)(١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۶/۴/۹۵ھ۔

حضرت آدم علیہ السلام کا جنت سے نکلنے پر چالیس سال تک رونا

سوال[۱۱۱۸]: حضرت آدم علیہ السلام جب جنت سے زمین پر اتارے گئے تو خطا کی وجہ سے وہ چالیس سال تک روئے، آیا یہ روایت صحیح ہے یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محدثین کی اصطلاح کے مطابق اس کو صحیح نہیں کہا جائیگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۹۲ھ۔

سفینۂ نوح میں کتنے آدمی تھے؟

سوال[۱۱۱۹]: حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں وقتِ طوفان شمار میں کس قدر مرد وعورت تھے؟ ان کا جواب حدیث یا قرآن سے لکھا جاوے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے شیخ حسین بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ کل اسی تھے، اور مقاتل رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ کل بہتر تھے، نصف مرد اور نصف عورتیں، اور بھی بعض اقوال ہیں:

---

(١) (مرقاة المفاتيح: ٥/٤٨٣، باب عشرة النساء وما لكل واحد من الحقوق، كتاب النكاح، رقم الحديث: ٣٢٣٨، مكتبه)

"واختلفوا في عدد أصحاب السفينة، فقال قتادة وابن جريج ومحمد بن كعب القرظي: لم يكن في السفينة إلا ثمانية: نوح وامرأته وثلاث بنين له: سام وحام ويافث ونسائهم، فجميعهم ثمانية. وقال الأعمش: كانوا سبعة: نوح وثلاث بنين له وثلاث نسوة لهم. وقال ابن اسحٰق: عشرة: نوح وبنوه سام وحام ويافث وستة أناس ممن كان آمن به وأزواجهم جميعاً. وقال مقاتل: كانوا اثنين وسبعين نفراً رجلاً وامرأةً وبنيه الثلاثة ونسائهم، فجميعهم ثمانية وسبعون، نصفهم رجال ونصفهم نساء. وعن ابن عباس رضي الله عنهما: كان في سفينة نوح ثمانون رجلاً أحدهم جرهم". (تاريخ الخميس ۱: ۷۰)(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۹/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۰/ جمادی الثانی/ ۵۷ھ۔

انگشتریٔ حضرت سلیمان علیہ السلام

سوال [۱۱۲۰]: انگشتری حضرت سلیمان علیہ السلام مجزہ ثبوت ہے یا نہیں، اگر ہے تو کیا کوئی اس کو ضبط کر سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مشہور یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی مملکت اور سلطنت انگشتری کی وجہ سے تھی یعنی درحقیقت حکومت انگشتری کے تابع تھی، لہٰذا جس کے پاس انگشتری ہوتی اس کی حکومت ہوتی (۲)۔

---

(۱) (تاريخ الخميس: ۱/ ۲۰، مطبوعه مكتبه مؤسسة شعبان للنشر والتوزيع، بيروت)

(وراجع للتفصيل. (تفسير المدارك، (سورة العنكبوت): ۳/ ۲۸۵، قديمي)

(والتفسير المظهري، (سورة العنكبوت) ۷/ ۱۹۵، حافظ كتب خانه)

(وروح المعاني: ۲۰/ ۱۴۳، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) "(على كرسيه جسداً) شيطاناً يقال له: آصف، فقال له سليمان: كيف تفتنون الناس؟ قال: أرني خاتمك أخبرك، فلما أعطاه إياه، نبذه آصف في البحر، فساح سليمان وذهب ملكه، وقعد آصف على كرسيه، ومنعه الله نساء سليمان، فلم يقربهن، وأنكرنه، قال: فكان سليمان يستطعم فيقول: أتعرفوني؟

لیکن تفسیر روح المعانی ۱۸۱/۲۳ میں اس کی تردید کی ہے اور لکھا ہے کہ: "وبعيد جداً أن يكون الله تعالى قد ربط ما أعطى نبيه عليه السلام من السلطنة بذلك الخاتم"(۱)۔

اور زمخشری کے تابع ہوکر کتب یہود سے منقول ہے جن کی تحریف نص قطعی سے ثابت ہے، لہذا کتب یہود قابلِ اعتماد نہیں، نبی کو مجبور کوئی جن وغیرہ مغلوب نہیں کرسکتا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

حضرت یونس علیہ السلام کا تحت الثریٰ تک پہنچنا

سوال[۱۶۲۴]: میں نے سنا ہے کہ پانچسو برس کی راہ موٹا پانی ہے تو حضرت یونس علیہ السلام کا چالیس روز میں تحت الثریٰ پہنچنا اور پھر واپس آجانا عقلاً ونقلاً کیسے ثابت ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس روایت کو کسی مصنف نے اپنی تصنیف کے کس باب میں تحریر کیا ہے، عبارت وحوالہ صفحہ ومطبع

= أطعموني أنا سليمان، فيكذبونه حتى أعطته امرأة يوماً حوتاً يطيب بطنه فوجد خاتمه في بطنه فرجع إليه ملكه، وفر آصف فدخل البحر فاراً". (جامع البيان للطبري، (سورة ص، پ ۲۳): ۱۰/ ۵۷۶، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(وكذا في التفسير المظهري: ۸/ ۱۹۶، حافظ كتب خانه كوئته)

(وكذا في روح المعاني: ۲۳/ ۱۹۹، بيروت)

(وكذا في تفسير الخازن: ۴/ ۳۳، حافظ كتب خانه، كوئته)

(وكذا في تفسير جلالين، ص: ۳۸۲، قديمي)

(۱) (روح المعاني: ۲۳/ ۱۹۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسير ابن كثير: ۴/ ۴۴، مكتبة دار السلام رياض)

(۲) "وأما ما يروى من حديث الخاتم والشيطان وعبادة الوثن في بيت سليمان عليه السلام فمن أباطيل اليهود". (تفسير المدارك، (سورة ص، پ ۲۳): ۴/ ۳۳، قديمي)

"إن هذه المقالة من أوضاع اليهود وزنادقة السوفسطائية، ولا ينبغي لعاقل أن يعتقد صحة ما فيها". (روح المعاني، (سورة ص): ۲۳/ ۱۹۹، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

www.ahlehaq.org

کتاب لکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، عبد الرحمن، ۱۸/۱/۵۲ھ۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا نام

سوال [۱۶۲۲]: حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا نام کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت یوسف نبی اجتبا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ کا نام کسی معتمد کتاب میں نہیں دیکھا، اسرائیلیات میں "راحیل" نام ملتا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

زلیخا کی تحقیق

سوال [۱۶۲۳]: کیا زلیخا وہی عورت ہیں جن کا حضرت یوسف علیہ السلام سے نکاح ہوا اور حضرت یوسف علیہ السلام پر الزام لگایا گیا، یا دونوں الگ الگ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس دور میں میرے علم میں نہیں کہ زلیخا نام کی کتنی عورتیں تھیں، مشہور تو ایک ہی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۵/۹۹ھ۔

---

(۱) "عن أنس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "أعطي يوسف وأمه شطر الحسن، وأن أمه "راحيل" لما ولدته، دفعه زوجها يعقوب إلى أخته تحضنه اهـ" (تاريخ الطبري: ۲۳۲/۱، مؤسسة الأعلمي، بيروت)

وفي حاشية الجلالين: "وما مشى عليه المفسرون من أن المراد بالشمس أمه، أحد قولين، وقيل: إن أمه راحيل قد ماتت، والمراد بالشمس خالته اهـ". صاوي" (حاشية الجلالين: ۱۹۴/۲، سورة يوسف: ۴، قديمي)

کیا زلیخا یوسف علیہ السلام کی بیوی تھی؟

سوال[۱۹۲۳]: یہاں پر چند لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کی بیوی زلیخا کو نہیں مانتے، ان کا جواب دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن کریم میں یہ کہیں مذکور نہیں، احادیث صحاح میں بھی یہ صاف صاف نہیں دیکھا، مفسرین ضرور لکھتے ہیں کہ شادی ہوگئی تھی(۱)، بعض حضرات انکار کرتے ہیں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ تاہم ان کی شان میں ہرگز گستاخی کرنے کی اجازت نہیں، اس سے پورا پرہیز کریں(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۹۰ھ۔

حضرت ہاجرہ وحضرت سارہ رضی اللہ عنہما کیا ایک ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملی تھیں؟

سوال[۱۹۲۴]: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس جگہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ملی تھیں کیا حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا بھی اسی جگہ سے ملی تھیں؟

www.ahlehaq.org

---

(۱) "فتزوج الملك يوسف راعيل امرأة العزيز، فلما دخل عليها، قال: أليس هذا خيراً مما كنت تريدين؟ فقالت: أيها الصديق! لا تلمني، فإني كنت امرأة حسناء ناعمة كما ترى، وكان صاحبي لا يأتي النساء ... فوجدها يوسف عذراء، فأصابها فولدت له رجلين: إفرائيم بن يوسف، ومنشا بن يوسف الخ". (تفسير القرطبي: ۹/۱۴۰، دار الكتب العلمية بيروت، تحت قوله تعالى: قال: اجعلني على خزائن الأرض) الآية: يوسف: ۵۵)

(۲) "وتعقب الإمام الرازي ما ذكر في معنى الهم الذي نسبه الواحدي وغيره إلى يوسف عليه السلام بأن هذه المعصية التي نسبوها إلى يوسف عليه السلام وحاشاه من أقبح المعاصي وأنكرها، ولو نسبت إلى أفسق خلق الله تعالى وأبعدهم لاستحيى منه، فكيف يجوز إسناده إلى الصديق الكريم ... وعند هذا يقال للجهلة الذين نسبوا إلى يوسف تلك الفضيحة: إن كانوا من أتباع الله سبحانه فليقبلوا شهادة الله تعالى على طهارته عليه السلام، وإن كانوا من أتباع إبليس فليقبلوا شهادته" ... إلى آخر ما ذكر في عصمته عليه السلام. (روح المعاني: ۱۲/۲۰۵، تحت قوله تعالى: (ولولا أن رأى برهان ربه) الآية، يوسف: ۲۴، دار إحياء التراث العربي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہیں بلکہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے پہلے نکاح ہوا تھا ان کو ساتھ لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لارہے تھے، ایک ظالم بادشاہ سے واسطہ پڑا اس نے خرقِ عادت حال دیکھا وہاں سے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ملیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ختنہ کی ابتداء اور مصلحت

سوال [۱۹۲۶]: مسلمانی (ختنہ) کا آغاز کب سے ہوا؟ اور سب سے پہلے کس نے کروائی؟ پہلے کہاں ہوئی اور کب ہوئی؟ اور کیوں ہوئی؟ بالتفصیل مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسلمانی (ختنہ) حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے، ان کے اتباع کا حکم اس امت کو بھی دیا گیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ پاک کے حکم سے اس کو کیا، ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ۸۰/ سال کی عمر میں کیا ہے۔ اتباعِ حکم کے بعد کسی علت کے دریافت کرنے کی حاجت نہیں رہتی، اس میں کی مناسبت نکل ہے اور طہارت قطرات سے اور جماع میں حصولِ لذت وغیرہ منافع و مصالح کی حیثیت سے ظاہر ہیں، شروحِ بخاری میں تفصیل مذکور ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۳/۹۶ھ۔

---

(۱) "وعن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "لم يكذب إبراهيم النبي عليه السلام قط إلا ثلاث كذبات، ثنتين في ذات الله قوله: إني سقيم، وقوله: بل فعله كبيرهم هذا، وواحدة في شأن سارة، فإنه قدم أرض جبار ومعه سارة وكانت أحسن الناس، فقال لها: إن هذا الجبار" الحديث

(الصحيح لمسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل إبراهيم خليل الله عليه السلام: ۲/ ۲۶۲، قديمي)

(وكذا في صحيح البخاري، كتاب الأنبياء، باب: واتخذ الله إبراهيم خليلاً: ۱/ ۴۷۴، قديمي)

(وكذا في جامع الترمذي، أبواب التفسير، من سورة الأنبياء: ۲/ ۱۴۵، سعيد)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "الفطرة خمس: الختان والاستحداد ونتف الإبط وقص الشارب وتقليم الأظفار". (فتح الباري: ۱۰/ ۴۰۳، قديمي)

ختنہ کی ابتداء، کون نبی مختون پیدا ہوا؟

سوال[۱۱۲۴]: ختنہ سنتِ ابراہیمی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہوا ہے یا اس سے پہلے سے چلا آرہا ہے، اگر پہلے سے ہے تو کس پیغمبر سے یہ سنت جاری ہوئی، اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام مختون تھے یا نہیں؟ اسی طرح پر تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، اور اگر تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تھے تو وہ بقدرت سے مختون ہی متولد ہوئے تھے یا بعد میں ختنہ کئے گئے اور اگر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہوا ہے تو اگلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذوات کے متعلق کیا کہا جائے گا، اور خود حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ختنہ کس نے کیا؟ وہ کس نام اور کس قوم کا تھا اور ان کے زمانہ میں کون کون قوم یہ کام کرتی تھی؟ اور غسل جنابت کی ابتداء کن سے ہوئی۔ ہر سوال کا مفصل جواب بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمایا جائے۔ اگرچہ بعض سوال تاریخ سے تعلق رکھتے ہیں مگر من وجہ شرعی ہونے کی حیثیت سے منصب سے چنداں بعید نہیں، بالخصوص جبکہ بعض چیزوں کی ابتداء حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیان کی ہو، امید کہ بیان فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"وقال القرطبي رحمه الله تعالى: في الموطأ وغيره عن يحيى بن سعيد أنه سمع سعيد بن المسيب يقول: إبراهيم عليه الصلاة والسلام أول من اختتن الخ". تفسير ابن كثير: ۱/۱۶۶(۱)۔ "إن إبراهيم عليه الصلاة والسلام أول من اختتن وهو ابن عشرين ومائة واختتن بالقدوم الخ". فتح الباري: ۱۱/۴۷(۲)۔ "وقد تبت أن إبراهيم عليه الصلاة والسلام

= (وكذا في المشكوة: ۲/۳۸۰، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "اختتن إبراهيم عليه الصلاة والسلام بعد ثمانين سنة، واختتن بالقدوم". (فتح الباري: ۱۱/۱۰۳، قديمي)

"وإنما اختتن وقت أوحى الله إليه بذلك وأمره به، قال: والنظر يقتضي أنه لا ينبغي الاختتان إلا قريب وقت الحاجة إليه لاستعمال العضو في الجماع". (فتح الباري: ۱۱/۱۰۵، قديمي)

(۱) (ابن كثير: ۱/۱۶۶، سهيل اكيڈمي)

(۲) (فتح الباري: ۱۱/۱۰۲، قديمي)

النبي صلى الله عليه وسلم حتى ظهر قلبه". دلائل النبوة: ١/ ٢٦٤(١)۔ "ختنه في اليوم الذي شق فيه صدره الملائكة وملئ علماً وحكمةً، وذلك خلف حليمة حليمة رضي الله عنها، وكان ختانه في ذلك اليوم ثالث أن جده عبد المطلب ختنه في اليوم السابع وسماه وأضاف ...الخ". سفر السعادة ص: ١١٠(٢)۔

"عن جابر أن النبي صلى الله عليه وسلم عق عن الحسن والحسين وختنهما لسبعة أيام، قال الوليد: فسألت مالكاً عنه فقال: لا أدري، ولكن الختان طهرة، فكلما قدمها كان أحب إلي، وأخرج البيهقي حديث جابر وأخرج أيضاً من طريق موسى بن علي عن أبيه أن إبراهيم عليه الصلاة والسلام ختن إسحاق وهو ابن سبعة أيام ...الخ". فتح الباري: ١٠/ ٢٨٩(٣)۔

عبارات بالا سے امور ذیل ثابت ہوئے: ختنہ سنت ابراہیمی ہے، سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو بیان اور خود اپنے ختنہ کیا، کسی خاص قوم کا پیشہ نہیں تھا، حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام مختون پیدا ہوئے اور بارہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مختون پیدا ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تین قول ہیں: کہا گیا ہے کہ آپ بھی مختون پیدا ہوئے۔ غسل جنابت کا حکم اس امت کے لیے تو: ﴿وإن كنتم جنباً فاطهروا﴾ الآیۃ سے ثابت ہے، اس کی ابتداء کہاں سے ہوئی، اس کا ذکر کسی کتاب میں نظر سے نہیں گذرا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ۳/ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۸/ ربیع الثانی/ ۵۹ھ۔

ختنہ کا طریقہ کس زمانے سے ایجاد ہوا؟

سوال [۱۱۲۸]: ختنہ کا طریقہ کس زمانے سے اور کس پیغمبر کے زمانے سے جاری ہوا؟

---

(۱) (دلائل النبوة)

(۲) (سفر السعادة)

(۳) (فتح الباري: ۱۰/ ۳۴۱، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ختنہ کرانا منقول ہے۔ (کذا فی فتح الباری)(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ہاروت اور ماروت اور زہرہ

سوال [۱۲۲۹]: ہاروت وماروت کے متعلق جو مشہور ہے اور قصص کی کتابوں میں مذکور ہے کہ چاہ بابل میں سرنگوں لٹک رہے ہیں اور زہرہ جو ستارہ ہے یہ پہلے عورت تھی۔ کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

واقعات سیر وتاریخ میں زیادہ تر اسرائیلیات سے منقول ہیں، بہت سے مفسرین نے بھی ان واقعات کو ذکر کیا ہے، مگر محققین مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان واقعات کی تردید کی ہے، تفسیر مظہری(۲) وتفسیر کبیر وغیرہ میں ان واقعات پر بسط سے کلام کیا ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۱/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۲/ ذی قعدہ/ ۵۵ھ۔

---

(۱) "ولقد ثبت لإبراهيم عليه السلام أوليات أخرى كثيرة، منها: أول من ضاف الضيف، وقص الشارب، واختتن، ورأى الشيب وغير ذلك". (فتح الباري، كتاب الأنبياء، باب قول الله تعالى: {واتخذ الله إبراهيم خليلا}: ٤٩٠/٦، دار المعرفة)

"وثانيها الختان، وهي من سنة الأنبياء كما سبق من لدن إبراهيم عليه الصلوة والسلام إلى زمن نبينا محمد صلى الله عليه وسلم". (مرقاة المفاتيح على مشكاة المصابيح، كتاب الطهارة، باب السواك، الفصل الثاني: ٦٥/٢، رقم الحديث: ٣٨٢، رشيدية)

(وكذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ٩٨/٢، سورة البقرة: ١٢٤، دار الفكر بيروت)

(وكذا في تاريخ الطبري، اختتان إبراهيم عليه السلام: ١٣٠/١، مؤسسة شعبان، بيروت)

(٢) (التفسير المظهري: ١٠٩/١، سعيد)

(٣) "واعلم أن هذه الرواية فاسدة مردودة غير مقبولة؛ لأنه ليس في كتاب الله ما يدل على ذلك، بل فيه ما يبطلها من وجوه: الأول: ما تقدم من الدلائل الدالة على عصمة الملائكة عن كل المعاصي" ـــ

اولین غلافِ کعبہ کس نے دیا؟

سوال [۶۳۳۰]: خانہ کعبہ میں جو غلاف پڑا رہتا ہے وہ کس مقصد سے پڑا رہتا ہے؟ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہے یا حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے وقت سے غلاف چڑھنے کا رواج ہے یا کسی خلیفہ یا بادشاہ نے ایجاد کیا اور غلاف چڑھانے میں خانہ کعبہ پر کیا بھید ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اخبار مکہ ص: ۲۴۹، میں ازرقی نے لکھا ہے: "قال: حدثنا أبو محمد قال: حدثنا أبو الوليد قال: حدثني جدي قال: حدثنا إبراهيم بن محمد بن أبي يحيى عن همام بن منبه عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم، أنه نهى عن سب أسعد الحميري، وهو تبع، وكان هو أول من كسى الكعبة ..... الخ"۔ جلد اول ص: ۲۶۵ تک غلاف کعبہ کی تفصیل بیان کی ہے(۱)، مقصود تعظیم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

www.ahlehaq.org

---

(۳) (التفسير الكبير: ۳/۹، ۲۰۰۲)

(وكذا في حاشية الجلالين، ص: ۱۲، سورة البقرة، قديمي)

(۱) "قال الأزرقي: قال ابن جريج: كان تبع أول من كسا البيت كسوة كاملة ..... الخ". (تاريخ الخميس، أول من كسا الكعبة: ۱/۱۹۲، مؤسسة شعبان، بيروت)

عہدِ صحابہ تاریخ کی روشنی میں

فتح بیت المقدس کے موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کس چیز پر سوار تھے؟

سوال [۱۶۳۱]: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک عیسائی بادشاہ کے دربار میں پہنچے تو غلام کی باری سواری پر تھی اور آپ پیدل تھے تو وہ گھوڑے کی سواری تھی یا کوئی اور؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ واقعہ عیسائی بادشاہ کے دربار میں جانے کا نہیں، بلکہ بیت المقدس کو فتح کرنے کے موقعہ کا ہے، اس وقت اونٹ پر سوار تھے، ایک منزل غلام پیدل چلتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سوار ہوتے تھے، اور ایک منزل غلام سوار ہوتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیدل چلتے تھے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

اصحابِ صفہ کون تھے؟

سوال [۱۶۳۲]: اصحابِ صفہ کون تھے اور اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصحابِ صفہ فقرائے صحابہ کی ایک جماعت تھی جن کا گھر اور اہل وعیال کچھ نہیں تھا، یہ کچھ کاروبار اور تجارت وغیرہ بھی نہیں کرتے تھے، محض توکل پر ان کا گذارہ تھا۔ مسجدِ مدینہ میں ایک جگہ سایہ دار تھی وہاں یہ

---

(۱) علامہ اکبر شاہ خان نجیب آبادی لکھتے ہیں: "(حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ) ستوؤں کا ایک تھیلا، ایک اونٹ، ایک غلام، ایک لکڑی کا پیالہ ہمراہ لے کر اور اپنی جگہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا عامل مقرر فرما کر روانہ ہو گئے، آپ کے اس سفر کی سادگی اور جفاکشی عام طور پر مشہور ہے، کبھی غلام اونٹ کی مہار پکڑ کر چلتا اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اونٹ پر سوار ہوتے اور کبھی غلام اونٹ پر سوار ہوتا اور فاروق اعظم اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے آگے چلتے"۔ (تاریخ اسلام: ۱/۲۸۸، ۲۸۹، نفیس اکیڈمی کراچی)

پیدا ہوئیں: ان کی وفات ذی الحجہ ۶ھ میں یا ۵ھ یا ۴ھ میں ہوئی، کذا فی تجرید اسماء الصحابۃ: ۲/ ۳۲۶، (۱) لہٰذا بیویاں دو ہیں، ایک بیوی اور بھی تھیں حبیبہ بنت خارجہ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/صفر/ ۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیویوں کا حال، ان کے کل کتنے نکاح ہوئے؟

سوال[۱۶۳۴]: ۱- حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کتنی مدت بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کے ہوتے ہوئے اور کسی عورت سے نکاح تو نہیں کیا؟ ان کی وفات کے بعد آپ نے کون عورت سے نکاح کیا؟ آپ نے ایک وقت میں دو بیویاں رکھیں یا نہیں؟ جنگ میں جو کہ عہد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں ہوا، اس میں آپ گئے یا نہیں، اور کوئی عورت اس جنگ میں آپ کے حصہ میں آئی یا نہیں، اگر آئی تو اس کا نام کیا اور کس کی لڑکی ہیں۔ چونکہ کتاب "جنگ زیتون" اور "جنگ نامہ محمد حنیفہ"، "جنگ نامہ حضرت علی رضی اللہ عنہ" کی کتابیں جو کہ شروع سے آخر تک بالکل غلط ہیں اور کچھ نہیں آتا کہ یہ کتابیں کس زمانہ میں لکھی گئی ہیں، چونکہ یہ قصے کسی اور کتب تواریخ میں نہیں ملتے، اور محمد حنیفہ کس سے پیدا ہوئے اور آپ جنگ کربلا میں شریک تھے یا نہیں؟ آپ کا وصال کب ہوا اور کس طرح ہوا؟ اس کو مفصل طریقہ سے تحریر فرمائیں۔

۲- حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کل کتنے نکاح ہوئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱- بعض کہتے ہیں چھ ماہ بعد، بعض کہتے ہیں تین ماہ بعد حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

(۱) "أم رومان بنت عامر بن عويمر الكنانية أم عائشة، توفيت في ذي الحجة سنة ست، وقيل سنة أربع، وقيل سنة خمس". (تجريد أسماء الصحابة رضي الله عنهم للذهبي: ۲/ ۳۲۶، دار المعرفة بيروت)

(۲) "حبيبة بنت خارجة بن زيد أو بنت زيد بن خارجة الخزرجية، زوج أبي بكر الصديق، ولدت له أم كلثوم بعده". (الإصابة في تمييز الصحابة رضي الله تعالى عنهم، كتاب النساء: ۸/ ۹۰، رقم الترجمة: ۱۱۰۲۹، دار الكتب العلمية بيروت)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا، کذا فی تلقیح فہوم اہل الاثر، ص: ۱۵ (۱)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی موجودگی میں کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا، کذا فی بذل المجہود (۲)۔ جنگ یمامہ میں خولہ بنت جعفر رضی اللہ عنہ گرفتار کرکے لائی گئیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملیں جن سے محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، اس جنگ کے حالات "تاریخ الخمیس" (۳)، "تاریخ ابن جریر" (۴)، "روضۃ الصفا" (۵) وغیرہ میں مذکور ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ میرے بعد میری بھانجی امامہ سے نکاح کرنا، چنانچہ انہوں نے اس وصیت کو پورا کیا۔ اسماء بنت عمیس، ام البنین بنت الحزام، لیلیٰ بنت مسعود، ام سعید بنت عروہ بھی آپ کے نکاح میں رہی ہیں اور ان سب سے اولاد بھی ہوئی۔ ترتیب نکاح معلوم

---

(۱) "وماتت فاطمة رضي الله عنها بعد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بستة أشهر، وقيل: ثلاثة أشهر". (تلقيح فهوم أهل الأثر، ص: ذكر الأناث من أولاده صلى الله تعالى عليه وسلم، مكتبة الآداب قاهره)

(۲) (بذل المجهود، كتاب النكاح، باب مايكره أن يجمع بين النساء: ۳۰/۵، مكتبه امداديه ملتان)

(وكذا في تاريخ طبري، ذكر الخبر عن أزواجه وأولاده: ۱۱۸/۴، مؤسسة الأعلمي، بيروت)

(۳) "(ذكر الذكور) الحسن والحسين رضي الله تعالى عنهما، وقد سبق ذكر ولادتهما . ومحمد الأكبر أمه خولة بنت إياس بن جعفر الحنفيه ... الخ". (تاريخ الخميس، ذكر أولاد علي رضي الله عنه، ۲۸۳/۲، مؤسسة الشعبان، بيروت)

"ومحمد الأكبر أمه خولة بنت إياس بن جعفر الحنفية ذكره الدار قطني وغيره، وقال: وأخته لأمه خولة بنت أبي مكمل الغفاوية، وقيل: بل كانت أمه من سبي اليمامة، فصارت إلى علي، وأنها كانت أمة لبني حنفية سندية سوداء، ولم تكن من أنفسهم. وقيل: إن أبابكر أعطى علياً الحنفية أم محمد من سبي بني حنيفة". (تاريخ الخميس، ذكر أولاد علي: ۲۸۳/۲، مؤسسة شعبان، بيروت)

(۴) "فأول زوجة تزوجها فاطمة بنت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ولم يتزوج عليها حتى توفيت عنده". (تاريخ طبري: ۸۹/۲، إحياء التراث العربي، بيروت)

(۵) (روضة الصفا: ۲۲۵/۲، ۲۲۶، ذكر رفتن خالد رضي الله تعالى عنه بيمامه وكشته شدن مسيلمه كذاب، نولكشور لكهنؤ)

گئیں: جتنی بیامہ میں جانے والے چند اعیان کے نام تاریخ الخمیس میں تحریر کئے ہیں ان میں حضرت رضی اللہ عنہ کا نام نہیں۔

۲..... ایک نمبر میں اس کا جواب آ گیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/صفر/۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

کیا حضرت حلیمہ نے اسلام قبول کیا؟

سوال [۱۱۳۵]: حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مشرف باسلام ہوئیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس میں دونوں قول ہیں، کذا فی الخمیس: ۲۲۸/۱ (۱)۔ فقط۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدفن

سوال [۱۱۳۶]: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے کتنی اولادیں پیدا ہوئیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی عورت سے نکاح تو نہیں کیا اور ان کی وفات کے بعد کسی عورت سے نکاح کیا ہو اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد کتنے ایام کے بعد وصال ہوا ہے؟ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کس جگہ مدفون ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حیات میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرا نکاح نہیں

---

(۱) "روي أن حليمة قدمت على رسول الله صلى الله عليه وسلم مكة بعد تزوجه خديجة، فشكت إليه جدب البلاد وهلاك المواشي، فكلم رسول الله صلى الله عليه وسلم خديجة، فأعطتها بعيراً وأربعين شاة، وانصرفت إلى أهلها، ثم قدمت عليه بعد الإسلام، فأسلمت هي وزوجها وبايعاه ...... وفي مزيل الخفا صحح ابن حبان وغيره حديثاً دل على إسلامها، وقيل: لم يثبت إسلامها". (تاريخ الخميس، رضاعه عليه السلام لحليمة: ۲۲۸/۱، مؤسسة شعبان، بيروت)

الجواب حامداً و مصلیاً:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۶/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۵/ جمادی الثانی ۶۱ھ۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیویاں

سوال [۲۳۹۱]: حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیک وقت کتنی بیویاں تھیں، اور حضرت مذکور نے اپنی حیات میں کل کتنی شادیاں (نکاح) کیے، کتنی بیویوں کو طلاق دی، کتنی نے زوجیت میں انتقال فرمایا؟ شہادت کے وقت کتنی ازواج تھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ازواج کے متعلق اتنا معلوم ہے کہ ایک کا نام شہربانو، دوسری کا نام لیلیٰ، تیسری کا نام رباب، چوتھی کا نام ام اسحاق تھا، وقتِ شہادت دو بیویاں ساتھ تھیں: ایک شہربانو، دوسری کا نام تحریر نہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ عزیزی میں یہ تفصیل لکھ کر فرمایا ہے کہ "وعلاوہ دیگر ازواج معلوم نیست کہ دراں وقت زندہ بودند یا مردہ ... الخ" (۲)۔

---

(۱) "عنها (أم سلمة) قالت: قال رسول الله ﷺ: "ما من مسلم تصيبه مصيبة فيقول ما أمره الله به: إنا لله وإنا إليه راجعون، اللهم أجرني في مصيبتي وأخلف لي خيراً منها ... فلما مات أبو سلمة ثم إني قلتها، فأخلف الله لي رسول الله ﷺ" (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند من حضره الموت، الفصل الأول، ص: ۱۴۰، قديمي)

"عن أم سلمة ... فلما مات أبو سلمة قلت: يا رسول الله ما أقول؟ قال: "قولي اللهم اغفر له وأعقبني عقبى صالحة" قالت: فأعقبني الله به محمداً ﷺ" (سنن أبي داود: ۲/۸۸، باب ما يقال عند الميت من الكلام، كتاب الجنائز، امدادیہ ملتان)

(والصحيح لمسلم: ۱/۳۰۰، كتاب الجنائز، القول عند المحتضر، قديمي)

(۲) "حضرت امام حسین علیہ السلام وقتیکہ در کربلا تشریف آوردند ایشان سہ پسر بودند ... دیگر ازواج معلوم نیست کہ دراں وقت زندہ بودند یا مردہ". (فتاویٰ عزیزی، مکتوب در حال همرهان

کل کتنی عورتوں سے نکاح کیا، پھر کسی کو طلاق دی یا نہیں؟ اور کس کس کا ان کے سامنے انتقال ہوا، یہ سب تفصیل معلوم نہیں، اتنا طے شدہ مسئلہ ہے کہ ایک وقت میں چار بیویوں تک اجازت ہے، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کیا بچپن میں کوئی وعدہ کیا تھا؟

سوال[۱۹۲۰]: حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کیا بچپن میں کچھ وعدہ کیا تھا؟ لوگ یہ شعر پڑھا کرتے ہیں ؎

آئی ندا یہ غیب سے بس ہاتھ تھام لو بچپن میں جو وعدہ کیا تھا وفا کرو

آیا وہ کونسا وعدہ تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بچپن میں کس سے کیا وعدہ فرمایا تھا، مجھے معلوم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کسی خلیفہ کے موجود نہ ہونے کی وجہ

سوال[۱۹۲۱]: بوقت وفات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے اربعہ میں سے کوئی بھی موجود نہیں تھا، پھر آپ کے انتقال کے بعد حاضر ہوئے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اگر واقعی ایسا ہے تو یہ حضرات کہاں پر تشریف فرما تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سب کے مکانات الگ الگ تھے، سب اپنی اپنی جگہ تھے، کسی کو اندازہ نہیں تھا کہ آج وفات

— حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ: ۱/ ۸۸، ۸۹، محمد اسحٰق صدیقی مالک کتب خانہ رحیمیہ دیوبند، سہارنپور)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث وربٰع﴾ الآیۃ (النساء: ۳)

ہو جائے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۳/۱۴۰۱ھ۔

بچے کے انتقال پر اہلیہ کا اپنے شوہر کو مطلع نہ کرنا

سوال [۱۹۴۲]: وہ کونسے صحابی رضی اللہ عنہ تھے اور ان کی بیوی کا نام کیا تھا کہ جس کے لڑکے کا انتقال ہو چکا تھا اور بیوی نے فرمایا شوہر سے کہ بچہ بالکل اچھا ہے اور بیوی نے زینت بھی کی تھی جس کی وجہ سے شوہر (صحابی رضی اللہ عنہ) نے شب میں بیوی سے صحبت بھی کی تھی، اس وقت بیوی نے فرمایا کہ صاحبزادہ کا انتقال ہو گیا ہے صبر کیجئے، اس کی امانت تھی، لے لی۔ اور اتنی دیر تک میت کا پڑا رہنا اور اس صورت سے صبر دلانے کی کیا وجہ تھی؟ اور یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف کا ہے یا بعد میں ایسا ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ صحابی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تھے، ان کی بیوی حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا تھیں، جو کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں اور اس بچے کا نام ابو عمیر تھا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ روزہ سے تھے، شام کے وقت جبکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یا کسی اور جگہ تشریف لے گئے تھے، بچے کا انتقال ہو گیا، ان کو اپنے

---

(۱) وصال کے دن آپ ﷺ کی طبیعت پرسکون تھی جیسا کہ روایات میں اس کا ذکر ہے:

"عن أنس بن مالك رضي الله عنه أن المسلمين بينما هم في صلوة الفجر من يوم الإثنين، وأبوبكر يصلي لهم، لم يفجأهم إلا رسول الله صلى الله عليه وسلم قد كشف ستر حجرة عائشة، فنظر إليهم وهم في صفوف الصلوة، ثم تبسم يضحك، فنكص أبوبكر على عقبيه ليصل الصف، وظن أن رسول الله صلى الله عليه وسلم يريد أن يخرج إلى الصلوة، فقال أنس: وهمّ المسلمون أن يفتتنوا في صلاتهم فرحاً برسول الله صلى الله عليه وسلم .... الخ".

"أن علي بن أبي طالب خرج من عند رسول الله صلى الله عليه وسلم في وجعه الذي توفي فيه. فقال الناس: يا أبا حسن! كيف أصبح رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال: أصبح بحمد الله بارئاً الخ"

(صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب مرض النبي صلى الله عليه وسلم ووفاته: ۶۴۰/۲، ۶۳۹، قديمي)

(وكذا في دلائل النبوة، باب ماجاء في تقرير النبي صلى الله عليه وسلم أبابكر على أمر صلوا بصلاتها بالناس: ۱۹۳/۷، دار الكتب العلمية، بيروت)

ولکن اللہ یہدی من یشاء﴾(۱) (آیہ) نازل ہوئی۔ کتب تفسیر میں دیکھئے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۲/۹۱ھ۔

ابوجہل کا باپ

سوال [۱۲۲۳]: ابوجہل لعین کس کا بیٹا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہشام بن مغیرہ کا۔ کذا فی تاریخ الخمیس: ۱/۳۸۲ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کیا دجال کی پنڈلی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار کا زخم ہے؟

سوال [۱۲۲۴]: احادیث میں جہاں کا ذکر جہاں بھی آیا ہے وہاں صرف اتنا آتا ہے کہ دجال آئے گا اور حکومت

= أن يقولوا: "لا إله إلا الله" فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "والله لأستغفرن لك ما لم أنه عنك". فأنزل الله: ﴿ما كان للنبي والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين﴾، وأنزل الله في أبي طالب، فقال لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ﴿إنك لا تهدي من أحببت ولكن الله يهدي من يشاء﴾ الخ".

(صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب قوله تعالى: ﴿إنك لا تهدي من أحببت ولكن الله يهدي من يشاء﴾: ۲/۷۰۳، قديمي)

(۱) (القصص: ۵۶)

(۲) "﴿إنك لا تهدي من أحببت ولكن الله يهدي من يشاء﴾ وقد ثبت في الصحيحين: أنها نزلت في أبي طالب عم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، وقد كان يحوطه وينصره ويقوم في صفه ويحبه حباً شديداً طبعياً لا شرعياً، فلما حضرته الوفاة وحان أجله، دعاه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إلى الإيمان والدخول في الإسلام، فسبق القدر واختطف من يده، فاستمر على ما كان عليه من الكفر، ولله الحكمة التامة". (تفسير ابن كثير (القصص: ۵۶): ۳/۵۱۳، ۵۱۴، مكتبة دار الفيحاء)

(وكذا في روح المعاني (القصص: ۵۶): ۲۰/۹۶، دار إحياء التراث العربي)

(وتفسير البغوي (القصص: ۵۶): ۳/۴۵۱، مصطفى البابي الحلبي)

(۳) "أبو جهل بن هشام، اسمه عمرو بن هشام بن المغيرة بن عبد الله بن عمرو بن مخزوم" اهـ. (تاريخ الخميس، عدة قتلى المشركين يوم بدر: ۱/۳۸۲، مؤسسة شعبان، بيروت)

www.ahlehaq.org

کرے گا، پیدا ہوتا، وہ رہ سے کسی پتہ نہیں چلتا، لیکن کچھ معتبر لوگوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دجال کی گردن میں زخم پڑا ہوا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شمشیر کا زخم دجال کی چنڈیا میں ہے، حقیقت سے مستفیض فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ معتبر لوگ کون ہیں، ان سے حوالہ دریافت فرما کر مجھے بھی مطلع فرمادیں، احسان ہوگا، میں اگر ان سے واقف ہوتا تو خود ہی دریافت کرلیتا کہ یہ بات کہاں لکھی ہے، بظاہر تو روافض کی گھڑی ہوئی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دجال کی چنڈیا پر تلوار مارنا میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا، دجال کی تاریخ پیدائش بھی معلوم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۵/۹۰ھ۔

ابوجہل سے اپنے غلام کا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق سوال کرنا

سوال[۱۶۰۹]: بعض حضرات کہتے ہیں کہ ابوجہل کا ایک غلام تھا جس نے ابوجہل سے غالباً کسی وقت تنہائی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کیا تھا کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حق پر ہیں یا تم حق پر ہو؟ تو اس نے جواب دیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حق پر ہیں، تو غلام نے پھر سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب حق پر ہیں تو تم کیوں نہیں مان لیتے ہو تو ابوجہل نے یہ جواب دیا کہ ہماری اور بنو ہاشم کی ناک کٹ جائے گی۔ کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو صحیح اور مکمل واقعہ کتابوں کے حوالے سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس قسم کے واقعات متعدد لوگوں کے پیش آئے ہیں، خود قرآن پاک میں ہے:﴿الذين آتيناهم الكتاب يعرفونه كما يعرفون أبناءهم﴾ (۱) (الآیۃ) یہ تو اہل کتاب کے متعلق ہے، دوسری جگہ ہے: ﴿وجحدوا بها واستيقنتها أنفسهم ظلماً وعلواً﴾ (۲) (الآیۃ)۔ ابوطالب کا ایمان نہ لانا بھی بعض حضرات کے نزدیک اسی بناء پر تھا جس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ ہوا اور پھر یہ آیت

---

(۱) (سورۃ البقرۃ، الآیۃ: ۱۴۶)

(۲) (سورۃ النمل، الآیۃ: ۱۴)

کریمہ نازل ہوئی: ﴿إنك لا تهدي من أحببت ولكن الله يهدي من يشاء﴾ (۱) الآیۃ۔ خصائص کبریٰ میں متعدد لوگوں کے واقعات نقل کیے ہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۹/۸۸ھ۔

ابولہب کے بیٹوں کے نام

سوال [۱۹۲۰]: ابولہب کے لڑکے کا کیا نام تھا جس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی منسوب تھیں اور کس نے حضور کی طلاق دیدی تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ابولہب کے ایک لڑکے کا نام عتبہ تھا، اس کے نکاح میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت رقیہ تھیں، دوسرے لڑکے کا نام عتیبہ تھا، اس کے نکاح میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لڑکی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ سورۂ تبت کے نازل ہونے پر باپ کے کہنے سے دونوں لڑکوں نے طلاق دیدی تھی (۳)، دونوں نکاح بچپن میں ہوئے تھے، رخصتی کی نوبت نہیں آئی تھی، عتبہ فتح مکہ کے بعد حضرت عتبہ مسلمان ہو گئے تھے (۴) اور عتیبہ نے گستاخی کی تھی جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بددعا سے ہلاک ہوا کہ ایک شیر نے ہلاک کردیا (۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۶/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۵/ جمادی الثانی/ ۶۱ھ۔

---

(۱) (سورۃ القصص، الآیۃ: ۵۶)

(۲) (الخصائص الکبریٰ، باب اعجاز القرآن واعتراف مشرکی قریش باعجازہ: ۱/۱۸۸، ۱۹۲، المکتبۃ الحقانیۃ پشاور)

(۳) (وكانت أم كلثوم بنت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عند عتيبة، ورقية أختها عند أخيه عتبة، فلما نزلت السورة قال أبو لهب لهما: رأسي من رأسكما حرام إن لم تطلقا ابنتي محمد صلى الله تعالى عليه وسلم، فطلقاهما) (روح المعاني: ۳۰/۲۶۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۴) (أسلم هو وأخوه معتب يوم الفتح) (أسد الغابة في معرفة الصحابة: ۳/۴۶۳، دار الفكر بيروت)

(۵) (إلا أن عتيبة المصغر كان قد أراد الخروج إلى الشام مع أبيه فقال: لآتين محمداً عليه الصلاة –

کیا حاتم طائی اور نوشیرواں ایمان لائے؟

سوال[۱۲۲۸]: حاتم طائی اور نوشیرواں عادل کس دین پر تھے اور ظاہر میں کس حالت پر مرے؟ کیا نوشیرواں بادشاہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتدائی زمانہ پایا تھا؟ حاتم طائی نے دعا کی تھی کہ میری اولاد حیات رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تک بغرض ایمان لانے کے، حاتم کی لڑکی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائی تھی، کیا نام تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حاتم طائی اور نوشیرواں ہر دو کا انتقال اس وقت ہوا جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۸/ سال تھی، دونوں غیر مسلم تھے(۱)۔ روح المعانی میں حاتم طائی کے حق میں تخفیف عذاب روایت نقل کی ہے۔ حاتم طائی کی دعا میری نظر سے نہیں گزری۔ حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوئے (۲)۔ بیٹی کا نام سفانہ

= والسلام وأوذيته، فأتاه، فقال: يا محمد! إني كافر بالنجم إذا هوى وبالذي دنا فتدلى، ثم تفل تجاه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ولم يصبه عليه الصلاة والسلام شيء، وطلق ابنته أم كلثوم فأغضبه عليه الصلاة والسلام بما قال وفعل، فقال صلى الله تعالى عليه وسلم: "اللهم سلط عليه كلباً من كلابك". ... ثم خرجوا إلى الشام، فنزلوا منزلاً، فأشرف عليهم راهب من دير، وقال لهم: إن هذه أرض مسبعة، فقال أبو لهب: أغيثوني يا معشر قريش في هذه الليلة، فإني أخاف على ابني دعوة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم، فجمعوا جمالهم وأناخوها حولهم خوفاً من الأسد، فجاء أسد يتشمم وجوههم حتى أتى عتيبة فقتله". (روح المعاني: ۲۰/۳۳۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "ومن وقائع هذه السنة موت حاتم الطائي وهو حاتم بن عبد الله بن سعد بن الحشرج بن امرئ القيس، وهو حاتم المشهور الذي يضرب به المثل في الجود والكرم، ومن وقائع هذه السنة موت كسرى أنوشروان وولاية ابنه هرمز السلطنة، وفي نظام التواريخ كان هو قرين أنوشروان ملكاً أعدل وراى ... وقيل: قبر أنوشروان بالجبل الأحمر". (تاريخ الخميس: ۱/۲۵۵، وقائع السنة الثامنة من مولده، موت حاتم الطائي، موت كسرى أنوشروان، مؤسسة شعبان، بيروت)

(۲) "قال ابن إسحاق: قال عدي بن حاتم: ما كان رجل من العرب أشد كراهية لرسول الله صلى الله عليه وسلم مني حين سمعت به صلى الله عليه وسلم، وكنت امرأً شريفاً وكنت نصرانياً. ... قال: "فإن =

تو ۔ک۔ فی الخمیس (۱)۔ سفانہ کا اسلام لانا کہیں نہیں دیکھا (۲)۔ زاد المعاد (۳) سیرت ابن ہشام (۴) فتح الباری (۵) میں واقعہ مفصلاً ہے، تاریخ الخمیس (۶) وغیرہ میں قصہ منقول ہے مگر اس کا اسلام منقول نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۲/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۵/ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ۔

← اليهود مغضوب عليهم وإن النصارى ضالون، قال: فقلت: إني حنيف مسلم، قال: فرأيت وجهه ينبسط فرحاً". (زاد المعاد لابن قيم الجوزية، ص: ۶۳۲-۶۳۳، فصل في ذكر سرية علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه إلى صنم طيئ ليهدمه في هذه السنة، دار الفكر، بيروت)

(۱) "تاریخ الخمیس" میں حاتم طائی کی بیٹی کا نام "ستانہ" لکھا ہے جب کہ "أسد الغابة" اور "الإصابة" میں اس کا نام "سفانة" لکھا ہے۔

"وصيبت أخته سفانة بنت حاتم في السبايا، فأطلقها النبي صلى الله عليه وسلم، فكان ذلك سبب إسلام عدي". (تاريخ الخميس: ۲/۱۲۰، ۱۲۱، الموطن التاسع في حوادث السنة التاسعة من الهجرة، بعث علي بن أبي طالب إلى الفلس، مؤسسة شعبان، بيروت)

"وتركت أخته سفانة بنت حاتم، فأخذها المسلمون". (أسد الغابة لابن الأثير: ۳/۵۰۵، رقم الترجمة: ۳۶۰۳، عدي بن حاتم، دار الفكر، بيروت)

(وكذا في الإصابة لابن حجر: ۸/۱۸۰، رقم الترجمة: ۱۱۳۰۲، سفانة بنت حاتم الطائي، كتاب النساء، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "أسد الغابة" اور "الإصابة" میں اس کا اسلام لانا منقول ہے:

"سفانة بنت حاتم الطائي ... وكانت أسلمت فحسن إسلامها". (أسد الغابة، النساء: ۶/۱۳۹، ۱۴۰، رقم الترجمة: ۶۹۸۸، سفانة بنت حاتم، دار الفكر، بيروت)

(۳) (انظر الحاشية، رقم: ۱)

(۴) (سيرة ابن هشام: ۲/۵۸۰-۵۸۱، أمر عدي بن حاتم، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(۵) (فتح الباري: ۸/۱۲۹، ۱۳۰، كتاب المغازي، باب قصة وفد طيئ وحديث عدي بن حاتم، قديمي)

(۶) (تاريخ الخميس: ۲/۱۲۰، ۱۲۱، الموطن التاسع في حوادث السنة التاسعة من الهجرة، بعث –

سن ہجری اور عیسوی کی ابتداء

سوال [۱۹۴۹]: سن ہجری اور سن عیسوی کی تفصیل بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سن ہجری حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت کے سال سے شمار کیا جاتا ہے(۱) اور سن عیسوی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت سے شمار کیا جاتا ہے، بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ عیسائیوں کے غلط عقیدہ کے مطابق (العیاذ باللہ) جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی، اس وقت سے اس سن کی ابتدا ہوئی ہے(۲)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

سب سے پہلا شہید

سوال [۱۹۵۰]: قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں سب سے پہلے کون شہید ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت سمیہ بنت خیاط، کذا فی اسد الغابۃ: ۵/۳۸۱(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ

سوال [۱۹۵۱]: کیا وجہ ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنے چچیرے بھائی مروان

= علی بن أبی طالب إلی الفلس، مؤسسة شعبان، بیروت)

(۱) (فیروز اللغات، ص: ۱۴۴۳)

(۲) (فیروز اللغات، ص: ۹۰۸)

(۳) "سمیة أم عمار بن یاسر، وهي سمیة بنت خیاط ... روی أن أبا جهل طعنها في قبلها بحربة في یده فقتلها، فهي أول شهید في الإسلام". (أسد الغابة لابن الأثیر: ۷/۱۵۲، ۱۵۳، حرف السین، دار الكتب العلمیة، بیروت)

www.ahlehaq.org

بن الحکم کو مدینہ بلوا کر اپنا مشیر کل کیوں قرار دیا، حالانکہ مسلمانوں نے مروان کی ریشہ دوانی سے تنگ آ کر مطالبہ کیا کہ یا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مروان کو مسلمانوں کے حوالہ و سپرد کر دیں یا خلافت سے برطرف ہو جائیں، مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان دونوں شرطوں میں ایک کو بھی منظور نہیں فرمایا، آخر تنگ لوگوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور شہید کر ڈالا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سوال کے چار اجزاء ہیں:

۱- مروان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنا مشیر کل کیوں قرار دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ان کے نزدیک اس کا اہل اور قابلِ اعتماد تھا۔

۲- اس کو لوگوں کے حوالہ اور سپرد کیوں نہیں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ لوگ اس کو قتل کرنا چاہتے تھے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ مستحق قتل نہیں تھا، شرعی شہادت سے اس کا قصور ثابت نہیں ہوا تھا، جس سے وہ واجب القتل قرار دیا جاتا، لہذا ایک بے قصور کو قتل کرنے کیلئے حوالہ کرنا کب جائز تھا۔

۳- وہ خلافت سے برطرف کیوں نہیں ہوئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تھا: "عن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يا عثمان! إنه لعل الله يقمصك قميصاً، فإن أرادوك على خلعه فلا تخلعه لهم". رواه الترمذي وابن ماجه، وقال الترمذي في الحديث قصة طويلة. الخ" مشكوة شريف، باب مناقب عثمان(۱)۔ "أي سيجعلك الله خليفة، فالناس إن قصدوا عزلك فلا تعزل نفسك عنها لأجلهم، لكونك على الحق وكونهم على الباطل، وفي قبول الخلع إيهام وتهمة. فلذا كان عثمان ما عزل نفسه حين حاصروه يوم الدار". (لمعات)(۲)۔

(۱) (مشكوة المصابيح، باب مناقب عثمان رضي الله عنه، ص: ۵۶۲، قديمي)

(وسنن ابن ماجة، فضل عثمان رضي الله عنه ص: ۱۱، قديمي)

(وجامع الترمذي، مناقب عثمان رضي الله عنه: ۲/۲۱۱، سعيد)

(۲) (لمعة اللمعات، مناقب عثمان رضي الله عنه ۴/۱۵۹، مكتبه نوريه سكهر)

ترجمہ: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "عثمان! امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایک قمیص پہنائے گا، اگر لوگ اس کو نکالنے کا ارادہ کریں، تو مت نکالنا"۔ یعنی اللہ تعالیٰ تم کو خلیفہ بنائے گا، اگر لوگ تم کو معزول کرنے کا ارادہ کریں ان کی وجہ سے اپنے آپ کو معزول نہ کرنا اپنے حق پر اور ان کے باطل پر ہونے کی وجہ سے"۔

۴- لوگوں نے محاصرہ کرکے شہید کردیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لوگوں کا ظلم ہے اور حضور رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں ان کے مظلوم ہونے اور شہید ہونے کی خبر دے دی تھی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

بیوی کو غسلِ میت کی وصیت

سوال [۱۱۵۲]: ۱- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو وصیت کی تھی کہ بعد وفات مجھے تم (بیوی) غسل دینا۔ کیا وجہ تھی جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن موجود تھے اور صحابہ کرام وخلیفہ بھی موجود تھے، جیسا کہ مظاہر حق جلد پنجم میں ہے۔

۲- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مشرکہ بیوی کا نام کیا تھا اور بعد ایمان لانے کے جو نکاح ثانی کیا تو اس بیوی کا کیا نام تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی والدہ کا کیا نام تھا اور ایمان لائی تھیں یا نہیں؟ اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تھے، تو ان کے والد خطاب حیات تھے یا نہیں، اور ان کے والد بھی ایمان لائے تھے یا نہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھائی کا کیا نام تھا؟

---

(۱) "وعن ابن عمر رضي الله عنهما قال: ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم فتنة فقال: "يقتل هذا فيها مظلوماً" - لعثمان - هذا حديث حسن". (جامع الترمذي: ۲/۲۱۲، مناقب عثمان رضي الله عنه، سعيد)

"وعن قتادة أن أنساً رضي الله تعالى عنه حدثهم قال: صعد النبي صلى الله عليه وسلم أحداً ومعه أبوبكر وعمر وعثمان فرجف فقال: "اسكن أحد" أظنه ضربه برجله فليس - "عليك إلا نبي وصديق وشهيدان" (صحيح البخاري، باب مناقب عثمان رضي الله عنه: ۱/۵۲۳، قديمي)

(ومشكوة المصابيح، باب مناقب عثمان رضي الله عنه، ص: ۵۶۲، قديمي)

۳... حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ایام طفل میں ۲ھ میں ایمان لائے تھے، کیا قبل اسلام زمانے کے حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہو چکا تھا یا بعد اسلام لانے کے ہوا تھا؟ اور ان کی والدہ کا کیا نام تھا اور والدین حیات تھے یا نہیں؟ اور کیا والدین بھی ایمان لائے یا نہیں؟

۴... حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کا کیا نام تھا اور حقیقی بھائی اور بیوی کا کیا نام تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... اس عمل کی اشکال سے ظاہر ہے کہ بیوی سے جس نوع کا تعلق ہوتا ہے، وہ دوسروں سے نہیں ہوتا، لہٰذا جس طرح وہ غسل دے سکتی ہے دوسرے نہیں دے سکتے، بلکہ ترجیح بیوی کو وصیت کی ہے، بیٹے اولاد کو بھی اعانت کا حکم فرمایا (کذا فی تاریخ الخلفاء، ص: ۷۶)(۱)۔

۲... حضرت عمر کی بیوی کا نام ملیکہ بنت جرول تھا، ام کلثوم کنیت تھی، (کذا فی تاریخ الخمیس: ۲/۲۵۰)(۲) دوسری بیویوں کے یہ نام تھے: زینب بنت مظعون، ام کلثوم بنت علی، جمیلہ بنت عاصم بن ثابت، ام حکیم بنت الحارث، عاتکہ بنت زید، کذا فی تنقیح فہوم اہل الاثر، ص: ۱۰۱(۳) والدہ کا نام حنتمہ بنت ہشام تھا، کذا فی الخمیس: ۲/۲۴۹(۴)، تجرید اسد الغابہ ۳/۵۲(۵)، اصابہ: ۴/۴۸۴(۶)، استیعاب: ۲/۴۵۸(۷) وغیرہ میں خاندان تحریر ہے، ان کے والدین ایمان نہیں لائے اور آپ کے اسلام کے وقت آپ کے والدین حیات نہیں تھے، آپ کے بھائی کا نام زید بن الخطاب تھا۔

---

(۱) أخرج ابن أبي الدنيا عن ابن أبي مليكة أن أبا بكر أوصى أن تغسله امرأته أسماء بنت عميس، ويعينها عبد الرحمن بن أبي بكر رضي الله عنه. (تاريخ الخلفاء، ص: ۷۶، فصل في مرضه ووفاته، مؤسسة الكتب الثقافية، بيروت)

(۲) (تاريخ الخميس: ۲/۲۵۰، ذكر أولاد عمر، مؤسسة شعبان، بيروت)

(۳) (تلقيح فهوم أهل الأثر، ص: ۱۰۱، ذكر عمر بن الخطاب، المطبعة النموذجية)

(۴) (تاريخ الخميس: ۲/۲۴۹، ذكر عمر بن الخطاب، مؤسسة شعبان، بيروت)

(۵) (أسد الغابة: ۳/۶۴۲، حرف العين، عمر بن الخطاب، دار الفكر)

(۶) (الإصابة: ۴/۴۸۴، حرف العين المهملة، دار الكتب العلمية)

(۷) (الاستيعاب على هامش الإصابة: ۲/۴۵۸، باب عمر، دار الفكر)

۳ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اسلام کی آپ نے جو تاریخ لکھی وہ خلاف عقل ونقل ہے، واقعۂ فیل بھی ۲ھ میں نہیں ہوا، اصل یہ ہے کہ واقعۂ فیل سے چھ سال بعد آپ کی ولادت ہوئی ہے، خمیس: ۲/۲۵۳ (۱)۔ آپ قدیم الاسلام ہیں، چوتھے نمبر پر اسلام لائے، اسد الغابہ: ۳/۳۷۶ (۲)، اسلام کے بعد بیوی رقیہ سے نکاح ہوا، (اوجز المسالک: ۱/۷۰ (۳)۔ والد کا نام عفان تھا، والدہ کا نام اروی بنت کریز ہے، آپ کی نانی ام حکیم بنت عبدالمطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں، (الاستیعاب: ۱/۴۸۷) (۴)۔ آپ کے والد جاہلیت میں فوت ہوئے اور والدہ اسلام لائیں اور آپ کی خلافت میں انتقال ہوا (فتح الباری لابن حجر: ۷/۴۴) (۵)۔

۴ . والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد تھا (تلقیح، ص: ۵۳) (۶) ایک بیوی اسماء بنت عمیس تھیں، انہوں نے تین نکاح کیے، پہلا نکاح حضرت جعفر بن ابی طالب سے کیا، ان کے ساتھ حبشہ کی ہجرت کی، دوسرا نکاح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کیا، تیسرا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا، خمیس: ۲/۲۸۴ (۷) پھر ان کی تینوں اولاد کی تفصیل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۷/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۴/شعبان/۶۱ھ۔

---

(۱) (تاریخ الخمیس: ۲/۲۵۳، ذکر عثمان بن عفان، مؤسسة شعبان، بیروت)

(۲) "أسلم في أول الإسلام، دعاه أبو بكر إلى الإسلام، فأسلم، وكان يقول: إني لرابع أربعة في الإسلام". (أسد الغابة، عثمان بن عفان: ۳/۳۷۶، دار الفكر)

(۳) "فلما أسلم (أي عثمان) زوجه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم رقية". (أوجز المسالك، باب وقوت الصلاة، وقت الجمعة: ۱/۱۴۳، إدارة تاليفات اشرفيه ملتان)

(۴) (الاستيعاب على هامش الإصابة: ۳/۷۰، دار الفكر)

(۵) "وقد أسلمت أم عثمان .... ماتت في خلافة ابنها عثمان ... وأما أبوه فهلك في الجاهلية". (فتح الباري، كتاب فضائل الصحابة، باب مناقب عثمان: ۷/۵۴، دار المعرفة)

(۶) (تلقيح فهوم أهل الأثر، ص: ۱۰، علي بن أبي طالب، المطبعة النموذجية)

(۷) (تاريخ الخميس: ۲/۹۳، ۲۹۵، ذكر المذكور ... ذكر الإناث، مؤسسة شعبان، بيروت)

www.ahlehaq.org

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات، مدفن اور نماز جنازہ کی تحقیق

سوال[١١٥٣]: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال کس سن میں اور کہاں ہوا؟ نیز ان کے جنازہ کی نماز کس نے پڑھائی تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے متعلق الاصابہ(١)، الاستیعاب(٢)، تاریخ الخلفاء(٣)، اور کمال(٤) وغیرہ(٥)، میں ہے کہ قسطنطنیہ کے جہاد کیلئے جاتے ہوئے ۵۰ھ یا ۵۱ھ یا ۵۲ھ میں ہوا، وہاں ہی مدفون ہیں۔ جنازہ کی نماز کس نے پڑھائی اس کی تصریح نہیں دیکھی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۹۶ھ۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وفات

سوال[١١٥٤]: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا کس حال میں وصال ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ملک شام میں ۲۰ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے مشتاق تھے، بلکہ بیتاب تھے، کذا فی مرآۃ الجنان(٦)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

www.ahlehaq.org

---

(١) (الاصابة، الهمزة بعدها الياء ١/٢٣٤، دار الكتب العلمية، بيروت)

(٢) (الاستيعاب ٣/٩٠٩، باب الألف، دار الجيل، بيروت)

(٣) (تاريخ الخلفاء، فصل في بعض أخبار معاوية، ص: ١٨٠، مؤسسة الكتب الثقافية، بيروت)

(٤) (تهذيب الكمال في أسماء الرجال: ٣/٤٥٥، مؤسسة الرسالة، بيروت)

(٥) "ذكر الحافظ ابن كثير عن الواقدي: "مات أبو أيوب بأرض الروم سنة اثنتين وخمسين، ودفن عند القسطنطينية، وقبره هناك ... وقيل: إنه مدفون في حائط القسطنطينية" الخ". (البداية والنهاية: ٩/٤٩٥، مكتبة الرياض الحديثة، دار الفكر، بيروت)

(٦) "سنة عشرين فيها ... توفي بلال بن حمامة الحبشي مؤذن النبي صلى الله عليه وسلم بداريا من بلاد الشام". (مرآة الجنان: ١/٤٤، سنة عشرين، مؤسسة الأعلمي للمطبوعات، بيروت)

حضرت علی کا مدفن معلوم نہ ہونے کی حکمت

سوال[۱۶۵۵]: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ دفن نہیں ہوئے۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ آپ کوفہ میں شہید ہوئے اور دفن کہاں ہوئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شہید تو کوفہ میں ہوئے مگر دفن کے متعلق اختلاف ہے۔ اگر یہ بات ظاہر ہو جاتی کہ فلاں جگہ دفن ہیں تو ممکن تھا کہ خوارج وہاں نعش کی توہین کرتے، یہ مصلحت ظاہر ہے مدفن متعین نہ ہونے میں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۳/۱۴۰۱ھ۔

---

(۱) "وقال أبوبكر بن عياش: عُمّي قبر عليٍّ لئلا ينبشه الخوارج، وقال شريك: نقله ابنه الحسن إلى المدينة، وقال المبرد عن محمد بن حبيب: أول من حوّل من قبر إلى قبر عليٌّ رضي الله عنه".

"وأخرج ابن عساكر عن سعيد بن عبدالعزيز قال: لما قتل علي بن أبي طالب رضي الله عنه حملوه ليدفنوه مع النبي صلى الله عليه وسلم، فبينما هم في مسيرهم ليلاً إذ ندّ الجمل الذي هو عليه، فلم يدر أين ذهب؟ ولم يقدر عليه، قال: فلذلك يقول أهل العراق: هو في السحاب، وقال غيره: إن البعير وقع في بلاد طيئ، فأخذوه فدفنوه" (تاريخ الخلفاء للسيوطي، فصل في مبايعة علي رضي الله عنه بالخلافة وما نشأ عن ذلك، ص: ۱۴۹، منشورات الشريف الرضي)

جب کہ بعض کتب میں ان کا دفن کوفہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

"حدثنا عبدالله بن أحمد أن عبدالرحمن بن ملجم ضرب علياً في صلاة الصبح على دهش بسيف كان سمه بالسم، ومات من يومه ودفن بالكوفة". (فضائل الصحابة للإمام أحمد بن حنبل، اسمه ونسبه: ۵۵۹/۲، رقم الرواية: ۹۴۰، مؤسسة الرسالة)

(وكذا في تاريخ الطبري، ذكر الخبر عن سبب قتل أمير المؤمنين علي بن أبي طالب ومقتله: ۲۱۳/۴، مؤسسة الأعلمي)

(وكذا في تاريخ الخلفاء للسيوطي، فصل في مبايعة علي رضي الله عنه بالخلافة وما نشأ عن ذلك، ص: ۱۴۵، منشورات الشريف الرضي)

www.ahlehaq.org

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا مدفن

سوال [۱۶۵۶]: حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک کس جگہ مدفون ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

معلوم نہیں، کتب تواریخ روضۃ الصفاء وغیرہ میں مختلف روایتیں ہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کا مدفن

سوال [۱۶۵۷]: کتب شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ میں پڑھنے کے لئے کون کتاب معتبر اور مستند ہے کیونکہ جتنی بھی کتابیں پڑھیں سب کی روایت علیحدہ علیحدہ ہیں اور سر مبارک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کس جگہ مدفون ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فتح الباری زیادہ معتبر ہے، سر مبارک مدینہ طیبہ میں ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کہاں مدفون ہیں؟

سوال [۱۶۵۸]: مولوی امجد علی صاحب رضوی بریلوی کی کتاب بہار شریعت میں لکھا ہے کہ سر مبارک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور مزار سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بقیع میں ہے، فقط۔ میں عرض کرتا ہوں کہ سر مبارک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ میں آنا ثابت نہیں اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار احد میں ہے۔ آپ جو ثابت ہو وہ صحیح ارشاد فرمائیں۔

---

(۱) (البداية والنهاية: ۸/۲۰۳، ۲۰۴)

(۲) "فروى محمد بن سعد أن يزيد بعث برأس الحسين إلى عمرو بن سعيد نائب المدينة فدفنه عند أمه بالبقيع". (البداية والنهاية، ذكر موضع رأس الحسين: ۸/۲۰۴، دار الفكر بيروت)

تاریخ الخمیس: ۱/۲۷۸، میں مختلف اقوال نقل کئے ہیں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۶/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، ۱۹/۶/۵۷ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆
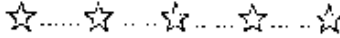
(۱) "ذكر الحافظ أبو عمر وابن عبد البر أن الحسن لما توفي دفن إلى جنب أمه فاطمة رضي الله عنها، وقبر الحسن معروف بجنب قبر العباس رضي الله عنه، ولا يذكر لفاطمة ثمة قبر، فيكون على هذا مع الحسن في قبة العباس رضي الله عنه، فينبغي أن يسلم عليها هناك". (تاريخ الخميس، ذكر مواضع قبورها: ۱/۲۷۸، مؤسسة شعبان للنشر والتوزيع، بيروت)

عہدِ تابعین تاریخ کی روشنی میں

محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا حال

سوال[۱۰۹۲]: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کتنی شادیاں کی ہیں، ایک یا دو یا تین یا اس سے بھی زائد؟ اور ہر بیوی سے کتنی کتنی اولاد ہوئی ہیں؟ مع نام کے تحریر فرمادیں، اولاد میں لڑکیاں بھی ہیں یا کہ نہیں؟ نیز کس بیوی سے نام حنفیہ پیدا ہوئے؟ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ جن کی بہادری میں ایک کتاب لکھی گئی ہے اور "جنگ نامہ محمد حنیف" سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ صحیح ہے یا غلط؟ حنیف کو بعض لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیٹا مانتے ہیں اور بعض انکار کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

معلوم ہوتا ہے کہ امام حنیف ہی سے اصل سوال متعلق ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس نام کا کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے نہیں ہے۔ جب تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور کوئی شادی نہیں کی (۱)، ان کے انتقال کے بعد متعدد شادیاں کی ہیں اور متعدد اولاد پیدا ہوئیں۔ مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا، اس کے مقابلہ میں لشکر بھیجا گیا، اللہ نے فتح دی، اس جہاد میں خولہ بنت جعفر یہ بھی گرفتار ہوکر آئیں، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملیں، وہ بنوحنیفہ کے قبیلے سے تھیں، ان سے بچہ پیدا ہوا ان کا

---

(۱) قال العلامة خليل أحمد السهارنفوري رحمه الله عليه تحت قوله عليه السلام: "ولكن لاتجتمع بنت رسول الله (أي فاطمة) وبنت عدوالله (أي بنت أبي جهل) مكاناً واحداً أبداً". قال الحافظ: وقال ابن التين: أصح ما تحمل عليه هذه القصة أن النبي صلى الله عليه وسلم حرم على علي رضي الله عنه أن يجمع بين ابنته وابنة أبي جهل - لأنه علل بأن ذلك يؤذيه و أذيته حرام بالاتفاق... لأنه يبعد أن يعد في خصائص النبي صلى الله عليه وسلم أن لايتزوج على بناته، ويحتمل أن ذلك مختصاً بفاطمة سلام الله عليها". (بذل المجهود، كتاب النكاح، باب مايكره أن يجمع بين النساء: ۱۵/۳، مكتبه امداديه ملتان)

نام محمد رکھا گیا اور اپنی والدہ کے قبیلہ کی طرف نسبت کر کے ان کو محمد بن الحنفیہ کہا گیا(۱) جن کو ناواقف لوگ امام حنیف یا محمد حنیف کہتے ہیں، روافض کا ایک طبقہ ان کو جن الفاظ سے یاد کرتا اور وہ رافضی ان کی بہت تعریف کرتا ہے، ان کے حالات ہی میں جنگ نامہ ہے جس کو جنگ محمد حنیف کہتے ہیں۔ تحفۂ اثنا عشریہ میں محمد بن الحنفیہ کی والدہ کے متعلق جنگ یمامہ میں گرفتار ہو کر آنے کی تصریح موجود ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفر لہ، دارالعلوم دیوبند۔

محمد بن الحنفیہ کی تحقیق

سوال[۱۶۶۲]: "جنگ نامہ محمد حنیف، جنگ نامہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، بیر الالم، ملک قصہ در حب باطل، نور نامہ" وغیرہ کتابیں مستند ہیں یا نہیں؟ اور حضرت محمد حنیف کس کے بطن سے پیدا ہوئے؟ اور آپ کس کے لڑکے ہیں اور کس کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے؟ عوام میں مشہور ہے کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لڑکے ہیں۔

نوٹ: علمائے دین منع فرماتے ہیں کہ غلط روایات نہیں پڑھنا چاہیے اور ہمیں معلوم نہیں کہ صحیح روایت کونسی ہے اور غلط کون؟ اس کی تحقیق علمائے دین سے ہی ہو سکتی ہے، جواب سے جلد مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مسیلمہ کذاب سے لڑائی ہوئی جس کو "جنگ یمامہ" کہتے ہیں، اس میں ایک عورت گرفتار کر کے لائی گئی تھیں، جو بنی حنیفہ سے تھیں، ان کا نام ہے "خولہ بنت جعفر یمامیہ" یہ غنیمت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملی تھیں، ان سے لڑکا پیدا ہوا جس کا نام حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد رکھا، یہ والدہ کی نسبت سے محمد بن الحنفیہ کہلاتے ہیں، ان کو عوام ناواقف محمد حنیف کہتے ہیں، جنگ نامہ محمد حنیف اور دوسرے جنگ نامے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں وہ غلط ہیں یا مسخ شدہ ہیں(۳)

(۱) "وله محمد بن علي الأكبر الذي يقال له محمد بن الحنفية. أمه خولة ابنة جعفر الخ". (تاريخ الطبري، ذكر الخبر عن أزواجه وأولاده (أي علي): ۳/۱۰۸، مؤسسة الأعلمي للمطبوعات، بيروت)

(۲) (اس قسم کی کوئی عبارت "تحفۂ اثنا عشریہ" میں تلاش بسیار کے باوجود نہیں ملی)

(۳) (مر تخريجه تحت عنوان "محمد بن الحنفیہ کا حال")

بہشتی زیور میں کچھ معتبر اور غیر معتبر کتابوں کے نام درج ہیں وہاں دیکھ لیں، اور جس کتاب کے متعلق معلوم ہو کہ یہ معتبر ہے اس کو ہی دیکھیں، خدا کے فضل سے ایسی کتابوں کی کمی نہیں، اس سے مسرت ہوئی کہ آپ صحیح کتابوں کو پڑھنے کی فکر کرتے ہیں، غلط کتابوں سے پرہیز کرتے ہیں، حق تعالیٰ برکت دے اور مدد فرمائے، آمین۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۲/۱۳۹۳ھ۔

محمد بن حنفیہ کی نسبت

سوال [۱۱۹۳]: آپ نے جواب سے قبل فتوے میں تحریر فرمایا ہے کہ محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ خولہ بنت جعفر یمامیہ کے لڑکے ہیں، اس سے تو یہ مطلب نکلتا ہے کہ محمد حنفیہ کے لڑکے ہیں، اگر خولہ کے لڑکے ہیں تو محمد بن خولہ ہونا چاہیے۔

آیا یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مال غنیمت میں آئے یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پشت خولہ کے بطن سے پیدا ہوئی یا یمامہ میں پیدا ہوئے؟ اور جعفر یمامیہ کون تھا، یہودی یا نصرانی؟ اس کو مفصل بیان کر کے تحریر فرمائیں تاکہ شک رفع ہو جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ خولہ کے بطن سے حضرت علی کی صلب سے پیدا ہوئے ہیں، ان کی والدہ خولہ حنفیہ کہلاتی ہیں(۱)، یہ ان کے قبیلہ کی طرف نسبت ہے۔ کوئی باپ کی نسبت سے مشہور ہو جاتا ہے اور کوئی ماں کی نسبت سے اور کوئی وطن

(۱) "وأما ابنه محمد الأكبر فهو ابن الحنفية، وهي خولة بنت جعفر بن قيس ... سباها خالد أيام الصديق أيام الردة من بني حنيفة، فصارت لعلي بن أبي طالب، فولدت له محمداً هذا". (البداية والنهاية، أحداث سنة أربعين من الهجرة، ذكر زوجاته وبنيه وبناته رضي الله عنهم: ۷/۳۳۴، ... دار الفكر بيروت)

"وله محمد بن علي الأكبر الذي يقال له محمد ابن الحنفية، أمه خولة ابنة جعفر بن قيس الخ". (تاريخ الطبري، ذكر الخبر عن أزواجه وأولاده: ۳/۱۶۸، مؤسسة الأعلمي بيروت)

کی نسبت سے اور یہ نسبت میں بسا اوقات اصل نام مخفی اور غیر مشہور ہو جاتا ہے اور یہی صورت یہاں بھی، اپنے قبیلہ کی نسبت سے مشہور ہوگئیں۔ یمامہ کی جنگ میں گرفتار کرکے لائی گئیں (۱)۔ ان کے متعلق ایک قول یہ بھی ہے کہ حبشیہ تھیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

یزید کی نسل

سوال [۱۱۹۴]: یزید پلید کی اولاد کا سلسلہ جاری ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس جگہ ہے؟ یزید پلید کے بعد اس کا فرزند معاویہ بن یزید کو خلافت کی مسند پر بٹھایا گیا، مگر تخت پر بیٹھ کر اس نے تعزیت کی اور اپنے باپ کا ظلم بیان کیا اور تخت پر سے اتر گیا اور کہا: ابوسفیان کے خاندان میں سے جس کو تخت پر بیٹھنا ہو وہ بیٹھے، مجھ کو اس تخت شاہی سے کوئی تعلق نہیں۔ معاویہ کے بعد تخت پر کون بیٹھا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یزید کے ہاتھ پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی تھی، اس کے مرنے پر حجاز، یمن، عراق، خراسان کے لوگوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی اور معاویہ بن یزید کے انتقال پر اہل شام ومصر نے بھی کرلی اور وہ مستقل خلیفہ ہو گئے، کذا فی تاریخ الخلفاء، ص: ۱۸۸ (۳)۔

---

(۱) "واسمها خولة بنت جعفر بن قيس ... وكانت من سبي اليمامة الذين سباهم أبوبكر الصديق، وقيل: كانت أمه لبني حنيفة، ولم تكن من أنفسهم" (تهذيب الكمال في أسماء الرجال، ترجمة محمد بن علي بن أبي طالب ... ابن الحنفية: ۲۶/۱۴۷، رقم الترجمة: ۵۴۸۳، مؤسسة الرسالة)

(وكذا في الطبقات الكبرى لابن سعد: ترجمة محمد بن الحنفية: ۵/۹۱، دار صادر بيروت)

(وكذا في كتاب الثقات لابن حبان، باب الميم: ۵/۳۴۷، دار الفكر بيروت)

(۲) اور یمامہ کے بجائے خولہ حنفیہ کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ حبشیہ تھیں۔

(۳) "وكان (أي عبد الله بن الزبير) ممن أبى البيعة ليزيد بن معاوية ... فلما مات يزيد بويع له بالخلافة، وأطاعه أهل الحجاز واليمن والعراق وخراسان ... ولم يبق خارجاً عنه إلا الشام ومصر، فإنه بويع بهما معاوية بن يزيد، فلم تطل مدته، فلما مات أطاع أهلهما ابن الزبير وبايعوه". (تاريخ الخلفاء، ص: ۱۶۷، ۱۶۸، مؤسسة الكتب الثقافية)

www.ahlehaq.org

یزید کے خاندان اور نسل کا مجھے علم نہیں کہ اب بھی اس کی اولاد کہیں موجود ہے یا نہیں، یہاں کوئی تاریخ بھی ایسی دستیاب نہیں ہوئی جس سے معلوم ہو سکے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

کیا یزید نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پیغامِ نکاح دیا تھا؟

سوال [۱۲۶۵]: ہمارے یہاں ایک پیر صاحب ہیں وہ اکثر اپنے وعظ میں کہا کرتے تھے کیا یہ صحیح ہے کہ یزید نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس شادی کا پیغام بھیجا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یزید نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح دیا تھا یا نہیں، مجھے اس کی تحقیق نہیں (۱)۔

مروان کا مدینہ سے اخراج پھر واپسی

سوال [۱۲۶۶]: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کو مع ان کے باپ "الحکم" کو کس وجہ سے مدینہ منورہ سے نکال دیا تھا، جس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی حکومت میں بلالیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مروان کے باپ کی یہ عادت تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو منافقین سے کہہ دیتا تھا، اسلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکال دیا تھا۔ کذا فی الاستیعاب (۲) اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلالیا تھا۔

---

(۱) کتب تواریخ میں کہیں اس کی صراحت نہیں ملی البتہ قرآن کی آیت: "وأزواجه أمهاتهم" کے عموم سے ایسا ممکن دکھائی نہیں دیتا۔

(۲) "فعلی قول مالک توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو (أی مروان) ابن ثمان سنین أو نحوها، ولم يره؛ لأنه خرج إلى الطائف طفلاً لا يعقل، وذلك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان قد نفى أباه الحكم إليها، فلم يزل بها حتى ولي عثمان بن عفان رضي الله عنه، فرده عثمان، فقدم المدينة هو وولده في خلافة عثمان الخ". (الاستيعاب: ۳: ۳۸۶، باب مروان، دار الجيل، بيروت)

اس وقت پیغمبر نہیں تھا، کیونکہ منافقین نہیں رہے تھے، نیز وہ آپ-رضی اللہ تعالیٰ عنہ-کا رشتہ دار بھی تھا، مسلمہ کی کا آپ میں نسب تھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کیا حضرت حسن بصری صحابی ہیں؟

سوال[۱۰۹۹۷]: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ صحابی ہیں یا تابعی؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صحابی تو یقیناً نہیں، تابعی ہیں، کذا فی فتاوی ابن حجر المکی ص: ۲۲۶(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا سن پیدائش

سوال[۱۰۹۹۸]: حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کس سن ہجری میں پیدا ہوئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، کذا فی مقدمة الأوجز(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

---

(۱) "وسئل نفع اللہ بعلومہ: هل سمع الحسن البصري من كلام علي رضي اللہ عنه ... فأجاب بقوله ... اختلف الناس فيه، فأنكره الأكثرون، وأثبته جماعة. قال الحافظ السيوطي: هو الراجح عندي كالحافظ ضياء الدين المقدسي في "المختارة" والحافظ شيخ الإسلام ابن حجر في أطراف "المختارة" ونحوه ... الثاني: أنه ولد لسنتين بقيتا من خلافة عمر، وميز لسبع، وأمر بالصلوة فكان يحضر الجماعة، ويصلي خلف عثمان إلى أن قتل، وعلي إذ ذاك بالمدينة يحضر الجماعة كل فرض ... رأى الحسن إذ ذاك أربع عشرة سنة، فكيف ينكر سماعه منه ... قال علي بن المديني: رأى الحسن علياً بالمدينة وهو غلام". (الفتاوى الحديثية، ص: ۲۲۶، مطلب في أن الحسن البصري سمع من علي على الصحيح، قديمي)

(۲) "ولد الإمام رضي اللہ عنه سنة ثمانين بالكوفة في خلافة عبد الملك بن مروان". (أوجز المسالك، -

لکھی ہے وہ کوئی معقول وجہ نہیں، یہ لوگ بزرگانِ دین کے احوال و مقامات سے بلکہ ان کے مجاہدوں سے واقف نہیں، ان کی زندگی کو اپنی زندگی پر قیاس کرتے ہیں، ان کا قیاس بے محل اور غلط ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۱/۸۸ھ۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا منصور کے خلاف کا واقعہ

سوال [۱۹۷۰]: ہر وہ حکومت جو قرآن وحدیث کے مطابق نہیں ہے باطل ہے، اگر ایسی باطل حکومت میں کوئی خفیہ تنظیم مسلمانوں کو جمع کرکے اگر جہاد کیا جائے تو شریعت کے مطابق ہوگا یا نہیں؟ اس طرح کا ایک واقعہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے وقت بادشاہ منصور کے وقت میں پیش آیا تھا، جواب دلیل کے ساتھ دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے منصور کے مقابلہ میں کوئی فوج بنائی اور جہاد وقتال کیا، میرے علم میں نہیں، امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی سوانح اور منصور کی تاریخ میں مجھے اس فوج اور جہاد وقتال کا پتہ نہیں ملا، ہاں اتنی بات تھی کہ جو حکم بھی ہو کہ حکم خدا ورسول کے خلاف تھا اس کے سامنے سر نہیں جھکایا، اور سب کو اپنی حیثیت کے موافق اس کا لحاظ لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۶/۹۰ھ۔

کیا کعبہ حضرت رابعہ رحمہا اللہ تعالیٰ کے استقبال کو گیا تھا؟

سوال [۱۹۷۱]: حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کی کرامات میں یہ روایت کہاں تک درست ہے کہ وہ جب حج بیت اللہ کیلئے تشریف لے گئیں تو کعبہ خود ان کے استقبال کو گیا، اس وقت جب ایک بزرگ طواف کی غرض سے حرم میں پہنچے تو کعبہ کو وہاں نہ پایا۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس کی کیا حقیقت ہے؟ کیا عین کعبہ اپنی جگہ سے چلا گیا تھا یا مثالی کعبہ؟ اس قسم کی روایت وعظ میں کہنا کیسا ہے؟

= واقعات کے لئے اتنی مقدار کافی ہے جس میں زیادہ کی گنجائش نہ ہو، حتی کہ مرتبہ تحمل کے لئے جو قیود ضروری ہیں ان سے بھی خالی ہو تو بھی"۔ (سیرۃ النعمان، اختلاف روایات، ص: ۵۵، ۵۴، دار الاشاعت کراچی)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: ما یتعلق بالحدیث، تحت بحث میں کہ عبارت یہ ہے روایت پر اشکال کا جواب"۔

تاریخ ہند

کیا سب سے پہلے خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ ہندوستان میں آئے؟

سوال[١٩٧٣]: ایک صاحب کہتے ہیں کہ ہندوستان میں سب سے پہلے خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ آئے ہیں، ان سے پہلے اور کوئی مسلمان نہیں آیا۔ کیا ان کا کہنا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندوستان میں پہلی صدی ہجری میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کا آنا ثابت ہے، محمد بن قاسم کا علاقہ سندھ میں آنا بکثرت تواریخ میں مذکور ہے، پھر بعد میں بھی تقریباً ہر صدی میں کچھ نہ کچھ مسلمان آتے رہے ہیں(۱) لیکن یہ ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح یہاں رہ کر مستقلاً تبلیغ دین فرمائی ہے وہ ان کا ہی حصہ ہے، اس طرح ان سے پہلے یہ خدمت کسی نے انجام نہیں دی(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

خواجہ اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد

سوال[١٩٧٤]: میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ

---

(۱) مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اسلامی دنیا کیلئے ہندوستان کی دریافت اور یافت ''نئی دنیا'' کی دریافت سے کم انقلاب انگیز اور عہد آفریں واقعہ نہ تھا، اگرچہ پہلی صدی ہجری ہی میں یہاں اسلام کے متوسط متعدد مسلمان شروع ہوگئے تھے اور ۹۲ھ میں محمد بن قاسم ثقفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سندھ سے ملتان تک کے علاقہ کو اپنی شمشیر واخلاق سے تسخیر کرلیا تھا، اور برصغیر (ہند) میں جا بجا داعیانِ اسلام کے مرکز اور خانقاہیں چھوٹے چھوٹے جزیروں کی طرح قائم ہوچکی تھیں''۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ۳/۱۰، مجلس نشریات اسلام کراچی)

(۲) ''ہندوستان میں جو کچھ خدا کا نام لیا اور اسلام کا کام کیا گیا وہ مشغول اور ان کے مخلص روحانی سلسلہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حسنات اور کارناموں میں شمار کئے جانے کے قابل ہے''۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ۳/۲۹)

کے ہاتھ پر نوے لاکھ آدمی مسلمان ہوئے تھے، لیکن ایک صاحب اس کا انکار کرتے ہیں کہ یہ بات کسی تاریخ سے ثابت نہیں، لہٰذا آپ ارشاد فرمائیں کہ یہ بات درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بہت بڑی تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے (۱)۔ ایک عیسائی نے نوے لاکھ تعداد لکھی ہے، ہو سکتا ہے کہ اس کو معلوم ہو، ایسی باتوں پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۱/۸۵ھ۔

بانی جامع مسجد دہلی

سوال [۱۶۴۹]: جامع مسجد دہلی کس نے تعمیر کرائی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مشہور ہے کہ شاہجہاں نے بنوائی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

کیا صابر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیوی کو جلا دیا تھا؟

سوال [۱۶۵۰]: صابر میاں بلاشک بزرگ تھے، مگر روایت ملتی ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو جلا دیا تھا غصہ میں آ کر، اور پہلی شب وصال کی اور صابر میاں نے بیوی کا حق پورا نہ کیا اور وہ بزرگ تھے تو بیوی کا حق ادا کرنا فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیوں کیا، اور ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ایک

(۱) ”کسی قدیم معاصر تاریخی ماخذ میں ان تبلیغی مساعی کی تفصیلات اور ان کے نتائج و اثرات کا مستند و معین طریقہ پر تذکرہ نہیں ملتا، عام طور پر یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک عظیم تعداد میں ہندوؤں نے ان کے ہاتھ پر ایمان و اسلام کی دولت پائی اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے“۔ (تاریخ دعوت وعزیمت: ۳۰/۳، مجلس نشریات اسلام، کراچی)

(۲) ”مسلم ثقافت ہندوستان میں“ ص: ۴۵۵، ۴۶۲، ۴۰۱، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور)

مولانا اشرف علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے جانشین

سوال[۱۶۶۸]: مولانا اشرف علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے جانشین کون ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جانشین تو معلوم نہیں، البتہ خلفاء بہت ہیں جن کے نام مختلف کتابوں میں چھپے ہوئے ہیں جو اپنی اپنی جگہ دین کی خدمت کر رہے ہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۳/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۴/ ربیع الثانی/ ۵۹ھ۔

جمعیۃ العلماء کا جھنڈا

سوال[۱۶۶۹]: جمعیۃ العلماء کے ہاتھوں میں جو سفید اور کالی دھاریوں والا جھنڈا رہتا ہے آیا اس کا ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا نہیں؟ مثبت پہلو پر صحیح اتباع علم نبوی کی روایت سے مع دلیل واضح فرما کر شکریہ کا موقع دیں، کرم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک جھنڈا سفید اور کالی دھاری کا بھی تھا (۲)۔ فتح الباری شرح بخاری: ۶/۸۹ (۳) اور عمدۃ

---

(۱) تفصیل کیلئے دیکھئے: (ڈاکٹر غلام حبیب الرحمن کی تالیف "حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے خلفائے کرام" مجلس نشریات اسلام، کراچی)

نیز دیکھئے: ("کاروانِ تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ" تالیف مولانا اکبر شاہ بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ، ادارۃ المعارف، کراچی)

(۲) "وكانت له راية سوداء يقال لها: العقاب، وفي "سنن أبي داود" عن رجل من الصحابة قال: رأيت راية رسول الله صلى الله عليه وسلم صفراء، وربما جعل فيها الأسود". (زاد المعاد ص: ۴۵، دار الفكر، بيروت)

(۳) "وأورد حديث جابر رضي الله عنه "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل مكة ولواؤه أبيض" ثم ترجم للرايات وأورد حديث البراء "أن راية رسول الله صلى الله عليه وسلم كانت سوداء مربعة من نمرة" الخ ولأبي الشيخ من حديث ابن عباس رضي الله عنهما "كان مكتوباً على رايته: لا إله إلا الله =

القاری شرح بخاری: ۱۴/۲۳۳ میں ہے: "حدیث البراء ان رایة رسول اللہ کانت سوداء مربعة من نمرة" الخ(۱) اور مجمع البحار: ۴/۳۹۷ میں نمرہ کی تحقیق کے ذیل میں لکھا ہے:

"وفيه فجاءه قوم مجتابي النمار هي كل شملة مخططة من مآزر العرب، فهي نمرة وجمعها نمار كأنها أخذت من لون النمر لما فيها من السواد والبياض وهي من الصفات الغالبة: أي جاءه قوم لابسي أزر مخططة من صوف الخ"(۲)۔

سفید، زرد، سیاہ جھنڈے کی بھی روایت ترمذی اور فتح الباری میں مذکور ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۹۴ھ۔

گول اور لمبی ٹوپی کی سنیت کی تحقیق مع فتاویٰ دارالعلوم ومظاہر علوم

سوال[۱۹۰۰]: ہمارے مشرقی بنگال میں ٹوپی سے متعلق ایک اشتہار چھاپا گیا ہے جس کے

=محمد رسول الله". وسنده واه. وقيل: كانت له راية تسمى العقاب سوداء مربعة، وراية تسمى الراية البيضاء، وربما جعل فيها شيء أسود". (فتح الباري، كتاب الجهاد والسير: ۹/۵۶، قديمي)

(۱) دیکھئے: (عمدة القاري، كتاب الجهاد والسير، باب ما قيل في لواء النبي صلى الله عليه وسلم: ۱۴/۲۳۳، إدارة الطباعة المنيرية)

(۲) (مجمع البحار: ۴/۸۶۳، مجلس دائرة المعارف حيدرآباد دكن هند)

(۳) "وجمع الترمذي إلى التفرقة فترجم بالألوية، وأورد حديث جابر أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم دخل مكة ولواؤه أبيض، ثم ... وأورد حديث البراء أن راية رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كانت سوداء مربعة من نمرة، وحديث ابن عباس: كانت رايته سوداء ولواؤه أبيض ... وروى أبوداود عن طريق سماك ... رأيت راية رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صفراء ... اهـ". (فتح الباري، كتاب الجهاد، باب ما قيل في لواء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۶/۱۶۰، رقم الحديث: ۲۹۷۴، دار المعرفة بيروت)

وكذا في عمدة القاري، باب ما قيل في لواء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱۴/۲۳۳، إدارة الطباعة المنيرية، بيروت)

ڈاکٹر صاحب دی کی عبارتیں منقول نہیں جن میں غور کیا جائے، صرف نام مذکور ہیں، پہلے شہزادگی کا دعویٰ ثابت ہو جائے جب دوسری باتوں کا نمبر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۹۲ھ۔

اعلیٰ حضرت بریلوی کی سند

سوال [۶۸۴۱]: کیا مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ دونوں ایک ہی استاد کے شاگرد ہیں؟ اگر نہیں تو بریلوی صاحب کے استاد کون صاحب ہیں، وہ باقاعدہ عالم کا نصاب پڑھے ہوئے تھے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب بریلوی نے اپنے والد مولانا نقی علی خان صاحب سے پڑھا ہے، انہوں نے مولانا یعقوب علی خان صاحب سے پڑھا ہے، انہوں نے شاہ محمد اسحٰق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھا ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب مجددی محدث دہلوی سے پڑھا ہے۔ خان صاحب نے اپنی سند فتاویٰ رضویہ کے شروع میں اللہ تک پہونچائی ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

کیا اعلیٰ حضرت نے دارالعلوم میں پڑھا ہے؟

سوال [۶۸۴۲]: ...زید وعمر کے درمیان عرصہ سے یہ بحث جاری ہے کہ مولوی احمد رضا خان بریلوی نے اپنی ابتدائی تعلیم اور دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند میں وہاں کے اساتذہ سے حاصل کی ہے اور سند فراغت حاصل کی ہے، زید اس بارے میں ثبوت کرتا ہے، عمر نفی کرتا ہے۔ حضرت والا [illegible] کہ زید وعمر کے درمیان اثبات ونفی کرنے کے معاملہ میں فیصلہ صادر فرمائیں کہ کون صحت پر ہے؟

— (فصیرت حامد دراع ... الخ فموقوفہ کما فی غایۃ البیان". (مراقی الفلاح ص: ۲۹۰، ۲۹۵، قدیمی)

(۱) (فتاویٰ رضویہ، سند الفقیر فی الفقہ المنیر: ۱/۸، سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ، فیصل آباد)

۳- زید بکر کے درمیان دوسری بحث یہ بھی جاری ہے کہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب کے مریدین وخلفاء میں مولوی احمد رضا خان بریلوی بھی داخل ہیں اور بیعت وخلافت کا معاملہ اس وقت ہوا جب حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان سے ہجرت کر کے مکہ معظمہ میں مستقل سکونت اختیار فرمائی تھی، زید کا پہلو اس بحث میں اثبات کا ہے اور بکر نفی کا پہلو لئے ہوئے ہے لہٰذا حضرت والا صاحب قلم سے تحقیقی فیصلہ صادر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۲،۱- مثبت کیلئے بینہ (دلیل) پیش کرنا ضروری ہوتا ہے، منکر کیلئے بینہ کی ضرورت نہیں، یہ مسلمہ اصول ہے، لہٰذا زید اپنے دعویٰ کے ثبوت کیلئے دلیل پیش کرے، ورنہ اس کا دعویٰ واجب التسلیم نہیں، جس شخص نے خان صاحب کی تحریروں کا مطالعہ کیا ہوگا وہ ہرگز زید کے دعویٰ کو تسلیم نہیں کرے گا، ان کی تحریروں میں اکابر دیوبند پر اس قدر سب وشتم ہے کہ شیعہ روافض کی کتابوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر بھی نہ ہوگا، جس سے تقدس کے مضامین حاصل کیا جائے کیا ان کے احترام کا یہی تقاضا ہوتا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۲/ ۹۵ھ۔

اردو کس نے ایجاد کیا؟

سوال [۱۱۹۸۴]: اردو کس نے ایجاد کیا ہے اور کہاں سے لیا اور کس سن سے ہوا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی بادشاہ کے لشکر میں مختلف علاقوں کے لوگ تھے، زبانیں بھی الگ تھیں، ان کی مجموعی زبان اردو ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "اردو زبان کی ابتداء کے بارے میں کئی نظریے پیش کئے جاتے ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اردو اکبر بادشاہ کے دور میں دہلی میں مختلف زبانوں کے بولنے والے لوگوں کے مل جانے سے پیدا ہوئی۔" (جدید اردو لغت [illegible])

خاندانی شرافت

سوال[۱۲۸۵]: مسلمانوں میں خاندانی، چھوٹی، بڑائی مثلاً: شیخ، سید، مغل، پٹھان، یہ لوگ اور باقی، مذوف وغیرہ کو نیچ ذات کہتے ہیں۔ اصلیت کیا ہے اور اس کا خلاصہ کس کتاب میں ہے کہاں مل سکتی ہے۔ از روئے قرآن مجید وحدیث شریف اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

خاندانی شرافت اور بڑائی بعض احکام اور مسائل میں شرعاً معتبر ہے مثلاً سید کو زکوۃ دینا درست نہیں، اوروں کو درست ہے، نکاح کے مسائل میں کفاءت کا ایک حد تک اعتبار ہے۔ اس خاندانی شرافت کے ساتھ اگر نیک اعمال واتباع سنت کی بھی توفیق ہوجائے تو یہ نور علیٰ نور ہے، محض خاندانی شرافت بغیر نیک اعمال کے کچھ زیادہ وقیع نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "من أبطأ به عمله لم يسرع به نسبه" أو كما قال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم (۱)۔ لیکن کسی شخص کو محض خاندانی شریف نہ ہونے کی وجہ سے اگر چہ اس کے اعمال اچھے ہوں حقیر سمجھنا حرام ہے (۲) کسی طرح اس کی اجازت نہیں، دیوبند ضلع سہارنپور میں مفتی محمد شفیع صاحب نے اس چیز کو ایک کتاب "غایات النسب" میں تحریر فرمایا ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/شوال/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/شوال/ ۶۷ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) (سنن أبي داود: ۱۵۷/۲، كتاب العلم، باب في فضل العلم، سعيد)

قال الشيخ السهارنفوري رحمة الله عليه: ("من أبطأ به عمله): أي أخره عمله عن البلوغ إلى الجنة أو إلى الدرجات العالية، (لم يسرع به نسبه): أي لم يبلغه غير النسب ولم ينفعه في الآخرة شرف النسب كما ورد: "إن الله لا ينظر إلى صوركم بل إلى أعمالكم". (بذل المجهود: ۳۴۳/۵، مكتبه امداديه ملتان)

(۲) قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "المسلم أخو المسلم لا يخونه ولا يكذبه ... التقوى ههنا، بحسب امرىء من الشر أن يحتقر أخاه المسلم". (جامع الترمذي: ۱۴/۲، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في شفقة المسلم، سعيد)

(۳) (نهايات الأرب في غايات النسب مع ضميمة ورسالة عقيقة: فصل النسب في فضل النسب، جمعية المصلحين سهارنپور)

(ج) جب انبیاء کرام روحانی اور مادی دونوں نفع پہنچاتے ہیں تو دونوں نفع پہنچانے والا ہی شخص انبیاء کا صحیح جانشین ہوگا تو روحانی اور مادی نفع پہونچانے میں ان دونوں گروہوں کا کیا تخصص ہے؟ اور وہ کس پروگرام کے ساتھ عمل میں آرہا ہے؟

(د) موجودہ دور میں سب ممالک میں سب طرح کے بگاڑ کے ذمہ دار کیا یہ دونوں گروہ نہیں ہیں اور مادی اور روحانی نفع رسانی میں جو صلاح اور فلاح کی ذمہ داری ان دونوں طبقوں پر ہے تو الگ الگ یا عمومی حیثیت سے یہ دونوں طبقے کس صلاح وفلاح کے پروگرام کے تحت عمل کررہے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

(الف) سیاست کا حاصل یہ ہے کہ مخلوق کی اصلاح اس طرح کی جائے کہ اس کو دنیا وآخرت میں نجات حاصل ہو، یہ سیاست عامۃ وخاصۃ ظاہراً وباطناً حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا منصب ہے، عامۃ وخاصۃ ظاہراً سلاطین کا منصب ہے اور باطناً علماء کرام کا منصب ہے، یہ تو سیاست کا عمومی اطلاق ہے۔ خصوصی اطلاق زجر وتادیب پر بھی ہوتا ہے تو اس میں بھی قتل تک نوبت پہنچ جائے اس کا حق حسب حیثیت ہوتا ہے، باپ اپنی اولاد کو، شوہر اپنی بیوی کو، افسر اپنے ماتحت کو، استاذ اپنے شاگرد کو، بڑا اپنے چھوٹے کو حدود کے اندر سیاست کرسکتا ہے اور کرتا ہے۔ ردالمحتار (۱) معین الحکام (۲) اور منتقی (۳) میں تفصیل سے موجود ہے۔

اس کو سمجھنے کے بعد حضرت انبیاء کرام والی سیاست کا تو ختم نبوت کی وجہ سے سوال ہی ختم ہوگیا،

(۱) "السیاسة: استصلاح الخلق بإرشادهم إلى الطريق المنجي في الدنيا والآخرة، فهي من الأنبياء على الخاصة والعامة في ظاهرهم وباطنهم، ومن السلاطين والملوك على كل منهم في ظاهره لا غير، ومن العلماء ورثة الأنبياء على الخاصة في باطنهم لا غير .... وهذا تعريف للسياسة العامة .... وتستعمل أخص من ذلك مما فيه زجر وتأديب ولو بالقتل". (رد المحتار، كتاب الحدود: ۱۵/۴، سعید)

(۲) (معین الحکام، القسم الثالث من الکتاب في القضاء بالسیاسة الشرعیة: ۱۶۹، شرکة مصطفی مصر)

(۳) (الدر المنتقی فی شرح الملتقی علی هامش مجمع الأنهر، کتاب الحدود: ۲/۳۴۴، مکتبه غفاریه کوئٹه)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (لسان العرب: ۶/۳۲۹)

(والبحر الرائق، کتاب الحدود: ۵/۱۱۸، بیروت و رشیدیه)

www.ahlehaq.org

سلاطین کی سیاست کا سوال وہاں پیدا ہوگا جہاں سلاطین اسلام ہوں، اور ان سے ملی تحقیق کرنا پڑے گی کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ علماء سے جس سیاست کا تعلق ہے وہ برابر بفضلہ تعالیٰ جاری ہے۔

۴۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب اپنی جگہ ہیں یہاں سے مکاتبت دشوار ہے، مگر حضرت مفتی مظفر حسین صاحب سے نہ ملاقات دشوار ہے نہ مکاتبت دشوار، اس لئے براہ راست ان کی طرف مراجعت کریں اور بہتر ہے کہ وہ خود بہترین طریقے سے واضح فرمائیں گے اور ان پر جو اشکالات آپ کو ہیں ان کا جواب دیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

(نوٹ) علماء مصلحین کے جو طبقات آپ نے ذکر فرمائے ہیں آپ کس طبقہ میں ہیں اور کس پروگرام کے تحت کام کر رہے ہیں، اس کی تشکیل اور خاکہ عنایت فرمائیں، ان شاء اللہ تعالیٰ جواب ارسالی اگر مدلل ہوگا تو موجب بصیرت ہوگا۔ محمود۔

علماء کے لئے سیاست میں شرکت

سوال [۶۸۹۸]: عوام الناس میں یہ خیال عام ہوتا جا رہا ہے کہ علمائے کرام کا وجود سیاست میں حصہ نہیں لینا چاہئے، کیا اس جھگڑے سے ہوئے حول میں علمائے کرام کو خاموش رہنا چاہئے؟ جو علمائے کرام عملی سیاست میں حصہ لے رہے ہیں کیا وہ غلط کر رہے ہیں؟ یا علماء کا کام صرف مدرسہ کی تعلیم دینا اور مسجد کی امامت کرنا ہے اور بس؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ خیال آج کا نہیں بہت پرانا ہے، پہلے بھی کہا کرتے تھے کہ علماء کا سیاست سے کیا تعلق۔ بات یہ ہے کہ جس عالم کے اندر صلاحیت ہو وہ صحیح طور پر سیاست کو اور پارٹیوں کو سمجھتا ہو، سیاست میں شریک ہو کر دوسروں کو اپنا ہم خیال بنائے گا، غلط بات پر نکیر کرے گا، صحیح راہ عمل پیش کرے گا، اس کا سیاست میں شریک ہونا درست اور مفید ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إن من أعظم —

سیاست میں حصہ لینا

سوال [۱۹۸۸]: کیا اسلامی اصول کے مطابق اس ہندوستان کی سیاست میں ہم مسلمان بھی حصہ لے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس حصہ لینے سے آپ کو دوسرا امر پر عمل کرنے میں رکاوٹ پیدا نہ ہو اور آپ حصہ لے کر اہلِ اسلام کی خدمت کرسکیں اور ان کو ظلم سے بچا کر حقوق دلا سکیں تو حصہ لے سکتے ہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

پاکستان میں اسلامی قانون

سوال [۱۹۸۹]: پاکستان میں ۱۹۷۳ء میں ایک آئین نافذ ہوا جس میں تمام سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں کے دستخط ہیں۔ اس آئین کا بنیادی نکتہ یہ ہے: اس ملک کا نام اسلامی جمہوریہ ہوگا، اس ملک کا حاکم اعلیٰ اللہ تعالیٰ ہے، کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہ ہوگا اور جتنے غیر اسلامی قوانین ملک میں موجود ہیں سات سال کے اندر ان کو اسلام کے مطابق بنادیا جائے گا۔

۱۹۷۷ء میں مارشل لاء نے اس آئین کو معطل کردیا۔ جنرل ضیاء صاحب نے آئین کو توڑنے کے جرم قد

---

(۱) "أفضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر" (جامع الترمذي، أبواب الفتن، باب أفضل الجهاد، ۲/۴۰، سعید)

(وابن ماجه، كتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، ص: ۲۸۹، قديمي)

قال العلامة الطرابلسي: "السياسة نوعان: وسياسة عادلة تخرج الحق من الظالم، وتدفع كثيراً من المظالم، وتردع أهل الفساد، ويتوصل بها إلى المقاصد الشرعية للعباد" (معين الحكام، ص: ۱۶۹، شركة مصطفى البابي، مصر)

(و) قال الله تعالى: ﴿إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها﴾ الآية (النساء: ۵۸)

وقال الله تعالى: ﴿ومن يكتمها فإنه آثم قلبه﴾ (البقرة: ۲۸۳)

تفصیل کے لئے (معارف القرآن للمفتی محمد شفیع صاحب ۲/۴۳۶، ادارۃ المعارف کراچی)

www.ahlehaq.org

کردیا اور ترمیم بنیادی نظریہ کے خلاف ہیں، لہذا اس آئین کی بحالی کے لئے ملک کی متعدد جماعتیں متحد ہوکر کام کرنا چاہتی ہیں جس میں ایک جماعت علماء کی ہے(۱) باقی تمام سیاسی جماعتیں ہیں جو ملکی سیاست میں اہم مقام رکھتی ہیں تو صرف مندرجہ بالا پروگرام پر اتحاد کا شرعی حکم تحریر فرمائیں۔ نیز اس آئین کے تحت انتقالِ سیاسی آزادی، اخبارات کی آزادی کے نکات بھی شامل ہیں، براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہاں علماء کی جماعت کا مستقل ایک موقف ہے وہاں کی سیاست سے بھی یہ جماعت خوب واقف ہے اور دیگر سیاسی جماعتوں کے نظریات ومقاصد کو بھی خوب جانتی ہے اور اس کے سامنے بنیادی قانون بھی ہے اور اس کی ترمیمات بھی ہیں لہذا وہ جماعت ہی شریعت کی روشنی میں علیٰ وجہ البصیرت رائے قائم کرسکتی ہے، ہم خدام ان چیزوں سے ناواقف کیا رائے پیش کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۷/ ۱۴۰۱ھ۔

جائز قانونِ حکومت کی پابندی

سوال [۱۲۹۰]: دو ملکوں کے درمیان پنجاب حکومت نے آنا جانا منع کردیا ہے، اب اگر کوئی شخص چپکے سے چلا آئے یا چپکے سے چلا جائے تو شرعی نظر سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

رعایا کے ہر فرد کو اپنی حکومت کے ہر جائز قانون کی پابندی لازم ہے(۲)۔ خلافِ قانون کرنا جرم ہے جس سے عزت اور جان ومال کا خطرہ ہے، جس کی حفاظت ضروری ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (اس جماعت سے مراد بظاہر جمعیت علماء اسلام ہے)

(۲) (رد المحتار، باب العیدین، مطلب: تجب طاعۃ الإمام فیما لیس بمعصیۃ: ۲/ ۱۷۲، سعید)

قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: "والأصل فیہ قولہ تعالیٰ: ﴿وأولی الأمر منکم﴾ وعن ابن عمر أنہ علیہ الصلوۃ والسلام قال: "علیکم بالسمع والطاعۃ لکل من یؤمر علیکم مالم یأمرکم بالمنکر". (رد المحتار، باب البغاۃ، مطلب فی وجوب طاعۃ الإمام: ۴/ ۲۶۳، ۲۶۵)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ﴾ (البقرۃ: ۱۹۵)

امامت اور خلافت کا بیان

امارتِ شرعیہ

سوال [۱۰۹۰]: آپ کو معلوم ہوگا کہ ہمارے صوبہ بہار میں کم و بیش ۴۰ سال سے چند لوگوں نے ایک امارتِ شرعیہ قائم کر رکھی ہے اور سب لوگ مخالف ہیں۔

۱۔ امارت مذکورۃ الصدر کے مبلغ عوام میں تبلیغ کرتے رہتے ہیں کہ جو امارت کے احکام نہ مانے گا اس کی موت جاہلیت و گمراہی اور کفر کی موت ہوگی، کیا یہ درست ہے؟

۲۔ (الف) امیر و امارت کو قائم کرنا فرض ہے یا واجب؟

(ب) اس کا قیام کیسے ملک میں ہو سکتا ہے؟

(ج) اس غیر مسلم ملک ہندوستان میں اس کا قائم کرنا کیسا ہے، واجب یا فرض؟

(د) یہ جلیل القدر فقیہ اعظم و علمائے دیوبند اور دیگر علمائے کرام جنہوں نے ہندوستان میں امارت قائم نہیں کی وہ خاطی و عاصی گنہگار ہیں یا نہیں؟

(ہ) اور ان کی موت بغیر قیامِ امارت و اطاعت امیرِ شریعت کی نظر میں کیسی ہوئی؟

(و) امیر بنانے کی غرض و غایت کیا ہے اور وہ ہندوستان میں کس حد تک پوری ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(ز) امیر کے لئے کیا کیا شرطیں ہیں؟

(ح) ایک فاسق و فاجر کا امیر ہونا اور اس کی جماعت بشرطیکہ اس سے معصیت اللہ ہو، جائز ہے یا نہیں؟

۳۔ ایک ایسا شخص جو ایک خانقاہ کا سجادہ نشین ہے اور صوم و صلوٰۃ کا پابند بھی ہے مگر پیری فقیری خانقاہ میں راہبوں کی طرح گوشہ نشین ہے، بیٹے بچے کی حالت سے باوجود بھی شادی کی ہو اپنے بیاہ میں شریک نہیں ہوتا اور اپنی خانقاہ میں مجلس رقص و سرود یعنی حال و قوالی کی مجلس منعقد کرتا ہے، ہر سال مقررہ وقت پر عرس و اعراس کیا کرتا ہے جس میں ہر سال کی تعداد میں مرد و عورت کا اجتماع ہوتا ہے، قبروں پر چادریں چڑھائی جاتی ہیں ان پر کچھ کیا جاتا ہے اور سجدہ کیا جاتا ہے، صاحبِ قبر سے منتیں اور مرادیں مانگی جاتی ہیں، مرد و عورت کے باہمی

۲..... (الف) مسلمانوں کو اپنا ایک امام مقرر کرنا واجب بلکہ اہم واجبات سے ہے(۱)۔

(ب) اپنے ملک میں قدرت ہو۔

(ج) اگر قدرت ہو تو واجب ہے۔

(د) ان کو قدرت ہے یا نہیں(۲)۔

(ز) امام قائم ہونے کے بعد اس کی اطاعت نہ کرنے پر جو وعید ہے کیا امام قائم نہ کرنے پر بھی وعید ہے؟

(س) اس کا جواب (ص) میں ہے۔

(ص) "والمسلمون لا بد لهم من إمام يقوم بتنفيذ أحكامهم، وإقامة حدودهم، وسد ثغورهم، وتجهيز جيوشهم وأخذ صدقاتهم، وقهر المتغلبة والمتلصصة وقطاع الطريق، وإقامة

= قال القاري رحمه الله تعالى: "قال الطيبي: الميتة والقتلة بالكسر الحالة التي يكون عليها الإنسان من الموت والقتل، والمعنى أن من خرج عن طاعة الإمام وفارق جماعة الإسلام وشذ عنهم وخالف إجماعهم، ومات على ذلك، فمات على هيئة كان يموت عليها أهل الجاهلية؛ لأنهم ما كانوا يرجعون إلى طاعة أمير، فلا يتبعون هدى إمام، بل كانوا مستنكفين عنها، مستبدين في الأمور، لا يجتمعون في شيء ولا يتفقون على رأي". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول: ۷/۲۲۵، رقم الحديث: ۳۶۶۹، رشيدية)

(۱) "والمسلمون لا بد لهم من إمام يقوم بتنفيذ أحكامهم، وإقامة حدودهم، وسد ثغورهم، وتجهيز جيوشهم الخ". (شرح العقائد النسفية، ص: ۱۰۶، سعيد كراچی)

(وكذا في رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۴۸، سعيد)

(وحجة الله البالغة، أبواب سياسة المدن: ۲/۳۹۳، قديمي)

(۲) قال الله تعالى: ﴿لا يكلف الله نفساً إلا وسعها﴾ (البقرة: ۲۸۶)

قال الجصاص في تفسير هذه الآية: "فيه نص على أن الله تعالى لا يكلف أحداً ما لا يقدر عليه ولا يطيقه ..... فهذا حكم مستمر في سائر أوامر الله وزواجره في لزوم التكليف فيها على ما يتسع له ويقدر عليه". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۴۷۲، قديمي)

الجمع والأعياد، وقطع المنازعات الواقعة بين العباد، وقبول الشهادات القائمة على الحقوق، وتزويج الصغار والصغائر الذين لا أولياء لهم، وقسمة الغنائم. ثم ينبغي أن يكون الإمام ظاهراً لا مختفياً ولا منتظراً، ويكون من قريش، ولا يجوز من غيرهم" شرح عقائد نسفی، ص: ١٠٥ (١)۔

"الإمام الحق هو الذي استجمع شرائط خمسة للإمامة من الإسلام والحرية والعقل والبلوغ والعدالة، وصار إماماً ببيعة جماعة من المسلمين وهم رضوا بإمامته وهو يريد بها إعلاء كلمة الإسلام ومعونة المسلمين، ويؤمن به دمائهم وأموالهم وفروجهم، ويأخذ العشر والخراج على الوجه المشروع، ويعطي العلماء والطلبة والقضاة والمفتين والمدرسين والمتعلمين والمحتاجين وغير ذلك من بيت المال، ويكون عدلاً مؤمناً مشفقاً على المسلمين، ومن ليس كذلك فهو ليس بإمام حق، فلا يجب إطاعته" منهاج (٢)۔

"ويجب أداء الواجبات التي من أهمها توقف كثير من الواجبات الشرعية عليه (قوله قادراً): أي على تنفيذ الأحكام وإنصاف المظلوم من الظالم وسد الثغور وحماية البيضة وحفظ حدود الإسلام وجر العساكر" رد المحتار (٣)۔

(ب) فاسق کو امام بنانا مکروہ ہے، تاہم اگر وہ امام بن جاوے تو اس کی اطاعت غیر معصیت میں واجب ہے:

"وعند الحنفية ليست العدالة شرطاً للصحة، فيصح تقليد الفاسق الإمامة مع الكراهة" رد المحتار، ص: ١/٥٤٨ (٤)۔

۳۔۔ ان میں سے بعض صورتیں صغیرہ گناہ ہیں اور بعض کبیرہ اور بعض شرک(۵)۔

---

(١) شرح العقائد النسفية، ص: ١٠٦، سعيد

(٢) لم أجده

(٣) رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ١/٥٤٨، سعيد

(٤) رد المحتار، مطلب شروط الإمامة الكبرى: ١/٥٤٨، سعيد

(٥) "في الأحكام عن الحجة: تكره الستور على القبور" (رد المحتار، مطلب في دفن الميت: ٢/٢٣٨، سعيد)

www.ahlehaq.org

۱- ایسا شخص جو کہ معصیت کے روکنے پر قادر ہو اور پھر بلا عذر شرعی نہ روکے وہ گنہگار ہے خواہ سجادہ نشین ہو خواہ کوئی اور، ہر شخص کے ذمہ حسب وسعت و حیثیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر لازم ہے(۱)۔

۲- اس کا جواب (۲) میں آ گیا ہے۔

۳- وہ جو کچھ اس وقت جو کر سکتے تھے وہی انہوں نے کیا۔

= "لا یجوز ما یفعله الجهال بقبور الأولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها، واتخاذ السرج والمساجد إلیها، ومن الاجتماع بعد الحول كالأعیاد ویسمونه عرساً". (التفسیر المظهری: ۲/۶۵، حافظ کتب خانہ)

"قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لعن الله الیهود والنصاری اتخذوا قبور أنبیاءهم مساجد". (مشكوة المصابیح، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلوة، ص: ۶۹، قدیمی)

قال القاری تحت هذا الحدیث: "سبب لعنهم إما لأنهم كانوا یسجدون لقبور أنبیاءهم تعظیماً لهم وذلك هو الشرك الجلی، وإما لأنهم كانوا یتخذون الصلاة فی مدافن الأنبیاء والسجود علی مقابرهم والتوجه إلی قبورهم حالة الصلاة نظراً منهم بذلك إلی عبادة الله والمبالغة فی تعظیم الأنبیاء، وذلك هو الشرك الخفی". (مرقاة المفاتیح، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلوة: ۲/۴۱۵، ۲۰۲، رشیدیہ بیروت)

(۱) "عن أبی سعید الخدری رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "من رأی منكم منكراً فلیغیره بیده، فإن لم یستطع فبلسانه، فإن لم یستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإیمان". (مشكوة المصابیح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، ص: ۴۳۶، قدیمی)

(والصحیح لمسلم، كتاب الإیمان: ۱/۵۱، قدیمی)

قال النووی تحت هذا الحدیث: "قال العلماء: ولا یسقط عن المكلف الأمر بالمعروف والنهی عن المنكر لكونه لا یفید فی ظنه بل یجب علیه فعله، فإن الذكری تنفع المؤمنین .... ثم إنه إنما یأمر وینهی من كان عالماً بما یأمر به وینهی عنه، وذلك یختلف باختلاف الشیء، فإن كان من الواجبات الظاهرة والمحرمات المشهورة كالصلاة والصیام والزنا والخمر ونحوها، فكل المسلمین علماء بها، وإن كان من دقائق الأفعال والأقوال ومما یتعلق بالاجتهاد ولم یكن للعوام مدخل فیه ولا لهم إنكاره، بل ذلك للعلماء". (شرح النووی علی الصحیح لمسلم: ۱/۵۱، قدیمی)

ہو، اگر اس طرح اجتماعی ایک مرکز نہ بن سکے تو ہر صوبہ میں جداگانہ مرکز بنا لیا جائے اور صوبہ کے مختلف مقامات میں حسب ضرورت اس کی شاخیں قائم کر دی جائیں، ایک صوبہ کو دوسرے صوبہ سے خیر خواہانہ اور ہمدردانہ تعلق ہو، حریفانہ اور رقیبانہ نہ ہو۔ جس مرکز پر سب متفق ہو کر عہد کر لیں اس کی پابندی حدود شرع کے ماتحت لازم ہوگی، عہد شکنی کی اجازت نہ ہوگی، اس کے فیصلوں کو تسلیم کرنا ہوگا، اگر کوئی فیصلہ خلاف شرع ہو گیا ہو اور اس میں چوک ہو گئی ہو تو اس پر نظر ثانی (اپیل) کی بھی اجازت ہوگی، ایسے مرکز کی موجودگی میں کوئی جداگانہ کمیٹی بنا کر اس سے فیصلہ کرانا غیر مستحق و مذموم ہوگا کہ اس سے انتشار و خلفشار پیدا ہوتا ہے اور ایسے مرکز کو نقصان پہونچتا ہے جس سے توقع ہوتی ہے کہ اللہ پاک اس کو اصل امارت کا ذریعہ بنادے اس بنا پر اس سے پورا تعاون کرنا لازم ہوگا۔

لیکن موجودہ حالات میں قوت منفذہ اور قوت قاہرہ موجود نہ ہونے کی بنا پر فی الحال اس کو خلافت اسلامیہ کی حیثیت حاصل نہ ہوگی اور اس کو امیر المومنین کا مقام حاصل نہ ہوگا، لہذا اگر کوئی شخص اس صوبہ کا باشندہ اپنا مقدمہ وہاں فیصل نہ کرائے کسی اور سے فیصل کرائے تو اس کو نہ باغی کہا جائے گا نہ خارجی، نیز اگر وہ فیصلہ حدود شرع کے موافق ہو تو اس کو باطل بھی نہ کیا جائے گا، با ضابطہ خلافت اسلامیہ بنے ہوئے بھی کسی حکم سے فیصلہ کرانا جرم نہیں ہے، البتہ تقابل کی صورت اختیار نہ کی جائے (۱)۔

جہاں کے مسلمان ایسے مرکز نہ بنا سکیں نہ بنائیں، ان پر "مات میتۃ جاھلیۃ" کی وعید چسپاں کرنے سے قبل خود اس مقولہ کی تحقیق ضروری ہے۔

باوجود تتبع کے کتب حدیث میں من حیث المتن یہ مقولہ نہ مل سکا کہ اس کی سند دیکھ کر رفع، قطع، وصل، ارسال کی تحقیق کی جاتی، نیز رواۃ کی جرح و تعدیل کی بحث دیکھنے کا موقع ملتا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۳۰/ ۷/ ۸۸ھ۔

---

(۱) "ویشترط أن یکون من أھل الولایۃ المطلقۃ الکاملۃ، أی مسلماً ..... مالکاً للتصرف فی أمور المسلمین بقوۃ رأیہ و رؤیتہ ومعونۃ بأسہ و شوکتہ قادراً بعلمہ و عدلہ و کفایتہ و شجاعتہ علی تنفیذ الأحکام و حفظ حدود دار الإسلام وإنصاف المظلوم من الظالم" (شرح العقائد النسفیۃ، ص: ۱۰۹، ۱۱۰، سعید)

(۲) "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "من رأی من أمیرہ شیئاً یکرھہ فلیصبر، فإنہ لیس أحد یفارق الجماعۃ شبراً فیموت إلا مات میتۃ جاھلیۃ" متفق علیہ" ..... -

امارتِ شرعیہ کے مقابلے میں ادارۂ شرعیہ

سوال [۱۹۹۳]: ادارۂ شرعیہ بہار کے نام سے پٹنہ میں ایک دینی ادارہ قائم کیا گیا ہے جس کا ایک مقصد منجملہ دیگر مقاصد کے دارالقضاء کا قیام بھی ہے اور اس کی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ آج فتنہ آشوب دور میں جب عفت و پارسائی ایک جنس نایاب ہوتی جارہی ہے، ہندوستان میں لاکھوں عورتوں کی ازدواجی زندگی خطرے کے نشانہ پر ہے، بیسیوں عورتیں ایسی ہیں جن کے شوہر مفقود الخبر ہیں، بیشتر عورتیں معدومۃ النفقہ اور

"(قوله: مات ميتة جاهلية): أي منسوبة إلى الجاهل في الدين . . . والمعنى أنه من خرج عن طاعة الإمام وفارق جماعة الإسلام وشذ عنهم وخالف لجماعتهم ومات على ذلك فمات على هيئة كان يموت عليها أهل الجاهلية، لأنهم ما كانوا يرجعون إلى طاعة أمير فلا يتبعون هدى إمام، بل كانوا مستنكفين عنها مستبدين في الأمور لايجتمعون في شيء ولا يتفقون على رأي" (مرقاة المفاتيح: ۲۵۰/۷، رقم الحديث: ۳۶۶۸، كتاب الإمارة والقضاء، رشيديه)

"عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "من كره من أميره شيئاً فليصبر، فإنه من خرج من السلطان شبراً مات ميتة جاهلية" (صحيح البخاري: ۱۰۴۵/۲، كتاب الفتن، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: "سترون بعدي أموراً تنكرونها"، قديمي)

وفي عمدة القاري: "كموت أهل الجاهلية، حيث لم يعرفوا إماماً مطاعاً، وليس المراد أنه يموت كافراً بل يموت عاصياً". (عمدة القاري: ۲۹۵/۲۴، كتاب الفتن، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: "سترون بعدي أموراً تنكرونها"، دار الكتب العلمية، بيروت)

"من خرج من الطاعة وفارق الجماعة فمات، مات ميتة جاهلية". وقال النووي: على صفة موتهم من حيث هم فوضى لا إمام لهم. وفي الحاشية: قال في منتهى الأرب: قوم فوضى گروہی کہ برابر که میان ایشان رئیس و بزرگ تر نباشد".

"وقوله عليه السلام: "ومن مات وليس في عنقه بيعة، مات ميتة جاهلية". (الصحيح لمسلم: ۱۲۸/۲، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين، قديمي)

"(ومن مات وليس في عنقه بيعة) أي الإمام (مات ميتة جاهلية) وهو معنى ما اشتهر على الألسنة، وذكره السعد في شرح العقائد من حديث "من مات ولم يعرف إمام زمانه مات ميتة جاهلية".

(مرقاة المفاتيح: ۲۵۶/۷، كتاب الإمارة والقضاء، رقم الحديث: ۳۶۷۴، رشيديه)

مظلومہ معلقہ کی صورت میں ہیں، بہت سی عورتیں جن کے شوہر اپنے جنسی نقائص کے باعث وظیفۂ زوجیت سے قاصر ہیں، کچھ عورتیں خیار بلوغ کے باوجود اپنے حق کے استعمال سے مجبور ہیں، اس طرح کی عورتوں کو بیک وقت دو طرح کی سنگین مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے: پہلی مصیبت تو نان نفقہ و سکنی اور زندگی کے دوسرے حوائج کی ہے اور دوسری سب سے عظیم مصیبت ان کی عفت و عصمت کا تحفظ ہے۔ پس ان حالات میں شدت کے ساتھ ضرورت مجبور کر رہی ہے کہ فقہ حنفی کی روشنی میں ان مظلوم عورتوں کے مسائل کا کوئی حل ضرور نکالا جائے۔ استفتاء ہذا کے ساتھ فقہ حنفی کی سولہ کتابوں کی مستند عبارتیں روانہ کی جا رہی ہیں تفصیل درج ذیل ہے؟

۱- عبارت ۱، ۲، ۳، ۴ سے اس امر پر روشنی واقع ہے کہ جب کسی ملک میں اسلامی نظام حکومت باقی نہ رہے تو وہاں کے مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے ان معاملات کا فیصلہ کرانے کے لئے جن میں مسلمان حاکم ہونے کی شرط ہے، ایک قاضی منتخب کر لیں، ایسے قاضی کا فیصلہ اس اصلاحی قاضی کے قائم مقام ہوگا جو سلطان اسلام کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے۔

۲- عبارت ۵، ۶ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسئلہ ایلاء میں ایلاء کی مدت گذر جانے کے بعد منع حق کی وجہ سے عورت پر خود بخود طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے، پس جب عارضی منع حق طلاق بائن کا موجب ہو جاتا ہے تو مفقود الخبر معلقہ مظلومہ وغیرہ صورتوں میں جہاں دائمی اور مستقل حق کا منع ہے وہاں بدرجہ اولیٰ تفریق کی اجازت ملنی چاہیے۔

۳- مسئلہ تفریق میں احناف کے لئے سب سے بڑی دشواری قضاء علی الغائب کا مسئلہ ہے لیکن عبارت ۷، ۸، ۹، ۱۰ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قضاء علی الغائب کے مسئلہ میں احناف کے یہاں دو روایتیں ہیں، ایک روایت قضاء علی الغائب کے نفاذ کے جواز کی ہے اور اسی کو اظہر الروایہ کہا گیا ہے۔

۴- عبارت ۱۱، ۱۲ سے ظاہر ہوتا ہے کہ قضاء علی الغائب کے نفاذ کا قول ہی قول مفتی بہ ہے اور خاص طور پر اس کی اہمیت اس لئے بھی بڑھ جاتی ہے کہ مبسوط میں شمس الائمہ علامہ سرخسی اس کے قائل ہیں۔

۵- عبارت ۱۳، ۱۴ مظہر ہیں کہ علامہ سرخسی کی مبسوط کے خلاف کسی کتاب کی روایت قابل اعتنا نہیں، نیز یہ بھی مظہر ہے کہ مواقع ضرورت میں قول ضعیف پر بھی اپنے مذہب کے خلاف عمل کرنا جائز ہے بلکہ حسن ہے۔

۶- عبارت ۱۵، ۱۶، ۱۷ اس مدعا کے اثبات میں نہایت واضح ہے کہ اگرچہ قضاء علی الغائب احناف کے یہاں جائز نہیں لیکن ضرورت ومصلحت کے پیش نظر اگر قاضی غائب کے موافق یا خلاف فیصلہ صادر کرے تو وہ نافذ ہو جائے گا اگرچہ قاضی حنفی ہو، عبارت چودہ میں اس قول کو مفتی بہ قرار دیا گیا ہے، عبارت ۱۶ میں ان اقوال کا جو قضاء علی الغائب کے عدم جواز سے متعلق ہیں جواب دیا گیا ہے کہ قضاء علی الغائب کے جواز کا حکم ضرورت و مصلحت پر مبنی ہے لہٰذا دونوں مسلکوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔ اب مذکورہ بالا عبارات کی روشنی میں سوالوں کے شافی جوابات مرحمت فرمائیں۔

۱- آج کے ہندوستان میں جب کہ اسلامی حکومت کا فقدان ہے، حدود وقصاص وغیرہ کے علاوہ دیگر ان معاملات کے فیصلے کے لئے جن میں مسلمان حاکم ہونے کی شرط لازمی ہے، اگر جمہور مسلمین کسی کو باشرع و دیانتدار قاضی مقرر کرلیں تو کیا شرعاً یہ حق پہنچتا ہے یا نہیں؟ نیز ایسے قاضی کا فیصلہ بجز حدود وقصاص کے از روئے شرع جائز و نافذ ہوگا یا نہیں؟ اگر نہیں ہوگا تو عبارت ۱، ۲، ۳، ۴ کا صحیح مفاد کیا ہے؟

۲- مفقود الخبر، معدومۃ النفقہ، متعنت، مجنون، مظلومہ، معلقہ اور خیار بلوغ والے مسائل میں مسلمانوں کے مقرر کردہ قاضی عورت کی درخواست پر زن وشوہر کے درمیان تفریق کرا سکتا ہے یا نہیں؟ نیز مسلمانوں کا منتخب کردہ قاضی عند الضرورت شدیدہ غائب پر حکم نافذ کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں کر سکتا تو عبارت ۵ سے لے کر ۱۲ تک مفاد کیا ہے؟

۳- آپ کے منتخب کردہ قاضی فریقین کے بیانات کی سماعت کے بعد اپنی صوابدید پر مقدمات کا فیصلہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سوالات میں جن ضروریات کا اظہار کیا گیا ہے وہ اور ان کے علاوہ بھی بعض دیگر ضروریات ہیں جن کی وجہ سے مسلمان مردوں اور عورتوں کو سخت پریشانی لاحق ہوتی ہے جس سے ان کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے اور قسم قسم کے مصائب ومعاصی میں ابتلا ہوتا ہے۔ موجودہ عدالتوں میں جھوٹ بول کر رشوت دے کر جھوٹے گواہ پیش کرکے قانونی فیصلہ تو ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ بظاہر مصائب سے صاحب معاملہ کو چھٹکارا بھی مل جاتا ہے مگر شرعی حیثیت سے نہ وہ نکاح ختم ہوتا نہ معاصی سے خلاصی کی کوئی صورت نہیں ہوتی، اس لئے ضروری تھا کہ اس قسم کا نظم قائم کیا

ہے؟ یہ بھی واضح رہے کہ یہ دونوں ایک ہی مکتبِ فکر کے طالب علم ہیں۔

زید: حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ خلافت منعقد ہونے کی چند صورتیں ہیں ایک صورت یہ بھی ہے کہ وقت کے سربرآوردہ با اثر لوگ اس کے ہاتھ پر بیعت کرلیں اور اس کو اپنا بڑا مان کر تسلیم کرلیں اور اس کی اطاعت کا عہد کرلیں تو وہ خلیفہ، امام، امیر، حاکم شرعی طور پر ہوجاتا ہے اور اس کی اطاعت لازم ہوجاتی ہے اور اس کی نافرمانی معصیت ہوتی ہے(۱) اور اس میں حضرت شاہ صاحب نے مرد و عورت کی تفریق نہیں کی، لہٰذا اگر کسی عورت کے ہاتھ پر بیعت کرلی جائے تو وہ بھی امیر وحاکم بن جائے گی اور اس کو امام و خلیفہ بنانا درست ہوگا۔ نیز قرآن کریم میں بلقیس کی سلطنت کا ذکر موجود ہے جو کہ ہمارے لئے حجت ہے، حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی سلطنت کو ختم نہیں فرمایا تھا۔

عمر: حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے یہ حکم مردوں کے لئے فرمایا ہے، مردوں اور عورتوں کی تفریق سے اس جگہ سکوت کو استدلال میں پیش کرنا درست نہیں، جب تک صراحت موجود نہ ہو، سکوت سے مسائل ثابت نہیں ہوتے، نیز بلقیس کی حکومت خود مختار اور مستقل نہیں تھی بلکہ وہ آج کل کی طرز پر جمہوری حکومت تھی جس کی دلیل یہ آیت ہے:

﴿یا أیہا الملأ أفتونی فی أمری ما کنت قاطعۃ أمراً حتی تشہدون﴾ (۲)۔

وہاں جو کچھ فیصلہ ہوتا تھا وہ مشورہ سے ہوتا تھا، پھر اس حکومت سے استدلال غلط ہے۔

درخواست: زید اور عمر کی مذکورہ دلیلوں کے علاوہ قول صحیح کی دلیل بھی تحریر فرمادیں تو عین کرم ہوگا۔

(مفتی) رضاء الحق استاذ دارالعلوم زکریا جنوبی افریقہ۔

الجواب وبیدہ أزمۃ الحق والصواب حامداً ومصلیاً ومسلماً:

زید اور عمر دونوں طالب علم ہیں، یہ ناکارہ بھی طالب علم ہے، پھر دونوں میں محاکمہ کیا کرے، اس کے لئے تو بڑی قابلیت کی ضرورت ہوتی ہے، جس سے یہ ناکارہ خالی ہے، البتہ جس طرح دونوں اپنی اپنی رائے بنا کر طالب تصدیق ہوتے ہیں یہ ناکارہ بھی اپنی رائے لکھ رہا ہے، لیکن کہاں صواب ہے عند اللہ تعالیٰ ولہ العلم

(۱) "انعقاد الخلافۃ بوجوہ الخ" (حجۃ اللہ البالغۃ، أبواب سیاسۃ المدن: ۲/۱۶۹، قدیمی)

(۲) (النمل: ۳۲)

وإن كان خطاءً فمني ومن الشيطان وأستغفر الله العظيم، وأرجو منه الصواب.

زید کا یہ قول کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت کی تفریق نہیں کی، لہذا عورت کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے عورت بھی خلیفہ ہو جائے گی اور با اثر لوگوں کے لئے جائز ہوگا کہ عورت کو خلیفہ وامام بنالیں غلط ہے اور قلتِ مطالعہ کا نتیجہ ہے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلافت کے شرائط میں بیان کیا ہے:

"واعلم أنه يشترط في الخليفة أن يكون عاقلاً وبالغاً، حراً، ذكراً، شجاعاً، ذا رأي وسمع وبصر ونطق، وممن سلّم الناس شرفه وشرف قومه، ولا يستنكفون عن طاعته اهـ".
حجة الله البالغة: ٢/١٥٠(١)۔

جب خلیفہ کے لئے مرد ہونا بطورِ شرط صراحتہً ان کے کلام میں مذکور ہے تو اس جگہ کے سکوت کو صراحت پر غالب وحاکم قرار دینا صحیح نہیں بلکہ حضرت مصنف -رحمہ اللہ تعالیٰ- کی طرف ایسی بات منسوب کرنا ہے جو ان کے نزدیک غلط ہے۔

زید کی دوسری دلیل سلطنتِ بلقیس کا قرآن میں موجود ہونا ہے اور حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان کی سلطنت کو ختم نہ کرنا ہے کہ اس کو برقرار رکھنا ہے، اگر سورۂ نمل میں اس کا واقعہ سمجھ کر پڑھ لیا جائے تو استدلال خود بخود ختم ہو جائے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بلقیس نے ہدیہ بھیجا تا کہ وہ آزمائے کہ وہ دنیوی بادشاہ ہے کہ ہدیہ سے خوش ہوں گے یا نہیں مگر انھوں نے واپس کر دیا اور فرمایا:

﴿فلنأتينهم بجنود لا قبل لهم بها ولنخرجنهم منها أذلة وهم صاغرون﴾(٢)۔

اور اس کا تخت شاہی اٹھوا کر منگوالیا تھا جس پر وہ سلطنت کرتی تھی:

﴿ولها عرش عظيم﴾(٣)۔

بلقیس نے خود حاضر خدمت ہو کر اطاعت قبول کر لی تھی اور اس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے شاہی

---

(١) (حجة الله البالغة، أبواب سياسة المدن: ٢/٣٩٩، قديمي)

(٢) (النمل: ٣٧)

(٣) (النمل: ٢٣)

محل میں داخل کردیا گیا ﴿قیل لها ادخلی الصرح﴾ الآیة (۱) ﴿قالت رب انی ظلمت نفسی
واسلمت مع سلیمان للہ رب العالمین﴾ (۲)۔

شرائع سابقہ میں جواز ثابت نہیں، بلقیس کی سلطنت بحالت کفر تھی ﴿انها کانت من قوم کافرین﴾ (۳)
﴿وجدتها وقومها یسجدون للشمس﴾ (۴)۔

سلطنت فارس جب عورت کے سپرد کرنے کی خبر حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دی گئی تو
فرمایا: "لن یفلح قوم ولوا امرهم امرأة"۔ حجة اللہ البالغة، ص: ۲۵۹ (۵)، بحوالہ صحیح بخاری
شریف (۶)۔

مگر کہنا کہ بلقیس کی حکومت جمہوری طرز کی تھی فردِ واحد کی مستقل حکومت نہیں تھی، یہ عدم تدبر کا نتیجہ ہے جو
کہ صاف ہے قرآن کریم میں ہے:

﴿انی وجدت امرأة تملکهم واوتیت من کل شیء ولها عرش عظیم﴾ (۷)۔

وہ ملکہ تھی، اور سلطنت اس کے پاس تھی، اس کے پاس شاندار تخت شاہی تھا جس پر وہ حکمرانی
کرتی تھی جیسے شاہجہاں کے پاس تخت طاؤس تھا، جمہوری حکومت کی یہ حیثیت وکیفیت کہاں ہوتی ہے۔

اس نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا اور کہا کہ میں بغیر تمہارے مشورہ کے قطعی فیصلہ نہیں
کرتی، اس مشورہ کے جواب میں ان درباریوں نے کہا کہ:

---

(۱) (النمل: ۴۴)

(۲) (النمل: ۴۴)

(۳) (النمل: ۴۳)

(۴) (النمل: ۲۴)

(۵) (حجة اللہ البالغة، ابواب سیاسة المدن: ۲/۲۵۹، قدیمی)

(۶) (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب کتاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم إلی
کسری: ۲/۶۳۷، قدیمی)

(۷) (النمل: ۲۳)

www.ahlehaq.org

﴿نحن اولوا قوة و اولوا بأس شديد والأمر إليك فانظري ماذا تأمرين﴾ (۱)۔

یعنی "ہماری کمزوری کا خطرہ دل میں نہ لانا، ہم بہت قوی اور مردانِ جنگ ہیں (لڑائی کی رائے ہوئی تو خوب لڑیں گے) آخری فیصلہ کن رائے آپ کی ہے"۔ خود مختار مستقل حکومت کی شان یہی ہوتی ہے

فرعون کی حکومت تو خود مختار اور مستقل تھی اس کا دعویٰ تو یہاں تک تھا: ﴿أنا ربكم الأعلى﴾ (۲)۔

اس نے اپنے مخصوص درباریوں سے کہا تھا:

﴿قال للملأ حوله إن هذا لساحر عليم، يريد أن يخرجكم من أرضكم بسحره فماذا تأمرون﴾ (۳)۔

یہ بھی مشورہ ہی تھا جس میں اس کو مرنا پڑا۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی مشورہ کا حکم دیا گیا: ﴿وشاورهم في الأمر﴾ پھر خود مختاری کو بھی بتا دیا گیا: ﴿فإذا عزمت فتوكل على الله﴾ (۴)۔

خلاصۂ واقعہ

حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی سلطنت انسانوں، جنات اور جانوروں پر تھی، ایک مرتبہ لشکر کا جائزہ لیا اور کسی مصلحت سے پرندوں کی حاضری لی جن میں ہدہد نظر نہیں پڑا، فرمایا: "ہدہد کو نہیں دیکھ رہا ہوں (وہ پرندوں کے جھرمٹ میں ہے یا غیر حاضر ہے) اگر غیر حاضر ہے تو اس کو سخت سزا دوں گا یا ذبح ہی کر ڈالوں گا یا یہ کہ وہ کوئی عذر معقول پیش کرے۔ بس اتنے ہی میں ہدہد نے عرض کیا کہ میں قوم سبا کے پاس سے ایک یقینی خبر لایا ہوں جو آپ کے پاس پہلے سے نہیں تھی، میں نے وہاں ایک عورت کو پایا جو ملکہ ہے اور اس کے پاس لوازمِ سلطنت ہیں اور اس کے پاس بڑا قیمتی شاندار تخت ہے جس پر وہ سلطنت اور حکمرانی کرتی ہے اور وہ اور اس کی قوم آفتاب پرست ہے"۔

---

(۱) النمل: ۳۳

(۲) النازعات: ۲۴

(۳) الأعراف: ۱۱۰

(۴) آل عمران: ۱۵۹

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ "ہم تحقیق کرتے ہیں کہ تو سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ"، ایک خط تحریر فرما کر اس کو دیا کہ "یہ ان کے پاس پہونچادے پھر وہاں سے ہٹ جا، پھر دیکھ وہ اور اس کے ارکان سلطنت کیا جواب دیتے ہیں"۔ ہدہد نے وہ خط اس کے سینہ پر رکھ دیا جب کہ وہ اپنے محل میں آرام کر رہی تھی، اس کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئی اور درباریوں سے اس پُرشکوہ خط کا تذکرہ کر کے مشورہ طلب کیا، خط میں تھا کہ "میرے مقابلہ میں سرکشی مت کرو بلکہ اطاعت گزار اور فرمانبردار ہو کر حاضر ہو جاؤ۔ درباریوں نے کہا ہم بڑی قوت والے اور مردانِ جنگ ہیں، رائے ہو تو خوب لڑیں گے، آخری اور فیصلہ کن رائے آپ کی ہے، اس نے کہا بادشاہوں کا طریقہ ہے کہ جب کسی بستی میں لڑتے ہوئے پہونچتے ہیں تو وہاں کے باعزت لوگوں (امیروں وزیروں) کو ذلیل کر دیتے ہیں اور یہ بھی ایسا ہی کریں گے۔ بلقیس نے کہا میں ان کے پاس ہدیہ بھیجتی ہوں معلوم ہو جائے گا کہ وہ لالچی ہیں یا نہیں؟ جب اس کے قاصد ہدیہ لے کر آئے تو حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تمہارا مال تم ہی کو مبارک میرے مالک نے جو کچھ عطا فرمایا ہے وہ اس سے بہت بہتر ہے جو تم کو دیا ہوا واپس لے جاؤ، ہم ایسے لشکر کے ذریعہ چڑھائی کریں گے کہ ملکہ اور اس کے ارکانِ سلطنت مقابلہ نہ کر سکیں گے اور ہم ان کو ذلیل وخوار کر کے نکال دیں گے"۔

اپنے درباریوں کو فرمایا کہ "ان کے فرمانبردار ہو کر حاضر ہونے سے پہلے بلقیس کا تخت کون میرے پاس لے آئے گا"، ایک عفریت جن نے کہا میں لاتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں، دوسرے نے کہا میں پلک جھپکنے سے پہلے لاتا ہوں، چنانچہ دیکھا کہ تخت آگیا حالانکہ بلقیس ابھی تک نہیں آئی تھی۔ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے تخت کی ہیئت کو متغیر کرادیا آزمائش کے لئے کہ وہ اس کو پہچانتی ہے یا نہیں، پھر اس سے پوچھا کہ تیرا تخت ایسا ہی ہے اس نے کہا یہ تو بالکل ویسا ہی ہے، پھر بلقیس سے کہا گیا کہ شاہی محل میں حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حرم سرا میں داخل ہو جاؤ، وہ مطیع وفرمانبردار ہو کر داخل ہو گئی تو وہاں محسوس ہوا کہ پانی کا حوض ہے اس لئے کپڑا پنڈلیوں سے اوپر چڑھالیا تو اس کو بتایا گیا کہ یہ پانی نہیں بلکہ شیشے کا فرش ہے تب اس نے کہا:

﴿إني ظلمت نفسي وأسلمت مع سليمان لله رب العلمين﴾ (۱)۔

---

(۱) النمل: ۴۴

۳- اقامت: اس کا مقصد اعلامِ حاضرین ہے، کما فی السعایہ (۱) کہ وظیفہ تسبیح وغیرہ موقوف کر کے جماعت کی شرکت کے لئے آجاویں، گو اس میں اذان کی طرح بلند آواز اور بلند جگہ کی ضرورت نہیں تاہم اس میں بھی اعلان واعلام کی شان ہے، یہ بھی مردوں کے لئے مخصوص ہے۔

۴- خطبہ جمعہ: محلّہ بلکہ بستی کے لوگ ہفتہ میں ایک دن جمع ہو کر نماز جمعہ ادا کرتے ہیں اس کے لئے خطبہ شرط ہے، سب کے سامنے منبر پر آ کر خطبہ دینا مردوں کے لئے مخصوص ہے، عورتوں کو اس کا حق نہیں: "وأما الخطيب، فيشترط فيه أن يتأهل للإمامة في الجمعة اهـ". بحر: ۱۵۸/۲ (۲)۔

۵- خطبہ عیدین: بستی اور اس کے متعلقات کے لوگ جمع ہو کر جانب آبادی سے باہر کھلے میدان میں نماز عیدین ادا کرتے ہیں، بعد نماز خطبہ مسنون ہے، وہ بھی مردوں کے لئے مخصوص ہے: "شرائطها كالجمعة وجوبًا وصحةً شرائط للعيد إلا الخطبة اهـ". بحر: ۱۵۸/۲ (۳)۔

۶- امامتِ رجال: عورت کو امام بنا کر اس کے اقتدا میں مرد نماز پڑھیں تو یہ درست نہیں: "ولا يصح اقتداء رجل بامرأة اهـ". بحر: ۳۵۹/۱ (۴)۔

۷- محاذاۃ: اگر شوہر نماز پڑھائے اور بیوی اس کے اقتدا میں برابر کھڑی ہوجائے تو دونوں کی نماز فاسد ہوجائے گی، کیونکہ عورت کا مقام مرد کے برابر نہیں بلکہ مرد کے پیچھے ہے، اس نے اپنے مقام سے تجاوز کیا ہے: "وفي فتاوى قاضي خان: "المرأة إذا صلت مع زوجها في البيت إن كان قدمها بحذاء قدم

---

(۱) وفي السعاية: "لم يشرع تكرار الإقامة، لأنها لإعلام الحاضرين". (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية: ۲/۲۲، كتاب الصلوة، باب الأذان، سهيل اكيدمي لاهور)

(۲) (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب صلوة الجمعة: ۲/۲۴۹، رشيديه)

(وهكذا في رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجمعة: ۲/۱۴۳، سعيد)

(۳) (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صلوة العيدين: ۲/۲۷۴، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلاة، باب العيدين: ۲/۱۶۶، سعيد)

(۴) (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۲۸، رشيديه)

وفي رد المحتار: "ولا يصح اقتداء رجل بامرأة ... مطلقاً" (باب الإمامة: ۱/۵۷۴، سعيد)

"الزوج، لا تجوز صلوتهما بالجماعة، وفي المحيط: إذا حاذت بامامها فسدت صلوة الكل، واستدل بحديث ابن مسعود رضي الله تعالى عنه: "أخروهن من حيث أخرهن الله"، والبسط في البحر: ۱/۳۵۴ ( )۔

۸- استخلاف: اگر کسی امام نے نماز میں عورت کو اپنا خلیفہ بنا دیا تو امام کی اور اس کی سب مقتدیان کی خواہ مرد ہوں یا عورت اور اس عورت کی جس کو خلیفہ بنایا ہے سب کی نماز فاسد ہو جائے گی:

"إذا استخلفوا الإمام وخلفه رجال ونساء، فتفسد صلوة الكل اهـ". در مختار، ص: ۲۵۰ (۲)۔

۹- ولایتِ نکاح: بچہ بحالتِ حمل کم وبیش نو ماہ شکمِ مادر میں رہتا ہے، پھر دو برس وہ اس کو خونِ جگر (دودھ) پلاتی ہے اور اس کی تمام ضروریات پوری کرتی ہے، اس کے باوجود ولایتِ نکاح باپ کو حاصل ہے: "والولاية تنفيذ القول على الغير شاء أو أبى اهـ" (۳)۔

"الولي في النكاح العصبة بنفسه بلا توسط أنثى اهـ". در مختار: ۱/۲۱۱ (۴)۔

۱۰- گھوڑے پر سوار ہونا: اظہارِ شوکت وجلادت کے لیے گھوڑے پر سوار ہونا مردوں کا حق ہے، عورت کا حق نہیں: "لعن الله الفروج على السروج اهـ" فتح القدير (۵)۔

۱۱- امیرِ سریہ: حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متعدد مرتبہ جہاد کے جماعتوں کو بھیجا، کسی ان

---

(۱) (البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۶۲۰، بیروت، رشیدیہ)

(وانظر أيضاً فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، فصل فيمن يصح الاقتداء به ومن لا يصح إلخ: ۱/۹۵، رشيدية)

(۲) (الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۵۹۲، سعيد)

(وانظر أيضاً الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، فصل في الاستخلاف: ۱/۹۵، رشيدية)

(۳) (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/۵۳، سعيد)

(۴) (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/۷۶، سعيد)

(۵) قال علي القاري: "لا أصل له" (الموضوعات الكبرى، ص: ۲۸۴، المكتبة الأثرية باكستان)

www.ahlehaq.org

کا امیر کسی عورت کو نہیں بنایا بلکہ ہمیشہ مردوں کو امیر بنایا ہے (۱)۔

۱۲- نائب: متعدد مرتبہ بنفس نفیس جہاد میں تشریف لے گئے اور اپنی طرف سے نائب مدینہ طیبہ میں مردوں کو بنایا، کبھی کسی عورت کو نہیں بنایا (۲)۔

۱۳- امیر الحج: حج کے لئے جب جماعتیں گئیں تو امیر الحج بھی کسی عورت کو مقرر نہیں فرمایا (۳)۔

۱۴- ختم معاہدہ کا اعلان: مشرکین کا معاہدہ ختم ہونے اور ان کو بحالت شرک حج سے ممانعت کا اعلان کرنے کے لئے عورت کو تجویز نہیں فرمایا بلکہ مردوں کو تجویز فرمایا (۴)۔

۱۵- صلح نامہ: مقابل فریق سے صلح و جنگ کی گفتگو کے لئے عورت کو منتخب نہیں فرمایا بلکہ مردوں کے ذریعہ اس کی تکمیل کی گئی (۵)۔

---

(۱) "أمّر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في غزوة مؤتة زيد بن حارثة، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن قتل زيد فجعفر، وإن قتل جعفر فعبد الله بن رواحة" رضي الله تعالى عنه الخ". (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة مؤتة: ۲/۶۱۱، قديمي)

(۲) بلکہ اس پر نکیر فرمائی ہے: "لما بلغ رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أن أهل فارس قد ملكوا عليهم بنت كسرى، قال: "لن يفلح قوم ولّوا أمرهم امرأة". (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب كتاب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم إلى كسرى: ۲/۶۳۷، قديمي)

(۳) "عن حميد بن عبد الرحمن أن أبا هريرة أخبره أن أبا بكر الصديق رضي الله تعالى عنه بعثه في الحجة التي أمّره عليها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قبل حجة الوداع الخ". (صحيح البخاري، كتاب المناسك، باب لا يطوف بالبيت عريان: ۱/۲۲۰، قديمي)

(۴) "قال أبو هريرة رضي الله تعالى عنه: فأذّن معنا عليٌّ في أهل منى يوم النحر: لا يحج بعد العام مشرك، ولا يطوف بالبيت عريان". (صحيح البخاري، كتاب الجزية، باب ما يحذر من الغدر: ۱/۴۵۳، قديمي)

(۵) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: لما نزلت بنو قريظة على حكم سعد بن معاذ، بعث رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فجاء على حمار، فلما دنا قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "قوموا إلى سيدكم" فجاء فجلس، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن هؤلاء نزلوا على حكمك" قال: فإني أحكم أن تقتل المقاتلة وأن تسبى الذرية، قال: "لقد حكمت فيهم —

www.ahlehaq.org

۱۶– مرد قوام ہیں: عورتوں کی تادیب، تہذیب، حمایت، حفاظت مردوں کے ذمہ ہے، ان کے رہنے کیلئے مکان اور کھانے پینے پہننے کا انتظام لازم ہے تا کہ ان کو گھر سے نکلنے کی ضرورت پیش نہ آئے: ﴿الرجال قوامون على النساء﴾ (۱)۔ "تضمنت الآية على معان: أحدها: تفضيل الرجال على المرأة في المنزلة، وأنه هو الذي يقوم بتدبيرها وتأديبها، وهذا يدل على أن له إمساكها في بيته ومنعها من الخروج وأن عليها طاعته وقبول أمره ما لم يكن معصية، ودلت على وجوب نفقتها عليه، وبما أنفقوا من أموالهم اھ". أحكام القرآن: ۲/۲۲۹ (۲)۔

۱۷– نیز جو امور مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں ان میں مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے جیسے کہ اس کے عکس میں ہے: "لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال". رواه البخاري اھ. مشکوٰۃ شریف، ص: ۳۸۰ (۳)۔

۱۸– عورت کی امارت پر وعید:

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إذا كان أمراؤكم خياركم، وأغنياؤكم سمحاءكم، وأموركم شورى بينكم، فظهر الأرض خير لكم من بطنها. وإذا كان أمراؤكم شراركم، وأغنياؤكم بخلاءكم، وأموركم إلى نسائكم، فبطن الأرض خير لكم من ظهرها". رواه الترمذي وقال: هذا حديث غريب". مشکوٰۃ شریف: ۴۵۹ (۴)۔

= بحكم الملك". وفي رواية: "بحكم الله" متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الجهاد، باب في حكم الأسراء، ص: ۳۴۴، قديمي)

(۱) (النساء: ۳۴)

(۲) (أحكام القرآن للجصاص: ۲/۲۲۹، قديمي)

(۳) (مشكوة المصابيح، كتاب الترجل، ص: ۳۸۰، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب اللباس، باب لعن الله الخ: ۲/۸۷۴، قديمي)

(۴) (مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، باب الإنذار والتحذير، ص: ۴۵۹، قديمي)

(وجامع الترمذي، كتاب الفتن: ۲/۵۲، سعيد)

اگر خلعتِ امارت وامامت کے لئے عورت کا قد وقامت زیبا ہوتا تو کبھی تو اس کو اس سے شرف بخشا جاتا مگر وہ تو مخلوق ہی تابع اور محکوم بنا کر ہوئی۔

تنبیہ : اگر کسی مجبوری کی حالت میں کسی وقت میں ایک یا متعدد عورتیں خدمت کے لئے لڑائی کے موقع پر پہونچ گئیں اور ان کو واپس کرنے میں اس وقت خلافِ مصلحت تھا تو اس کو ضابطہ کلیہ نہیں بنایا جائے گا مجبوری ومعذوری کے احکام مستقل ہوتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، نزیل جوہانسبرگ جنوبی افریقہ، ۱۲/ربیع الثانی/۱۴۱۰ھ۔

عربی عبارات کا ترجمہ :

۱۔ ''بلقیس نے کہا: اے اہل دربار! تم مجھ کو اس معاملہ میں رائے دو، میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک کہ تم لوگ میرے پاس موجود نہ ہو'' (بیان القرآن)

۲۔ ''اگر صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اسی کے لئے حمد ہے اور اگر خطا ہے تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اور حکمت والے اللہ ہی سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اسی سے صواب کی امید رکھتا ہوں۔

۳۔ ''اور جان لے کہ خلیفہ میں شرط ہے کہ وہ عاقل ہو بالغ ہو آزاد ہو مرد ہو بہادر ہو ذی رائے ہو سننے دیکھنے بولنے والا ہو اور لوگ اس کی اور اس کی قوم کی شرافت کو تسلیم کرتے ہوں اور اس کی اطاعت سے ناک منہ نہ چڑھاتے ہوں''۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

۴۔ ''سو ہم ان پر ایسی فوجیں بھیجتے ہیں کہ ان لوگوں سے ان کا ذرا مقابلہ نہ ہو سکے گا اور ہم ان کو وہاں سے ذلیل کر کے نکالدیں گے اور وہ ماتحت ہو جاویں گے''۔ (بیان القرآن)

۵۔ ''اور اس کے پاس ایک بڑا تخت ہے''۔ (بیان القرآن)

۶۔ ''بلقیس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو تو جب اس کا صحن دیکھا تو اس کو پانی سمجھا اور اپنی دونوں پنڈلیاں کھولدیں، سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ تو ایک محل ہے جو شیشوں سے بنایا گیا ہے، بلقیس کہنے لگیں کہ اے میرے پروردگار! میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا اور میں سلیمان کے ساتھ ہو کر رب العالمین پر ایمان لائی''۔ (بیان القرآن)

۷۔ ''وہ کافر قوم میں سے تھی''۔ (بیان القرآن)

۸۔ ''میں نے اس کو اور اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ خدا کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظر میں مرغوب کر رکھا ہے اور ان کو راہ سے روک رکھا ہے سو وہ راہ پر نہیں چلتے''۔ (بیان القرآن)

۹۔ وہ قوم کامیاب نہیں ہو سکتی جنہوں نے اپنے امر کا والی ایک عورت کو بنا لیا (حجۃ اللہ البالغہ) . . . ... =

سلطان، دوسرے: نائب سلطان وہ، تحت سلطان کے رہنا یا پر حکومت کرتا ہے، تیسرے: ولی اپنے موضع پر حکومت کرتا ہے، چوتھے: وہ شخص ہے جس کو مرتین نے مقرر کیا ہے، پانچویں صورت کے چند جاہل اور پھٹے ہوئے مولوی ملکر اہل دیہات پر حکومت کریں ان کو کوئی سلطان کی طرف سے حکومت نہیں ملی اور جاہل دیہاتیوں نے بھی ان کو حکم مقرر نہیں کیا اور یہ لوگ فلاں کو پکڑو، مسجد کیوں بنایا ہے، ہم لوگوں نے حکم نہیں دیا ہے اور مدرسہ کیوں قائم کیا ہے، ان کو سزا دو، اپنی اولاد کی شادی کیوں کرایا ہے، مدرسے بدون اجازت ان کو مزدوری سے علیحدہ کردو۔

الغرض اہل دیہات اگر کوئی مسجد بنادیں یا کوئی شادی کریں ان سے اجازت چاہئے ہوگا، خواہ وہ کام شرعی یا غیر شرعی، ان کی اجازت سے جائز ہوتا ہے ورنہ سزا کا مستحق ہے، جرمانہ کرتے ہیں مالدار کو نہیں کر سکتے بلکہ متوسط قسم کی آدمی سے لیتے ہیں، یہ پانچویں قسم شرعاً حکومت درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

شرعاً یہ حکومت جبر اور ظلم ہے، اپنی اولاد کی شادی کرنے کا ہر شخص حق رکھتا ہے اس میں کسی غیر شخص سے اجازت کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح اگر کسی جگہ مسجد نہ ہو وہاں مسجد بنادیں تو کسی کو منع کرنے کا حق نہیں، یہی حکم مدرسہ کا ہے بلکہ بعض اوقات یہ چیزیں شرعاً ضروری ہوجاتی ہے۔ ان کا جرمانہ ناجائز اور ظلم ہے۔

"لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي (إلى قوله) والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال" البحر (۱)۔

جس قدر روپیہ جرمانہ کا جس جس سے لیا ہو اس کا واپس کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۱۲/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ ہٰذا۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۲/۱۲/۵۸ھ۔

---

(۱) (البحر الرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۵/۶۸، رشيدية)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۳/۱۶۴، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال: ۴/۶۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۲/۱۶۷، رشيدية)

بے علم صدر کا قاضی کی مدد سے فیصلہ کرنا

سوال [۱۶۲۷]: ۱... کیا صحیح طریقہ پر شریعت کے نہ جاننے والے کو یہ کہنا کہ آپ کو شریعت کا علم نہیں ہے، جرم ہے؟

۲... اگر ایک شخص جماعت کا صدر ہے اور اس کو مشورہ دیا جائے کہ چونکہ آپ کو شریعت کا علم نہیں، اس لئے قاضی صاحب کو ساتھ لے کر فیصلہ دیں، تو کیا یہ مشورہ دینا غلط ہے؟

ایضاً

سوال [۱۶۲۸]: ۳... اگر جماعت کا صدر انگریزی داں وکیل ہے اور شریعت کا مکمل علم نہ رکھتا ہو اور اس کو یہ کہا جائے کہ آپ شریعت کا علم نہیں رکھتے، اس لئے قاضی صاحب کو ساتھ لے کر فیصلہ دیں، تو کیا جماعت اور صدرِ جماعت کی توہین ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... شریعت سے واقف آدمی اگر کسی ناواقف کو یہ بات کہے کہ آپ کو شریعت کا علم نہیں تو یہ صحیح ہے، جرم نہیں، جیسے کوئی قانون داں وکیل ناواقف کو کہہ دے کہ آپ کو قانون کا علم نہیں تو یہ بات صحیح ہے، جرم نہیں (۱)۔

۲... جو شخص شریعت سے واقف نہیں، اس کو لازم ہے کہ واقفِ شریعت سے علمِ شریعت حاصل کرے اور اس کی نگرانی میں کام کرے (۲)۔

---

(۱) "وفي هذا الحديث الفوائد ... السابعة: جواز تحدث المرء بما فيه من الفضل بحسب الحاجة لذلك عند الأمن من المباهاة والتعاظم" (فتح الباري، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم "أنا أعلمكم بالله" الخ: ۱/۹۴، قدیمی)

تفصیل کے لئے دیکھئے (الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الکراہیۃ، باب المتفرقات: ۵/۳۷۷، رشیدیہ)

"في الحديث: "اللهم اهد قومي فإنهم لا يعلمون" (الدر المنثور: ۲/۲۹۸، بیروت، طبع جدید)

(ومشکوۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب التوکل والصبر، ص: ۴۵۳، قدیمی)

(۲) "طلب العلم فريضة على كل مسلم ومسلمة" ....

۳..... اس مشورہ دینے میں توہین نہیں، البتہ اگر شریعت کو شرعی جماعت کا صدر بنانے میں وجہ یہ ہو کہ فیصلے بھی شرعی احکام کے کرنے کی نوبت آتی ہو، جماعت کی توہین ہے۔

لہذا ذمہ داری ہے کہ وہ فیصلے شریعت کے موافق ہوں گے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

(٠) "طلب العلم فريضة بقدر الشرائع وما يحتاج إليه لأمر لابد منه من أحكام الوضوء والصلاة وسائر الشرائع ولأمور معاشه، وما وراء ذلك ليس بفرض، فإن تعلمها فهو أفضل، وإن تركها فلا إثم عليه" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، باب المتفرقات: ٥/٣٧٧)

(وكذا في السراجية، كتاب الحظر والإباحة، باب التعليم ص: ٧٤)

(١) "إذا وسد الأمر إلى غير أهله فانتظر الساعة" (صحيح البخاري، كتاب العلم: ١/١٤، قديمي)

قال الحافظ ابن حجر: "ومناسبة هذا المتن لكتاب العلم أن إسناد الأمر إلى غير أهله إنما يكون عند غلبة الجهل ورفع العلم" (فتح الباري: ١/١٤٣، قديمي)

جمہوریت اور سیاسی تنظیموں کا بیان

جمہوریت

سوال [۱۹۹۱]: کیا ہمارے نبی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمہوریت کو قائم کیا تھا؟ اور کیا خلفائے اربعہ بھی اس جمہوریت پر چلے یا انہوں نے کچھ تغیر وتبدل کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جمہوریت کی تردید فرمائی ہے(۱)۔ اسلامی قوانین واحکام کا مدار دلائل پر ہے نہیں بلکہ اکثریت پر ہے یعنی کثرتِ رائے سے فیصلہ ہوتا ہے، وہی اگر کثرتِ رائے قرآن وحدیث کے خلاف ہو تو وہی پر فیصلہ ہوگا، قرآن کریم نے اکثریت کی اطاعت کو موجبِ ضلالت فرمایا ہے:

﴿وإن تطع أكثر من في الأرض يضلوك عن سبيل الله﴾ (الآية) (۲)۔

اہل علم، اہل دیانت، اہل فہم کم ہی ہوا کرتے ہیں۔ خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے والے تھے، انہوں نے ان کے خلاف کوئی دوسری راہ اختیار نہیں کی ہے (۳)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۳/۲۳ھ۔

---

(۱) "ولما كانت المدينة ذات اجتماع عظيم لا يمكن أن يتفق رأيهم جميعاً على حفظ السنة (أي الطريقة) العادلة". (حجة الله البالغة، باب سياسة المدينة: ۱/۲۵۳، قديمي)

(۲) (سورة الأنعام، آيت: ۱۱۶)

(۳) "عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين الخ". (ابن ماجة، المقدمة، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين، ص: ۵، قديمي)

(ومشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص: ۳۰، قديمي)

"قال القارئ: "المهديين": أي الذين هداهم الله إلى الحق، قيل: هم الخلفاء الأربعة: أبوبكر وعمر وعثمان وعلي رضي الله تعالى عنهم". (مرقاة المفاتيح: ۱/۳۷۰، بيروت، رشيديه)

جمہوریت اور مشاورت

سوال[۱۷۰۰]: ۱…﴿وشاورهم في الأمر فإذا عزمت فتوكل على الله﴾ (۱)۔

یہ آیت کریمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے یا عام؟

۲… جمہوریت کسے کہتے ہیں اور اسلام میں اس کی کیا حیثیت ہے؟

۳…مدارس میں کمیٹی قائم کرنا کیسا ہے؟ اور اس کی کیا صورت ہونی چاہیے؟

۴…نیز زید کا یہ کہنا کہ موجودہ دور میں اسلام میں جمہوریت نہیں ہے کیسا ہے؟ زید مذکورہ بالا آیت ﴿وشاورهم في الأمر﴾ الخ کو استشہاد میں پیش کرتا ہے۔ اور اگر یہ مطلب ہو کہ موجودہ دور کے لوگوں میں ایسی صلاحیت نہیں رہی کہ جمہوریت قائم کئے تو اس صورت میں زید کا اس آیت کو پیش کرنا کیسا ہے؟ کیونکہ زید نے پہلے کہا کہ اسلام میں جمہوریت نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱…اس آیت میں اصل خطاب حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے پھر آپ کی اتباع میں ضمناً اوروں کو ہے۔ مفسرین نے اس آیت کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ ﴿وشاورهم﴾ میں جو ضمیر منصوب ہے اس کا مصداق بھی سب صحابہ کرام نہیں بلکہ مخصوص حضرات وہ حاضرین ہیں جو "أولو الأحلام والنهى" اور اہل الرائے ہیں جن کی اصابت رائے کا تجربہ ہوتا رہا ہے اور حق تعالیٰ نے بھی ان کی رائے کی تصویب فرمائی ہے (۲)، نیز "الامر" کا مصداق مفسرین محققین نے عام نہیں لکھا، بلکہ خاص امر یعنی "الحرب" اس کا مصداق قرار دیا ہے جیسا کہ روح المعانی وغیرہ میں موجود ہے (۳)، لہٰذا اس آیت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ہر کام میں ہر ایک کے لئے ہر ایک سے مشورہ ضروری ہے یہ صحیح نہیں ہے۔

---

(۱) (سورۃ آل عمران: ۱۵۹)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وشاورهم في الأمر﴾ أبو بكر وعمر. ومن طريق الكلبي عن أبي صالح عن ابن عباس أن الآية نزلت فيهما". (روح المعاني: ۳/۱۰۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) ﴿وشاورهم في﴾ الأمر: أي في الحرب (روح المعاني: ۳/۱۰۶) لأن الجصاص: "ولأنه معلوم أن مشاورة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في أمر الدنيا إنما كانت تكون في محاربة الكفار ومكايدة العدو". (أحكام القرآن: ۲/۴۲، قديمي)

www.ahlehaq.org

خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بہت سے اجتماعی کاموں میں محض اپنی رائے پر عمل کرنا بھی ثابت ہے، نیز مشورہ کے بعد بھی ہر مشورہ کو قبول کرنا بھی ضروری نہیں بلکہ امیر کے لئے سب کے مشورہ کو رد کرکے اپنی صوابدید پر عمل کرنا بھی ثابت ہے(۱)۔

۲... آج کل جمہوریت کا مفہوم یہ ہے کہ ہر بالغ مرد و عورت خواندہ ہو یا ناخواندہ ہو عاقل کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہو اور ان کے ووٹوں کی اکثریت سے سربراہ و حکمران تجویز کیا جاتا ہو، اسلام میں اس جمہوریت کا کہیں وجود نہیں، نہ کوئی سلیم العقل اس کے اندر خیر تصور کرسکتا ہے، ظاہر ہے کہ اکثریت نادانوں اور جاہلوں کی ہے، وہ لوگ ایسے ہی شخص کو ووٹ دیں گے جس کے ذریعہ ان کی خواہشات پوری ہونے کی توقع ہو اور یقین ہے کہ ان کی خواہشات میں خیر غالب نہیں بلکہ شر غالب ہے، تو شر پھیلانے والے کا انتخاب کرنا کون سی عقل کی بات ہے۔

جو لوگ سیاستدانی کے بڑے بڑے دعویدار تمام حکومتوں پر بے لاگ تبصرہ کرنے والے ارباب فہم ہیں وہ بھی اس جمہوریت پر اس قسم کا تبصرہ کرتے ہیں (۲) اس ملک و حکومت کا کیا ٹھکانہ ہے جہاں سربراہی کا معیار اہلیت اور دلائل سے ہٹا کر عوام کالانعام کی کثرت رائے پر رکھ دیا جائے (۳)۔

۳... اہل علم، اہل دیانت، اہل رائے حضرات کا دینی مدارس کی ظاہری و معنوی ترقی و فلاح کے لئے کمیٹی مقرر کرلینا ان شاء اللہ مثمر خیر ہے اور سب کے مصالح کے پیش نظر بہت اہم ہے، طریقہ کار یہ ہونا چاہئے کہ مشورہ طلب بات کمیٹی کے سامنے پیش کردی جائے تو منافع و مفاسد پر متانت اور سنجیدگی سے دلائل شرعیہ کی روشنی میں گفتگو اور باہمی تبادلہ خیالات بھی کریں، پس بحث و تمحیص کے بعد جو چیز خیر ہو اس کو اختیار کرلیا جائے جن کی رائے پر عمل نہ ہو وہ کبیدہ خاطر نہ ہوں اور آئندہ رائے دینے سے گریز بھی نہ کریں اور جن کی رائے کو اختیار

---

(۱) "فما وافق رأيه عمل به، وربما عارضه ترك من غير لوم". (روح المعاني ۴/۱۰۶)

(۲) جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے (کلیات اقبال ص [illegible])

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام

چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

(کلیات اقبال ص [illegible])

(۳) قال الله تعالى: ﴿وإن تطع أكثر من في الأرض يضلوك عن سبيل الله﴾ (سورة الأنعام: ۱۱۶)

کرلیا گیا اور اپنی رائے پرند کرتے ہوئے دوسروں کی تحقیر نہ کریں (۱)۔

۴...: اس کا جواب نمبر ۲ سے ظاہر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹/۱/۸۹ھ۔

کس سیاسی جماعت میں حصہ لیا جائے؟

سوال [۱۷۰۱]: ہندوستان کی کس سیاسی جماعت سے تعلق رکھنا چاہیے؟ جناب کا جو خیال ہو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جماعتوں کے قواعد وضوابط میں ترمیم ہوتی رہتی ہے، مجھے زیادہ واقفیت نہیں ہے، اپنے یا اہل علم ودیانت کے تجربہ سے جو جماعت احکام اسلام کی زیادہ پابند ہو اور حقوق دلانے میں زیادہ کوشاں اور قربانی دینے والی ثابت ہو، اس میں شرکت کرسکتے ہیں، اگر کسی پر اعتماد نہ ہو کسی میں شرکت نہ کرنے سے گناہ گار نہیں ہوں گے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿وأمرهم شورى بينهم﴾ (الآية: سورة الشورى: ۳۸)

في الحديث: "إذا كان أمراء كم خياركم، وأغنياء كم سمحاء كم، وأمركم شورى بينكم، فظهر الأرض خير لكم من بطنها" (روح المعاني: ۲۵/۴۲، دار إحياء التراث العربي)

(ومشكوة المصابيح، باب الإنذار والتحذير، ص: ۴۵۹، قديمي)

(وجامع الترمذي، أبواب الفتن قبيل أبواب الزهد: ۲/۵۲، سعيد)

(۲) قال الله تعالى: ﴿إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها﴾ الآية (النساء: ۵۸)

وقال الله تعالى: ﴿ومن يكتمها فإنه آثم قلبه﴾ (البقرة: ۲۸۳)

"قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "المستشار مؤتمن" (جامع الترمذي: ۲/۱۰۹، باب ما جاء أن المستشار مؤتمن، أبواب الآداب، سعيد)

تفصیل کے لئے (معارف القرآن مفتی محمد شفیع صاحب: ص: ۴۳۶، ادارۃ المعارف کراچی)

جمعیۃ العلماء میں شرکت

سوال [۲۰۰۸]: جمعیۃ العلماء ہند کی جماعت میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ عوام کو دور رکھنا اور شرکت سے منع کرنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جمعیۃ العلمائے ہند کا دستور منگا کر مطالعہ کریں، اگر اس میں کوئی بات تحقیق طلب ہو یا جمعیۃ کا کوئی خاص رویہ محل سوال ہو تو اس کو دریافت کر لیں(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، ۱۵/۱/۸۵ھ۔

کیا ہر جماعت کا جھنڈا اسلامی جھنڈا ہے؟

سوال [۲۰۰۹]: آج کل انتخاب کے موقع پر مختلف جماعتیں مختلف رنگ کے جھنڈے اپنے جماعتی نشان کے لئے استعمال کر رہی ہیں، ہر ایک جماعت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ یہ جھنڈا اسلامی ہے، براہ کرم حضرت والا اس کی وضاحت فرمادیں کہ حدیث شریف کے مطابق کونسا جھنڈا اسلامی ہے؟ اگر احادیث میں مختلف اقسام بیان ہوئے ہیں تو اقسام کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے یہ تحریر فرمائیں کہ ترجیح کس رنگ کے جھنڈے کو ہے؟ نیز صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کونسا جھنڈا استعمال فرمایا؟ بالتفصیل وبادلائل بیان فرمائیں۔

محمد رفیع غفرلہ، ملتان پاکستان۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جھنڈا اسلام کو بلند کرنے اور کفر کو شکست دینے کے لئے تھا، کیا آپ

---

(۱) "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "لیس الخبر کالمعاینة". (مشكوة المصابیح، باب ذكر الأنبیاء، ص: ۵۱۱، قدیمی)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون﴾ (سورة النحل: ۴۳)

تفصیل کے لئے دیکھئے (جمعیۃ علماء کیا ہے [illegible])

www.ahlehaq.org

کے مقابلات میں بھی یہی مقصود ہے؟ کیا یہ سب جماعتیں آپس میں ایک دوسرے کا اسی طرح مقابلہ کرتی ہیں جس طرح اسلام و کفر کا مقابلہ تھا کہ ہر ایک اپنے جھنڈے کو اسلامی جھنڈا اور دوسرے کے جھنڈے کو کفر کا جھنڈا قرار دے؟ العیاذ باللہ۔ اور کیا یہ انتخابات مروجہ طریقہ پر کرنا اسلامی تعلیمات و ہدایت کے تحت ہے اور ان میں اسلامی احکام اور شرعی حدود کی رعایت کی جاتی ہے۔

ایک دوسرے کے خلاف تذلیل، تحقیر، تفسیق، تضلیل، تجہیل، تکذیب، افتراء، بہتان، غیبت کون سا ایسا حربہ ہے جو استعمال نہیں کیا جاتا، بسا اوقات تکفیر تک نوبت پہنچ جاتی ہے، پھر ان سب کو اسلامی جھنڈے کے تحت کرنا اور ہر ایک کا اپنے جھنڈے کو اسلامی جھنڈا کہنا تو بہت ہی معیوب اور مذموم و اسلام کو بدنام کرنا ہے (۱)۔
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

مسلم تنظیم میں کسی غیر مسلم کی شرکت

سوال [۲۰۷۰]: ایک مسلم تنظیم ہے جس کے مقاصد مذہبی، خیر اندیشی اور دیگر تفریحی مشغلے ہیں، مذکورہ انجمن کے ممبران میں ایک غیر مسلم ممبر بھی ہے، وجہ یہ ہے کہ وہ انتظامات و خدمات کے اعتبار سے مذکورہ تنظیم کی معاونت میں بڑا حصہ لیتا ہے، پیشہ کے اعتبار سے وہ شخص ایک ڈاکٹر ہے جس نے اپنے آپ کو اس تنظیم کی دعوت میں ڈھال لیا ہے، لیکن وہ ہے کہ وہ مسلمان رہنماؤں کو زیادہ پسند کرتا ہے، تمام مسلمان بھی اسے محبوب رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی تجہیز و تکفین و دیگر تقریبات میں بھی شامل رہتا ہے اور کسی ذاتی مقصد کے تحت نہیں۔ اسکی

---

(۱) "قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "من قاتل تحت راية عمية يغضب لعصبة أو يدعو لعصبة أو ينصر عصبة فقتل، فقتلة جاهلية". (مشكوة المصابيح، كتاب الإمارة، ص: ۳۱۹، قديمي)

"سباب المسلم فسوق وقتاله كفر". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله وهو لا يشعر: ۱/۱۲، قديمي)

"المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده: ۱/۶، قديمي)

صورت میں مسلمانوں کو ایسے شخص کے ساتھ مذہبی نقطۂ نگاہ سے کیسا برتاؤ کرنا چاہیے؟ جس نے اپنے آپ کو ہر انداز سے مسلمانوں کی اس تنظیم میں شامل کر رکھا ہے؟ اور اسے مسلم انجمن کا ممبر بنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسلمانوں کو اخلاق و مروت کا معاملہ کرنا چاہیے، آہستہ آہستہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے (۱)۔ اور جبکہ یہ انجمن مسلم تنظیم ہے اور مقصد اس کا خیری خیر ہے، اسی کے ساتھ تفریحی مشغلہ بھی ہے اور وہ غیر مسلم ظاہر ہے کہ مذہب کے ان کاموں میں تو بالکل شرکت نہیں کرتا ہے جن کے لئے اسلام شرط ہے، صرف تفریحی مشغلہ میں شرکت کرتا ہے، ایسے غیر مذہبی کام میں شریک ہوتا ہے جس کے لئے اسلام شرط نہیں تو اس میں شرعاً قباحت نہیں (۲) بشرطیکہ اس میں کوئی مفسدہ نہ ہو، اس کا لحاظ رہے کہ وہ کسی مسلم میت کو غسل نہ دے، نہ شو کر قبرستان میں لے جایا جائے اور نہ قبر میں رکھے (۳) اور یونہی مجمع کے ساتھ چلا جائے تو روکنے کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۹۸ھ۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة﴾ (النحل: ۱۲۵)

قال ابن كثير تحت هذه الآية: "يقول تعالى آمراً رسوله محمداً صلى الله تعالى عليه وسلم ان يدعو الخلق إلى الله بالحكمة الخ" (تفسير ابن كثير آخر سورة النحل ۲/۵۹۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (روح المعاني: ۱۴/۲۵۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "جاز إدخال الذمي جميع المساجد عندنا". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۸/۳۷۳، رشيديه)

وكذا في رد المحتار، كتاب الجهاد، فصل في الجزية، آخر مطلب تمكين أهل الذمة في المسجد: ۴/۲۰۹، سعيد)

ومجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۴/۲۲۳، غفاريه كوئٹه)

(۳) "وليس للكافر غسل قريبه المسلم ... ويكره أن يدخل الكافر في قبر قريبه المسلم ليدفنه".

(الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۳۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۳۵، رشيديه)

پارٹی بازی سے بچنے کی ترکیب

سوال [۱۷۰۵]: مسلمانوں کے اجتماعی امور میں پارٹی بازی نہ ہونے کیلئے مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے، یعنی دینی اجتماعی امور میں اتحاد واتفاق (یکجہتی) برقرار رکھنے کے لئے ہم مسلمانوں کو کس طرح کس حکم کے پابند ہونا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفسانی جذبات پر اجتماعی مفاد کو ترجیح دی جائے (۱)، اتفاق واتحاد کے تصور اور واقعات سلف وعلماء کو ذہن میں رکھا جائے، جس کا حکم اور رائے کتاب وسنت کے موافق ہو اس کا اتباع کیا جائے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین دیوبند، ۱۳/۱/۹۱ھ۔

شریعت سے ناواقف لوگوں کی کمیٹی اور اس کا حکم

سوال [۱۷۰۶]: اگر کسی کمیٹی کا صدر انگریزی تہذیب کا دلدادہ اور شرعی مسائل سے ناواقف ہو اس کے اراکین میں چور، زانی، شرابی، سود خور اور بے نمازی اور شرعی مسائل سے ناواقف ہوں تو کیا وہ شرعی معاملے

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "اتبعوا السواد الأعظم، فإنه من شذ شذ في النار". (مشكوة المصابيح، كتاب العلم، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص: ۳۰، قديمي)

"إن أمتي لا تجتمع على ضلالة، فإذا رأيتم اختلافاً فعليكم بالسواد الأعظم". (سنن ابن ماجه، أبواب الفتن، باب السواد الأعظم، ص: ۲۸۳، قديمي)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل: ۵/۳۰۵، رقم الحديث: ۲۰۹۸۲، دار إحياء التراث)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وأطيعوا الله وأطيعوا الرسول﴾. (سورة المائدة: ۹۲، پ: ۷)

قال العلامة الآلوسي رحمه الله: "أي في جميع الأوامر والنواهي". (روح المعاني ۷/۲۳، دار إحياء التراث)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "تركت فيكم أمرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما: كتاب الله وسنة رسوله". (مشكوة المصابيح، كتاب العلم، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص: ۳۱، قديمي)

تفریق بین المسلمین

سوال [۱۶۰۸]: دو آدمیوں میں عرصے سے میل جول اور محبت واخوت چلا آرہا تھا، دو شخصوں نے ان کے درمیان رنجش ڈلوادی، شرعاً اس کا کیا حکم؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بلاوجہ شرعی ایسا کیا ہے تو یہ فعل گناہ ہے، اس سے توبہ کرنا چاہیے اور ان دونوں سے جن میں رنجش ڈلوائی ہے معاف کرانا چاہیے اور ان میں مصالحت کرا دینی چاہیے (۱)۔

العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۲/۵۱ھ۔

بندہ عبدالرحمن غفرلہ۔

عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم۔

تفریق بین المسلمین

سوال [۱۶۰۹]: جو شخص جماعت اہل اسلام کو پراگندہ کرتا ہے اور مریدوں کو تلقین کرتا ہے اس کا شرعاً کیا جرم ہے اور جو شخص اتفاق کرانا چاہتا ہے اس کو کیا ملے گا؟

راقم غلام محمد تاجر شہر سلطان، ضلع مظفر گڑھ (پنجاب)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جماعت اہل اسلام کو اغراض نفسانیہ کی بناء پر پراگندہ کرنا اور ان میں تفریق ڈالنا شرعاً بدترین جرم ہے

= وقال الله تعالى: ﴿قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني﴾ (آل عمران: ۳۱، پ: ۳)

(۱) "لا يدخل الجنة قتات". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ما يكره من النميمة: ۲/۸۹۵، قديمي)

قال المحشي: "قال القاضي عياض: القتات والنمام واحد ... وفرق بعضهم ... القتات الذي يسمع من حديث من لا يعلم به ثم ينقل ما سمعه ... النميمة نقل حال الشخص لغيره على جهة الإفساد بغير رضاه سواء كان بعلمه أو بغير علمه". (صحيح البخاري، المصدر السابق)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث حذيفة بن اليمان: ۶/۴۸۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

شرکت و اعانت بہر حال ممنوع ہے، دار الاسلام نہ ہونے کی وجہ سے شرعی حدود نافذ کرنا اختیار نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/رجب/۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

پنچایت کے خلاف کرنا

سوال [۱۱۷۱]: جس جماعت میں شرعی خرابی ہو اس سے علیحدہ ہو کر اس میں اختلاف و افتراق پیدا کرنا "اتبعوا السواد الأعظم" (۲) کے حکم کی خلاف ورزی کرنا اور "فإنه من شذ شذ في النار" (۳) کا مصداق ہوتا ہے یا نہیں، ایسے شخص کے لئے شرعی تعزیر کیا ہے؟

---

(۱) في الفتاوى العالمكيرية: "وركن إقامة الإمام أو نائبه في الإقامة". (كتاب الحدود، الباب الأول ۲/۱۴۳، رشيدية)

قال الكاساني: "وأما شرائط جواز إقامتها، فمنها ما يعم الحدود كلها، ومنها ما يخص البعض دون البعض، أما الذي يعم الحدود كلها فهو الإمامة: وهو أن يكون المقيم للحد هو الإمام أو من ولاه الإمام". (بدائع الصنائع، كتاب الحدود: ۵/۴۶۵، رشيدية)

"أن الحدود لا تقام في حال الغزو ولا في دار الحرب إلخ". (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، كتاب الحدود: ۵/۳۰، دار الفكر بيروت)

(۲، ۳) "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "اتبعوا السواد الأعظم، فإنه من شذ شذ في النار". (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص: ۳۰، قديمي)

(وانظر أيضاً مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث نعمان بن بشير رضي الله تعالى عنه: ۵/۳۴۹، دار إحياء التراث بيروت)

"عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "لا يجمع أمتي" أو قال: "أمة محمد على ضلالة، ويد الله على الجماعة، ومن شذ شذ إلى النار". (جامع الترمذي، أبواب الفتن، باب في لزوم الجماعة: ۲/۳۹، سعيد)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الفتن، باب السواد الأعظم، ص: ۲۸۳، قديمي)

www.ahlehaq.org

"وإذا تحققت" (۱)۔ بہتر یہ ہے کہ بلا وجہ مخالفت نہ کی جائے، اگر برادری کے قوانین خلاف شرع ہوں تو تحقیق کر کے ان کو شریعت کے موافق فرمایا جائے۔

حدیث اتبع سواد اعظم کی تفسیر مشہور ہے (فیض الباری ص: ۵۹، (۲) ۵۱۱/۴ (۳) وفتح الباری ۲۳۹/۱۳ وغیرہ دیکھیں (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "إذا تحققت الإمامة الكبرى لأحد، فلا يجوز لأحد العدول والخروج عليه، ويجب اتباعه، وتعبير الشريعة عنه "الاتباع بلزوم الجماعة"۔ (العرف الشذي على جامع الترمذي، أبواب الفتن، باب في لزوم الجماعة: ۳۹/۲، سعيد)

مزید تفصیل کے لئے دیکھیے: (حجة الله البالغة، ابواب سياسة المدن: ۳۹۸/۲، قديمي)

(وشرح الفقه الأكبر آخر بحث مسئلة نصب الإمام، ص: ۹۹، قديمي)

(۲) "قوله: تلزم جماعة المسلمين الخ، ومنه أخذ لفظ أهل السنة والجماعة، وذلك يكون الحق في جماعة المسلمين في الأغلب ... تلك الأحاديث إنما وردت في سياق التحريض على إطاعة أولي الأمر لئلا تثير الفتن عند انقلاب الحكومة، فوصى باتباع السواد الأعظم لذلك ... ثم اعلم أن الحديث يدل على أن العبرة بمعظم جماعة المسلمين، فلو بايعه رجل واحد أو اثنان أو ثلاثة، فإنه لا يكون إماماً ما لم يبايعه معظمهم، أو أهل الحل والعقد" (فيض الباري، كتاب المناقب، باب علامات النبوة: ۵۸/۴، ۵۹، خضر راه بك ڈپو ديوبند)

(۳) "قوله: وأمر النبي صلى الله عليه وسلم بلزوم الجماعة الخ، أحاديث الأمر بلزوم الجماعة إنما وردت في الجماعة مع الأمير ... أو يقال: إن مصداق لزوم الجماعة هي إطاعة الأمير أولاً، والإجماع ثانياً" (فيض الباري، كتاب الاعتصام، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم لا تزال طائفة الخ: ۵۰۱/۴، خضر راه بك ڈپو ديوبند)

(۴) "المراد بالوصف المذكور أهل السنة والجماعة، وهم أهل العلم الشرعي ومن سواهم ... وفي خطبة عمر المشهورة التي خطبها بالجابية: "عليكم بالجماعة وإياكم والفرقة، فإن الشيطان مع الواحد، وهو من الاثنين أبعد" وقال ابن بطال: مراد الباب الحض على الاعتصام بالجماعة ... والمراد بالجماعة أهل الحل والعقد من كل عصر" (فتح الباري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب "وكذلك جعلناكم أمة وسطاً" الخ: ۳۹۰/۱۳، قديمي)

www.ahlehaq.org

مطالبہ منوانے کے لئے بھوک ہڑتال

سوال [۱۶۱۲]: یہاں بہت دنوں سے سوت کی گرانی چل رہی ہے جس کی وجہ سے لاکھوں بنکر مصیبت اور بھوک کے شکار ہوگئے ہیں، حکومت کو بار بار متوجہ کیا گیا کہ وہ اس کا انتظام کرے کہ بنکروں کو مناسب قیمت پر سوت ملے لیکن حکومت نے اس کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا، مجبوراً یہاں کے بنکروں نے یہ فیصلہ کیا کہ حکومت سے اپنا مطالبہ منوانے کے لئے بھوک ہڑتال کی جائے۔ چنانچہ بھوک ہڑتال شروع ہوچکی ہے جس میں ہندو مسلمان بھی شامل ہیں۔

سوال یہ ہے کہ حکومت سے اس قسم کا مطالبہ منوانے کے لئے مسلمانوں کو بھوک ہڑتال کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر اس قسم کی بھوک ہڑتال میں کسی مسلمان کی موت ہوجائے تو شرعاً اس کی موت کیسی ہوگی؟

مولانا ظہیر الدین صاحب، مکتب [illegible]، مئو، یوپی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ مطالبہ شرعاً ایسا نہیں ہے کہ اس کو منوانا واجب ہو، بھوک ہڑتال اس حد تک کہ جان تلف ہوجائے شرعاً جائز نہیں، جان بچانے کے لئے تو حرام چیز کی حرمت بھی مرتفع ہوجاتی ہے اور حالتِ اضطرار میں اس کا کھانا واجب ہوجاتا ہے(۱)، پھر حلال اور مباح چیز کے ہوتے ہوئے اس کو ترک کر کے جان سے ہاتھ دھو بیٹھنا کیسے جائز ہوگا؟

﴿ولا تقتلوا أنفسكم﴾ الآية (۲) کے ذیل میں حافظ ابوبکر جصاص رازی نے لکھا ہے:

"ومن امتنع من المباح حتى مات كان قاتلاً نفسه، متلفاً لها عند جميع أهل العلم" (۳)۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے۔

درمختار میں ہے:

"الأكل للغذاء والشرب للعطش ولو من حرام أو ميتة أو مال غيره وإن ضمنه فرض يثاب

(۱) سابقہ تخریج تحت عنوان: "بھوک ہڑتال"

(۲) النساء: ۲۹، پ: ۵

(۳) أحكام القرآن، سورة البقرة، باب ذكر الضرورة المبيحة لأكل الميتة: ۱۲۹/۱، قديمي

www.ahlehaq.org

علیہ بحکم الحدیث، ولکن مقدار مایدفع الإنسان الہلاک عن نفسہ، ومأجور علیہ" (۱)۔

اس پر علامہ شامی نے لکھا ہے:

"فإن ترک الأکل والشرب حتی ہلک، فقد عصی؛ لأن فیہ إلقاء النفس إلی التہلکۃ، وانہ منہی عنہ فی محکم التنزیل اھ"۔ (رد المحتار: ۵/۲۱۶)(۲)۔

یہ بحث الگ ہے کہ بھوک ہڑتال کرنے والوں نے اپنی قدر ومنزلت حکومت کے دل میں اس قدر پیدا کردی ہے کہ وہ ان کے سامنے جھک کر ان کے مطالبات پورے کردے گی یا پیدا نہیں کی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۸ھ۔

بھوک ہڑتال

سوال[۱۶۱۲]: بھاگل پور میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ بنکروں نے سرکار سے مانگ کی ہے اور ہڑتال جاری ہے، اس سلسلہ میں کچھ لوگ بھوک ہڑتال اور مرن برت بھی رکھ رہے ہیں، چونکہ اس میں ہندو مسلم دونوں شریک ہیں، اگر خدانخواستہ کسی مسلمان کی موت واقع ہوئی کیسی موت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ مطالبہ ایسا نہیں کہ اس کو منوانا شرعاً واجب ہو، بھوک ہڑتال اس حد تک کہ جان تلف ہوجائے، شرعاً جائز نہیں۔ جان بچانے کے لئے تو حرام چیز کی حرمت بھی مرتفع ہوجاتی ہے اور حالتِ اضطرار میں اس کا کھانا واجب ہوجاتا ہے(۳)۔ پھر حلال اور مباح چیز ہوتے ہوئے اس کو نہ کھا کر جان دیدینا کیسے جائز ہوگا؟

(۱، ۲) (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی الأکل: ۶/۳۳۸، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنہر مع شرحہ الملتقی، کتاب الکراہیۃ، فصل فی الأکل: ۴/۱۸۰، غفاریہ)

(وکذا فی طحطاوی علی الدر المختار، کتاب الحظر والإباحۃ: ۴/۱۷۰، دار المعرفۃ بیروت)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿قل لا أجد فی ما أوحی إلی محرماً علی طاعم یطعمہ إلا أن یکون میتۃ أو دماً مسفوحاً أو لحم خنزیر فإنہ رجس أو فسقاً أہل لغیر اللہ بہ، فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فإن ربک غفور رحیم﴾ -

﴿ولا تقتلوا أنفسکم﴾ الآیۃ (۱) کے ذیل میں حافظ ابوبکر جصاص رازیؒ نے لکھا ہے:

"ومن امتنع من المباح حتی مات، کان قاتلاً نفسہ متلفاً لہا عند جمیع أہل العلم".

(أحکام القرآن: ۱/۱۲۷)(۲)۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے۔

درمختار میں ہے:

"الأکل للغذاء والشرب للعطش ولو من حرام أو میتۃ أو مال غیرہ وإن ضمنہ فرض یثاب علیہ بحکم الحدیث، ولکن مقدار ما یدفع الإنسان الہلاک عن نفسہ ومأجور علیہ" (۳)۔

اس پر علامہ شامیؒ نے لکھا ہے:

"فإن ترک الأکل والشرب حتی ہلک، فقد عصی، لأن فیہ إلقاء النفس إلی التہلکۃ، وإنہ منہی عنہ فی محکم التنزیل اھ". (رد المحتار: ۵/۲۱۵) (۴)۔

یہ بحث اس لئے ہے کہ بھوک ہڑتال کے کرنے والوں نے اپنی قدر ومنزلت حکومت کے دل میں اس قدر پیدا کردی ہے کہ وہ ان کے سامنے جھک کر ان کے مطالبات کو پورا کردیگی یا پورا نہیں کرے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۷/ ۹۲ھ۔

= (سورۃ الأنعام، آیت: ۱۴۵، پ: ۸)

(سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۷۳، پ: ۲)

من اضطر فلم یأکل ولم یشرب ثم مات دخل النار، وہذا یقتضی أن أکل المیتۃ للمضطر عزیمۃ لا رخصۃ". (تفسیر ابن کثیر، سورۃ البقرۃ: ۱/۲۸۰، دار السلام ریاض)

(۱) (النساء، آیت: ۲۹، پ: ۵)

(۲) (أحکام القرآن، سورۃ البقرۃ، باب ذکر الضرورۃ المبیحۃ لأکل المیتۃ: ۱/۱۴۹، قدیمی)

(۳،۴) (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی الأکل: ۶/۳۳۸، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنہر، کتاب الکراہیۃ، فصل فی الأکل: ۴/۱۸۰، غفاریہ)

(وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الحظر والإباحۃ: ۴/۱۷۰، دار المعرفۃ بیروت)

www.ahlehaq.org

ہڑتال کے موقعہ پر پتلہ جلانا

سوال [۷۴۱۴]: ہڑتال یا غیر ہڑتال میں کسی مسلم یا غیر مسلم کا پتلہ بنا کر پورے علاقہ میں جلوس نکال کر جلانا نعرے لگانا از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پتلہ بنا کر اس کو جلانا غیر مسلموں کا طریقہ ہے، اس سے بچنا واجب ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۹/۷/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۹/۷/۹۳ھ۔

بلوائیوں سے بھاگنا

سوال [۷۴۱۵]: بلوائیوں کے حملہ کے وقت بھاگنا جائز ہے یا حرام ہے؟ مرد وعورت تمام ہر ایک پر دفاع فرض ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرقہ وارانہ فسادات میں بلوائیوں کا حملہ اگرچہ باقاعدہ جہاد نہیں ہے، لیکن مسلمانوں کی غیرت اجازت نہیں دیتی کہ وہ مقابلہ سے کنارہ کشی اختیار کریں، لہٰذا اگر بلوائی دو چند یا اس سے کم ہیں اور مسلمانوں کے پاس ہتھیار بھی ہیں تو ہرگز نہ بھاگیں، مقابلہ کریں۔ اور اگر بلوائی دو چند سے بھی زیادہ ہیں یا مسلمانوں کے پاس ہتھیار نہیں ہیں تو جان بچانے کی تدبیر اختیار کریں خواہ مقابلہ کرکے ہو یا دوسری صورت سے ہو: "إن كان عدد المسلمين نصف عدد المشركين لا يحل لهم الفرار وهذا إذا كان معهم أسلحة، وأما من لا سلاح له فلا بأس بأن يفر ممن معه السلاح، وكذا لا بأس بأن يفر ممن يرمي إذا لم يكن معه آلة الرمي". عالمگیریہ: ۱۷۸/۲ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود الحسن غفرلہ۔

---

(۱) "من تشبه بقوم فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، ص: ۳۷۵، قديمي)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس: ۱۵۵/۸، رشيديه) (و بذل المجهود، كتاب اللباس: ۵/۲۰، معهد الخليل الإسلامي) (والدر المختار، مسائل شتى: ۷۴۲/۶، سعيد)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب الثاني في كيفية القتال: ۱۹۲/۲، رشيديه)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (رد المحتار، كتاب الجهاد: ۲۲۰/۴، سعيد)

www.ahlehaq.org

انتخابات کی شرعی حیثیت

ووٹ کا حکم

سوال [۱۷۱۶]: الیکشن میں ووٹ دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نفع ہو یعنی دین کی، قوم کی، ملک کی صحیح خدمت مظنون ہو تو درست ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ووٹ کس کو دیا جائے؟

سوال [۱۷۱۷]: اس جمہوری ملک میں ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی کو ووٹ دینا کیسا ہے؟ اگر کوئی مسلمان اس پارٹی کو ووٹ دے گا وہ ﴿تعاونوا علی البر والتقوی، ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ کی خلاف ورزی کرنے والا ہوگا یا نہیں اور اس پارٹی کے منتخب شدہ ممبران جو صوم وصلوۃ کے پابند ہیں اور قومی وملی جذبہ رکھتے ہیں ایسے لوگوں سے تعلقات رکھنا اور ان کے ساتھ مل جل کر قومی وملی کام کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس جمہوری ملک میں ووٹ اسلام اور کفر کی بنیاد پر نہیں دیئے جاتے ہیں نہ ہی اس بنیاد پر الیکشن لڑائے جاتے ہیں۔ جس شخص کے متعلق یہ توقع ہو کہ وہ صحیح خدمت کرے گا، نفع پہونچائے گا، حقوق دلائے گا، ظلم کو روکے گا اس کو ووٹ دیا جائے۔ جس پارٹی کے متعلق یہ توقع ہو اس پارٹی کو ووٹ دیا جائے۔ جو لوگ خود مسلمان اور دین ومذہب کے پابند ہیں وہ اگر نافع سمجھ کر کسی پارٹی کو یا کسی فرد کو ووٹ دیں تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس پارٹی

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إن اللہ یأمرکم أن تؤدوا الأمانات إلی أھلھا﴾ الآیۃ (النساء: ۵۸)

تفصیل کے لئے: (معارف القرآن مفتی محمد شفیع صاحبؒ، ص: ۴۴۲ - ۲/۴۵۲، ادارۃ المعارف کراچی)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿ومن یکتمھا فإنہ آثم قلبہ﴾ (البقرۃ آیت: ۲۸۳)

کے نظریات و عقائد سے بھی متفق ہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ۔

شیعہ کو ووٹ دینا

سوال [۱۷۱۹]: دیکھو دشمن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں ممبری کا ووٹ دینا جائز ہے یا نہیں جب کہ اس کا مقابلہ باشرع اہل سنت والجماعت پابند صوم وصلوٰۃ سے ہے؟ اور کیا فتویٰ ہے ان اصحاب کیلئے جو اس رائی کے ممد ومعاون ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنی نمائندگی کے لئے ایسے شخص کو رائے دینی چاہیے جو اہل اسلام کی مذہبی، معاشرتی، سیاسی صحیح ترجمانی اور نمائندگی کر سکے اور جو شخص اس کے خلاف کسی ایسے شخص کو رائے دے جس سے یہ توقع نہ ہو بلکہ اس میں مضرت کا اندیشہ ہو وہ غلطی پر ہے اور اس امانت کی وجہ سے گناہگار ہوگا (۲)۔

جو شخص صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو گالیاں دے، حدیث شریف میں اس پر لعنت آئی ہے (۳)۔ ایسے شخص سے کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إن اللہ یأمرکم أن تؤدوا الأمانات إلی أھلھا﴾ الآیة (النساء: ۵۸)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿ومن یکتمھا فإنه آثم قلبه﴾۔ (البقرة، آیت: ۲۸۳)

قال النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "المستشار مؤتمن". (جامع الترمذي، باب ما جاء أن المستشار مؤتمن، أبواب الآداب: ۱۰۹/۲، سعید)

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان "ووٹ کس کو دیا جائے؟")

(۳) "عن ابن عمر رضي اللہ تعالیٰ عنھما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "إذا رأیتم الذین یسبون أصحابي فقولوا: لعنة اللہ علی شرکم". (مشکوٰة المصابیح، کتاب الفتن، باب مناقب الصحابة، الفصل الثالث، ص: ۵۵۴، قدیمي)

(وجامع الترمذي، أبواب المناقب، باب من سب أصحاب النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: ۲۲۵/۲، سعید)

(وفیض القدیر: ۵۸۳۵/۱۱، رقم الحدیث: ۸۲۳۳، مکتبه نزار مصطفی الباز مکة المکرمة)

پارلیمنٹ کے ووٹ کی بنیاد

سوال: ہندوستان میں میونسپل بورڈ یا اسمبلی کے انتخابات ہوتے ہیں تو مسلمانوں کو اس میں کسی ہندو کو ووٹ دینا جائز ہے یا نہیں؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ ہندوستان میں جو الیکشن ہوتا ہے وہ شریعت کے بھی ناجائز ہے، اس لئے کہ جب ایک ہندو کو منتخب کیا تو وہ ظاہر ہے کہ فسق و فجور کرے گا، فاسق و فاجر کو منتخب کرنے کا گناہ منتخب کرنے والوں کو ہوگا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کی بیعت سے اس لئے انکار کر دیا تھا کہ وہ فاسق و فاجر تھا، جب ایک مسلمان فاسق و فاجر کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منتخب نہیں کیا تو ایک ہندو کو منتخب کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کے متعلق ظن غالب ہو کہ وہ خیر خواہی اور ہمدردی کرے گا اس کو ووٹ دینا درست ہے، جس کے متعلق ظن غالب ہو کہ وہ بددیانتی کرے گا اس کو ووٹ نہ دیا جائے۔ میونسپلٹی یا اسمبلی میں مسائل جو پیش ہوتے ہیں وہ دینی نقطۂ نظر سے پیش نہیں ہوتے، نہ اس لئے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے، نہ یہاں اس کا کوئی سوال ہے بلکہ معاشی و معاشرتی مفاد کے پیش نظر مسائل پیش کئے جاتے ہیں جس کی طبیعت میں خیر خواہی و ہمدردی ہے وہ بہتر رائے دے گا، یہ ضروری نہیں کہ جو معاشی و معاشرتی مسائل وہاں پیش ہوں وہ سب خلاف شریعت ہی ہوں(۱)، ہاں اگر کوئی بالکل ہی ووٹ نہ دے اور کسی کو بھی نمائندہ نہ بنائے تو اس کو اختیار ہے(۲)، بہرحال جو چیزیں وہاں طے ہو جائیں گی ان کو ماننا اس کے لئے بھی قانونی حیثیت سے لازم ہو جائے گا(۳)۔ اگر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریقہ اختیار کر کے جام شہادت نوش کرنے کا حوصلہ ہو تو اللہ پاک مبارک کرے، بہت ہی اچھا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إن اللہ یأمرکم أن تؤدوا الأمانات إلی أهلها﴾ الآیة. (النساء: ۵۸)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿ومن یکتمها فإنه آثم قلبه﴾ (البقرة، آیت: ۲۸۳)

قال النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "المستشار مؤتمن" (جامع الترمذي، باب ما جاء أن المستشار مؤتمن، أبواب الأدب: ۲/۱۰۹، سعید)

تفصیل کے لئے (معارف القرآن مفتی محمد شفیع صاحب [illegible]، ادارۃ المعارف کراچی)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿یا أیها الذین آمنوا علیکم أنفسکم لا یضرکم من ضل إذا اهتدیتم﴾ (المائدة: ۱۰۵)

(۳) "طاعة الإمام في غیر معصیة واجبة" (رد المحتار، کتاب القضاء: ۵/۴۲۲، سعید)

دار الاسلام، دار الحرب اور دار الہجرۃ کا بیان

دار الحرب

سوال [۷۲۰]: دار الحرب کی کیا تعریف ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو مقام ایسا ہو کہ وہاں اہلِ شرک کے احکام جاری ہوں اور اس کے آس پاس متصل مقامات کا حال بھی ایسا ہی ہو، اور وہاں کوئی مسلمان اپنے اسلام کی بنا پر مامون نہ ہو، وہ دار الحرب ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

دار الحرب و دار الاسلام

سوال [۷۲۱]: ۱..... قبل رمضان المبارک دار الاسلام اور دار الحرب کی تعریف میں چند الفاظ میں احقر کو شبہ ہوا تھا، جناب کے ذریعہ سے بندہ نے انہی الفاظ کو حل کیا تھا، لیکن بندے نے غلطی سے نظر "والحکم من البعض برسم التاج" کے علاوہ دیگر فقرات پر نمبر نہیں دیا تھا، اس عبارت کا مطلب حل نہیں ہوا، لہٰذا دوبارہ حضور کو تکلیف دیتا ہوں، امید ہے کہ حضور اس تکلیف کو گوارہ فرمائیں۔

۲..... دیگر یہ کہ احقر کا زعم تھا کہ تحقیق مع الفاظ سے مسئلہ ہندوستان دار الاسلام ہے یا دار الحرب، حل ہوجائے، لیکن چونکہ حضور والا نے معنی اجرائے احکام کفر کی تفصیل یہ فرمائی ہے کہ کافر اپنی مملکت میں مستقل طور سے حکم جاری کرے یعنی:

---

(۱) "لا تصير دار الإسلام دار حرب إلا بأمور ثلاثة: بإجراء أحكام أهل الشرك، وباتصالها بدار الحرب، وبأن لا يبقى فيها مسلم أو ذمي آمناً بالأمان الأول". (الدر المختار، كتاب الجهاد، باب المستأمن، مطلب فيما تصير به دار الإسلام دار حرب: ۱۷۴/۴، سعيد)

(وكذا في قواعد الفقه، ص: ۹۱، الصدف پبلشرز)

(والفتاوى البزازية، كتاب السير، الباب الرابع في المرتد: ۳۱۲/۶، رشيدية)

"مراد اجرائے احکام کفر این کہ در مقدمۂ ملک داری، و بندوبست رعایا، و اخذ خراج و باج، و عشر اموالِ تجارت، و سیاست، و قطع الطریق، و سراق و فصل خصومات، سزائے جنایات کفار خود بطور حاکم باشند".

سو ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب؟ بندہ کو اس میں شبہ پیدا ہو گیا کیونکہ ہندوستان میں انگریز مستقل حکم نہیں کرتا ہے بلکہ اہل اسلام اور ہندوؤں کو نے کر حکم کرتا ہے پس ان احکام مذکورہ کا اجراء انگریز بطور خود نہیں کرتے ہیں۔

۴. حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کسی ایک رسالہ میں بندہ نے دیکھا ہے، حضرت موصوف نے تحریر فرمایا ہے کہ:

"جو اراضی عشری ہے اس سے عشر ادا کرنا واجب ہے اور جو خراجی ہے اس سے خراج ادا کرنا واجب ہے، لیکن ہندوستان میں سرکار کو خراج دیا جاتا ہے اور چونکہ یہ خراج اپنے مصرف میں خرچ نہیں ہوتا، لہٰذا جس مقدار روپے سرکار کو دیے جاتے ہیں اسی مقدار روپے یا اسی مقدار غلہ کسی دینی مدرسہ میں یا فقراء کو دے دیں ورنہ گنہگار ہوں گے"۔

اب اس میں یہ شبہ ہے کہ جو خراج سرکار میں ادا کیا جاتا ہے یہ بعوض حفظ جان و مال کے ہے، جیسا کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امین الامت کا تسلط جس وقت اہل شام پر ہوا تھا اس شام میں جب آپ مع لشکر دوسرے شہر میں محاصرہ کے قصد سے گئے ہوئے تھے تو شام کے بعض شہر کی حفاظت نہیں ہوگی اس بنا پر آپ نے اس شہر والوں کے خراج کو جو ان لوگوں نے ادا کیا تھا واپس کر دیا تھا۔ پس جو خراج انگریز کو دیا جاتا ہے یہ حفاظت جان و مال کے لئے ہے، پھر فقراء کو دینا ضروری کیوں ہے، البتہ عشری اراضی کا عشر فقراء کو دینا واجب ہے کیونکہ یہ حق فقراء کا ہے اور خراج کے مستحق لشکر ہیں، پس خراج کا مقدار مدرسہ یا فقراء ہونا سمجھ میں نہیں آتا ہے۔

۶. .. شامی میں مرقوم ہے کہ وصول معمرات و بنا اجرت ہے یعنی کرایہ ہے، عشر یا خراج نہیں۔

اب دریافت اس بات کی ہے کہ معمری اراضی جس سے کرایہ وصول کیا جاتا ہے اس پر عشر واجب ہوگا یا سوائے کرایہ کے کچھ دینا ضروری نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... یہ اصل عبارت فتاوی بزازیہ کی ہے مگر مولانا عبدالحی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کچھ اختصار کے ساتھ نقل کی ہے اور کہیں کہیں کچھ کتابت کی غلطی بھی ہے، چنانچہ عبارت مسئول میں "تشہ بعدم" بھی کتابت کی غلطی ہے۔ عبارت اس طرح ہے:

"إعلان بيع الخمور وأخذ الضرائب والمكوس، والحكم من البعض برسم الكفار كإعلان بني قريظة بالتهود، وطلب التحكم من الطاغوت في مقابلة محمد عليه السلام في عهده بالمدينة ومع ذلك كانت بلدة الإسلام بلا ريب فتح" بزازیہ، ص: ۳۱۲ (۱)، هندیہ (۲)۔

جن بلاد پر اس زمانہ میں کفار کا تسلط ہو گیا تھا مگر قدر ریس، اقامۃ جمعہ، عیدین وغیرہ حکومت نے جبراً نہیں روکا تھا ان کا حکم بیان کر رہے ہیں کہ وہ دار الحرب نہیں بلکہ دار الاسلام ہے کیونکہ اسلام کے آثار و احکام ہنوز کچھ باقی ہیں۔ اس پر اشکال وارد ہوتا تھا کہ خلاف اسلام بھی تو بہت سی اشیاء کا اعلان کی جاتی ہیں جیسے بیع الخمور وغیرہ، نیز بعض لوگ کفار کے طریقہ پر حکم کرتے ہیں اسلام کے طریقہ پر نہیں کرتے پھر ان بلاد کے دار الاسلام ہونے کو ترجیح کیوں دی گئی؟ اس کا جواب دیا ہے کہ:

"یہ اعلان بیع الخمور" وغیرہ اور "حکم من البعض برسم الکفار"۔

یہ لفظ "من البعض" ہے "من البعص" نہیں، یہ بھی ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں بنو قریظہ اپنے یہودی ہونے کا اعلان کرتے تھے خفا نہیں کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابلہ میں طاغوت سے حکم طلب کر کے اس کی پیروی کرتے تھے اور پھر بھی اس کو دار الحرب نہیں کہا گیا بلکہ وہ دار الاسلام ہی رہا۔

۲..... مولانا عبدالحی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کو دار الاسلام مانا ہے اور عبارات بزازیہ وغیرہ سے استدلال کیا ہے (۳)..... لیکن حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ہندوستان کو دار الحرب

---

(۱) (الفتاوی البزازیة، کتاب السیر، الثالث في المحظورات والإباحة: ۶/۳۱۲، رشیدیه)

(۲) (والفتاوی العالمکیریة: ۲/۲۳۲، کتاب السیر، الباب الخامس في استیلاء الکفار، مطلب فیما تصیر به دار الحرب ودار الإسلام وعکسه، رشیدیه)

(۳) (مجموعة الفتاوی (اردو)، کتاب الصلوة: ۱/۲۳۲، سعید)

فرماتے ہیں(۱) اور اجرائے احکام کی تفصیل وہی بیان فرماتے ہیں جو اس سے قبل نقل کی گئی تھی اور آپ نے بھی
اب اس کو سوال میں نقل کیا ہے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر آپ کا یہ اشکال کہ:

"ہندوستان میں انگریز مستقل حکم نہیں کرتا ہے بلکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو ساتھ لے کر حکم کرتا ہے"۔

حکم کے معنی نہ سمجھنے کی بنا پر ہے اس لئے کہ جو ہندو یا مسلمان ڈپٹی کی جگہ ڈپٹی وغیرہ حکام انگریز کی طرف سے مقرر ہے وہ قطعاً حکم انگریز کے تابع ہے ذرا بھی خلاف نہیں کرسکتے تو در حقیقت یہ اجرائے حکم انگریز کا اثر اور ذریعہ ہے، مستقل طور پر حکم صرف انگریز کا ہے اس میں کسی کی شرکت نہیں، اپنے قوانین ان لوگوں کے حوالے کر دیئے کہ ان کے ماتحت حکم کرتے رہو ان کے خلاف یہ لوگ ہرگز نہیں کرسکتے۔ یہ تو شاہ عبدالعزیز صاحب کے نزدیک ہے اور مولانا عبدالحیؒ چونکہ دارالاسلام مانتے ہیں اس لئے ان کے نزدیک بعض احکام اسلام کا بقا کافی ہے جیسا کہ عبارت بالا سے ظاہر ہوتا ہے۔ غرض کہ ہندوستان کا دارالاسلام اور دارالحرب ہونا ان دونوں بزرگوں کے نزدیک مختلف فیہ ہے۔

۳۔ حضرت حکیم الامت مدظلہم کی وہ تحریر میں نے نہیں دیکھی لہٰذا اس کے متعلق کچھ تحریر نہیں کرسکتا، البتہ یہ مسئلہ فتاوی رشیدیہ حصہ سوم ص: ۵۵ میں مذکور ہے دیکھ لیجئے (۲)۔

۴۔۔۔ فتح سے کیا مراد ہے فتح القدیر یا فتح الباری یا فتح المعین یا فتح الملہم یا فتح المنان وغیرہ، اصل عبارت مع حوالہ کتاب وجلد و باب وصفحہ نقل کیجئے تا کہ اس پر غور کیا جائے، صرف اتنا لکھ دینا کہ "فتح میں مرقوم ہے" کافی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۸/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ ہذا۔

کیا ہندوستان دار الحرب ہے؟

سوال[۲۰۲۱]: کیا ہندوستان دار الحرب ہے؟

---

(۱) (فتاوی عزیزی (فارسی): ۱/۳۰، سعید)

(۲) (فتاوی رشیدیہ ص: ۵۱۱، شعر وقرآن کے احکام کا بیان، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

دارالحرب کی تعریف وشروط میں ائمہ کے اقوال وعلماء کے فتاویٰ مختلف ہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اور مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دور میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا ہے جیسا کہ فتاویٰ عزیزی (۱) اور صراط مستقیم (۲) میں مذکور ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ (۳) اور نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دارالاسلام مانا ہے، جیسا کہ ان کے فتاویٰ میں ہے (۴)۔

جن اسباب کی بنا پر دارالحرب قرار دیا گیا تھا، وہ اس وقت پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ موجود ہیں جن اسباب کی وجہ سے دارالاسلام مانا گیا تھا وہ بھی مفقود نہیں ہوئے (ہاں بعض خطے ضرور ایسے ہوگئے ہیں کہ دارالاسلام ہونے کے اسباب وہاں قطعاً مفقود ہیں لیکن مجموعی طور پر ہند کی یہ حالت نہیں)۔ درمختار میں ہے:

"لا تصير دار الإسلام دار حرب إلا بأمور ثلثة: بإجراء أحكام أهل الشرك، وباتصالها بدار الحرب، وبأن لا يبقى فيها مسلم أو ذمي آمناً بالأمان الأول على نفسه اهـ وقالا: بشرط

---

(۱) (فتاویٰ عزیزی (فارسی): ۱/۳۰، سعید)

(وكذا في الفتاوى البزازية، كتاب السير، الباب الرابع في المرتد: ۶/۳۱۲، رشيديه)

(۲) "ہندوستان کے اس وقت یعنی ۱۲۳۳ھ کے حالات کو اس کا اکثر حصہ دارالحرب بن چکا ہے"۔ (صراط مستقیم، ص: ۱۸۸، اسلامی اکیڈمی)

(وكذا في قواعد الفقه، ص: ۲۹۱، الصدف پبلشرز)

(۳) (مجموعة الفتاوى: ۱/۲۳۷، سعيد)

(۴) "وعندي أن هذه المسئلة من المشتبهات التي لم يظهر حكمها على وجه يحصل منه ثلج الصدر، و يذهب به عطش الفؤاد، و لذا تراني حررتها في "هداية السائل إلى أدلة المسائل" مفتياً بالمذهب الحنفي الدال على أن بلاد الهند ديار الإسلام، و كتبتها في موضع آخر على طريقة أهل الحديث الدالة على أنها ديار الكفر، و جمعت هنا بين الضب والنون و لم أقطع بشيء من ذلك، و يمكن أن يقال: أن في المسئلة قولين، و هما قولان متساويان، و إن كان كونها دار كفر أظهر نظراً إلى ظاهر الأدلة و واضح الفطرى". (العبرة مما جاء في الغزو والشهادة والهجرة لصديق بن حسن القنوجي، ص: ۲۳۸، دار الحرب تتمة، دار الكتب العلمية بيروت)

واحد لا غير، وهو يضاد حكم الكفر وهو القياس اهـ". رد المحتار: ۴/۱۷۵ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

دار الحرب، دار الاسلام، انگریزی حکومت، کانگریسی حکومت، جمعہ، عیدین، ہجرت

سوال [۱۶۴۴]: ۱- ہندوستان موجودہ زمانہ میں جبکہ کانگریس کی حکومت ہے دار الحرب ہے یا دار الاسلام؟

۲- دار الاسلام کن شرائط سے دار الحرب بن جاتا ہے۔ الفتاویٰ العالمگیریہ ۲/۲۳۲ مطبوعہ مجتبائی میں ہے:

"اعلم أن دار الحرب تصير دار الإسلام عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى بشروط ثلاث الخ" (۲)۔

اس عبارت میں امام صاحب کے نزدیک تین شرطیں اور صاحبین کے نزدیک ایک شرط ہے، یہ پائی جاتی ہیں یا نہیں؟

۳- اجرائے احکامِ کفر سے کیا مراد ہے؟ رد المحتار ص: ۳ مجتبائی میں ہے:

"وظاهره أنه لو أجريت أحكام المسلمين وأحكام أهل الشرك لا تكون دار حرب" (۳)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دونوں احکام اسلام وکفر دونوں وہاں جاری ہوں تو وہ دار الحرب نہ ہوگا۔

لیکن فتاویٰ عزیزیہ ص ۱۶ میں یہ ہے:

"مراد از اجرائے احکامِ کفر این است کہ در مقدمۂ ملک داری، و بندوبست رعایا، واخذ خراج و باج وعشور اموالِ تجارت، و سیاستِ قطاعِ طریق و سراق، و فصلِ خصومات، وسزائے جنایات کفار بطورِ خود حاکم باشند، آرے، اگر بعضے احکامِ اسلام

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الجهاد، باب المستأمن: ۴/۱۷۵، سعيد)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب الخامس في استيلاء الكفار: ۲/۲۳۲، رشيدية)

(۳) (رد المحتار، كتاب الجهاد، باب المستأمن: ۴/۱۷۵، سعيد)

www.ahlehaq.org

را مثل جمعہ و عیدین و اذان و ذبح بقرہ تعرض نہ کنند، نکردہ باشند" الخ (۱)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مقدمات وخراج وغیرہ شرعی طریقہ پر نہیں تو دار الحرب سمجھا جائے گا اس میں صحیح قول کیا ہے؟

۴… فصول عمادی قلمی ص: ۱۸۱ پر مسئلہ سے یہ نقل کیا ہے:

"إن البلاد التي في أيدي الكفار لا شك أنها بلاد الإسلام لا بلاد الحرب، لأنها غير متصلة ببلاد الحرب، ولأنهم لم يظهروا فيها أحكام الكفر، بل القضاة مسلمون، والملوك التي يطيعونهم عن ضرورة مسلمون" (۲)۔

اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟ اس سے مراد بڑے شہر ہیں یا ملک یا ریاستیں مثل بھوپال وغیرہ؟

۵… ذوالقوۃ وقضاۃ سے کیا مراد ہے؟

۶… جمہوری حکومت کا کیا حکم ہے؟

۷… انگریز کے زمانہ میں ہندوستان آپ حضرات کے نزدیک دار الحرب تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو کیا شرائط پائی گئیں اور اس حکومت میں اور انگریز میں کوئی فرق ہے؟

۸… کیا پاکستان کو دار الاسلام کہہ سکتے ہیں؟

السوال: ۲… اگر ہندوستان کو دار الحرب قرار دیا جائے تو یہاں جمعہ اور عیدین کے انعقاد کی کیا صورت ہوگی؟ فتاوی عزیزیہ ص: ۳۴۲ (۳) پر ہے کہ:

---

(۱) (فتاوی عزیزی (اردو)، ص: ۳۴۲، سعید)

قال العثماني رحمه الله تعالى: "ثم اعلم أن بلاد الهند ونحوها لا ريب في كونها دار الحرب عند المحققين، وقد أفتى به العلامة المحدث الدهلوي مولانا عبد العزيز، والعلامة المولى مولانا رشيد أحمد الگنگوهي". (إعلاء السنن، كتاب البيوع، تحقيق كون الهند دار الحرب أو دار الإسلام: ۱۴/ ۱۶۵، إدارة القرآن كراچي)

(۲) (الملتقط في الفتاوى الحنفية، كتاب السير، ص: ۳۵۰، حقانيه كوئٹه)

(۳) (فتاوى عزيزي، ص: ۳۴۲، سعيد)

"دار الحرب میں اگر کفار کی طرف سے حاکم مسلمان ہو تو اس کی اجازت سے جمعہ وعیدین جائز ہو سکتے ہیں، اگر حاکم مسلمان نہ ہو تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایک شخص کو اپنا امیر مقرر کر لیں، اس کی اجازت سے جمعہ جائز ہو سکتا ہے، چنانچہ احتیاطاً تعبیر ردالمحتار جزء اول ص: ۷۵۳ مصری پر امام کو مقرر کرنے کو واجب قرار دیا ہے۔" "ويجب عليهم أن يلتمسوا واليا مسلما" (۱)۔

اور ایسے ہی فتاویٰ عالمگیری باب الجمعہ میں اس کو واجب لکھا ہے (۲) تو اس امام سے کیا مراد ہے، اس کی ضرورت ہے یا نہیں؟ چند سال ہوئے جمعیۃ العلماء نے جو امام کی تحریک پیش کی تھی اس میں اور اس مذکورہ امام میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟

طحطاوی ص: ۲۷۲ پر ہے کہ اگر زمانے میں مسجد کے وقت مسلمان حاکم سے جمعہ کی اجازت دی ہے تو یہ ہمیشہ کیلئے کافی ہے، ہر خطیب کیلئے اذن جدید کی ضرورت نہیں (۳) لیکن ردالمحتار میں اس کے خلاف ہے، اس میں صحیح قول کیا ہے؟ اس امامت کے متعلق اگر کہیں مفصلاً کلام کیا گیا ہو تو اس کے حوالے سے بھی مطلع فرمائیں۔

السوال ۳: کیا دار الحرب سے ہجرت کرنا ضروری ہے؟ تفسیر احمدی ص: ۳۰۲ پر ہے:

"وفي هذه الآية دلالة على أن من لم يتمكن من إقامة دينه بسبب أيدي الظلمة أو الكفرة يفترض عليه الهجرة إلى دار الحق" (۴)۔

تو کیا اگر ہم شعائر اسلام اور احکام اسلام ادا کرنے پر قادر نہ ہوں تو ہم پر ہجرت ضروری ہوگی، ہجرت کی بحث فقہاء کے کلام میں کس جگہ ہے؟

السائل: فتح الرحمن، محلہ مولویان، ڈاکخانہ ...

---

(۱) (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجمعة: ۲/۱۴۴، سعيد)

(وكذا في المحيط، كتاب السير، ص: ۲۵۵، حقانية كوئٹه)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة: ۱/۱۴۶، رشيدية)

(۳) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص: ۵۰۶، قديمي)

(۴) (تفسير احمدي، ص: ۳۰۵، كريمي بمبئي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... جن اسباب کی بناء پر پہلے اختلاف تھا وہ اب بھی موجود ہے لہذا کوئی حکم نہیں بدلا ، الا فی بعض الامصار والقریٰ یعنی جن حضرات کے نزدیک یہ دار الحرب تھا جیسے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب (۱) اور شاہ محمد اسماعیل صاحب شہید (۲) حضرت گنگوہی (۳) حضرت نانوتوی (۴) وغیرہم ان کی تحریرات اور دلائل کے مطابق اب بھی دار الحرب ہے اور جن حضرات کے نزدیک پہلے دار الاسلام تھا جیسے حضرت مولانا عبدالحی (۵) نواب صدیق حسن صاحب (۶) وغیرہما ان کی تحریرات اور دلائل کے موافق اب بھی دار الاسلام ہے ، البتہ بعض بلاد اور دیہات جن میں اسلامی احکام پر عمل کرنے والے موجود نہیں رہے یا مرتد ہوگئے (العیاذ باللہ) ممکن ہے کہ ان کا حکم متغیر ہو گیا ہو مگر کلی ہندوستان کا حکم مجموعی حیثیت سے متغیر نہیں ہوا۔

۲..... جو ملک کسی وقت میں دار الاسلام بن گیا ہو پھر اس پر کفار کا غلبہ ہو جائے تو اس کے دار الحرب ہونے میں اختلاف ہے ، بعض علماء قائل ہیں کہ وہ ملک ہمیشہ دار الاسلام ہی رہتا ہے کبھی دار الحرب نہیں بنتا ، اکثر کا یہ مذہب ہے کہ وہ دار الحرب بھی بن جاتا ہے جیسا کہ سوال میں بھی نقل کیا ہے یہی راجح اور اقویٰ ہے۔ جو عبارت عالمگیری (۷) سے نقل کی گئی ہے وہ شامی (۸) طحطاوی (۹) حصکفی (۱۰) وغیرہ کتب میں بھی موجود ہے

---

(۱) (فتاوی عزیزی (فارسی) ۱/ ۳۰ ، سعید)

(۲) دیکھئے (صراط مستقیم ، ص: ۱۸۸ ، اسلامی اکیڈمی)

(۳) "بہر حال تسلط کفار بر ہند بلا ریب ثابت است کہ در ہیچ وقت کفار را از حرب ... سلطان اسلام ... بجز اجازت ایشان نیست ... جز آنکہ ... است الخ" (الجملۃ القاسم فی دار الحرب ودار الاسلام ، تالیفات رشیدیہ ، ص: ۶۶۸)

(۴) لم أجده.

(۵) (مجموعۃ الفتاوی (اردو) : ۲۳۷/۱ ، سعید)

(۶) (تقدم تخریجہ تحت عنوان : "کیا ہندوستان دار الحرب ہے؟")

(۷) "قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی الزیادات : إنما تصیر دار الإسلام دار الحرب عند أبی حنیفۃ بشروط ثلاثۃ ..... وقال أبو یوسف ومحمد : بشرط واحد لا غیر ، وہو إظہار أحکام الکفر وہو القیاس". (الفتاوی العالمکیریۃ ، کتاب السیر ، الباب الخامس فی استیلاء الکفار : ۲۳۲/۲ ، رشیدیہ)

(۸) (رد المحتار ، کتاب الجہاد ، باب المستأمن : ۱۷۵/۴ ، سعید)

(۹) "لا تصیر دار الإسلام دار حرب . أی بأن یغلب أہل الحرب علی دار من دورنا أو ارتد أہل مصر الخ".
(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ، کتاب الجہاد ، فصل فی استیمان الکافر : ۴۷۰/۲ ، دار المعرفۃ بیروت)

(۱۰) "لا تصیر دار الإسلام دار حرب الخ". (رد المحتار ، کتاب الجہاد ، باب المستأمن : ۱۷۵/۴ ، سعید)

www.ahlehaq.org

ان شرائط کا وجود تمدن کی چیز ہے شرعی اور فقہی کی چیز نہیں خود یہ لکھتے ہیں۔

۳۔ فتاویٰ عزیزیہ ۱۵/۱

"و آنچہ مرقوم شد کہ معمولہ انگریز و اشباہ ایشان دار الحرب است یا نہ؟ پس بدانند آنچہ می گویند کہ دار الاسلام گاہے دار الحرب نمی شود این قول مرجوح است، واضح آنست کہ دار الاسلام دار الحرب می شود آرے، درین اختلاف کہ کے می شود، طائفہ می گویند کہ اگر یک چیز از شعائر اسلام ممنوع باشد مثل اذان و ختان، دار الحرب می گردد، و طائفہ گفتہ مدار صیرورۃ دار الاسلام دار الحرب بر محو شعائر اسلام نیست بلکہ ہر گاہ شعائر کفر بے دغدغہ باعلان رواج می گیرد دار الحرب می شود، گو شعائر اسلام ہم بر قرار باشند، و فرقہ سوم ازین ہم ترقی کردہ اند کہ حد دار الحرب آنست کہ

"أن لا یبقی فیہ مسلم ولا ذمی آمنا بالأمان السابق من ترک بعض شعائر الإسلام أولا، و ظہور بعض شعائر الکفر أولا" ہمین قول ثالث را محققین ترجیح دادہ اند، و برین تقدیر معمولہ انگریز و اشباہ ایشان بلا شبہ دار الحرب است، واللہ تعالیٰ اعلم اھ" (۱)

حضرت شاہ صاحب نے تصریح فرمائی کہ قول ثالث راجح ہے عند المحققین۔

۴۔ یہ تعریف ہمارے شہروں پر صادق نہیں آتی، ہاں بعض مسلم ریاستوں پر صادق آسکتی ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز (۲) اور حضرت گنگوہی (۳) کے فتاویٰ میں بھی ان ریاستوں سے اسی قسم کا تعرض کیا گیا ہے۔

۵۔ ولاۃ کا اطلاق عامۃً حکام و ملوک پر آتا ہے اور فقہاء خصوصی حکموں کے لیے مقرر ہونے والے حکام کو کہتے ہیں (۴)۔

---

(۱) (فتاویٰ عزیزی (فارسی): [illegible]، سعید)

(۲) (فتاویٰ عزیزی (فارسی): [illegible]، سعید)

(۳) (رسالۃ الاعانۃ فی دار الحرب و دار الإسلام از تالیفات رشیدیہ، ص: [illegible])

(۴) (دیکھئے (القاموس الفقہی، ص: ۳۸۸، ۳۸۵، ادارۃ القرآن)

www.ahlehaq.org

۶۔ شرعاً یا اسلامی حکومت نہیں "کما صرح بہ مولانا الشاہ ولی اللہ قدس سرہ انتہی (۱)۔

۷۔ ۔۔۔ ہمارے نزدیک دارالحرب تھا ان وجوہ کی بناء پر جن کو حضرت گنگوہیؒ (۲) اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحریر فرمایا ہے (۳) اور ابھی تک ہمارے نزدیک کوئی فرق نہیں ہوا یعنی جمہوری حکومت کی وجہ سے دارالاسلام نہیں ہوا۔

۸۔ علمائے پاکستان سے اس کی تحقیق کی جائے وہ وہاں کے حالات اور طرز حکومت واظہار شعائر وغیرہ سے زیادہ واقف ہیں۔

الجواب: ۱۔ دارالحرب ہے اور حسب تحریر فتاویٰ عزیزیہ یہاں جمعہ وعیدین کا انعقاد درست ہے، احتیاط الظہر کی ضرورت نہیں۔ جمعہ کے لئے جس امیر وسلطان یا قاضی کی ضرورت ہے اس کے متعلق فتاویٰ عزیزی میں مذکور ہے کہ "امیر آنکہ در امور ملکی تصرف کند و مداخلت نماید اھ" (۴)۔

امیر وقاضی میں دو وصف ہیں، ایک انتظام امور مسلمین جیسے اقامت جمعہ وعیدین اور یہ بعض مسلمانوں کی رضامندی سے حاصل ہو جاتا ہے اور اس کے لئے کوئی خاص قوت وغلبہ ضروری نہیں: "ویصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین" (۵)۔ جو عالمگیری وغیرہ میں منقول ہے اس کا محمل یہی ہے بلکہ اگر اس شخص کو قاضی نہ کہا جائے تو ویسے ہی اس کو امام بنالیا جائے تب بھی جمعہ درست ہو جائے گا:

---

(۱) "وهي الرياسة العامة في التصدي لإقامة الدين بإحياء العلوم الدينية، وإقامة أركان الإسلام، والقيام بالجهاد وما يتعلق به من ترتيب الجيوش والفرض للمقاتلة وإعطائهم من الفيء، والقيام بالقضاء وإقامة الحدود، ورفع المظالم، والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر نيابة عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم". (إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء، فصل اول در خلافت عامہ، مسئلہ در تعریف خلافت، ص: ۲، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) (فیصلة الأعلام في دار الحرب و دار الإسلام، تالیفات رشیدیہ، ص: ۶۶۹)

(۳) (فتاویٰ عزیزی (فارسی) ۱/۱۰۳، سعید)

(۴) (فتاویٰ عزیزی (فارسی) ۱/۱۳۴، سعید)

(۵) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب الخامس في استيلاء الكفار: ۲/۲۶۹، رشيدية)

جيوشهم، وأخذ صدقاتهم، وقهر المتغلبة والمتلصصة وقطاع الطريق الخ". شرح فقه الأكبر، ص: ۱۷۹ (۱)۔

والمسئلة مذكورة في شرح العقائد (۲) وشرح المقاصد (۳) وشرح المواقف (۴) وإزالة الخفاء (۵) ومنصب امامت (۶) والمسايرة (۷) وتمهيد أبي الشكور (۸) وحجة الله البالغة (۹) والبسط في منهاج السنة (۱۰)۔

طحاوی، ص: ۴۷۶، وشامی دونوں کی عبارتیں نقل کیجئے جن میں تعارض ہے۔

---

(۱) (شرح الفقه الأكبر لملا علي القاري: نصب الإمام واجب، ص: ۱۳۶، قديمي)

(الصحيح لمسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين، بلفظ: من مات وليس في عنقه بيعة، مات ميتة جاهلية: ۲/۱۲۸، قديمي)

(۲) (شرح العقائد النسفية، ص: ۱۰۲، سعيد كراجي)

(۳) "نصب الإمام على الخلق سمعاً الخ". (شرح المقاصد، المقصد السادس، الفصل الرابع في الإمامة: ۵/۲۳۴، ۲۳۵، منشورات الشريف إيران)

(۴) "نصب الإمام عندنا واجب علينا" (شرح المواقف، الموقف الخامس في الإلهيات، المرصد الرابع في الإمامة: ۸/۳۴۵، منشورات الشريف إيران)

(۵) "واجب بالكفاية است بر مسلمين الى يوم القيامة نصب خليفه مستجمع شروط الخ"۔ (إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء، ص: ۲۰، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۶) دیکھئے: ("رسالہ منصب امامت" مصنفہ شاہ اسماعیل شہید، لاہور)

(۷) (المسامرة شرح المسايرة في العقائد المنجية في الآخرة، دار الكتب، بيروت)

(۸) "الخلافة ثابتة والإمارة قائمة مشروعة واجبة على الناس الخ". (تمهيد أبي الشكور، الباب الحادي عشر في الخلافة، ص: ۱۴۰)

(۹) قال الشاه ولي الله الدهلوي: "اعلم أنه يجب أن يكون في جماعة المسلمين خليفة لمصالح لا تتم إلا بوجوده الخ". (حجة الله البالغة، أبواب سياسة المدن: ۲/۳۹۳، قديمي)

(۱۰) (منهاج السنة: ۱/۳۵، مكتبة الرياض)

الجواب: ۳:- ہر دار الحرب سے ہر شخص پر ہجرت فرض نہیں بلکہ اس وقت ضروری ہے کہ دار الحرب میں تو مقیم دین پر کما یجب قدرت نہ ہو اور کسی دوسری جگہ اقامت دین پر کما یجب قدرت ہو نیز راستہ مامون ہو، چنانچہ تفسیر احمدی میں اسی صفحہ پر تین چار سطر پہلے ہے:

"ذکروا أن الآیة تدل علی أن من لم یتمکن من إقامة دینه فی بلده کما یجب، وعلم أنه یتمکن من إقامته فی غیره، حقت علیه الهجرة اهـ"(۱)۔

اس میں یہ بھی قید نہیں کہ دار الحرب سے ہجرت کر کے دار الاسلام جائے بلکہ خود دار الحرب کے ایک شہر سے دوسرے شہر میں اگر یہ بات میسر ہو جائے تو وہ بھی کافی ہے، اسی طرح اگر دار الاسلام میں قدرت نہ ہو اور دار الحرب میں قدرت ہو تو وہاں سے ہجرت کر کے دار الحرب کو اختیار کرنا بھی اس سے مفہوم ہوتا ہے۔ جو ہجرت ابتدائے اسلام میں واجب تھی وہ منسوخ ہے: "کما صرح به السرخسی فی المبسوط: ۱۰/۶"(۲) والعصف من الرازی فی احکام القرآن: ۲۶۲/۱، و ۲۹۱/۲، و ۳۰۵/۲ (۳)۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فتاوی عزیزیہ: ۱/۵۲، میں تحریر فرماتے ہیں:

"مراد از دار الحرب کہ از ان ہجرت ما فرض باشد آں دار الحرب است کہ حربیاں از اظہار دین خود صوم و صلاۃ جمعہ و جماعت واذان وختان سکانِ آنجا را ممانعت نمایند، و اگر چنیں نباشد بلکہ مسلمانان آنجا اظہار دین خود بے دغدغہ می کنند و جمعہ و جماعات را قائم میدارند و بیانِ احکام دین خود بے تکلف می کنند، پس از ان دار الحرب ہجرت فرض نیست، وعلی تقدیر الوجوب فی الفور واجب نمی شود بلکہ عند وجدان الملجاء والمعبر.

"لأن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم أقام ثلثة عشر بمكة مع أن كفار مكة كانوا

---

(۱) (تفسیر احمدی، ص: ۳۰۵، کریمی بمبئی)

(۲) (کتاب المبسوط للسرخسی: ۱۰/۶، غفاریہ کوئٹہ)

(۳) قال الجصاص: "وهذا یدل علی الخروج من أرض الشرک إلی أی أرض کانت من أرض الإسلام" (احکام القرآن للجصاص: ۲/۳۵۳، قدیمی)

ویمنعون من إظهار الدعوة ویضربون ویلتمسون من آمن، ویمنعون من الصلوات فی المسجد الحرام اهـ".

"پس حق تعالیٰ ہر گاہ انصار را بعد از سیزدہ سال ناصر و معین آنجناب گردانید و محل و مسکن در بلدہ طیبہ بہم رسید ہجرت فرمودند اھ". فتاوی عزیزی، ص: ۲۰۵ (۱)۔

کتب فقہ میں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث نظر سے نہیں گزری۔ تحریک خلافت کے وقت ۱۳۳۸ھ میں مولانا عبدالباری صاحب لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے چند مضامین تحریر کیے جو مختلف اخبارات میں شائع ہوئے، پھر ان کا مجموعہ ایک رسالہ کی صورت میں بھی شائع ہوا، اس کے ساتھ فضائل ہجرت کی چہل حدیث بھی ہے مگر فقہاء کی عبارات کی طرف اس میں بھی کوئی خاص التفات نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) (فتاوی عزیزی (اردو)، ص: ۵۰۴، سعید)

ترجمۂ عربی عبارات:

۱- جان لے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دار حرب تین شرطوں سے دار الاسلام بن جاتا ہے۔

۲- اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر اہل اسلام اور اہل شرک (دونوں) کے احکام جاری ہوں تو وہ دار الحرب نہیں بنے گا۔

۳- احکام کفر کے جاری ہونے سے مراد یہ ہے کہ مقدمات ملک داری، رعایا کے بندوبست، محاصل تجارت سے خراج، عشر وغیرہ لینے، ڈاکوؤں، چوروں کو سزا دینے میں کفار بطور خود حاکم ہوں، ہاں اگر بعض احکام اسلام مثل جمعہ، عیدین، اذان، ذبح گاؤ سے تعرض نہ کرتے ہوں تو کیا ہوا (اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا)۔

۴- واضح ہو کہ شہر جو کفار کے قبضہ میں ہیں بے شک وہ بلاد اسلام ہے دار الحرب نہیں، اس لئے کہ وہ دار الحرب سے متصل نہیں اور نہ انہوں نے ان میں احکام کفر کو ظاہر کیا ہے بلکہ قضاۃ (فیصلے کرنے والے) مسلمان ہیں اور وہ بادشاہ کہ جن کی وہ بغیر ضرورت اطاعت کرتے ہیں مسلمان تھا۔

۵- اور ان پر کسی والی مسلم کی تلاش کرنا واجب ہے۔

۶- اور اس زمانہ میں خائنوں اور کافروں کے غلبہ کی وجہ سے اگر اپنے دین قائم کرنے کی قدرت نہ ہو تو ان پر ہجرت فرض =

مخالفت، دہریت کا تحفظ اکثریت کے مزاج پر موقوف ہے، بعض دیہات میں سے مسلمانوں کو نکال دیا گیا ہے اور دھمکیاں دی جارہی ہیں۔

عبادات ومقامات مقدسہ کی تخریب وتوہین میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا، اکثریت اقلیت کی آبادی مٹانے کے درپے ہے، جس کی وجہ سے ہر قصبہ اور دیہات کے مسلمانوں کے دلوں میں قدرتی طور پر حسب ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں، لہٰذا علمائے کرام ومفتیان عظام سے عاجزانہ التماس ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مدلل ومبرہن پیرائے میں تحریر فرما کر ارسال فرمائیں تاکہ اس کے مطابق عمل درآمد کرنے کی کوشش کی جائے؟

(الف) مذکورہ حالات کے پیش نظر ہندوستان دار الحرب ہے یا دار الامن؟

(ب) دار الحرب ہونے کی صورت میں پاکستان، افغانستان، عربستان وغیرہ میں سے کسی ملک کی طرف ہجرت کرنا ضروری ہے اور ہجرت وجوب وجواز واستحباب میں سے کس درجہ میں ہے؟

(ج) دار الحرب قرار دیئے جانے کی صورت میں قومی فسادات کے موقع پر اپنی جان ومال کی حیات وحفاظت میں جان کی بازی لگانے سے درجۂ شہادت کی سعادت نصیب ہوگی یا نہیں اور مقابلہ آوروں سے گریز وروگردانی موجب گناہ وعقاب ہے یا نہیں؟

(د) موجودہ فضا کی صورت میں مستورات واطفال وعیال کو خطرۂ جان یا خوف ارتداد کی وجہ سے کسی محفوظ مقام پر خواہ ہند میں ہو یا بیرون ہند پہنچانا کیسا ہے؟

(ہ) موجودہ فضا کے لحاظ سے اگر کوئی تاجر کافی مال تجارت کے ہوتے ہوئے بھی سلسلۂ تجارت منقطع کر دے اور کچھ پیسہ ان کا بھی قرض ہے مگر نقد پاس نہیں ہے، اس صورت میں اگر مصلحت وقت کے پیش نظر کچھ معمولی رقم بطور زاد راہ دے دی جائے واجبی قرض محض اس غرض سے اپنے پاس رکھے کہ خدانخواستہ اگر کوئی ایسا حادثہ پیش آجائے جو موجب نقص وحرکت یا بربادی کا ہو تو ذریعۂ قوت لایموت وحفاظت عزت وعصمت بن سکے جائز ہے یا نہیں؟ کیا ہر حالت میں ادائے قرض مقدم ہے؟ شرعی مفصل جواب تحریر فرما کر ارسال فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

(الف) ہندوستان کے متعلق قدیم سے اختلاف ہے، اکثر حضرات نے اس کو دار الحرب قرار دیا ہے

www.ahlehaq.org

جیسا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی(۱) اور شاہ محمد اسمٰعیل شہید(۲) وغیرہما نے اپنی تحریرات میں تصریح فرمائی ہے حالانکہ ان کے وقت میں سلطنت بادشاہ دہلی میں موجود تھی مگر دارالحرب کی تعریف ان کے نزدیک اس وقت ہندوستان پر صادق آتی تھی اور وہ تعریف اب بھی صادق آتی ہے(۳)۔

بعض حضرات نے اس کو دارالاسلام مانا ہے جیسا کہ حضرت مولانا عبدالحئی لکھنوی نے اپنے فتاوی میں لکھا ہے(۴) حالانکہ ان کا زمانہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے کافی بعد کا ہے جبکہ پورا تسلط انگریز کا ہو چکا تھا مگر دارالحرب کی تعریف "الذي لم يبق فيه مسلم" (۵) مجموع من حیث المجموع ہندوستان کا حکم ان بنیادی حالات سے نہیں بدلا۔

(ب) مسئلہ ہجرت اہم مسائل میں سے ہے جس مقام پر کوئی شخص اپنے دین، نفس، عزت، مال کی حفاظت پر قادر نہ ہو اور شعائر اسلام پر حسب تحمل نہ کر سکتا ہو اور کسی دوسری جگہ پر جا کر قدرت حاصل ہو سکتی ہو اور راستہ بھی مامون ہو تو اس کے ذمہ ہجرت واجب ہوتی ہے(۶) اور اس میں یہ ضروری نہیں کہ اول مقام

---

(۱) "دریں تقدیر معمورہ انگریزاں را شاید بیشان ملانستہ دار الحرب است الخ" (فتاوی عزیزی، رسالہ گرفتن سود در دار الحرب: ۱/۱۷، سعید)

(۲) (صراط مستقیم، ص: ۱۸۸، اسلامی اکیڈمی)

(۳) "لا تصير دار الإسلام دار حرب إلا بأمور ثلاثة: بإجراء أحكام أهل الشرك، وباتصالها بدار الحرب، وبأن لا يبقى فيها مسلم أو ذمي آمنا بالأمان الأول" (الدر المختار، كتاب الجهاد، باب المستأمن: ۴/۱۷۴، سعيد)

(۴) (مجموعة الفتاوى، كتاب الصلاة، باب الجمعة: ۱/۲۴۳، سعيد)

(۵) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الجهاد، باب المستأمن، مطلب فيما تصير به دار الإسلام دار الحرب: ۴/۱۷۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى البزازية، كتاب السير، الباب الرابع في المرتد: ۶/۳۱۲، رشيدية)

(وكذا في قواعد الفقه، ص: ۶۹، الصدف پبلشرز)

(۶) "من لم يتمكن من إقامة دينه في بلد كما يجب وعلم أنه يتمكن من إقامته في غيره، حقت عليه الهجرة" (تفسير المدارك: ۱/۲۴۶، قديمي)

www.ahlehaq.org

دارالحرب اور دوسری جگہ دارالاسلام ہی ہو، بلکہ اگر دارالاسلام میں کسی وقت یہ دشواری پیش آئے اور دارالحرب میں نہ ہوتو ایسے دارالاسلام سے ہجرت کر کے دارالحرب میں آنا ضروری ہوگا۔

اسی طرح اگر دارالحرب کے کسی مقام پر دشواری ہو اور دارالحرب ہی کے دوسرے مقام پر دشواری نہ ہوتو وہاں چلا جائے۔ اب ہر شخص اپنی جائے قیام، حالات اور قرب وجوار کے حالات نیز پاکستان، عربستان اور افغانستان وغیرہ کے حالات اور اپنی قدرت، راستہ وغیرہ کے امن پر غور کرے اور پوری تحقیق کرے اس کے بعد رائے قائم کرے، بلا تحقیق اور بغیر غور وخوض کے محض ہنگامی حالات سے متاثر ہو کر جلدی رائے قائم کرنے سے بسا اوقات پشیمانی ہوتی ہے اور مصائب میں ہجائے کمی کے اضافہ ہو جاتا ہے اور آجکل روئے زمین پر عمل منہاج نبوۃ کسی جگہ بھی حکومت موجود نہیں اور جو لوگ جلدی بغیر تحقیق وغور کے چلے گئے تھے کثیر تعداد میں پریشان ہو کر واپس آرہے ہیں۔

(ج) اپنی حفاظت کا انتظام کرنا اور دشمن کے حملہ و تیاری سے باخبر رہنا ہر شخص کے ذمہ لازم ہے، اگر مفسدین کی جماعت حملہ آور ہو تو پوری تدبیر اور قوت کے ساتھ ہوشیاری سے حفاظت ومدافعت کی جائے اور جو شخص جان ومال وعیال ودین وعزت کی حفاظت کی خاطر مارا جائے گا اس کو شہادت کی سعادت حاصل ہو گی(۱)، مدافعت ومقابلہ کی طاقت ہوتے ہوئے فرار اختیار کرنا گناہ ہے(۲)۔

(د) ان کی حفاظت از حد ضروری ہے، گھرا جانا ہو کہ ان سب کو کسی ایک مقام پر جمع کر دیا جائے اور دشمن تتبع شدہ پر جا کر قبضہ کرنے اور جمع کرنے کی زحمت سے بھی بچ جائے جیسا کہ ان اطراف کے بعض مقامات میں

= (وكذا في التفسيرات الأحمدية، ص: ۵۰۳، كريمي بمبئي)

(۱) "عن سعيد بن زيد رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من قتل دون دينه فهو شهيد، ومن قتل دون دمه فهو شهيد، ومن قتل دون ماله فهو شهيد، ومن قتل دون أهله فهو شهيد". (مشكوة المصابيح، باب ما لا يضمن من الجنايات، ص: ۳۰۶، قديمي)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "اجتنبوا السبع الموبقات" قالوا: يا رسول الله وما هي؟ قال: "الشرك بالله ... والتولي يوم الزحف". (فيض القدير: ۱/۱۸۹، رقم الحديث: ۱۷۱، نزار مصطفى الباز)

(وكذا في روح المعاني: ۹/۱۸۴، دار إحياء التراث العربي بيروت قديمي)

ہوا، نیز اپنے سے ان کو بھی دوسری دور دراز مقام پر بھیج دینا بھی قرین دانش مندی نہیں کہ وہ خود پریشان رہیں اور پھر ملاقات بھی دشوار ہو جائے۔

"ذكروا أن الآية تدل على أن من لم يتمكن من إقامة دينه في بلد كما يجب، وعلم أنه يتمكن من إقامته في غيره، حقت عليه المهاجرة (إلى قوله) وفي هذا الزمان إن لم يتمكن من إقامة دينه بسبب أيدي الظلمة أو الكفرة، يفرض عليه الهجرة هو الحق اهـ". تفسير أحمدي، ص: ۳۰۲ (۱)۔

"مراد از دار الحرب كه ازان هجرت ما فرض باشد آن دار الحرب است كه حربيان از اظهار دين خود صوم و صلاة، جمعه و جماعات واذان وختان سكان آنجارا ممانعت نمايند، واگر چنين نباشد بلكه مسلمانان آنجا اظهار دين خود بے دغدغه مى كنند و جمعه و جماعات را قائم ميدارند و بيان احكام دين خود بے تكلف مى كنند، پس ازان دار الحرب هجرت فرض نيست، وعلى تقدير الوجوب في الفور واجب نمى شود، بلكه عند وجدان الملجاء والمفر؛

لأن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أقام ثلثة عشر بمكة مع أن كفار مكة كانوا يمنعون من إظهار الدعوة، ويضربون ويشتمون من آمن، ويمنعون من الصلوات في المسجد الحرام"۔

پس حق تعالى هرگاه انصار را بعد از سيزده سال ناصر و معين آنجناب گردانيد، و محل و مسكن در بلده طيبه بهم رسيد هجرت فرمودند اهـ". فتاوى عزيزى، ص: ۵۰۲ (۲).

عقیدہ اور کامل بھروسہ ذات باری پاک پر رکھنا چاہیے کہ ناصر و محافظ حقیقی وہی ہے، اگر ان کی طرف سے نصرت شامل حال ہو تو پھر کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، اگر ان کی طرف سے نصرت نہ ہو تو دنیوی انتظامات کچھ بھی

(۱) (التفسيرات الأحمدية، ص: ۳۰۵، كريمى بمبئى)

(۲) (فتاوى عزيزى (اردو)، ص: ۵۰۱، سعيد)

کارآمد نہیں ہو سکتے۔

قال الله تعالى: ﴿إن ينصركم الله فلا غالب لكم وإن يخذلكم فمن ذا الذي ينصركم من بعده وعلى الله فليتوكل المؤمنون﴾ (١)۔

اور جب اور جس طرح مقدر میں مرنا لکھا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا، مقدر پر شاکر رہنا چاہیے، مقدر کے ٹلنے کی کوئی صورت نہیں، بڑے بڑے قلعے بھی موت سے حفاظت نہیں کر سکتے۔

قال الله تعالى: ﴿أينما تكونوا يدرككم الموت ولو كنتم في بروج مشيدة﴾ (٢) الآية۔

جب مدار ناصر حقیقی کی نصرت پر ہے تو اس کی نصرت کے اسباب کو حاصل کرنا چاہیے۔

قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا إن تنصروا الله ينصركم ويثبت أقدامكم﴾ (٣) الآية

یعنی خدا کے دین کی مدد کی جائے، حقوق خدا اور حقوق العباد کو ادا کیا جائے، معاصی کو بند کیا جائے اور گذشتہ گناہوں سے توبہ کی جائے، ضعفاء پر رحم کیا جائے۔

"ارحموا من في الأرض يرحمكم من في السماء" (٤)، "ارحموا ترحموا" (٥)، "من لا يرحم لا يرحم" (٦) وغیرہ بکثرت روایات میں اس کی تعلیم ہے۔

دوست اور دشمن سب کے دل خدا کے قبضہ وقدرت میں ہیں، جس کے دل میں چاہے رحم پیدا فرما دے، جس کے دل سے چاہے رحم نکال دے، جب انسان کے اخلاق رفیع ہوں، بے غرض احسان ومروت کرتا ہو، خدا

---

(١) (آل عمران: ١٦٠)

(٢) (النساء: ٧٨)

(٣) (سورة محمد: ٧)

(٤) (مشكوة المصابيح، باب الشفقة والرحمة على الخلق، ص: ٤٢٣، قديمي)

(وجامع الترمذي، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في رحمة الناس: ٢/١٤، سعيد)

(وسنن أبي داود، كتاب الأدب، باب الرحمة: ٢/٥٠٦، دار الحديث ملتان)

(٥) (مسند أحمد بن حنبل، من أحاديث عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنه: ٢/١٦٥، رقم الحديث: ٦٥٠٥، بيروت)

(٦) (كنز العمال، رقم الحديث: ٥٩٧١، ٣/١٦٥، مكتب التراث الإسلامي)

سے ڈرتا ہو، دوسرے کی جان، مال، آبرو کے درپے نہ ہو بلکہ اپنی جان، مال، آبرو کی طرح اس کی بھی حفاظت کرتا ہو، خدا سے ڈرتا ہو، چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کا احترام کرتا ہو، زبان کا سچا ہو، وعدہ وفا ہو، مرشد، والدین، دوستوں، پڑوسیوں کے حقوق ادا کرتا ہو تو دنیا میں بھی ایسے شخص کی مخالفت کم کی جاتی ہے اور اس کی دشمنی شاذ و نادر ہی کوئی کرتا ہے اور آخرت میں تو ایسا شخص بہرصورت نفع ہی نفع میں ہے اس لئے اس کا قلب مطمئن رہتا ہے۔

(۵) خطرہ مذکورہ سے زیادہ قابل اہتمام ادائے قرض ہے کہ اگر ان حوادث میں یہاں بھی خاتمہ ہو گیا تو مواخذۂ اخروی باقی رہے گا (۱) اور اگر حق تعالیٰ نے نصرت فرما کر جان بچا لی ہے تو وہ رزاق بھی ہے اپنے وعدۂ رزق کو ضرور پورا فرمائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/ جمادی الثانیہ/ ۶۷ھ۔

ہجرت

سوال [۵۷۵۱]: پانچویں پارے کے نصف کے بعد والے رکوع میں جو آیا ہے کہ "فرشتے ایسے لوگوں کی جانیں تکلیف سے نکالیں گے جو کسی جگہ مغلوب ہوں اور وہیں رہتے رہیں، باوجودیکہ اللہ کی زمین کشادہ ہے سوائے ان عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے جن کو دوسری جگہ چلے جانے کا راستہ معلوم نہ ہو" (۲)۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ صورت کن موقعوں پر پیش ہوتی ہے اور نزول کس موقع پر ہوا ہے؟ نیز ہندوستان سے آج کل کے دور میں کسی اسلامی ملک چلا جانا شرعاً ہجرت کہلائے گا یا نہیں؟"

---

(۱) "عن عبد اللہ بن عمرو رضي اللہ تعالیٰ عنهما أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: "یغفر للشهید کل ذنب إلا الدین" (مشکوة المصابیح، کتاب البیوع، باب الإفلاس والإنظار، ص: ۲۵۲، قدیمی)

قال القاري: "إلا الدین" أي: حقوق الآدمیین من الأموال والدماء والأعراض، فإنها لاتعفی بالشهادة". (مرقاة المفاتیح، کتاب البیوع، ۶/۲۲، رشیدیه)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إن الذین توفهم الملئكة ظالمي أنفسهم، قالوا فیم كنتم، قالوا كنا مستضعفین في الأرض، قالوا ألم تكن أرض اللہ واسعة فتهاجروا فیها، فأولئك مأواهم جهنم، وساءت مصیراً. إلا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان لایستطیعون حیلةً ولا یستطیعون سبیلاً﴾ (النساء: ۹۷، ۹۸، پاره: ۵، رکوع: ۱۱)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ابتداءً مدینہ طیبہ ہجرت فرمانے کے بعد اسلام مقبول ہونے کے لئے ہجرت کرنا لازم تھا پھر جب مکہ معظمہ فتح ہوگیا تو ہجرت کا یہ حکم بھی ختم ہوگیا۔ امام بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر میں ایسا ہی لکھا ہے(۱)۔ مگر کوئی شخص کسی مقام پر رہتا ہے، مگر وہاں احکامِ اسلام کا اظہار واعلان پوری طرح کرنے پر قادر نہیں اور دوسرے مقام پر اس کو جا کر احکامِ اسلام کے اظہار واعلان کی قدرت ہے تو آج بھی اس کو ہجرت کرنا لازم ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

مسئلۂ ہجرت

[١٦٤٠]: **استفسار واستکشاف۔** از عثمان مظاہر بوتب مہاجرین مجاہدین آزاد ترکستان [illegible]

۱ در فرضیت هجرت چند شروط مرتب است، و کدام وقت هجرت فرض خواهد شد، و بکدام جهتے هجرت باید کرد؟

---

(۱) قال البغوي في تفسير قوله تعالى: ﴿أولئك بعضهم أولياء بعض﴾ قال ابن عباس رضي الله تعالى عنه: في الميراث، وكانوا يتوارثون بالهجرة، فكان المهاجرون والأنصار يتوارثون دون ذوي الأرحام، وكان من آمن ولم يهاجر لا يرث من قريبه المهاجر، حتى كان فتح مكة انقطعت الهجرة وتوارثوا حيث ما كانوا". (تفسير البغوي المسمى بمعالم التنزيل، سورة الأنفال: ۲۲۴/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في التفسيرات الأحمدية، ص: ۴۰۳، حقانيه پشاور)

(۲) قال النسفي في المدارك: "والآية تدل على أن من لم يتمكن من إقامة دينه في بلد كما يجب، وعلم أنه يتمكن من إقامته في غيره، حقت عليه الهجرة" (تفسير المدارك: ۲۴۰/۱، قديمي)

قال القرطبي: "الهجرة وهي الخروج من دار الحرب إلى دار الإسلام، وكانت فرضاً في أيام النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، وهذه الهجرة باقية مفروضة إلى يوم القيامة" (أحكام القرآن للقرطبي: ۲۲۴/۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في التفسير المظهري: ۲۰۴/۲، حافظ كتب خانه كوئٹه)

۲ ... و بعد لزوم هجرت مردمانِ آں دیار را چه باید کرد؟

۳ ... آں مهاجرین که ازاں ملک هجرت نموده اند بر ذمهٔ ایشاں حقِ مستضعفین وطن تا بچه حد است، یعنی مردمانِ باقیمانده که در زیر ظلم واسارت کفار اند بر مهاجرین بمرجهٔ حق دارند یا نه؟ کوشش نمودنِ مهاجرین برائے خلاصی آنها ضرور است یا نه؟ شرح مع حوالهٔ کتب تحریر فرمایند۔

مستفسر: شعبہ اتحاد و تحقیق، شاخ انجمن اتحادیہ مہاجرین بلوچستان، دہلی، ۱۵، جمادی الثانی ۵۵ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱ ... چوں کسے به اقامتِ دینِ خود در بلده قادر نبود، و بیقین یا بظنِ غالب می داند که در بلدهٔ دیگر قادر خواهد بود، پس بر آنکس هجرت واجب است، در آنجا رفته حدودِ دین را استوار ومستحکم کند، قال النسفي في المدارك تحت قوله تبارك وتعالیٰ: ﴿ألم تكن أرض الله واسعة فتهاجروا فيها﴾ (الآیة) (۱) "والآية تدل على أن من لم يتمكن من إقامة دينه في بلد كما يجب، وعلم أنه يتمكن من إقامته في غيره، حقت عليه المهاجرة، وفي الحديث: "من فر بدينه من أرض إلى أرض وإن كان شبراً من الأرض استوجبت له الجنة، وكان رفيق إبراهيم ونبيه صلى الله تعالى عليه وسلم" (۲)۔

www.ahlehaq.org

درین عبارت دو امر ذکر شده است:

اول: "من لم يتمكن من إقامة دينه في بلد كما يجب" و آں علتِ وجوبِ هجرت است، پس اگر کسے بر اقامتِ دین قادر بود، بر او هجرت واجب نه خواهد بود۔ امر دوئم "علم أنه يتمكن من إقامة دينه في غيره" و آں شرطِ وجوبِ هجرت است، پس اگر کسے در بلدِ خود بر اقامتِ دینِ خود قادر نبود و بلدهٔ دیگر که هم در آں بر اقامتِ دین

---

(۱) (النساء: ۹۷)

(۲) (تفسیر المدارک: ۱/۲۴۹، قدیمی)

؟ جبکہ ان لوگوں کے چلے جانے سے مسلمان پریشان ہوں اور ان میں کمزوری ہو جانے اور ایک حصہ خالی کرنے کا شک جاتا ہے، اس طرح مسلمان کم ہو جاتے ہیں تو کافر بے دھڑک لوٹ مار کر دیتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز تو ہے لیکن بہت بے مروتی ہے اور مسلمانوں کی ہوا اکھڑ جانے کا سبب ہے، اس سے دوسرے مسلمانوں کے دلوں میں بھی خوف و ہراس پیدا ہوتا ہے جس سے وہ مغلوب ہو جاتے ہیں، یا سب یکجا ہو کر مقابلہ کریں یا اقلیت اور کمزوروں کی حفاظت کا انتظام کر کے سب منتقل ہوں، جب موت کا آنا یقینی ہے اور اسی پر ایمان ہے:

﴿أينما تكونوا يدرككم الموت ولو كنتم في بروج مشيدة﴾ (۱)۔

تو پھر صرف ایک دو دوسرے کے بھاگنے سے کیا ہوگا ﴿قل لن ينفعكم الفرار إن فررتم من الموت أو القتل﴾ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲۰/ شوال/ ۹۹ھ۔

ہندوستان سے ہجرت

سوال [۱۷۴۸]: اگر حکومت ہندوستان حکومت کے زعم میں اقلیت مسلم کو یہ کہے کہ اگر تم کو اپنے اسلام کے اصولوں کے پابند رہنے کی خواہش ہے تو اپنے پاکستان چلے جائیے، اگر یہیں رہنا ہے تو مذہب ہندو اختیار کیجئے اور اگر دونوں باتیں قبول نہیں ہیں تو تمہاری جان خطرہ میں ہے۔ ایسے وقت میں بیچارے مسلمان کیا کریں؟ آیا مسجدیں، مدارس، بزرگانِ دین کے مزارات چھوڑ کر چلے جائیں یا ہندو بن جائیں، یا مر کر جان دیدیں؟ فرمائیے ایسی حالت میں قتل ہو کر مر جانا باعث شہادت بھی ہے یا نہیں؟ ہماری حرام موت تو نہیں ہوگی؟ جواب جلد مرحمت ہو، دیر کا وقت نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مذہب تبدیل کر کے یعنی اسلام ترک کر کے (معاذ اللہ) کفر کو اختیار کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں (۳)، جان

---

(۱) (النساء: ۷۸)

(۲) (الأحزاب: ۱۶)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ومن يتبدل الكفر بالإيمان فقد ضل سواء السبيل﴾ (سورة البقرة: ۱۰۸)۔

اللہ تعالیٰ نے اسلام کو اختیار کرنے اس پر باقی رہنے اور اس کی اشاعت کرنے کے لئے دی ہے، جس کا اگر اسلام پر قائم رہنے اور حفاظت کرنے کی خاطر جان کام آجائے تو عین سعادت اور شہادت ہے (۱)، یہ حرام موت ہرگز نہیں، اس سے ناحق گھبرا رہا ہے۔

پھر اگر کسی دوسری جگہ پاکستان وغیرہ جانے پر قدرت ہو اور راستہ بھی مامون ہو اور یہ اطمینان ہو کہ وہاں پر ارکانِ اسلام آزادی سے ادا کرسکیں گے کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی تو ایسے لوگوں کے لئے جو یہاں رہ کر اپنے اسلام کی حفاظت نہیں کرسکتے اور تکلیف کو برداشت نہیں کرسکتے، یہاں سے چلا جانا بھی درست ہے، لیکن ان کے چلے جانے کے بعد یہ ضعیف مسلمان جو رہ جائیں گے تو پھر ان کو اور زیادہ مشکلات کا سامنا ہوگا جیسا کہ مسلم افسران اور ملازمین کے چلے جانے سے عام مسلم رعایا کو تکالیف زیادہ پہنچ رہی ہیں، اگر وہ سب لوگ یہیں موجود رہ کر کوئی اور قانونی تدبیر اختیار کرتے تو غالب یہ ہے کہ اس قدر مشکلات نہ ہوتیں۔ وھذہ المسألۃ مذکورۃ فی الفتاوی العزیزیۃ: ۱/۲۴ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/شوال/۶۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

---

(۱) قال الحافظ ابن کثیر: أي ومن يشتري الكفر بالإيمان "فقد ضل سواء السبيل" أي فقد خرج عن الطريق المستقيم إلى الجهل والضلال الخ (تفسير ابن كثير: ۱/۲۱۲، دار الفيحاء)

(و) قال الله تعالى: ﴿إن الله اشترى من المؤمنين أنفسهم وأموالهم بأن لهم الجنة، يقاتلون في سبيل الله فيقتلون ويقتلون، وعداً عليه حقاً في التوراة والإنجيل والقرآن، ومن أوفى بعهده من الله فاستبشروا ببيعكم الذي بايعتم به، وذلك هو الفوز العظيم﴾ (سورة التوبة: ۱۱۱)

(۲) لم أقف عليه في الفتاوى العزيزية، والمسألة مذكورة في كفاية المفتي، كتاب الجهاد، الباب الأول، حكم الهجرة من الهند والجهاد فيها: ۲/۱۸۳، ۱۸۵، دار الإشاعت)

وقال الحافظ العيني تحت قول الرسول صلى الله عليه وسلم: "يوشك أن يكون خير مال المسلم غنم يتبع بها شعف الجبال ومواقع القطر، يفر بدينه من الفتن" الخ: فضل العزلة في أيام الفتن، إلا أن يكون الإنسان ممن له قدرة على إزالة الفتنة، فإنه يجب عليه السعي في إزالتها، إما فرض عين وإما فرض كفاية بحسب الحال والإمكان، وأما في غير أيام الفتنة فاختلف العلماء في العزلة والاختلاط أيهما أفضل؟ =

ہندوستان کے کافر حربی ہیں یا ذمی؟ جاں بلب حربی کے منہ میں پانی ٹپکانا

سوال [۱۹۰۱]: ہند کے کافر مستامن ہیں یا ذمی ہیں یا حربی؟ کسی حربی کافر بھکاری کو بھیک دینا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ کہ جاں بلب حربی کافر کے منہ میں چند قطرے پانی ٹپکانا، یہ سوچ کر کہ ایسے آڑے وقت کام آنا انسانی اخلاقی فرض ہے، عندالشرع کیسا ہے؟ اور کوئی مسلمان کافر حربی کو ووٹ دے سکتا ہے یا نہیں؟ جس کے ذریعہ کسی حربی کو تائید واقتدار حاصل ہو، جیسے کہ پارلیمنٹ کے امیدواروں کو کہ ان میں سے وزیر اعظم وغیرہ بنتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مستامن وہ ہے جو دوسری حکومت کا باشندہ ہو اور امن لے کر دارالاسلام کو جائے (۱)۔ ذمی وہ ہے جو مسلم حکومت میں رعیت بن کر رہے (۲)۔ ہندوستان کے کافروں کو ان دونوں قسموں میں داخل نہ ہونا

- قال النووي: مذهب الشافعي والأكثرين إلى تفضيل الخلطة لما فيها من اكتساب الفوائد، وشهود شعائر الإسلام، وتكثير سواد المسلمين، وإيصال الخير إليهم ولو بعيادة المرضى وتشييع الجنائز وإفشاء السلام والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر والتعاون على البر والتقوى وإعانة المحتاج وحضور جماعاتهم وغير ذلك مما يقدر عليه كل أحد ... وذهب آخرون إلى تفضيل العزلة لما فيها من السلامة المحققة، لكن بشرط أن يكون عارفاً بوظائف العبادة التي تلزمه ... والمختار تفضيل الخلطة لمن لا يغلب على ظنه الوقوع في المعاصي الخ". (عمدة القاري، كتاب الإيمان، باب من الدين الفرار من الفتن: ۱/۲۴۲، ۲۴۳، دار الكتب العلمية)

(وكذا في فتح الباري، كتاب الفتن، باب التعرب في الفتنة: ۱۳/۵۳، قديمي)

(۱) "المستأمن: أي الطالب للأمان (هو من يدخل دار غيره بأمان)". (الدر المختار، كتاب الجهاد، باب المستأمن: ۴/۱۶۶، سعيد)

(۲) "الذمة هي الأمان، ولهذا سمي المعاهد ذمياً؛ لأنه أعطي الأمان على ذمة الجزية التي تؤخذ منه". (لسان العرب، حرف الميم، فصل الذال المعجمة: ۱۲/۲۲۱، ۲۲۲، نشر أدب الحوزة)

"ذمی بالکسر وتشدید میم، اہل کتاب کہ زنہار دادہ شدہ باشد بشرط جزیہ یعنی آں کافر کہ با اہل اسلام عہد بستہ"۔ (غیاث اللغات، فصل: ذال معجمہ مع میم، ص: ۲۲۵، سعید)

متفرقات

یورپی تہذیب اور اسلام کی ترقی

سوال[۱۷۳۰]: میرے گھر کے سب ہی لوگوں کو اسلام سے کچھ بھی دلچسپی و ہمدردی نہیں ہے وہ لوگ یورپ کی تہذیب کو اپنانا چاہتے ہیں، میں اپنے سے چھوٹے بچوں اور بچیوں کو پڑھاتا ہوں، انھیں بالکل اسلامی طریقے سے پڑھانے کی کوشش کرتا ہوں، میرے بڑے بھائی کا خیال ہے کہ یورپ کی تہذیب کو اپنائے بغیر اسلام ترقی نہیں کر سکتا، اس لئے وہ بچوں کو ناچنے گانے وغیرہ کی تعلیم دیتے ہیں، اور ہر چیز غیر اسلامی کرنے کو کہتے ہیں۔

نتیجہ یہ ہے کہ بچے پریشان ہو جاتے ہیں اور وہ مجھ سے کہتے ہیں کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں اس کے برخلاف بڑے بھائی کرنے کو کہتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ وہ غلط کہتے ہیں ان کی بات نہ مانا کرو، کیونکہ میرے خیال کے مطابق انسانیت کی ترقی صرف اسلامی اصول سے ہی ہو سکتی ہے جب تک کہ ہر مسلمان اپنی زندگی کو قرآن وحدیث کے مطابق نہ ڈھالے اس وقت تک اس دنیا میں مسلمان بھی ترقی نہیں کر سکتے ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ میں جو جواب اپنے بھائی صاحب کے حق میں بچوں کو دیتا ہوں وہ درست ہے یا نہیں؟ دلائل کے ساتھ فرمائیں، نیز مطلع فرمائیں کہ میرا سلوک اپنے بھائی صاحب اور گھر کے لوگوں کے ساتھ کیسا ہونا چاہئے؟ خیال رہے کہ میرے بڑے بھائی مجھ سے نو سال بڑے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسلمان کی ترقی اپنے اسلام کی ترقی سے ہے جس کا مدار قرآن کریم اور حدیث شریف کے اتباع پر ہے(۱)۔ اگر یورپین طریقوں کو اختیار کیا جائے گا تو یہ نہ اسلام کی ترقی اور نہ مسلمان کی ترقی ہوگی، بلکہ مسلمان

---

(۱) قال الله تعالی: ﴿وعد الله الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنهم فی الارض﴾ (النور: ۵۵)

قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالی: "قیل: للدلالة علی ان الأصل فی ثبوت الاستخلاف الإیمان" (روح المعانی: ۲۰۲/۱۸، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

کے ذریعہ سے یورپین طریقہ کی ترقی ہوئی (۱) اور مسلمان کی حیثیت ایسی ہوگئی کہ وہ زیادہ عیسائیوں کا ایجنٹ ہے اور اس کو خدا تعالیٰ کے احکام سے تعلق ہے نہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین سے تعلق ہے، بلکہ اس نے اپنی زندگی کا مقصد یہی قرار دے دیا ہے کہ وہ خدا ورسول کے باغیوں کی صورت شکل بنائے، ان کا طریقہ اختیار کرے، ان کی صف میں آکر بڑے عہدے حاصل کرے، اور نام اپنا پھر بھی رکھے مسلمان، اس میں اس نے اپنے لئے عزت کا تصور کر رکھا ہے، قرآن پاک میں ہے: ﴿أيبتغون عندهم العزة فإن العزة لله جميعا﴾ (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۲/۹۰ھ۔

کیا برما کی لڑائی جہاد ہے؟

سوال [۱۳۸۰]: ۱- ۱۹۴۲ء میں برما کی تھکن پارٹی جو جاپانی ملک کی حمایت سے جدید اسلحہ جات سے مسلح ہو کر صوبہ برما کے مسلمان اور خصوصاً ارکان کے مسلمانوں کو قتل عام کیا تھا جس میں تقریباً ایک لاکھ مسلمان شہید ہوئے اور ہجرت سے مسلمانوں کو جلاوطن کر دیا تھا، اور ہزاروں مسلمانوں کی عورتوں کا اغوا کیا تھا۔

۲- اس کے بعد تھکن پارٹی اور شمالی ارکان کے مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کن جنگ ہوئی تھی جس میں جاپانی بھی شریک تھا، تاہم اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی عطا کی۔

۳- مورخہ ۴ جنوری ۱۹۴۸ء کو جب برما کو برٹش ہند کی طرف سے آزادی ملی تو برمی اور ارکان بدھسٹ ۱۹۴۲ء کی طرح پھر منظم اور مسلح ہو کر صوبہ برما کے مسلمان، خصوصاً ارکان کے مسلمانوں کو پھر جلاوطن وقتل عام کرنا شروع کر دیا، اس کے جواب میں شمالی ارکان کے تقریباً نوے فیصد مسلمان مسلح اور منظم ہو کر مذکورہ بالا فرعون کو دندان شکن جواب دیتے چلے آرہے ہیں تاکہ ارکان دارالحرب سے دارالاسلام میں تبدیل ہوجائے۔

فی الحال ان وجوہات کے پیش نظر [illegible] تمام عوام اور خصوصاً علماء وقت کے سربراہوں کی خدمت میں ارکانی مسلمانوں کی طرف سے پر زور گزارش کرتا ہوں کہ ارکان کے مسلمان جو برما حکومت کے

---

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے مولانا ابو الحسن علی ندوی کی کتاب "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" ط: مجلس نشریات اسلام۔

(۲) (سورۃ النساء، پ: ۵، آیت: ۱۳۹)

أي ما غالب لونه سواد مربعة من نمرة" بفتح وكسر: وهي بردة من صوف يلبسها الأعراب، فيها تخطيط من سواد وبياض، ولذلك سميت نمرة تشبيهاً بالنمر".

"عن جابر رضي الله تعالى عنه يرفعه إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان لواءه يوم دخل مكة: -أي زمن الفتح- أبيض ...... عن سماك عن رجل من قومه عن آخر منهم -ولم أقف على تسميتهما، ولم أجده في غير هذا الكتاب- قال: رأيت راية رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صفراء، ولعل هذا الراوي رأى راية رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في بعض مغازيه صفراء، ولم أقف على تعيين تلك الغزوة اهـ". بذل المجهود: ۳/ ۲۳۰، كتاب الجهاد (۱)۔

یہ تین روایتیں ہیں، ان میں سے ایک روایت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جھنڈے کا کپڑا صوف کا بنا ہوا چوکور تھا جس میں سیاہی غالب تھی، سفید اور سیاہ اس میں خطوط تھے، چیتے کی کھال کی طرح۔ دوسری روایت سے یہ معلوم ہوا کہ آپ کا لواء (جھنڈا) فتح مکہ کے روز سفید تھا۔ تیسری روایت سے یہ معلوم ہوا کہ آپ کا رایہ (جھنڈا) زرد تھا، لیکن پہلی دو روایتوں کے اعتبار سے تیسری روایت کچھ کمزور ہے۔

لواء بڑے جھنڈے کو کہتے ہیں اور رایہ چھوٹے جھنڈے کو، اور بعض علماء نے اس کا عکس فرمایا ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ رایہ اور لواء دونوں ایک معنی میں ہیں (۲)۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رایہ کا نام

---

(۱) (بذل المجهود في حل أبي داود، كتاب الجهاد، باب في الرايات والألوية: ۳/ ۳۳۸، معهد الخليل الإسلامي)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (عون المعبود، كتاب الجهاد، باب في الرايات والألوية: ۷/ ۲۵۴، دار الفكر)

(والدر المنضود على سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في الرايات والألوية: ۴/ ۲۵۰، مكتبة الشيخ)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الجهاد، باب إعداد آلة الجهاد قبيل الفصل الثالث: ۷/ ۳۴۲، رشيدية)

(۲) "في النهاية: الراية العلم الضخم ... وفي المغرب: اللواء علم الجيش، وهو دون الراية ... و في شرح صحيح مسلم: الراية العلم الصغير، واللواء العلم الكبير" (مرقاة المفاتيح، كتاب الجهاد، باب إعداد آلة الجهاد، قبيل الفصل الثالث: ۷/ ۳۴۲، رشيدية) ....

www.ahlehaq.org

عقاب تھا(۱)۔

ابن عدی کی روایت سے حافظ ابن حجر نے شرح بخاری ۶/۱۲۰، میں نقل کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جھنڈے میں لکھا ہوا تھا "لا إله إلا الله محمد رسول الله"(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۷/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۳۰/ رجب/ ۵۸ھ۔

صدرِ جمہوریہ کا استقبال

سوال[۲۲۲۳]: کئی سال کی بات ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں صدرِ جمہوریہ کی آمد پر پولیس کی طرف سے دو چیزیں پیش کی گئی تھیں: ایک بینڈ باجہ بجوایا جائے، دوسرے راشٹریہ گیت "جن من گن" پڑھوائی جائے۔ لیکن بینڈ باجہ کی پابندی کو علماء نے قبول نہیں کیا، البتہ راشٹریہ گیت کے ابتدائی اشعار پڑھوائے گئے، صدر جمہوریہ کے ساتھ علماء اور دارالعلوم کے لڑکے کھڑے ہوں گے۔ کوئی دلیل کی بناء پر ایسا کیا گیا؟ کیونکہ ہم کو بھی ایسے مواقع پیش آتے ہیں، اس وقت ہم کیا کریں، کیا راشٹریہ گیت میں کفر کے الفاظ نہیں ہیں؟ اور اس میں کراہت کے ساتھ کھڑے ہو سکتے ہیں؟

=مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (عون المعبود، کتاب الجهاد، باب في الرايات والألوية: ۷/۲۵۳، دار الفكر بيروت)

(وتاج العروس، فصل اللام من باب الواو والياء: ۱۰/۱۹۹)

(وفتح الباري، كتاب الجهاد والسير، باب ما قيل في لواء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۶/۱۲۶، قديمي)

(۱) "وقيل: كانت له راية تسمى العقاب". (فتح الباري، كتاب الجهاد والسير، باب ما قيل في لواء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۶/۱۲۶، قديمي)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الجهاد، باب إعداد آلة الجهاد: ۷/۴۳۰، رشيديه)

(۲) "ولأبي الشيخ من حديث ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: "كان مكتوباً على رايته: لا إله إلا الله محمد رسول الله". (فتح الباري، كتاب الجهاد والسير، باب ما قيل في لواء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۶/۱۲۶، قديمي)

www.ahlehaq.org

الجواب حامداً و مصلیاً:

کسی کی ضرکفر یہ شعار کو اختیار کرنا جائز نہیں (۱)، حرام چیز کرنا جائز نہیں (۲)۔ مہمان کے ساتھ اس کی حیثیت کے مطابق معاملہ کرنا پسندیدہ ہے (۳) جب تک کسی خلاف شرع چیز کا ارتکاب نہ ہو (۴)۔ مجھے نہ ان اشعار کا علم ہے، نہ اس وقت کے کوائف کی تفصیل کا علم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۸۸ھ۔

---

(۱) بغرض صحت سوال بلاغرض اہانت وتحیۃ ایسا کیا گیا ہوگا "ویکفر بوضع قلنسوۃ المجوس علی رأسه علی الصحیح، إلا لضرورة دفع الحر والبرد، وبشد الزنار في وسطه، إلا إذا فعل ذلک خديعة في الحرب وطليعة للمسلمين" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، باب ألفاظ الكفر: ۲/۲۷۶، رشيديه)

وقال الملا علي القاري: "(من تشبه بقوم فهو منهم): أي في الإثم الخ". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس: الفصل الثاني: ۸/۱۵۵، رقم الحديث: ۴۳۴۷، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۰۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى البزازية، كتاب السير، كتاب ألفاظ الكفر، الفصل السادس في التشبه: ۶/۳۳۰، رشيديه)

(۲) "عن النواس بن سمعان رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق". (مشكوة المصابيح، كتاب الإمارة، ص: ۳۲۱، قديمي)

(وبمعناه في صحيح البخاري، كتاب الأحكام، باب السمع والطاعة: ۲/۱۰۵۷، قديمي)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من كان يؤمن بالله واليوم الآخر، فليكرم ضيفه". (مشكوة المصابيح، كتاب الأطعمة، باب الضيافة، ص: ۳۶۸، قديمي)

(وكذا في سنن ابن ماجه، أبواب الأدب، باب حق الضيف، ص: ۲۶۱، قديمي)

"قال القاري رحمه الله: "قالوا: وإكرام الضيف بطلاقة الوجه، وطيب الكلام، والإطعام ثلاثة أيام في الأول بمقدوره وميسوره، والباقي بما حضره من غير تكلف". (مرقاة المفاتيح، كتاب الأطعمة، باب الضيافة: ۸/۹۹، رشيديه)

(۴) (انظر الحاشية، رقم: ۲)

کتاب تعبیر الرؤیا

(خوابوں کی تعبیر کا بیان)

خواب میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد: "میرے ساتھ کھانا کھاؤ"

سوال [۱۳۰۶۱]: ہمارے یہاں ایک صاحب مبلغ ہیں جو تبلیغی جماعت میں جاتے رہتے ہیں اور تقریر وغیرہ فرماتے ہیں، ان صاحب نے تقریر کے دوران بیان فرمایا کہ میوات کے ایک میواتی صاحب جماعت میں گئے ہوئے تھے، اتفاق سے وہ صاحب بیمار ہوگئے اور اس پر ان صاحب نے فرمایا کہ دو وقت کا کھانا مت کھانا، میں نے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تو فکر مت کر کل دونوں وقت کا کھانا میرے ساتھ کھانا۔ تو کیا ایسی بات ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بالکل ناممکن نہیں، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر کسی کو اپنے ساتھ کھلائیں یا کوئی چیز عطا فرمائیں جس سے اس کا پیٹ بھر جائے تو ایسا بھی ہوسکتا ہے(۱)، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف میں ایسے متعدد واقعات مذکور ہیں اور ان سے پہلے بھی ایسی صورتیں پیش آئی ہیں اور یہ عالم خواب میں ہوتا ہے اور اس کے اثرات بیداری میں بھی محسوس ہوتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱/۹۲ھ۔

---

(۱) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا یہ حقیقت پر مبنی ہے، کیونکہ شیطان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم شکل نہیں ہوسکتا جیسا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دیا ہے۔

"وعن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "من رآني في المنام فقد رآني، فإن الشيطان لا يتخيل بي" الحديث. (صحيح البخاري: ۱۰۳۵/۲، كتاب التعبير، باب من رأى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في المنام، قديمي)

خواب میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تبلیغی جماعت کے ساتھ دیکھنا

سوال [۱۷۳۵]: دو تین سال قبل ایک خواب دیکھا کہ تبلیغی جماعت کے ساتھ ہوں اور جماعت میں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ہیں، جماعت تاملناڈو کی بستی میں پہونچی، ایک مسجد کے دروازے پر دعاء کے حلقہ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی دعاء کے لئے ہاتھ اٹھائے، پھر بعد میں جماعت کے حلقہ میں بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما رہے۔ امیر جماعت نے تقریر کی، میں نے امیر جماعت سے پوچھا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہاں سے کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ امیر جماعت نے کہا مدراس کا معلوم ہوتا ہے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیلولہ کرتے بھی دیکھا اس کے بعد نیند سے ہوشیار ہوگیا۔ چند دن بعد ایک جماعت راستے چوٹی آئی اس میں میرا لڑکا نور اللہ بھی آیا ہوا تھا، جماعت نے کہا تو بھی چل، پھر جماعت وانمباڑی گئی، یہ وہی مقام تھا جو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ جماعت وانمباڑی سے مدراس گئی، میں جماعت کے ساتھ مدراس گیا، اب عرض یہ ہے کہ میں ہجرت کرکے مدینہ طیبہ جانے کا ارادہ رکھتا ہوں آپ سے دعاء کی درخواست ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

خواب ماشاء اللہ مبارک ہے، اشارہ ہے کہ یہ دینی کام اور تبلیغی جماعت مقبول ہے، اس کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرپرستی حاصل ہے(۱)، اور آپ کے بیٹے نور اللہ سلمہ کو اس میں کام کرنے کی توفیق ہوئی، آپ کے لئے مدینہ طیبہ کا قیام خیر ہو تو حق تعالیٰ آسان فرمادے، آمین۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۹۵ھ۔

خواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر زخم دیکھنا

سوال [۱۷۳۶]: ایک آدمی اپنی تقریر میں یہ کہتا ہے کہ ایک بزرگ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

---

(۱) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا حقیقت پر مبنی ہے کیونکہ شیطان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مثل نہیں بن سکتا، جیسا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود فرمایا: "عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "من رآني في المنام فقد رآني، فإن الشيطان لا يتخيل بي". الحديث. (صحيح البخاري: ۲/۱۰۳۵، كتاب التعبير، باب من رأى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في المنام، قديمي)

شریف ختم کر رہے ہیں، میں کمرے سے باہر سے بھاگا ہوا آرہا تھا کہ ٹوٹ گئی، میں نے تین روپے دو کاپی خریدی ہیں، میں تو بخاری شریف ختم کروانا چاہتے تھے، اس کی تعبیر کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت مولانا فخر الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی روح بخاری شریف کی طرف متوجہ ہے، آپ ان سے فیض حاصل نہیں کر سکے، دنیا کے مال میں سے اقل قلیل پر قناعت کرنی چاہیے، یہ تین چیزیں اس خواب سے ظاہر ہوتی ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۲/۸۵ھ۔

باپ دادا کو خواب میں دیکھنا

سوال [۵۸۹۵]: اکثر صاحب اپنے باپ دادا کو خواب میں دیکھتے ہیں اس کی کیفیت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خواب کی مختلف صورتیں ہیں، ورنہ عالم تعلق زیادہ ہو تو ان کا کشف ہے، جو آدمی ایسے موقع پر ایصال ثواب کر دیا کرے، اگر باپ دادا اچھی حالت میں دکھائی دیں تو خدا کا شکر کرے، ورنہ ان کے حقوق کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہیے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

خواب میں داڑھی صاف کرا دینا

سوال [۵۸۹۶]: ایک شخص نے اعتکاف کی حالت میں خواب دیکھا کہ ایک شخص جو ان کے کافی محبت رکھتے ہیں آ کر بیٹھ گئے، دونوں کی بحث ہو رہی تھی، اسی حالت میں ایک مولوی صاحب نورانی چہرہ کی شکل میں آئے، میری ان سے کافی گفتگو ہوئی، تھوڑی دیر کے بعد میں تحفہ لے کے بیٹھ گیا تو مجھ سے ان مولوی صاحب سے وہی گفتگو ہوئی، اس کے بعد مولوی صاحب نے اپنی داڑھی بالکل صاف کرا دی، داڑھی کا منڈانا کس بات سے آگاہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خواب میں داڑھی صاف کرادینا اشارہ ہے بے وقار ہوجانے کا(۱) گالی گلوچ کی بات کرنے سے بھی وقار نہیں رہتا ہے، جس کو اس حال میں دیکھا ہے وقار سمجھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۹/۹۵ھ۔

خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر کی مٹی کو دونوں ہاتھوں سے درست کرنا

سوال [۱۰۳۱]: میں نے ایک خواب دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر کی مٹی کو اپنے دونوں ہاتھوں سے ٹھیک کررہا ہوں، اسی دوران بیدار ہوا اور زبان پر درود شریف جاری تھا، تعبیر عطا فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

خواب اچھا ہے، انشاء اللہ آپ سے دین کی خدمت ہوگی (۲)، جو چیزیں سنت کے خلاف ہیں آپ ان کی درستی کریں گے، اپنے اعمال میں بھی اور حتی الوسع دوسرے کے اعمال میں بھی۔ خدائے پاک اخلاص و استقامت کے ساتھ بہتر طریقہ پر توفیق دے اور نصرت فرمائے، آمین۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

خواب میں وضو کرتے کرتے امام نے سلام پھیر دیا

سوال [۱۰۳۲]: عید کی نماز ہورہی ہے نئے کپڑے پہنے ہوئے ہوں لیکن میرے سے جو تچے

---

(۱) علامہ ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "اگر دیکھے کہ اس کی داڑھی کٹی ہوئی ہے، لیکن بے جا، تو اس کے مال اور عزت و مرتبے کا نقصان ہوگا"۔ (تعبیر الرؤیا، ص: ۳۰۳، ادارہ اسلامیات لاہور)

"شیخ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے داڑھی مونڈی ہوئی دیکھی تو وہ فقیر ہوجائے گا اور اس کا اقرباء مرتا رہے گا"۔ (خواب اور تعبیر، ص: ۱۸۰، ادارہ اسلامیات کراچی)

(۲) "شیخ عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ کسی مردے کی قبر کھود رہا ہے تو صاحب خواب مردے کے طریقے کی تلاش میں ہے اور اس کی چھوڑی ہوئی چیزوں کے درپے ہے، اگر مردہ اچھا ہے تو اس کے طریقے کو حاصل کرے گا"۔ (خواب اور تعبیر، ص: ۱۸۵، ادارہ اسلامیات کراچی)

www.ahlehaq.org

کو دوسروں تک پہونچانا اور نماز کی زیادہ ترغیب دینا ہے(۱)۔ آپ کے لئے بہتر یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے ساتھ کام کریں۔ حق تعالیٰ اخلاص واستقامت دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۱/۹۲ھ۔

"ھذا من فضل ربی" خواب کی تعبیر

سوال [۱۱۰۰۵]: میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک رشتہ دار کے گھر گیا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ پانکہ رنگادو، اول الفاظ یاد نہیں رہے، دوسرے الفاظ یہ ہیں "ھذا من فضل ربی" مکان دو منزلہ ہے اس پر لگانے کو کہا۔ جس آدمی نے کہا وہ ابھی بحیات ہیں۔ اس کے بعد فوراً گھر آیا، دیکھا کہ میری والدہ صاحبہ لیٹی ہوئی ہیں، وہ مجھے قریب بلا کر کہنے لگیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا کیسے بھیجا گیا تھا؟ میں نے جواب دیا کہ جنت میں ہمیشہ رہنے کے لئے۔ پھر انہوں نے کہا کہ اگر میں مر جاؤں تو میری قبر پر تختے جلد لگانا، اگر میں نہ مروں تو پھر بھی لگانا۔ یہ خواب میں نے چار بجے دیکھا ہے۔ جواب عنایت فرمائیں۔

محمد بشیر، جامع العلوم، کانپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس خواب میں دو باتوں کی طرف اشارہ ہے: ایک یہ کہ اس دنیا میں جو چیز بھی ہے اس کو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ محض خدائے پاک کے فضل سے ملی ہے(۲)، میری حیثیت ایسی نہیں تھی کہ میں اس کا مستحق ہوتا، نہ میری محنت کو اس میں دخل ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ انسان کو جو کچھ بھی عمر یہاں دی گئی ہے اس کا مقصد آخرت کی فکر

---

(۱) "محمد بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "اگر دیکھے کہ نماز کے لئے اذان کسی مسجد یا منارہ سے دیتا ہے تو دلیل ہے کہ لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف بلائے گا"۔ (تعبیر الرؤیا، ص: ۱۴۹، باب نماز، ادارہ اسلامیات)

"شیخ عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: اس خواب میں دین حق کی طرف لوگوں کو دعوت دینا ہے"۔ (خواب وتعبیر، ص: ۱۶۷، ادارہ اسلامیات کراچی)

(۲) قال ابن کثیر تحت قول اللہ عزوجل: ﴿ھذا من فضل ربی﴾: "أی ھذا من نعم اللہ علی". (تفسیر ابن کثیر، (سورۃ النمل: ۴۰): ۳/۴۸۳، مکتبہ دار السلام، الریاض)

ذریعہ کسی حرام و معصیت کو حلال و قربت قرار نہیں دیا جاسکتا خواب کی توجیہ کرکے اس کے لئے محمل حسن تجویز کیا جائے گا۔

یہ بات حدیث شریف سے ثابت ہے کہ شیطان کو یہ قدرت نہیں دی گئی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ میں متمثل ہوسکے لیکن اس کی کیا ضمانت ہے کہ خواب میں جو کچھ سمجھا وہی مقصود بھی ہے، مثلاً صورتِ مسئولہ میں یہ مطلب ہو کہ فلاں جائز کام کیوں چھوڑ دیا، اچھی طرح سیر ہوکر کیوں نہیں کھایا تاکہ پوری سزا ملتی؟ اس سے اس کام کی اجازت کوئی تھوڑی سی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے۔ شرح مشکوٰۃ شریف اور شرح بخاری شریف میں اس کو اچھی طرح تفصیل سے حل کیا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۲/۹۰ھ۔

چرن سنگھ کو خواب میں اسلام کی دعوت

سوال[۱۷۴۷]: میں نے خواب میں اندرا گاندھی اور چرن سنگھ کو دیکھا، میں نے چرن سنگھ سے کہا کہ تم اسلام لے آؤ تو ہندوستان کے اندر اسلامی حدود قائم ہوجائیں، آج کل ہندوستان میں بہت چور ہیں، یہ سب اللہ کے حکم سے کم ہوجائیں گے، اس پر اندرا گاندھی نے تہدید کی۔ اس کی کیا تعبیر ہے؟

= صلى الله تعالى عليه وسلم مناماً ويقظة ... أو ألهموا بذلك إلهاماً. قلت: احتمال هذه الأمور لا يكفي، ومجرد ذكرهم تلك الروايات لا يدل عليه". (الرسالة: الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة، ص: ۴۵، إدارة القرآن كراچى)

(۱) قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى تحت قوله: "(في المنام فقد رآني) أي: فكأنه رآني في عالم الشهود واليقظة، لكن لا يبنى عليه الأحكام ليصير به من الصحابة، وليعمل بما سمع به في تلك الحالة، كما هو مقرر في محله الخ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الرؤيا: ۸/۳۶۹، رشيدية)

"قال ابن السمعاني رحمه الله تعالى: ويؤخذ من هذا ما تقدم التنبيه عليه أن النائم لو رأى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يأمر بشيء، هل يجب عليه امتثاله ولا بد، أو لا بد أن يعرضه على الشرع الظاهر، فالثاني هو المعتمد كما تقدم". (فتح الباري: ۱۲/۴۸۱، كتاب التعبير، باب من رأى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في المنام، قديمي)

www.ahlehaq.org

الجواب حامداً و مصلیاً :

آپ کا جذبہ مبارک ہے، مقصد یہ ہے کہ کوئی مضبوط قسم کا "دل" بہ مراقبہ اور آنا چاہئے جو کہ لالچ اور ڈر سے بے پرواہ ہو کر حق کی خدمت اور اشاعتِ حق کی خاطر کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۹۱ھ۔

خواب میں بارانِ رحمت

سوال[۱۷۴۸]: خواب میں بڑے زور کی بارش ہوتے دیکھا، اس کی تعبیر کیا ہوگی؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

اللہ پاک اس کو رحمت کی بارش بنائے (۱) اور اس کے نقصانات سے محفوظ رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۵/۹۲ھ۔

خواب میں انگور دیکھنا

سوال[۱۷۴۹]: ایک خواب کی تعبیر پوچھنا چاہتا ہوں جو حسبِ ذیل ہے:

ایک درخت ہے جس پر سے میں ایک گچھا انگور کا توڑ کر چکھ رہا ہوں، ایک اور شخص بھی مانگ رہا ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ پاک نے آپ کو نعمتیں دی ہیں ان کو تنہا استعمال نہ کریں بلکہ دوسروں کو بھی شریک کرلیا کریں۔ اس سے برکت ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۷/۹۰ھ۔

خواب میں درخت کا گرنا دیکھنا

سوال[۱۷۵۰]: میرے سامنے کا درخت گر گیا ہے۔

---

(۱) "حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ بارش خواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر رحمت اور برکت ہے جب تمام بارش ہو اور سب جگہ پہنچے، فرمانِ حق تعالیٰ ہے: ﴿وهو الذي ينزل الغيث من بعد ما قنطوا وينشر رحمته وهو الولي الحميد﴾ الآية (الشوریٰ: ۲۸) (تعبیر الرؤیا، ص: ۹۰، ادارہ اسلامیات لاہور)

خواب میں ایک اونٹ کھول کر لے چلنا

سوال[۱۷۵۵]: میں رات کو سونے سے پہلے اپنی زبان سے یہ الفاظ کہہ رہا تھا کہ اللہ اب تُو تو میری مٹی کو سمیٹ لے تو تقریباً ڈیڑھ بجے رات جانے پر میں سو گیا تو میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں نے کسی حاکم کے پاس درخواست کی زمین وغیرہ کے بارے میں دی۔ میرا مطلب یہ تھا کہ یہ حاکم اس درخواست پر اپنی نشانی کر دے لیکن اس نے کئی دفعہ انکار کر دیا۔ پیچھا چھوڑنے پر اس نے نشانی کر دی تو میں وہاں سے چل دیتا ہوں، راستہ میں چار اونٹ بندھے ہوئے تھے، ان میں سے ایک اونٹ میں نے کھول لیا اور لیکر نکل دیا گھر کے ارادہ سے لیکن راستہ ہی میں تھا کہ آنکھ کھل گئی تو اس خواب کو دیکھ کر مجھے بڑی بے چینی ہوئی۔ اس لئے میں علمائے دین سے اس کی تعبیر حاصل کرنا چاہتا کہ یہ کیا منظر تھا؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

خواب کی تعبیر یہ ہے کہ موت اپنے قبضہ میں نہیں، نہ اس کی خبر دی جاتی ہے کہ موت کب کو آئے گی؟ اس کے لئے جلدی مچانا بیکار ہے (۱) اونٹ اپنی رفتار پر چلتا ہے اس کو کھول کر ساتھ چلانے سے بھی اس کی رفتار میں تغیر نہیں آئے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۶/۹۳ھ۔

خواب میں جوتی گم ہونے کی تعبیر

سوال[۱۷۵۶]: میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ کبھی ایک جوتی گم ہو جاتی ہے کبھی دونوں گم ہو جاتی

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إن اللہ عندہ علم الساعة و ینزل الغیث و یعلم ما فی الأرحام، و ما تدری نفس ماذا تکسب غداً و ما تدری نفس بأی أرض تموت، إن اللہ علیم خبیر﴾. (سورة لقمان: ۳۴)

"ان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "مفاتیح الغیب خمس، ثم قرأ ﴿إن اللہ عندہ علم الساعة﴾. الآیة. (رواہ البخاری: ۲/۷۰۳، سورة لقمان، باب قولہ: (إن اللہ عندہ علم الساعة)، کتاب التفسیر)

"قال عبد اللہ: أوتی نبیکم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مفاتیح کل شیء غیر خمس ﴿إن اللہ عندہ علم الساعة و ینزل الغیث﴾ الآیة. (مسند احمد ۱/۴۳۸، رقم الحدیث: ۴۱۶۵، دار احیاء التراث العربی)

آخرت کی درستی کا سامان مہیا کرنے کے لئے ہے(۱) مسلمان تو بھی مرتا ہے، غیر مسلم بھی، کافر بھی مرتا ہے، ملحدوں کو بھی(۲)۔ اللہ پاک اپنے فضل سے آپ کا بھی اور میرا بھی، اور دونوں جہان میں فضل وکرم کا معاملہ فرمائے۔ آمین۔ اہل ایمان کے قول کے موافق معاملہ فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۹۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۹۵ھ۔

مرحومین کی کوئی بات خواب میں معلوم ہونے پر یقین

سوال[۱۴۳]: اگر خواب کے ذریعہ مرحومین کی طرف سے کوئی بات معلوم ہو جائے تو کیا ہم یقین کر سکتے ہیں کہ یہ بات ان کے دل کی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے ہی کے ذریعے سے معلوم کرائی ہے؟

---

(۱) قال: قال النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "مفاتیح الغیب خمس، ثم قرأ: ﴿إن اللہ عندہ علم الساعۃ﴾ الآیۃ". (صحیح البخاري: ۲/۷۰۳، سورۃ لقمان، باب قولہ: ﴿إن اللہ عندہ علم الساعۃ﴾، کتاب التفسیر، قدیمی)

"حدثنا عبد اللہ حدثني أبي ثنا یحیی قال عبد اللہ رضي اللہ تعالیٰ عنہ: أوتي نبیکم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مفاتیح کل شيء غیر خمس: ﴿إن اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث﴾ الآیۃ". (مسند أحمد: ۱/۳۸۶، رقم الحدیث: ۳۶۵۰، دار إحیاء التراث العربي)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وما خلقت الجن والإنس إلا لیعبدون﴾ (سورۃ الذاریات: ۵۶)

وقال ابن کثیر تحت قولہ تعالیٰ: "إنما خلقتھم لآمرھم بعبادتي لا لاحتیاجي إلیھم. وقال علي بن أبي طلحۃ عن ابن عباس رضي اللہ تعالیٰ عنھما: ﴿إلا لیعبدون﴾ أي: إلا لیقروا بعبادتي طوعاً أو کرھاً". (تفسیر ابن کثیر: ۴/۲۸۶، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إنک میت وإنھم میتون﴾ (سورۃ الزمر: ۳۰)

وقال ابن کثیر: "ومعنی ھذہ الآیۃ: ستنقلون من ھذہ الدار لا محالۃ، وستجتمعون عند اللہ تعالیٰ في الدار الآخرۃ، وتختصمون فیما أنتم فیہ في الدنیا من التوحید والشرک الخ". (تفسیر ابن کثیر: ۴/۵۳، سہیل اکیڈمی لاہور)

www.ahlehaq.org

الجواب حامداً و مصلیاً:

خواب حجتِ قطعیہ نہیں، بعض دفعہ سچی بات معلوم ہوتی ہے، بعض دفعہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۹۲ھ۔

موت کے لئے خواب میں ایک جگہ کو دیکھنا

سوال [۷۶۹۴]: میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک وجیہ شخص مجھ سے کہہ رہا ہے کہ تمہاری موت

---

(۱) "أن أبا قتادة الأنصاري رضي الله تعالى عنه – وكان من أصحاب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وفرسانه – قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الرؤيا من الله والحلم من الشيطان". الحديث. (صحيح البخاري، كتاب التعبير، باب الحلم من الشيطان: ۲/۱۰۳۷، قديمي)

"الصحيح ما عليه أهل السنة أن الله يخلق في قلب النائم اعتقادات كما يخلقها في قلب اليقظان، فإذا خلقها فكأنه جعلها علماً على أمور أخرى يخلقها في ثاني الحال، ومهما وقع منها على خلاف المعتقد فهو كما يقع لليقظان، ونظيره أن الله خلق الغيم علامةً على المطر وقد يتخلف، وتلك الاعتقادات تقع تارةً بحضرة الملك فيقع بعدها ما يسر، أو بحضرة الشيطان فيقع بعدها ما يضر، والعلم عند الله تعالى". (كتاب الإشارات للشيخ عبد السلام، الفصل الثالث في حقيقة الرؤيا، ص: ۹، دار المعرفة)

"أن الله سبحانه يخلق في قلب النائم اعتقادات كما يخلقها في قلب اليقظان وهو سبحانه يفعل ما يشاء لا يمنعه نوم ولا يقظة، وقد جعل سبحانه تلك الاعتقادات علماً على أمور يخلقها في ثاني الحال، ثم إنها ما يكون علماً على ما يسر يخلقه بغير حضرة الشيطان، وما يكون علماً على ما يضر يخلقه بحضرته الخ" (روح المعاني، سورة يوسف، پ: ۱۲، آیت: ۵، ۱۲/۱۸۱، دار إحياء التراث العربي)

مزید تفصیل کے لئے: (فتح الباری، کتاب التعبیر، باب أول ما بدئ به رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم الخ، رقم الباب: ۱، ۱۲/۴۳۳، قدیمی)

کتوبر میں دیوبند میں ہوگی۔ اس کی تعبیر بتادیں کیوں جانا پڑے گا"۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس خواب کی آپ پر کیا ذمہ داری ہے، جہاں موت مقدر ہے وہاں آپ کی تقدیر پہونچا کر رہے گی(۱)، اس لئے آپ شرعاً مکلف نہیں کہ وہاں تشریف لے جائیں۔ پہلے تو اکتوبر کا اطلاق یا آخر یہ نہیں بتایا کہ اس سال یا کب؟ یہ ضرور ہے کہ اپنی موت سے غافل نہ رہے، اس طرح زندگی گزارے کہ جب بھی بلاوا آجائے، فوراً لبیک کہہ کر حاضر ہوجائے(۲)، یہ فکر نہ کرے کہ ابھی فلاں فلاں کے میرے ذمہ قرض باقی ہیں ان کو واپس کرنا ہے۔ فقط واللہ الموفق لما یحب ویرضی۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۳/۱۴۰۰ھ۔

خواب میں مردہ کو برہنہ دیکھنا

سوال [۱۷۲۵]: میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک قبرستان ہے اس میں ایک مردے کے جسم پر

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿وما كان لنفس أن تموت إلا بإذن الله كتاباً مؤجلاً﴾ (سورة آل عمران: ۱۴۵)

وقال العلامة الآلوسي: "مؤجلاً: أي مؤقتاً بوقت معلوم لا يتقدم ولا يتأخر، وقيل: حكماً لازماً مبرماً". (روح المعاني: ۴/۷۵، سورة آل عمران: ۱۴۵، دار الكتب)

وقال الحافظ ابن كثير: "أي لا يموت أحد إلا بقدر الله، وحتى يستوفي المدة التي ضربها الله له". (تفسير ابن كثير: ۱/۵۳۲، دار الفيحاء)

وقال العلامة الآلوسي تحت قول الله تعالى: ﴿وما تدري نفس بأي أرض تموت﴾: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا أراد الله تعالى قبض عبد بأرض جعل له إليها حاجة". (روح المعاني: ۲۱/۱۶۳، سورة لقمان: ۳۴، دار الكتب العلمية)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فلا تموتن إلا وأنتم مسلمون﴾ أي حافظوا على الإسلام، ولا تفارقوه برهة واحدة، فربما تأتيكم مناياكم وأنتم على غير الدين الذي اصطفاه لكم ربكم، وفي هذا النهي إيماء إلى أن من كان منحرفاً عن الجادة لا ييأس، بل عليه أن يبادر بالرجوع إلى الله، ويعتصم بحبل الله خيفة أن يموت وهو على غير هدى، فالمرء مهدد في كل آن بالموت". (تفسير المراغي: ۱/۲۲۴، ۲۲۱، سورة البقرة: ۱۳۲، مصطفى البابي الحلبي)

کالے بال ہیں، کوئی مُردہ دھاڑتا ہے، کسی کا پاؤں ننگا ہے، ایک مُردہ کا منہ پورب کی جانب پھرا ہوا ہے، کوئی خون آلود ہے۔ بہرحال اس قسم کا واقعہ نظر آیا، پھر میری آنکھ کھل گئی، یہ کیا راز ہیں، اس کی تعبیر مرحمت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تقویٰ کو شریعت نے لباس قرار دیا ہے(۱)، جس کے پاس جیسا تقویٰ ہے ویسا ہی اس کا لباس دکھایا گیا ہے، جس قدر جو شخص تقویٰ سے خالی ہے اسی قدر وہ لباس سے برہنہ ہے۔ جو آدمی زندگی خلاف سنت گزارتا ہے اس کا منہ قبلہ کی طرف نہیں رہتا، جو شخص غیبت کرتا ہے وہ مُردار کا گوشت کھاتا ہے(۲)، غرض یہاں سے

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ولباس التقوىٰ ذلك خير﴾ بيّن أن التقوى خير لباس كما قال:

إذا المرء لم يلبس ثياباً من التقى
تقلّب عرياناً وإن كان كاسيا

وخير لباس المرء طاعة ربه
ولا خير فيمن كان لله عاصيا

وروى قاسم بن مالك عن عوف عن معبد الجهني قال: "لباس التقوى الحياء" وقال ابن عباس: "لباس التقوى العمل الصالح". وقال عروة بن الزبير: "هو الخشية لله" وقيل: "هو استشعار تقوى الله فيما أمر به ونهي عنه..... والمعنى: ولباس التقوى المشار إليه الذي علمتموه خير لكم من لباس الثياب التي تواري سوآتكم ..... الخ". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۱۱۹/۷، (سورة الأعراف: ۲۶)، دار الكتب العلمية)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ولا يغتب بعضكم بعضاً، أيحب أحدكم أن يأكل لحم أخيه ميتاً فكرهتموه﴾ وروى أبو هريرة رضي الله عنه أن الأسلمي ماعزاً جاء إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فشهد على نفسه بالزنى ..... فرجمه رسول الله صلى الله عليه وسلم، فسمع نبي الله صلى الله عليه وسلم رجلين من أصحابه يقول أحدهما للآخر: انظر إلى هذا الذي ستر الله عليه، فلم تدعه نفسه حتى رجم رجم الكلب، فسكت عنهما، ثم سار ساعة حتى مر بجيفة حمار شائل برجله، فقال: "أين فلان وفلان؟" فقالا: نحن ذا يا رسول الله! قال: "انزلا فكلا من جيفة هذا الحمار"، فقالا: يا نبي الله! ومن يأكل من هذا؟ قال: "فما نلتما من عرض أخيكما أشد من الأكل منه". =

اعمال کے مطابق قبر کے عذاب ہوتے ہیں، آپ سب کے لئے دعائے مغفرت کریں، حق تعالیٰ آپ کی بھی حفاظت فرمائے اور میری بھی اور سب مسلمانوں کی بھی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱/۱۴۰۰ھ۔

— وقال النبي صلى الله عليه وسلم: "ما صام من ظل يأكل لحوم الناس". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۱۶/۲۰۷، سورة الحجرات: ۱۲، دار الكتب العلمية بيروت)

"وعن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لما عرج بي مررت بقوم لهم أظفار من نحاس يخمشون وجوههم وصدورهم، فقلت: من هؤلاء يا جبريل؟ قال: هؤلاء الذين يأكلون لحوم الناس ويقعون في أعراضهم". (سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب الغيبة: ۲/۳۱۲، مكتبة امدادية ملتان)